سیرۃ بلال رضی اللہ عنہ

یعنے

حضرت بلال رضؓ عاشق صادق حضرت سرورِ کائنات صلعم

کے

حالات زندگی

مؤلفہ

مولوی وجاہت حسین صاحب وجاہت سابق
اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور

قلم الفقیر الملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی و
زمیندار پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات

صرف سرورق راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپوایا۔

حیات خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلے بیوی تھیں عورتوں میں سب سے اول آپؓ ایمان لائیں۔ آپؓ نے اپنا تن من دھن سب کچھ اس داعی صادق پر قربان کر دیا جس کے نام میں ہم لوگوں کی بیماریوں کی شفا اور حاجتوں کی قضا ہے آپؓ کو یہ شرف حاصل تھا۔ کہ انکی زندگی میں حضرت رسالت مآبؐ نے دوسری شادی نہ کی۔ اسلام سے پہلے اگر رسول خداؐ قریش میں امین کے لقب سے ملقب تھے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ طاہرہ کے خطاب سے مخاطب کی جاتی تھیں اس پاک بی بی کے مقدس حالات جسقدر سبق آموز ہو سکتے ہیں وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ مولٰنا سید عاشق حسین صاحب سیماب وارثی اکبرآبادی نے اس اہم ضرورت کو پورا کیا ہے اور آپکے حالات زندگی میں یہ جامع کتاب لکھی جس کی نظیر کم سے کم اردو زبان میں اس سے پہلے نہیں۔ شروع کتاب میں مزار حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا فوٹو بھی لگا دیا گیا ہے۔ قیمت بلا جلد ۱عہ) مجلد ولائتی کپڑے کی جس پر کتاب اور مصنف کا نام سنہری حرفوں سے چھپا ہو گا صرف عہ علاوہ محصول ڈاک ہے ٭

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین (ضلع گجرات)

نذر

یہ کتاب اُس سچی عقیدت اور فدایانہ محبت

سے جو خاکسار کو سیّدی و مولائی حضرت مولینا

الحاج ابوالبرکات سیّد محمد فضلشاہ صاحب

سجّادہ نشین جلالپور شریف سے ہے۔

حضرت ممدوح کے نام نامی پر معنون کیجاتی ہے۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

احقر العباد محمد الدین ایڈیٹر صوفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

Damas

Bab Charki

باب شرقی شہر دمشق مزار حضرت بلال رضؓ کا نظارہ

صحیح تاریخی مدفن یہی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت بلالؓ حبشی

تمہید

رسمی طور پر حضرت بلالؓ کے سوانح عمرا س مختصر جملہ میں ادا ہو سکتے ہیں۔ کہ" وہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے موذن تھے" اِس کے سوا عوام الناس اِن کی خاص فضیلت یا مہتم بالشان اسلامی خدمت سے کم واقفیّت رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت بلال رضؓ کے واقعات حیات پر جس قدر گہری نظر ڈالی جاتی ہے۔ اُن کی عظمت وفضیلت کے پردے حیرت انگیز طریق پر یکے بعد دیگرے اُٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اور دیکھنے والا متحیر وششدر رہ جاتا ہے۔ کہ اللہ اکبر! اسلام کی محبت پیغمبر اسلام کی اطاعت اور خدائے اسلام کی طاعت نے ایک حبشی غلام کے محاسن و مدارج میں کس درجہ اضافہ کر دیا ہے *

حضرت بلال رضؓ کی اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اُنہوں نے
جس وقت خدا کی وحدانیت اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم
کی رسالت ونبوت کی تصدیق کی تھی۔ وہ ایک نومسلم کے لئے نہایت ہی
پُرآشوب اور خطرناک زمانہ تھا۔ عرب کے باشندے صدہا سال سے
بُتوں کی پرستش کے خوگر چلے آتے تھے۔ اُن کے نزدیک سنگ و خشت
کی بے جان مورتیں اور بے حس و حرکت صورتیں غیر معمولی قوت و طاقت
رکھتی تھیں۔ اُن کا خیال تھا کہ نظام عالم میں بتوں کی خاموشی کو خاص
دخل ہے۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ اِن بُتوں سے زبردست اور قوی دُنیا میں
کوئی طاقت موجود نہیں۔ وہ خدا کو جانتے تھے۔ نہ رسول کو پہچانتے تھے۔
تمام سرزمینِ عرب میں کفر و شرک کا دور دورہ تھا۔ اور چپہ چپہ پر کافر
ومشرک پھیلے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں کسی شخص کا بُتوں کی خدائی سے
منکر ہوکر وحدہٗ لاشریک لہ کی وحدانیت کا قایل ومقر ہونا ایسا اہم ایسا
سخت اور ایسا دشوار کام تھا۔ جس کا نقش پورے طور پر الفاظ میں ہرگز نہیں
کھینچ سکتا۔ مختصر یہ ہے۔ کہ اُس وقت قبول اسلام ایک جان جوکھوں کا کام
تھا۔ اگر حضرت بلال رضؓ عرب کے کوئی دولتمند آدمی ہوتے تو ممکن تھا۔ کہ اُن کا
روپیہ انہیں تبدیل مذہب کی صورت میں ایک حد تک ہدف مصائب
ہونے سے بچا لیتا۔ یا اگر وہ کسی بڑے خاندان کے رکن ہوتے۔ تو
اُن کے جتھے کے خوف سے مظالم کا اشتداد کسی قدر کم ہو جاتا۔ لیکن اِن
میں سے ایک بات بھی نہ تھی۔ بیچارے بلال رضؓ عرب میں بالکل پردیسی
اور غریب الوطن تھے۔ اور اِس پر طرہ یہ ہے۔ کہ غلامی کی حالت میں زندگی
بسر کرتے تھے۔ جو دُنیوی پہلو سے نہایت ہی خفیف اور ادنےٰ درجہ کی

تھا۔ جب اس کو حضرت بلال کے مسلمان ہونے کی خبر ہوئی۔ تو وہ ان کی جان کو آگیا۔ کوئی کڑے سے کڑا ظلم۔ سخت مصیبت اور بڑے سے بڑا عذاب ایسا نہیں تھا۔ جس کی ان پر مشق نہ کی گئی ہو۔ گرم ریت پر وہ لٹائے گئے پتھروں کے نیچے وہ دبائے گئے۔ چھال کی بٹی ہوئی رسی اُن کی گردن میں ڈالی گئی۔ اور مشرکوں کے لڑکے اونٹ کی طرح اُن کو گھسیٹتے پھرے۔ لیکن آفرین ہے بلال رضؓ کی ہمت و حمیت پر کہ وہ جس باب کو حق سمجھ چکے تھے۔ اُس کی نہایت مستقل مزاجی اور جوانمردی سے اخیر وقت تک تائید کرتے رہے۔ اور پیش آنے والی مشکلات کی پرکاہ برابر بھی پروانہ کی۔

روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ جوانانِ احرار میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضؓ۔ لڑکوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ غلامانِ آزاد میں زید رضؓ بن حارثہ۔ اور غلاموں میں حضرت بلال رضؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔ لیکن موخر الذکر کی حالت سب سے جداگانہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی ذاتی امارت اور خاندانی وجاہت قبول اسلام کے بعد بہت کچھ نافع و کارآمد ثابت ہوئی۔ اور اس کی بدولت وہ دشمنوں کے فتنۂ و شر سے مامون و مصئون رہے۔ اسی طرح حضرت خدیجہ رضؓ بھی امیر کبیر گھرانے کی خاتون تھیں۔ اُن کے لئے بھی تبدیل مذہب کا کام چنداں دشوار نہ تھا۔ قطع نظر اس سے مردوں کی بہ نسبت عورتیں ویسے بھی عموماً ہر معاملہ میں زیادہ بازپرس کے قابل نہیں سمجھی جاتیں اس لئے حضرت خدیجہ رضؓ کو مسلمان ہوجانے کی وجہ سے کوئی خاص تکلیف نہیں اٹھانی

کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس میں بڑے بڑے بارسوخ اور بااثر نفوس بہ تعداد کثیر موجود تھے۔ اور جن کے سامنے عوام الناس کو دم مارنے کی جراءت نہ ہو سکتی تھی۔ اِس لئے وہ بھی بت پرستوں کی سختیوں سے محفوظ رہے۔ حضرت زید اگرچہ غلام تھے۔ مگر آزاد ہو چکے تھے۔ اور اپنی مرضی کے مالک و مختار تھے۔ اِس لئے اپنا مذہب تبدیل کر دینے کی صورت میں اُن کے واسطے بھی زیادہ خطرہ نہ تھا۔ اِن کے برخلاف حضرت بلالؓ غلامی کی حالت میں ایمان لائے تھے۔ اور مشرکوں کے قبضے میں تھے۔ اِس لئے اِن کا اسلام اپنی نوعیت کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جن لوگوں نے ابتداءِ اسلام قبول کیا وہ اِس وجہ سے بھی خاص عظمت و فضیلت رکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے دوسروں کو اسلام کی ترغیب و تحریص دلائی۔ اور اِس لحاظ سے بھی حضرت بلالؓ کا درجہ بہت اُونچا نظر آتا ہے +

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے فضائل و مناقب یوں تو بے پایاں ہیں لیکن محض خدا و رسول اور اسلام کے لئے اُن کا حضرت بلالؓ کو آزاد کرانا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس کے اجر و ثواب کا اندازہ کرنا مشکل ہے +

اسلام میں حضرت بلالؓ کے سوانح عمراُن کے اسلام لانے کے بعد سے شروع ہوتے ہیں۔ اُن کے زمانۂ جاہلیت کے متعلق صرف اتنا ہی علم کافی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ حبش کے باشندے تھے۔ اور عرب میں آکر بنی جمج کے غلام ہو گئے تھے۔ دراصل ہمیں اِن کی اسلام سے پہلے کی زندگی سے چنداں تعلق بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ قبول اسلام کے بعد حضرت بلالؓ کی زندگی کیونکر بسر ہوئی۔ اور اسلامی نقطۂ خیال سے اُنہوں نے اپنے آپ کو کس درجہ و رتبہ کا مسلمان ثابت کیا۔ اِس کے

متعلق صرف اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ کہ نماز جو اسلام میں سب سے بڑا رکن ہے۔ اُس کا ابتدائی اہتمام و انتظام حضرت بلالؓ کے سپرد ہوا۔ اور وہ اذان کہنے کی خدمت پر مامور کئے گئے۔ یعنی حضرت بلالؓ کو مسلمان ہوتے ہی وہ مہتم بالشان کام انجام دینا پڑا۔ جس میں پانچوں وقت توحید و رسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اگر بہ نظر غایر دیکھا جائے تو یہ ایک بڑے سے بڑا اعزاز ہے۔ جو کسی مسلمان کو نصیب ہو سکتا ہے۔ حضرت بلالؓ سے پیشتر یہ خدمت کسی مسلمان نے انجام نہیں دی تھی۔ قدرت نے یہ فخر و شرف انہیں کے لئے مخصوص کیا تھا۔

بلالؓ نماز کے وقت اذان کہا کرتے تھے۔ اور جب نمازی فراہم ہو جاتے تھے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو نماز کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ اور باقی وقت دست بستہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے۔ جس کی آرزو ہر سچّے مسلمان کے دل میں پائی جاتی ہے۔ بلالؓ بظاہر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے غلام ہی تھے۔ لیکن حقیقت میں اُنہوں نے اپنے خلوص۔ نیک نیتی۔ اور اطاعت سے اپنا وقار و اعتبار اِس درجہ بڑھا لیا تھا۔ کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے مختار عام یا کارندے معلوم ہوتے تھے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلّم خدا کے ایسے سیاسی یا خانگی امور بہت کم ہوتے تھے۔ جو حضرت بلالؓ کی صلاح و مشورہ کے بغیر انجام پاتے تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے عہد حیات تک حضرت بلالؓ کی زندگی کا حصّہ خصوصیت سے اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اِن کو ہر وقت حضوری

وہ زمانہ ہے جس میں بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریباً جملہ غزوات میں شریک رہے۔ اور اس طرح انہوں نے وہ ثواب بھی حاصل کرلیا جس کا اسلام میں سب سے بڑا درجہ ہے۔

حضرت بلالؓ کی وقعت و عزت کا اندازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث کے مضمون پر غور کرنا چاہیئے۔ صاحب اسد الغابہ نے مقداد بن عمرو کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ "آپ نے فرمایا پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے سات رفیق و وزیر نہ ملے ہوں۔ مگر مجھے ۱۴ عطا ہوئے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حمزہ[۱]۔ جعفر[۲]۔ ابوبکر[۳]۔ عمر[۴]۔ علی[۵]۔ حسن[۶]۔ حسین[۷][۸]۔ ابن مسعود[۸]۔ سلمان[۹]۔ عمار[۱۰] حذیفہ[۱۱]۔ ابوذر[۱۲]۔ مقداد[۱۳]۔ بلال[۱۴]"۔ اب ہر شخص خود اندازہ کرسکتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے یا رفیق و وزیر۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سطوت وجلالت مشہور ہے۔ مگر حضرت بلالؓ کے متعلق ان کے کیا خیالات تھے۔ اس باب میں صاحب اسد الغابہ کا حسب ذیل قول ملاحظہ طلب ہے:۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار تھے۔ اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلالؓ کو آزاد کیا۔"

جب حضرت عمرؓ جیسا باجبروت خلیفہ حضرت بلالؓ کو "سردار" کے لفظ سے یاد کرتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بلالؓ صرف ایک کے غلام تھے۔ اور باقی سب کے آقا۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جن کو اسلام میں سب سے پہلے اذان دینے کا فخر حاصل ہوا۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جنہوں نے راہِ خدا میں بڑی بڑی کڑیاں اٹھائیں۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جو سفر و حضر میں ہمیشہ آنحضرت صلعم

کے ساتھ رہے۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جنہوں نے اسلام اور خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جن کی صدائے اذان سے صحابۂ عظامؓ کے قلوب اور گردونواح کی زمیں میں زلزلہ آجاتا تھا۔ بلالؓ وہ موذّن تھے۔ جو محض حجرہ نشینی ہی پر اکتفا نہ کرتے تھے۔ بلکہ سر بکف اور شمشیر بدست ہو کر ہر غزوے اور ہر معرکے میں مسلمانوں کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جن کو اسلام کی بدولت غلامی سے آزادی حاصل ہوئی اور انجام کار مسلمانوں کے سردار بن گئے۔ سبحان اللہ حضرت رسول خدا کی غلامی کس درجہ شرف و اعزاز کا باعث ہے ؎

منم غلامِ غلامِ تو یا رسول اللہؐ

دلم فدائے بنام تو یا رسول اللہؐ

ایسے فدائے اسلام۔ ایسے فنافی الرسولؐ اور ایسے مقبول بندۂ خدا کے حالات زندگی قلمبند کرنا مجھ جیسے دُنیا دار اور گنہگار آدمی کا کام نہیں۔ جس کو نماز کی پابندی کا خیال ہے۔ نہ روزے کی فرضیت کا لحاظ اور نہ خدا و رسول کے دوسرے احکام کی تعمیل کا احساس۔ بھلا میں اور حضرت بلال کی سیرۃ لکھنے کا تہیہ کروں ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اگر کوئی مجھ جیسا شخص کسی صحابیؓ کے حالات قلمبند کرنے بیٹھ جائے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اُس نے غیر معمولی جرائت و جسارت کی ہے۔ اور اگر اِس کام سے اُس کی نیّت محض شہرت حاصل کرنے اور دولت کمانے کی ہے۔ تو یقیناً وہ ایک گناہِ عظیم کا مرتکب ہوا ہے۔ ہم نے اِس چودھویں صدی میں بچشم خود قرآن شریف کے ایسے مترجم دیکھے ہیں۔ جنہوں احکام شرع ...

چنداں سروکار نہیں۔ اُن کے دل میں خدا کی عظمت ہے۔ نہ اُس کے رسول کی عزت۔ محض اپنی معمولی اور محدود علمی قابلیت کے بل پر شہرت اور دولت حاصل کرنے کے لئے ایسا کام کر گذرتے ہیں۔ جس کے وہ حقیقتہً اہل نہیں ہوتے۔

ہم نے ایک مولوی کو جس نے ترجمہ قرآن مجید کی طرح ڈالی تھی۔ اس حالت میں دیکھا کہ قرآن شریف بغرض ترجمہ میز پر کھلا رکھا تھا۔ اور نئی روشنی کے مترجم صاحب کرسی پر دراز تھے۔ اور اُن کی ٹانگیں کھلے ہوئے قرآن شریف کے برابر رکھی تھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

قرآن شریف کا مترجم ہونے کے لئے کم سے کم ایسے ہی ثقہ۔ متقی عالم باعمل۔ متبع سُنت اور پابند شریعت نفوس کی ضرورت ہے۔ جیسے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث رح یا حضرت مولانا شاہ رفیع الدین اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی رح تھے۔ اور یہ ان بزرگوں کی نیکی اور تقدس کا اثر ہے۔ کہ جو ہر دلعزیزی و مقبولیت ان کے تراجم کو حاصل ہوئی۔ وہ چودھویں صدی کے کسی نمایشی مولوی یا مترجم کو آج تک نصیب نہیں ہو سکی۔ جو شخص شراب پیتا ہے۔ کباب کھاتا ہے۔ سو د لیتا ہے۔ فرشتو اور قیامت پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ بہشت و دوزخ کا قایل نہیں۔ نماز میں رکوع و سجود کو ایک فعل عبث قرار دیتا ہے۔ اور روزے کو مفلسوں اور فاقہ مستوں کا پردہ دار سمجھتا ہے۔ اُسے کیا حق ہے۔ کہ وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے کتاب خدا و رسول کا ترجمہ کرے۔ اور اُس پر کسی قسم کا حاشیہ چڑھائے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس قطع و قماش کے لوگ کوئی دینی یا مذہبی کام بغرض حصول ثواب تو کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ سرے سے اُن کے عقاید ہی فاسد ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ محض اپنا نام اچھالنے یا روپیہ پیدا کرنے کے لئے

کرتے ہیں۔ اور دین کے پردے میں دنیا کماتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی فریب دہی ہے جس کا اُنہیں خدا کے سامنے یقیناً جواب دہ ہونا پڑے گا۔ خدا مسلمانوں کے حال پر رحم کرے۔ کہ اِن میں ایسے افراد کی روز بروز کثرت ہوتی جاتی ہے *

مجھے اپنی دینداری اور پارسائی کا دعوےٰ نہیں۔ میں مذہبی پہلو سے حقیقۃً اِس امر کی کسی طرح اہلیت نہیں رکھتا۔ کہ حضرت بلالؓ جیسے عاشق رسول اللہ کے حالات زندگی مدون کرسکوں۔ باقی رہی قابلیت تو اُس کے خانہ میں بھی صفر ہے۔ میں عوام الناس سے بحیثیت ایک معمولی شاعر و مضمون نگار کے روشناس ہوا۔ پس میں وہ کام کیونکر انجام دے سکتا ہوں۔ جو مستند علما اور جیّد فضلا کے کرنے کا ہے۔ مگر الحمدللہ عقاید بُرے نہیں رکھتا۔ اور اِسی حُسن عقیدت کی وجہ سے مجھے اپنے علم پرور فقیر دوست ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی کی فرمائش متعلق بہ سیرۃ بلال پوری کرنی پڑی۔ پہلے لکھا جاچکا ہے۔ کہ میں ایک دنیا دار آدمی ہوں۔ اور ایسی کتابوں کی تدوین کے لئے ضرورت ہے مقدس اور عالم باعمل بزرگوں کی۔ مگر جب یہ کام سر ہی آپڑا تو راقم الحروف نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہؓ اور حضرت بلالؓ کا پورا ادب و احترام ملحوظ رکھا اور حتی الوسع بغیر وضو ایک حرف نہیں لکھا۔ مگر ایسے ظاہری غسل و وضو سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک دل کا زنگ دور نہ ہو۔ کسی عقیدت مند شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

راقم الحروف نے اِس کتاب کی تالیف کے لئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلّم کی اکثر سوانح عمریاں اور حالات صحابہ کے متعلق بیسوں کتابیں دیکھ ڈالیں۔ مگر حضرت بلال رضؓ کے متعلق کوئی مفصل کیفیت کہیں نظر نہ آئی۔ متفرق مقامات پر ایک آدھ سطر میں سرسری طور سے اِن کا تذکرہ ضرور پایا گیا۔ مگر یہ اوس اِس قابل نہیں تھی۔ جس سے پیاس بجھ سکتی۔ اِسی اثنا میں ہمارا خیال مشہور اسلامی مورّخ علامہ ابن اثیر جرزی کی کتاب "اسد الغابہ" کی طرف منتقل ہوا۔ جس کے کئی ہزار صفحات کئی ہزار صحابہ کے حالات پر مشتمل ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ ضخیم و حجیم کتاب تھوڑی سی کوشش سے دستیاب ہوگئی۔ اور ہم نے سب سے پہلے (ب) کی ردیف نکال کر حضرت بلال رضؓ کے حالات دیکھے۔ مگر ہماری مایوسی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ہم نے اِس میں بھی پانچ چھ صفحہ سے زیادہ بلال رضؓ کے متعلق کچھ نہ دیکھا۔ لیکن ہم نے ہمت نہیں ہاری اور اسد الغابہ کی پہلی جلد کا بالاستیاب مطالعہ شروع کردیا۔ اِس اہتمام خاص سے کتاب دیکھنے کا یہ نتیجہ ہؤا کہ مختلف صحابہ کے حالات میں حضرت بلال رضؓ کا مختصر تذکرہ بھی نظر سے گذرنے لگا۔ جس کی ہم ایک علیحدہ کاغذ پر یادداشت لکھتے گئے۔ مگر چونکہ حضرت بلال رضؓ رسول اللہ صلعم کے موذن تھے۔ اور نماز کا اہتمام اِن سے متعلق تھا۔ اِس لئے کتب احادیث و سیر میں کثیر روایات جن کے راوی مختلف صحابی ہیں۔ اِس مضمون کی موجود ہیں۔ کہ جب فلاں نماز کا وقت آیا۔ تو حضرت بلال رضؓ نے اذان کہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہ کی زندگی میں متواتر دس گیارہ برس تک اذان دینے کی خدمت پر مامور رہ چکا ہو۔ (کیونکہ اذان کی

ابتدا [illegible] میں ہوئی تھی۔ اور [illegible] تک یعنی تا زمانہ حیات سرور کائنات

تک حضرت بلالؓ نے اس کا سلسلہ برابر جاری رکھا) اُس نے اِس مدت میں ہزاروں

مرتبہ اذان کہی ہوگی۔ اور ہزاروں مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

نماز پڑھی ہوگی۔ اِس لئے ایسی روایات کی کثرت متوقع نہیں۔ اسد الغابہ

میں بھی حضرت بلالؓ کے متعلق بیسیوں جگہ ایک ہی مضمون کی تکرار اور ایک

ہی بات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اگر یہ سب روایات

ایک جگہ فراہم کردی جاتیں۔ تو کتاب کا حجم بہت کچھ بڑھ سکتا تھا۔ لیکن

ایک ہی قسم کا تذکرہ اگرچہ اُس کا تعلق عبادت ہی سے کیوں نہ ہو عموماً زیادہ

دلچسپ نہیں سمجھا جاتا۔ اِس لئے ایسی تمام روایات قصداً قلم انداز کردی

گئیں۔ اور صرف انہیں اذانوں اور نمازوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو اپنی

نوعیت کے لحاظ سے کسی قسم کی خصوصیت و غرابت رکھتی تھیں÷

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ روایات مختلف حضرت بلالؓ کی عمر وفات کے

وقت ۶۰ سال سے کچھ اوپر بیان کی جاتی ہے۔ اِن کی عمر کا دو تہائی حصہ

(۴۰ سال) جاہلیت میں گذرا۔ اِسلام میں اِن کی تاریخ سنہ ۱ ہجری سے*

شروع ہوتی ہے۔ جبکہ اُنھوں نے قبول اسلام کے بعد اذان کہنی شروع

کی۔ اگر اِن کی وفات ایک روایت کے مطابق سنہ ۲۰ ہجری میں صحیح سمجھ

لی جائے۔ تو اِس حساب سے اِن کی اسلامی زندگی ۲۰ سال سے زیادہ نہیں

ہوتی۔ اِس زمانہ کا نصف سے زیادہ حصہ بھی عموماً ایک ہی قسم کے کاموں

یعنی نماز و اذان وغیرہ میں بسر ہوا یہ بھی ایک خاص وجہ ہے۔ کہ بلالؓ کے

حالات اسلامی تاریخوں میں محدود و مختصر پائے جاتے ہیں÷

---

* اگرچہ حضرت بلالؓ اِس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے ۱۲÷

حضرت بلال رضؓ کا عہد حیات دو حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصہ کا تعلق
حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک ہے۔ اس میں
حضرت بلال رضؓ کے مشاغل زیادہ تر نماز واذان وغیرہ کے متعلق پائے جاتے
ہیں۔ اگرچہ وہ اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات وغیرہ
میں بھی شریک ہوتے رہے۔ لیکن ان کا منصبی کام وہی اذان کہنا اور نماز
کا اہتمام کرنا تھا۔ ویسے جنگ کے متعلق بھی انہیں جس کام کا حکم دیا جاتا
تھا۔ اُس کی بخلوص دل تعمیل کر دیا کرتے تھے۔

دوسرا حصہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے
شروع ہوتا ہے۔ جو حضرت بلال رضؓ کے لئے نہایت یاس واندوہ کا زمانہ
تھا۔ مدینے کے وہ گلی کوچے جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گشت
فرمایا کرتے تھے۔ اور جو بلال کے نزدیک باغ جناں پر بھی ترجیح رکھتے تھے
اب عارضی طور پر بے رونق نظر آنے لگے۔ مسجد کا وہ صحن جہاں بیٹھ کر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم صحابۂ عظام سے باتیں کیا کرتے تھے۔ بلال رضؓ کی نگاہوں کے
سامنے رنج وملال کے گوناگون مناظر پیش کرتا تھا۔ وہ منبر جس پر استادہ
ہو کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ بلال رضؓ کی وحشت اور
بے چینی بڑھانے کا آلہ بن گیا تھا۔ غرض ہر وہ چیز جو رسول اللہؐ کی یادگار
تھی۔ حضرت بلال رضؓ کے لئے وجہ اندوہ وحسرت بن گئی۔ اور اُن کے قلب پر
ایسا صدمہ طاری ہوا کہ اذان کہنے کے بھی ہوش وحواس نہ رہے فی الحقیقت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات نے بلال رضؓ کی کتاب زندگی کا ورق
ہی اُلٹ دیا تھا۔ یوں تو وصال رسالت مآبؐ سے عموماً ہر مسلمان کم وبیش متاثر
ہوا۔ لیکن بلال رضؓ نے اس کو جس شدت سے محسوس کیا۔ اُس کی نظیر غالباً مشکل

ہی سے مِل سکے گی۔ حضرت بلالؓ رسول اللہؐ کے بعد وفورِ غم کے باعث مدینہ
منوّرہ میں ایک منٹ بھی نہ ٹھہرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہر مسلمان خلیفۂ وقت
کی متابعت ضروری سمجھتا تھا۔ اِس لیئے حضرت بلالؓ کو بھی حضرت ابوبکر صدیق
سے اجازت لینے کا انتظار کرنا پڑا۔ اور ایک روز مناسب موقع پر اُنہوں نے
اپنا عندیہ جانشین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اِن الفاظ میں ظاہر
کیا۔ کہ "مَیں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ جملہ اعمال سے
بہتر ہے۔ اِس لیئے مجھے شام کی طرف جانے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ
میں بھی جہاد میں شریک ہو کر وہ ثواب حاصل کر لوں۔ جس کی رسُولُ اللہؐ نے
خصوصیّت سے تعریف فرمائی ہے"۔ یہی درخواست حضرت عمرؓ سے بھی اُن کے
عہد خلافت میں کی گئی جو بمشکل منظور ہوئی۔ اور حضرت بلالؓ بعزمِ جہاد
شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور چند سال تک خوب دادِ شجاعت دیتے
رہے۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ خاص طور پر حضرت بلالؓ کے حالات اِس سلسلہ
میں بھی کم پائے جاتے ہیں۔ اِس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ جملہ
صحابۂ عظام اِس امر کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔ کہ بوجہ صدمۂ وفات سرورِ کائنات
حضرت بلالؓ کی حالت خاص ہمدردی کی مستحق ہے۔ اِس لیئے وہ اِن سے
جنگ میں کوئی بڑا اور کڑا کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ عام مجاہدین میں شامل
رکھتے تھے۔ لیکن حضرت بلالؓ کو بذاتِ خود کارہائے نمایاں انجام دینے
کا دلی شوق تھا۔ اور بعض اوقات وہ اپنے سپہ سالار کو خدا اور رسُولؐ کی
قسمیں دے دے کر مجبور کر دیا کرتے تھے۔ کہ فلاں خدمت میرے ہی سپرد
کی جائے۔ اگرچہ وہ کام حضرت بلالؓ کے مناسب حال نہ ہوتا تھا۔ لیکن

شام کے علاقہ میں ایک موقع پر رومیوں کے بادشاہ قسطنطین نے مسلمانو
کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اپنے کسی معزز سردار کو گفت و شنید کے لئے
روانہ کریں۔ اُس وقت حضرت عمرو بن العاص رضؓ مجاہدین کے سرِ لشکر تھے
اُنہوں نے مجاہدین سے پوچھا کہ تم میں سے یہ خدمت کون انجام دے گا۔
تو حضرت بلال رضؓ فوراً آگے بڑھ کر بول اُٹھے۔ کہ یہ کام میرے سپرد کیا جائے
اس کو میں انجام دونگا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے فرمایا کہ اے! بلال رضؓ تم
بوجہ صدمۂ مفارقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت شکستہ دل ہو شاید
اِس کام کو خوش اسلوبی سے انجام نہ دے سکو۔ اِس لئے تمہارا جانا ٹھیک
نہیں معلوم ہوتا۔ مگر حضرت بلال رضؓ نے سخت اصرار کیا۔ اور قسمیں دے کر حضرت
عمرو بن العاص کو اپنی روانگی پر مجبور کر دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ بلال رضؓ نے اخیر
وقت تک مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑا اور کسی سخت سے سخت کام سے
کبھی جی نہیں چرایا +

راقم الحروف کو اِس کتاب کے لئے بیسیوں کیا بلکہ سیکڑوں کتابیں دیکھنی
پڑیں۔ مگر اِن میں جو کچھ تھا۔ وہ قریباً سب کا سب "اُسد الغابہ" ہی کے
مختلف صفحات پر نکل آیا۔ اِس لیے حضرت بلال رضؓ کے حالات کا زیادہ
حصہ اسی ضخیم و جسیم کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔ البتہ حضرت بلال رضؓ کی لڑائیوں
کے حالات "مغازی الرسول" اور "فتوح الشام" وغیرہ سے لئے ہیں۔
غرض "سیرۃ بلال" کی تکمیل میں اپنی طرف سے خاص کوشش کی گئی ہے۔
لیکن جیسا کہ پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے۔ میں اپنی محدود علمی قابلیت کی وجہ
سے اِس کام کا اہل نہیں۔ بلکہ یہ کسی زبردست عالم و فاضل کا کام تھا۔
اِس لئے ممکن ہے۔ کہ کتاب ہذا میں بہت سی خامیاں اور کوتاہیاں رہ

گئی ہوں - اہل نظر کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ وہ مجھے فروگزاشتوں سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ طبع ثانی کے موقع پر اصلاح و درستی کر دی جائے اور جو صاحب اس کتاب سے محفوظ و مستفید ہوں۔ وہ خاکسار مولفؒ اور اس کے پبلشر کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔

آخر میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حضرت بلالؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

جھنجھانہ ضلع مظفر نگر
یکم شوال ۱۳۲۵ھ

خاکسار
وجاہت حسین

حضرت بلال رضؓ

اور

ڈاکٹر اقبال
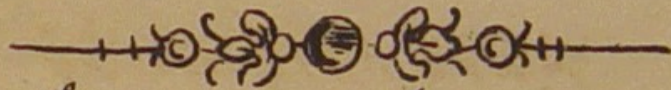
چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

ہوئی اسی سے ترے غمکدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

ستم ہے شوق کی آتش کو مثل موجِ ہوا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

نظر تھی مثل سلیمان[۱] ادا شناس تری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا
اویس[۲] طاقتِ دیدار کو ترستا تھا

مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سائید

---

۱ حضرت سلیمان فارسی رضؓ ۱۲ — ۲ حضرت اویس قرنی رحؒ ۱۲

تیرے نصیب کا آخر چمک گیا اختر
علیؓ کے سینے میں جو راز تھا کھلا تجھ پر

گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

نمازِ عشق حسینِ حجاز ہے گویا
یہی نمازِ خدا کی نماز ہے گویا

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا تیرا
خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا تیرا

لوحِ مزارِ حضرت بلال رضؓ

اے وہ جس کے آنکھیں نہیں ہوتیں۔ مگر چشمِ محبت کہوانے کو موجود
جو عقل و ہوش کی بینائی کے لیئے نیل کی سلائی لیکن سرمۂ بصارت و بصیرت
کے نام سے مشہور ہیں تیری آنکھ کے اسم بے نشانی سے اپنے عشق کی
بسم اللہ شروع کرتا ہوں۔ مجھ کو ع۔ ش۔ ق کی ابجد پڑھا۔ اور ازل و ابد کے
محیط مکتب میں جگہ دے،

حرفِ عین کے بعد غیریت کا غین سامنے نہ لا۔ شوریدگی شین میں پہنچا۔
قندِ قاف کی مٹھاس چکھا تاکہ نمکینی و شیرینی کے ذائقے لذت عیدیت مرحمت
کریں۔ اور میں دیکھوں کہ تربتِ بلالؓ پر یہ کیا مخفی الفاظِ لوح مستور پر مسطور ہیں۔
دیکھ لیا۔ دیکھ لیا۔ پڑھ لیا۔ پڑھ لیا۔ لکھا ہے،

"یہ بلالؓ حبشی کا مرقد ہے۔ جو ایک کے غلام اور سب کے آقا تھے۔ اس قبر
میں ایک کالی مورت سوتی ہے جس نے سب کالے گوروں کو جگایا تھا۔
یہاں ایک مؤذن آرام کرتے ہیں۔ جن کی یاد میں دنیائے اسلام کی ہر اذان
بے آرام ہے،

اس خاک کے ڈھیر کو جس پر ریشمی غلاف پڑا ہوا ہے مٹی کا انبار نہ
سمجھ کہ اس کے اندر اکسیر کی چٹکی مدفون ہے۔ اس گنبدِ مختصر کی جسامت ظاہری
پر نہ جا کہ اسی آنکھ کی پتلی کے اندر نورِ بطون ہے،

یہاں وہ ہے۔ جو خدا کے مزملؐ کو جگاتا تھا پچھلی رات کی چپ چاپ
اندھیریوں میں نعرۂ اللہ اکبر لگاتا تھا۔ شب تار کے سناٹے اسی کی صدائے

بیدار ہو کر گھر کے ہوتے اپنے گھر جاتے تھے۔ صبح صادق
کا نور اِسی کے دیدار کی خاطر نمودار ہوتا تھا۔ روشن ستاروں کی صفیں ہُوُ
سے درہم برہم ہوتی تھیں،

یہاں وہ کفن کی چادر تانے پڑا سوتا ہے۔ جس کی آنکھیں آنکھ والے
کو دیکھتی تھیں۔ جس کی توتلی زبان کسی فصیح و بلیغ کی شیریں گفتاری سے ہمکلام
ہوتی تھی۔ جس کو یا بلالؓ کہا جاتا تھا۔ جو اشہد ان ٥ رسول اللہ کے
درمیانی نقطہ کو نظروں کے سامنے پاتا تھا۔ جو نماز میں اپنے آگے ایک امام
کو دیکھتا تھا۔ وہ امام جو اُمر کے دل و جان کا امام تھا۔ دولتِ ایمان کا امام
تھا۔ دونوں جہاں کا امام تھا،

اس قبر میں وہی بلالؓ ہیں۔ جنھوں نے زلفوں والے حسن حسین کو
دیکھا۔ یتیم پیارے علیؓ ولی کو نین کو دیکھا۔ جنھوں نے صدیق اکبرؓ کی پیوند لگی
کملی دیکھی۔ جن کی نظروں سے جلال فاروقؓ گذرا۔ جو شرمیلے عثمان غنیؓ کے
ہم جلیس رہے،

یہی وہ بلالؓ ہیں۔ جن کے سینے پر مدینہ کے ایک شکاری تیر انداز
نے ایسا تیر چلایا کہ مرتے دم تک اُس کی نوک کھٹکتی رہی۔ اور کسی طرح نہ
نکلی۔ یہ اُسی غریب کُشتۂ ناز داد کی تربت ہے جس کو لاوارثا دیکھ کر ہاشم کی
اولاد میں کسی شخص نے برچھی مار کر گرا لیا۔ ابوجہل اور ابولہب جیسی سونے کی
چڑیاں چھوڑ کر بیچاری کوئل کو دام میں پھنسا لیا۔ جو موسم برسات کاٹنے اِس باغ
میں آئی تھی۔ اور ابر کی بہاریں دیکھ کر کچھ دن رہنے کی ٹھیر ائی تھی۔ اِسے خبر
نہ تھی۔ کہ اس دیس میں مسافروں کو دام گیسو میں اسیر کر لیا جاتا ہے۔ وہ کیا
جانتی تھی۔ کہ اِن ڈالیوں میں شہباز چھپا بیٹھا ہے،

دیکھو اِس گھر میں ایک عاشق مجور کی لاش رکھی ہے جس کو قاتل نیم بسمل کر کے اپنے گھر چلا گیا۔ جس کے سسکتے تڑپنے پر اُس کو ترس نہ آیا۔ اُس کو خنجروں سے حلال کیا ہے۔ اِس پر تلواریں چلائی گئی ہیں "

اِس مقتول سے نہ پوچھو۔ یہ اب بھی اُسی ہاشمی کا کلمہ پڑھے جاتا ہے اِس کا دم اب تک اُسی جوان مست پر نکلا جاتا ہے۔ اِس کو اب بھی یہی آرزو ہے۔ کہ دو چار ہاتھ اور پڑتے۔ وہ اپنی ساری جوان مستی مجھی پر آزماتے مگر انصاف یہ ہے۔ کہ رفیق اعلیٰ نامی اِس کا کوئی رقیب ہے۔ جس پر وہ ہاشمی جوان مست فریفتہ ہے۔ اور رفیق اعلیٰ اُس پر شیفتہ ہے رفیق اعلیٰ کا پیام آیا۔ ذرا آنا جی۔ مکھڑا دکھانا جی۔ اور یہ جوان مست آنکھیں بند کر کے سدھا اُس کی طرف ہو لیا۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا کہ کتنے پروانے دم توڑ رہے ہیں "

آج کوئی نہیں جو اِس فرقت نصیب بلالؓ کے زخموں پر مرہم کی پٹی رکھے یا دو میٹھے بول کیف انت یا بلالؓ کہکر دل کو ڈھارس دے "

اِس لئے یہ لوح یہاں دمشق میں لگائی گئی ہے۔ کہ اِس ہاشمیؐ کے گھر کا راستہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ پس جو لوگ سُن سُنا کر اور شہرۂ حُسن پا کر اِس کی ہوس دید میں گھر سے نکلے ہوں۔ اُن کو آگاہ ہونا چاہئے۔ کہ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں۔ اور جو اِس مزار والے بلالؓ پر گذری ہے۔ اُس کو دل سے نہ بھُلائیں "

آگے بڑھ کر بے شمار کمندیں بچھی ہوئی ہیں۔ جن میں پھنسنے کے بعد عمر بھر کی آزادیاں چھن جاتی ہیں۔ واللہ پانی بھی نہیں ملتا۔ پر بھی کتر دیئے جاتے ہیں۔ حلقۂ غلامی بھی پہنا دیا جاتا ہے۔ ہاشمیؐ کے تیروں سے بچنا۔

کرتے زخموں پر نمک پاشی کرتا ہے ایسے
سامنے نہ ہونا۔ آنکھ ملاتے ہی دل چھین لیتا ہے ؛؛

یہ نوشتہ ہے اُن لوگوں کے لئے۔ جن کو بلالؓ کی طرح خاک و خون میں لوٹنے کا۔ آتش فرقت میں جل کر خوش ہونے کا۔ نظر مست کی نہایت نشیلی۔ اور گنہگار بنانے والی شراب پینے کا شوق نہیں ہے۔ اُمید ہے۔ کہ وہ اِس لوح کو دیکھ کر سیدھا سادہ فرض زیارت ادا کر کے چلے آئیں گے اور خواہ مخواہ اپنی اچھی جان کو روگی نہ بنائیں گے۔ ورنہ اختیار ہے۔ جس کے جی میں بلالؓ کی مانند اِن افتادوں کی برداشت کرنے کی ترنگ ہے۔ تو بسم اللہ۔ اِس لوح کو پڑھ کر پہلے جیب کی دولت خالی کریں۔ پھر دل کی تھیلی سے دوسرے سکے نکالکر پھینک دیں۔ اِس کے بعد گریبان چاک کریں۔ اور کلیجہ تھام کر دمشق سے حجازی ریل میں قدم رکھیں ؛؛
پہلے اُن کو مدینہ ملے گا۔ پھر باب السّلام آئے گا۔ پھر نقرئی دام کا اُلجھاؤ ہے۔ پھر جو پیش آتا ہے اُس کو میں کیا بتاؤں کہ لوح سنگ ہوں اُس کو تم ہی جانو گے۔ یا وہ جو تمہاری مثل مستانہ و دیوانہ ہے۔ اور بس ؛

(حسن نظامیؒ)

مساواتِ اسلامی

از

شبلی نعمانی
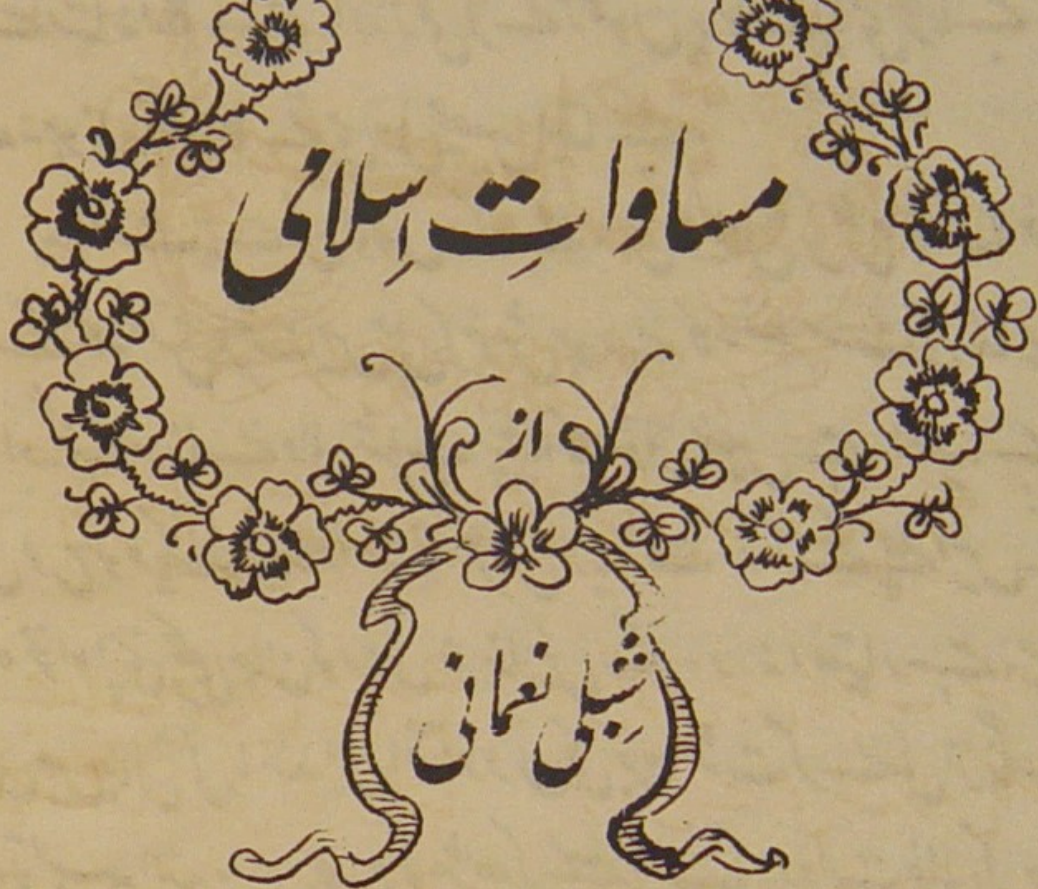
بارگاہ نبوی کے جو مؤذن تھے بلالؓ
کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

ہوں غلام ابن غلام اور ہوں حبشی زادہ
یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

اِن فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر؟

گردنیں جھک کے یہ کہتے تھے کہ دل سے منظور!
جس طرف اِس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر!

عہد فاروق میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات
یہ کہا حضرت (فاروق) نے با دیدۂ تر

اُٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا!
اُٹھ گیا آج نقیب چشم پیغمبر!

اِس مساوات پہ ہے معشر اسلام کو ناز!
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

حضرت بلال حبشیؓ

از ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر محمدؐ اقبال صاحب ایم۔اے

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا

جولانگہ سکندر رومی تھا ایشیا
گردوں سے بھی بلند تر اِس کا مقام تھا

تاریخ کہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعوٰی کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دُنیا کے اِس شہنشہ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلک نیل فام تھا

آج ایشیا میں اُس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوّت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ
محکوم اِس صدا کے ہیں شاہنشہ و وزیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوے امیر

ہے تازہ آجتک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

اِقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

حضرتِ بلالؓ

(از جناب سید عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی)

اے بلالؓ زار اے سرگشتۂ الفت بلالؓ — جانتے ہیں ہم رسولؐ اللہ کا پیارا ہے تو
عین چشمِ مصطفیٰؐ ہے تیری عینیت بلالؓ — اے سویدائی، ہماری آنکھ کا تارا ہے تو

گرچہ تھا خاکِ حبش سے تیرے پیکر کا خمیر — کھینچ لائی تجھکو لیکن خاکِ بطحا کی کشش
کر دیا روشن نصیبی نے تجھے روشن ضمیر — تیری سودائی بنی نورِ سویدا کی کشش

دی اذاں جب تک نہ تو نے مسجدِ سرکار میں — کی ملائک نے ادا کب سقفِ گردوں پر نماز
تیری وقعت اے مؤذن تھی بڑی دربار میں — جس کا تو بندہ ہے کہتے ہیں اُسے بندہ نواز

وہ یہودی کے ستم، وہ دھوپ وہ سنگِ گراں — وہ زمینِ گرم پر تیری فغانِ "یا رسول"
تیری خاموشی بھی تھی تیری محبت کی زباں — تیرا اخلاصِ دلی تھا ترجمانِ "یا رسول"

گو کہ مظلومی سے تیرا حال تھا بگڑا ہوا — تھا مگر دل میں ترے جوشِ تولائے نبیؐ
ظالموں نے ظلم بھی تجھ پر کئے تو کیا ہوا — تیری حامی بن گئی آخر تمنائے نبیؐ

اے غلامِ بارگاہِ خسروِ شام و حجاز — فخر میں رُتبہ ہے تیرا بادشاہوں سے سوا
تو نے سیکھے فقر میں سب عشق کے راز و نیاز — بانکپن میں بڑھ گیا تو کجکلاہوں سے سوا

[illegible]

تجھ سے ہی ہم رنگ ہیں علمانگی لیلیٰ کا کلیں
تو سوادِ سرمۂ دنبالہ دارِ حور ہے

تو تلے پن میں بھی تیرے اک نرالی بات تھی
کیف زا تیری زبان پر فرقِ شین و سین تھا
بادۂ تشہید میں سرشار تیری ذات تھی
ہم سمجھتے ہیں ارے تو عاشقِ "یٰسین" تھا

اے منادیٔ شریعت، اے ندائے معرفت
لہجۂ مستانہ پنہاں تھا تری آواز میں
تجھ سے وابستہ تھی احیائے صلائے معرفت
سحر زندہ تھا ترے الفاظ کے انداز میں

"اشہد ان محمد" جب تو کرتا تھا ادا
جانبِ ختمِ رسل انگلی اُٹھا دیتا تھا تو
اس سے بہتر اور تکمیلِ شہادت ہوگی کیا
"یہ ہے وہ محمود پیغمبر" بتا دیتا تھا تو

تو جو آیا مضطرب بعدِ وفاتِ مصطفیٰ
پھر کیا لوگوں نے تجھ کو آہ! مجبورِ اذان
گر پڑا تو نام لے کر سیدِ ابرار کا
حشر برپا کر گیا کونین میں صورِ اذان

سیدِ کونین کی الفت میں او محوِ خیال
کم سے کم کوئی محبت آشنا اتنا تو ہو
نام لیتے ہی کیا خود کو فنا تو نے بلال رضؓ
آہ! کوئی جان نثارِ مصطفیٰ اتنا تو ہو

اے غلامِ شاہ! اک دنیا ہے اب تیری غلام
تجھ پہ صدقے ہیں مسلمان اے پرستارِ رسول ﷺ
حشر تک پہنچیں کروڑوں ہر گھڑی تجھ پر سلام
منتظر ہے آج تک تیرا ہی مینارِ رسول ﷺ

بلال رضؓ

از مولنٰنا وجاہت حسین صاحب وجاہت

بدر اچھّا ہے فلک پر نہ ہلال اچھّا ہے
چشم بینا ہو تو دونوں سے بلالؓ اچھّا ہے

عاشقِ روئے محمدؐ کا جمال اچھّا ہے
ماہ کیا مہر سے بھی حُسنِ بلالؓ اچھّا ہے

پوچھنے والوں سے کہتے تھے مصیبت میں بلالؓ
بندۂ عشقِ نبیؐ ہوں مرا حال اچھّا ہے

حَبَشی و عَلَبی کی نہیں کچھ بھی تخصیص
بشر اچھّا ہے وہی جس کا مآل اچھّا ہے

جنسِ اسلام کو دیکھا تو یہ بول اُٹھے بلال
سارے بازارِ عرب میں یہی مال اچھّا ہے

ایک صف میں نظر آتے ہیں ایاز و محمود
دینِ کامل میں خدا کے یہ کمال اچھّا ہے

مانگ لو سرورِ عالمؐ کو کہ عالم مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھّا ہے

دب گئے رُعب میں جتنے تھے قریشی سردار
کملی والےؐ کا مگر جاہ و جلال اچھّا ہے

کہتے تھے گیسوئے حضرتؐ کے تصوّر میں بلالؓ
میرے آئینۂ دل میں بھی یہ بال اچھّا ہے

اللہ اللہ رے بلالِ حَبَشیؓ کی توقیر
اچھّی تقدیر ہے اچھّوں کا خیال اچھّا ہے

جس میں مبعوث ہوئے فخرِ رسل ختمِ رسلؐ
وہ گھڑی اچھّی وہ دن اچھّا وہ سال اچھّا ہے

بدر کی جنگ میں خوش ہو کے یہ کہتے تھے بلالؓ
ہو گیا قتل اُمیّہ یہ جدال اچھّا ہے

مُنہ لگایا ہے غلامانِ نبیؐ نے جس کو
جامِ جمشید سے وہ جامِ سفال اچھّا ہے

عشقِ حضرت میں [illegible] رہیں آنسو ہر دم — چشم بد دور یہ آنکھوں کا ابال اچھا ہے

خوبرویانِ جہاں سے اُسے کچھ کام نہیں — چشمِ مجنوں میں تو لیلےٰ کا جمال اچھا ہے

اِک جھلک دیکھتے ہی پیر و جوان بول اُٹھے — مہر و مہ سے بھی مدینے کا ہلال اچھا ہے

جس کا دُنیا سے تعلق ہو بُری ہے وہ خوشی — اور جو عقبیٰ کے لئے ہو وہ ملال اچھا ہے

دور اسلام سے کر دے جو مسُلماں کو — ایسی دولت ہے بُری اُسکا زوال اچھا ہے

فکر فردا میں نہ گُھل آج وجاہت ناحق
نورِ ایمان جو ہے دل میں تو مآل اچھا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اذان کی ابتدا

اور

حضرت بلالؓ سے اُس کا تعلق

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
رَّسُوۡلُ اللّٰہِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ
اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اللہ اکبر! کیا پُر تاثیر جملے ہیں۔ اور کیسی شان و عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ الفاظ و کلمات سُن کر صحابہ عظامؓ اپنا سب کاروبار چھوڑ دیتے تھے۔ اور ہمہ تن نماز کی تیاری میں مصروف ہو جاتے تھے۔

مستحب ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان چلنے کی حالت میں اذان سُنے تو فوراً ٹھہر جائے۔ اور جب تک اذان ختم نہ ہو اذان کا جواب دینے کے سوا اور کوئی کام حتّٰی کہ سلام بھی نہ کرے۔ اور سلام کا جواب بھی نہ دے۔ بلکہ اگر

قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہو۔ تو اسے بھی موقوف کردے۔

کتنے مسلمان ہیں۔ جو اِس حکم پر عمل کرتے ہیں؟

چونکہ اذان کا حضرت بلال رضؓ سے خاص تعلق ہے۔ اِس لئے جب تک اذان کے متعلق کسی قدر تفصیل سے نہ لکھا جائے گا۔ حضرت بلال رضؓ کے سوانح عمر نامکمل رہیں گے۔

اذان کی ابتدا مدینہ منوّرہ میں سلہ ہجری سے ہوئی۔ اگرچہ نماز اِس سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی۔ مگر اُس کے لئے اذان کا ہونا ضروری نہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اِس لئے وہ ہر نماز کے وقت خود ہی ایک جگہ فراہم ہوکر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ مگر جب مدینہ منوّرہ میں اسلام کفر پر غالب آنے لگا۔ اور بُتوں کی خدائی کا زمانہ ختم ہوچکا۔ اور کلمہ گویان خدا و رسولؐ کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی گئی۔ تو امن و امان سے ارکان اسلام کی تعمیل ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ جمعہ اور جماعت نے رواج پکڑا۔ اِس حالت میں اِس امر کی ضرورت پیش آئی کہ مُسلمانوں کو نماز کا وقت آنے اور جماعت قایم ہونے کی باقاعدہ اطلاع دی جایا کرے۔ تاکہ وہ مقاماتِ قریب و بعید سے جماعت کے لئے وقت پر مسجد میں آسکیں۔ اِس غرض کی تکمیل کے لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اصحاب کی مجلس شورے منعقد فرمائی اور اُس میں اِس مسئلہ کو پیش کیا۔ بات کسی قدر غور طلب اور مُسلمانوں میں دستور العمل قرار پانے والی تھی۔ اِس لئے صحابۂ عظّام رضؓ نے اِس پر اپنی اپنی سمجھ اور لیاقت کے مطابق پورے حزم و احتیاط سے غوض کیا۔ اور اپنی اپنی رائیں پیش کرنے لگے۔ ایک صحابی نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ نماز کے وقت ناقوس پھونک دیا جایا کرے۔ مگر اُس زمانہ میں بھی یہود اپنی عبادت کے

وقت سنکھ بجانے کے عادی تھے۔ اس لئے مسلمان اپنی عبادت کے
شعبے میں ایسا طریقہ کیونکر اختیار کر سکتے تھے۔ جس میں غیر مسلموں کی مشابہت
پائی جاتی ہو۔ چنانچہ یہ تجویز بالاتفاق مسترد کر دی گئی۔ اس کے بعد ایک
صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے آگ
روشن کر دی جایا کرے۔ اسے دیکھ کر سب مسلمان جمع ہو جایا کریں گے لیکن
یہ تجویز بھی دقت سے خالی نہ تھی۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اسے بھی منظور نہ فرمایا۔ پھر حضرت عمر نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ ایک
شخص کیوں نہ معین کر دیا جائے۔ جو وقت پر پکار دیا کرے۔ حضور سرورِ
کائنات نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اور حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ
"الصلوٰۃ جامعۃ" پکار دیا کرو۔ چنانچہ کچھ دنوں تک اسی پر عمل ہوتا رہا
پھر عبداللہ ابن زید انصاری نے اس طریق پر جو اس وقت رائج ہے
خواب میں کسی کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمر فاروق نے بھی
ایسا ہی خواب دیکھا۔ عبداللہ بن زید نے اپنا خواب پہلے آنحضرت سے
عرض کیا۔ اور فوراً ہی حضرت بلال کو اذان کی تعلیم دی گئی ✦

حضرت بلال ایک دن صبح کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے جگانے کو در دولت پر حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے "الصلوٰۃ خیر من النوم"
کہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کو صبح کی اذان میں داخل کر دیا
اور بعض روایات میں ہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت عمر رضؓ کے وقت کا ہے اور
انہوں ہی نے اس جملہ کو اذان میں داخل کیا تھا۔ اذان اُمّت محمدیہ کے
لئے مخصوص ہے۔ اگلی اُمتوں میں نہ تھی۔ اور حضرت بلال رضؓ مسلمانوں میں
پہلے موذن ہوئے ✦

اذان کے متعلق ایک عیسائی فاضل کی رائے

مسٹر چیمبر* ایک نامور عیسائی فاضل نے اپنی انسائیکلوپیڈیا جلد چھ میں اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

"موذّن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے"

"اگرچہ دن کے وقت شہر کے شور و غل میں بھی مسجد کی بلندی سے"

"دلچسپ اور خوش آیند معلوم ہوتی ہے لیکن رات کے سناٹے میں"

"اُس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہاں تک"

"کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبر کو اِس امر پر مُبارک باد دینے بغیر"

"نہیں رہ سکتے کہ اُس نے انسان کی آواز کو موسائیوں کی تُرہی اور"

"عیسائیوں کے گرجا کے گھنٹے پر ترجیح دی"۔

موذّن کے فضائل

کتب احادیث میں موذّن کے جو فضائل مذکور ہیں۔ اُن میں سے چند ملخصاً درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے۔ اِس کے سُننے والے خواہ جن ہوں یا انسان سب قیامت کے دن موذّن کے ایمان کی گواہی دیں گے۔

(۲) رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص سات سال تک برابر اذان دے۔ اور محض ثواب کی نیت رکھے تو اُس کے لئے دوزخ

---

* تاریخ الاسلام

(۳) بروز قیامت موذّنوں کی گردنیں اونچی ہونگی۔ یعنی اِن کا شمار نہایت معزز ومقتدر لوگوں میں ہوگا۔ اور وہ قیامت کے خوف واذیّت سے مامون رہیں گے۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے موذّنوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی ہے۔

(۵) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ انبیا اور شہدائ کے بعد موذن داخل جنّت ہوں گے۔ بعض احادیث ایسی بھی ہیں۔ جن میں موذّن کا مرتبہ شہید کے برابر بتایا گیا ہے۔

(۶) جس جگہ اذان دی جاتی ہے۔ وہاں خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ مقام آفات وبلیّات سے محفوظ رہتا ہے۔

(۷) قیامت کے دن موذّنوں کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی کہ وہ جس شخص کے لئے چاہیں اللہ تعالےٰ سے سفارش کریں۔

(۸) حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر لوگوں کو اذان کے ثواب کا حال معلوم ہو جائے اور پھر اُن کو یہ منصب بغیر قرعہ ڈالے نہ ملے۔ تو بیشک وہ اس کے لئے قرعہ ڈالیں مختصر یہ کہ اِس منصب کے لئے سخت کوشش کریں صحابہؓ کے زمانے میں ایسا ہؤا ہے۔ کہ اذان کے لئے لوگوں میں اختلاف ہوا ہر شخص چاہتا تھا۔ کہ یہ مبارک منصب مجھے ملے یہاں تک کہ قرعہ ڈالنے کی نوبت آئی۔

چونکہ اذان اللہ تعالےٰ کے اذکار میں بہت بڑا درجہ رکھتی ہے کیونکہ اِس کے ذریعہ سے توحید ورسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اِس لئے اس کی جس قدر بھی فضیلت ہو تھوڑی ہے۔

... میں جو خوبیاں بیان کئے ہیں۔ ان کا مستحق
اگر حقیقی طور پر کوئی موذن ہو سکتا ہے۔ تو وہ یقیناً حضرت بلال رضؓ ہیں +

حضرتِ بلال رضؓ کا اسلام

کُتب احادیث و سیر میں اس مضمون کی اکثر روایات پائی جاتی ہیں۔ کہ جن لوگوں نے مکہ معظمہ میں سب سے پیشتر اسلام ظاہر کیا وہ سات آدمی تھے +

(۱) حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ +

(۳) حضرت جناب ابن ارت رضی اللہ عنہ +

(۴) حضرت صہیب رومی ابن سنان رضی اللہ عنہ +

(۵) حضرت بلال حبشی موذن رضی اللہ عنہ +

(۶) حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ +

(۷) حضرت سمیہ والدہ عمار +

لیکن بعض روایتوں میں اس کے برخلاف کچھ اور نام بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جن کا حضرت بلال رضؓ سے پہلے اسلام لانا ظاہر ہوتا ہے۔ آخر علمائے اُمت نقد و جرح کے بعد اس نتیجے پر پُہنچے ہیں۔ کہ جوانان احرار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ایمان لائے۔ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضؓ لڑکوں میں حضرت علی رضؓ۔ غلامانِ آزاد میں زید بن حارثہ رضؓ اور غلاموں میں حضرت بلال رضؓ۔ پھر حضرت عثمان۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ۔ زبیر اور عبد الرحمان ابن عوف داخل اسلام ہوئے مسلمانوں کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی رہی +

جنہوں نے اسلام میں سبقت کی۔ اور اِن کا بہترین فیصلہ خود آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ سبقت کرنے والے چار ہیں۔ میں اہل عرب
میں سبقت کرنے والا ہوں۔ صہیبؓ اہل روم میں۔ مسلمان اہل فارس میں
اور بلالؓ اہل حبش میں +

پہلے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام پوشیدہ کرتے
تھے۔ یہاں تک کہ آیہ فاصدع بما تؤمر نازل ہوئی۔ یعنی تمہیں جو حکم ہے۔
اُسے صاف طور پر باعلان بیان کرو۔ اِس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے دعوتِ اسلام آشکارا شروع کر دی۔ یہ بات کفار پر بہت شاق گذری۔
وہ تو بتوں کی خدائی کے بندے تھے۔ اُنہیں توحید کا وعظ کب پسند آسکتا
تھا۔ آخر جب اُنہوں نے بتوں کی مذمت و اہانت کا حال سُنا۔ تو مسلمانوں
کی جان و مال کے دشمن ہو گئے۔ اور اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے۔ اُنہیں
طرح طرح کی ایذائیں دینے لگے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاندان
قریش میں نہایت ممتاز و مقتدر تھا۔ اِس لئے اُن سے کسی کو آنکھ ملانے
کی جرات نہ ہوتی تھی۔ خصوصاً کفار آنحضرت کے چچا ابو طالب کے خوف
سے تیور بدل بدل کر رہ جاتے تھے۔ اِسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی
محض اپنی قومی وجاہت اور خاندانی عزت و شوکت کے باعث کفار کے
ظلم و شر سے محفوظ رہے۔ لیکن اُن کے علاوہ جو غریب اور معمولی حثیت
کے آدمی ایمان لائے تھے۔ اُنہیں سخت و شدید مصایب میں مبتلا ہونا
پڑا۔ کفار ان کو لوہے کی زرہیں پہناتے تھے۔ دھوپ میں لٹاتے تھے۔

پانی بند کر دیتے تھے۔ غرض سبھی کچھ کرتے تھے۔ لیکن وہاں یہ حالت تھی۔ کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ توحید و رسالت کا اقرار کر جاتا تھا۔ پھر اُس سے منحرف نہ ہوتا تھا۔ انہیں غریب مُسلمانوں میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ جنہیں خدائے عزّوجل کی راہ میں کُفّار کی طرف سے سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت بلالؓ٭ جنابِ آنحضرت سے شکایت کی کہ آپ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے۔ اِس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو دیندار لوگ تھے۔ اِن کی یہ حالت تھی۔ کہ اِن میں سے ایک شخص کو پکڑ کر زمین میں آدھا گاڑ دیتے تھے۔ اور پھر آرہ لا کر اُس کے سر پر رکھ دیا جاتا تھا۔ مگر یہ کارروائی بھی اُس کو اُس کے دین سے نہ پھیر سکتی تھی۔ کسی شخص کا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے چھیل ڈالا جاتا تھا۔ اور وہ کنگھیاں اُس کی ہڈی اور پٹھے تک پہنچ جاتی تھیں۔ مگر وہ مرد دین پر ثابت قدم رہتا تھا۔ یقیناً اللہ تعالےٰ اِس دین کو کامل کرے گا۔ تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

اُمیّہ بن خلف کافر قریش میں ایک سردار تھا۔ حضرت بلال اُس کے غلام تھے۔ اور اپنے مالک سے پوشیدہ آنحضرت پر ایمان لے آئے تھے۔ جب اُمیّہ کو اِس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے سخت و شدید مظالم شروع کر دیئے۔ چنانچہ وہ حضرت بلال کو گرم ریت پر لٹا کر چکی کا وزنی پاٹ اِن کی چھاتی پر رکھ دیتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ لات و عزّیٰ کی الوہیت کے

٭ اسد الغابہ تذکرہ حضرت خباب رض ۱۲

... ہوتے۔ حضرت بلال تکلیف
کی شدت سے بیہوش ہو جاتے۔ مگر جس وقت ہوش میں آتے "اُحد احد"
کہتے۔ یعنی مانتا ہوں۔ ایک ہی خدا کو۔ ایک مرتبہ انہیں اسی قسم کی تکلیف دی
جا رہی تھی۔ کہ اُدھر سے ورقہ بن نوفل کا گذر ہوا۔ انہوں نے یہ حالت دیکھ کر
کہا کہ اے بلال رضؓ "اُحد احد" کہے جاؤ۔ قسم ہے خدا کی اگر تم اس حالت میں
مر جاؤ گے۔ تو ہم تمہاری قبر کو بارگاہ الٰہی میں وسیلۂ رحمت بنائیں گے۔ سعید رضؓ بن
مسیب حضرت بلال رضؓ کا ذکر کر کے کہا کرتے تھے۔ کہ وہ اپنے دین پر بڑے
حریص اور سخت تھے۔ جب مُشرک لوگ انہیں اپنے پاس بُلاتے تھے
تو وہ "اللہ اللہ" کہتے تھے +

جب اِس ظلم و ستم کی خبریں تواتر کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس پہنچیں تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ اگر
ہمارے پاس کچھ ہوتا۔ تو ہم بلال کو مول لے لیتے۔ یہ سُن کر حضرت ابو بکر عباس رضؓ
بن عبد المطلب کے پاس گئے۔ اور اُن سے کہا کہ بلال رضؓ کو ہمارے لئے خرید
دو۔ چنانچہ حضرت عباس بلال رضؓ کے مالک کے پاس گئے۔ اور اُس سے پوچھا۔
کہ کیا تم اس غلام کو فروخت کرتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ تم اِس غلام کو
کیا کرو گے۔ یہ بڑا شریر اور ایسا ایسا ہے۔ غرض اُس نے باتیں بنا کر
ٹال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عباس رضؓ اُس سے دوبارہ ملے اور بلال رضؓ کو
خرید لیا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ خود حضرت ابُو بکر نے بلال رضؓ کے
مالک کو سمجھایا تھا۔ جس پر اُس نے کہا تھا۔ کہ تمہیں لوگوں نے تو اِس غلام
کو بہکا کر خراب کیا ہے۔ اب یہ میرے کس کام کا ہے۔ اگر تمہیں اس پر ایسا ہی
رحم آتا ہے تو مجھ سے خرید لو۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے اپنا ایک غلام اور بہت سا روپیہ

نے کہ انہیں امیہ بن خلف سے خرید لیا اور فوراً آزاد کر دیا۔ اور یہ شرط کی کہ وہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں رہا کریں۔ حضرت بلال رضؓ نے کہا
کہ میرا ارادہ خود ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رہنے کا ہے۔
آپ شرط کریں یا نہ کریں +

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بلال رضؓ کے آزاد
ہونے سے بہت خوش ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے
کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ ابو بکر رضؓ پر رحم کرے
انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح ہم سے کر دیا۔ اور ہمیں دار الہجرۃ میں لائے
اور اپنے مال سے بلال رضؓ کو آزاد کر دیا +

حضرت بلال رضؓ کا نام و نسب اور حُلیہ

حضرت بلال رضؓ خالص عرب نہ تھے۔ بلکہ حبش کے باشندے تھے۔ اُن
کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ان کی کنیت بعض روایات
کے مطابق ابو عبداللہ یا ابو عمرو ہے۔ اور بعض لوگ انہیں عبدالکریم بھی
کہا کرتے تھے۔ بلال بنی جمح کے غلام تھے۔ اِن کے ایک بھائی بھی تھے۔
جن کا نام خالد اور کنیت ابو رویحہ تھی۔ اِن کی طرح اِن کے بھائی بھی اسلام
لائے تھے۔ اور صحابی کہلاتے تھے۔ وہ بھی حضرت بلال کی طرح آخر وقت
تک مُسلمانوں کے ساتھ رہے۔ اِن دونوں بھائیوں نے شام میں سکونت
اختیار کر لی تھی۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ اِن کے ایک ہمشیرہ بھی تھیں۔
جن کا نام عفرہ تھا +

حضرت بلال چونکہ ملک حبش کے رہنے والے تھے۔ اِس لئے اِن کا

رنگ قدرتی طور پر گہر الگندمی تھا۔ اِن کی آنکھیں خون بستہ کی مانند سُرخ
تھیں۔ قد لمبا اور جُثہ نحیف تھا۔ رخسار بھرے ہوئے نہ تھے۔ یعنی اُن
پر گوشت کم تھا۔ صاحب فتوح الشام نے لکھا ہے۔ کہ حضرت بلال ایسے
طویل القامت تھے۔ کہ لوگوں میں درخت کی طرح ممتاز و نمایاں نظر آتے تھے
اِن کی آواز بہت بلند و موثر تھی۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ جب حضرت
بلال اذان دیتے تھے۔ تو لوگوں کے دل ہل جاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے
کہ قدرت نے حضرت بلال کو اسی کام کے لئے پیدا کیا تھا۔ اور اسی مناسبت
سے اُنہیں ایسی آواز عطا کی تھی۔ اور اُس میں ایسا درد دیا تھا۔ کہ سننے والے
بیتاب ہو جاتے تھے +

حضرت بلالؓ مسلمان ہو کر اُمیّہ بن خلف کی قیدِ ستم سے تو آزاد ہو گئے۔
لیکن حضرت رسول خدا کی غلامی کا طوق اِن کی گردن میں ایسا پڑا کہ مرتے
دم تک نہ نکلا،

ہر مسلمان کو یہ عزت ہو نصیب،

حضرت بلال کا خاص کام اذان دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے اِس فرض
کو کمال خلوص سے وقت پر انجام دیا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ شب و روز
آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے جب آنحضرتؐ
اور اُن کے اصحاب نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اُن
میں حضرت بلال بھی شامل تھے،

چنانچہ براء بن عازب صحابی کا قول ہے۔ کہ مہاجرین میں سب سے
پہلے مصعب بن عمیر جو قبیلہ بنی عبد الدار سے تھے۔ مدینے میں ہمارے

...الغابہ تذکرہ حضرت مصعب رض...

پاس آئے۔ ان کے بعد عمرو بن ام مکتوم پھر عمار بن یاسر۔ سعد ابن ابی وقاص
عبداللہ ابن مسعود اور بلال ابن رباح آئے اور ان سب کے بعد حضرت عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہم؂

حضرت بلالؓ کو مسلمان ہو کر وہ زندگی نصیب ہوئی۔ جس کی آرزو
ہر سچے مُسلمان کو خلوص دل سے ہو سکتی ہے۔ حضور سرورِ کائنات
کی حضوری سے زیادہ اور کونسی دولت ہے ؎

ترا جلوہ ٹھہرا ہے مقصودِ عالم
کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے

حضرت بلالؓ اپنے کارِ مفوضہ یعنی اذان کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے خانگی امور کا بھی اہتمام و انصرام کیا کرتے تھے۔ اور حضرت نے
انہیں اپنا خزانچی بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی
تقریب نکاح عمل میں آئی تو اُس کے متعلق جملہ کاروبار حضرت بلال ہی نے
انجام دیا تھا۔ اور اُن کو یہ عزت محض اِس وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ کہ
اُنھوں نے اپنی ہستی کو راہِ خدا میں فنا کر دیا تھا۔

غزوۂ بدر اور حضرت بلالؓ

حضرت بلالؓ کے ہاتھ سے اُمیّہ بن خلف کا قتل

بدر کی لڑائی ۲ھ ہجری میں ہوئی۔ یہ پہلا مذہبی جہاد تھا۔ جس میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ایک سپہ سالارِ اعظم کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ حضرت
بلال اِس معرکہ میں مسلمانوں کے دوش بدوش جنگ کرتے رہے۔ اور اِن کے

بعد بھی عموماً ہر غزوہ میں اپنی اسلامی غیرت وحمیت کا بیش از بیش ثبوت دیا۔ کیا خدا کی شان ہے۔ کہ وہی اُمیہ بن خلف کافر جو زمانۂ جاہلیت میں حضرت بلالؓ کا مالک و آقا بنا ہوا تھا۔ اور اُن پر طرح طرح کے ظلم وستم توڑتا تھا۔ آج اُس کی زندگی حضرت بلالؓ کے رحم پر موقوف ہے۔ وہ اُمیہ بن خلف جو کل تک حضرت بلالؓ کو محض مسلمان ہونے کی وجہ سے باندھ کر زد و کوب کرتا تھا۔ آج حضرت بلالؓ کے سامنے بیکسی اور کس مپرسی کے عالم میں پیش ہوتا ہے جب اُمیہ بن خلف حضرت بلالؓ کو گرم ریت پر لٹاتا تھا۔ اور اُن کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔ تو اُس وقت یہ بات کسی کے وہم وگمان میں نہ آسکتی تھی۔ کہ یہ فرعون بے سامان کبھی ایسا مجبور اور بے دست و پا ہوگا۔ کہ حضرت بلالؓ ہی کی کوشش سے فی النار والسقر کیا جائے گا ؎

اللہ تیری شان کے قربان جائیے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جنابؓ سے بجا ارشاد فرمایا تھا۔ کہ تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ جلدی اِس دین کو کامل فروغ حاصل ہوگا۔ چنانچہ غزوہ بدر سے اِس کی ترقی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جو کُفار مسلمانوں کو اذیت دیتے تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے کیفر کردار کو پہنچنے لگے ٭

غزوہ بدر کافروں اور مُسلمانوں کے درمیان ایک نہایت خونریز معرکہ تھا۔ اِس میں قریش اپنی پوری قوت وطاقت سے سرگرم کارزار ہوئے تھے۔ اِس جنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چوب دستی سے ایک جرنیل کی طرح مُسلمانوں کی صفیں درست کی تھیں۔ اور صحابۂ عظام نے اِس درجہ داد شجاعت دی تھی۔ کہ لڑتے لڑتے اُن کی تلواریں ٹوٹ گئی تھیں۔ آخر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو منصور و مظفر کیا۔ اور قریش نے

[illegible] اور [illegible] میں راہِ فرار اختیار کی۔ جب قریش
بھاگ گئے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو ایک امیر کبیر اور جلیل القدر
صحابی تھے۔ بطور مال غنیمت کُفار کی زرہیں جمع کرنے میں مصروف ہو گئے
اسی اثنا میں امیہ بن خلف اُن سے آ کر ملا وہ ایام جاہلیت میں حضرت
عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا دوست تھا۔ اور موخرالذکر کا نام اُس وقت
عبدعمرو تھا۔ اُس نے اُن کو اسی نام سے پکارا۔ مگر انہوں نے کچھ
جواب نہ دیا۔ اِس پر اُس نے کہا کہ میں تمہیں عبدالالہ کے نام سے
پکارتا ہوں۔ اِس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ اُمیہ
نے کہا۔ کہ اگر تم کو مال و دولت کی حاجت ہے۔ تو میری ہستی تمہارے
لئے اِن زرہوں سے زیادہ مفید ہو گی۔ اُمیہ کے ساتھ اِس کا بیٹا علی
بھی تھا۔ اِن سے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا۔ کہ تم دونوں میرے
ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ اُمیہ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ یا عبدالالٰہ
آج کے دن ہم تمہارے لئے شتران کُشتنی و خوردنی ہو گئے۔ اُمیہ
یہ باتیں کرتا ہوا لمبے لمبے قدم اُٹھائے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے آگے آگے
جا رہا تھا۔ کہ ناگہاں حضرت بلالؓ کی نگاہ اُس پر جا پڑی۔ بلالؓ اُس
وقت روٹی پکانے کے لئے آٹا گوندھ رہے تھے۔ جب اُنہوں
نے اُمیہ اور اس کے بیٹے کو دیکھا تو آٹا چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے
اور اپنے ہاتھ پونچھ کر پکارنے لگے کہ اے گروہِ انصار امیہ بن خلف
کافروں کا سرغنہ ہے۔ یہ ہرگز ہرگز نہ بچنے پائے یہ سُنتے ہی لوگ
اُمیہ کی طرف دوڑے۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ
بن عوف اُسے بچانے کے لئے اُس پر جھک گئے۔ مگر جناب بن المنذر نے

بڑھ کر اپنی تلوار چپے سے داری جس سے امیہ کی ناک کٹ گئی۔ اس کے
بعد حضرت خبیب بن یساف نے امیہ کو قتل کر دیا۔ امیہ نے بھی حضرت
خبیب کے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا تھا۔ کہ اُن کا ہاتھ شانے سے علیحدہ ہو گیا
تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے شانے سے ملاکر مرہم پٹی کرا دی
تھی۔ اور چند روز کے بعد زخم بھر کر برابر ہو گیا تھا۔ بعض روایات میں یہ
بھی ہے۔ کہ امیہ کو حضرت خبیب اور بلال دونو نے مل کر قتل کیا تھا۔
بہر حال امیہ کا قتل حضرت بلال ہی کے شور و غل سے عمل میں آیا۔ اگر وہ
مسلمانوں کو توجہ نہ دلاتے تو ممکن تھا۔ کہ وہ بچ جاتا۔ مسلمان امیہ سے جس درجہ
نفرت رکھتے تھے۔ اُس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ
کی آواز سُنتے ہی مسلمان اُس پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ایک نے
ناک کاٹی تو دوسرے نے سر اُڑا دیا۔ حضرت خبیب نے امیہ کے شانے
پر اس زور سے تلوار ماری تھی۔ کہ اُس کی پسلیوں تک اتر آئی تھی۔ حالانکہ
وہ زرہ پہنے ہوئے تھا۔ جب حضرت خبیب نے وار کیا۔ تو امیہ نے
کہا تھا۔ کہ لے اس کو روک! میں ابن یساف ہوں۔ آخر حضرت
خبیب نے اُس کے ہتھیار اور وہ کٹی ہوئی زرہ لے لی اور اُس کی بیٹی
سے اپنا نکاح کر لیا۔ اس واقعہ کے متعلق رفاعہ بن رافع کا قول ہے
کہ جب ہم نے بروز بدر امیہ بن خلف کو گھیر لیا۔ تو ہم دونوں میں باہم
نیزہ بازی ہوئی۔ یہاں تک کہ ہمارے نیزوں کے پھل ٹوٹ گئے
پھر ہم دونوں نے تلواریں نکال لیں۔ یہاں تک کہ وہ بھی خم کھا گئیں
اس کے بعد میں نے امیہ کی بغل زرہ سے خالی دیکھی۔ اور میں نے
وہیں تلوار بھونک دی۔ چنانچہ وہ قتل ہو گیا۔ لیکن نقد و جرح سے یہی بات

یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ امیہ کے قاتل حضرت خبیب تھے۔ اِن کی
زوجہ (دختر امیہ) اِن سے اکثر کہا کرتی تھی۔ کہ میں اُس شخص ہمیشہ یاد
کیا کرتی ہوں۔ جس نے تمہیں یہ خلخال پہنائی ہے۔ اور حضرت خبیب
اُس سے کہا کرتے تھے۔ کہ میں اُس شخص کو ہمیشہ یاد کیا کرتا ہوں جس
نے تمہارے باپ کو جلدی سے دوزخ کی طرف بھیج دیا۔

علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں رفاعہ بن
رافع کا تذکرہ کرتے ہوئے امیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا
اِس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُمیہ کے قاتل حضرت خبیب ہی
تھے۔ نہ رفاعہ بن رافع۔

علی بن اُمیہ کا قتل

جب حضرت خبیب رضؓ امیہ کو قتل کر چکے تو امیہ کا بیٹا علی اِن کے
مقابلہ پر آیا۔ لیکن حضرت جناب نے رستے ہی میں اُس کا پاؤں کاٹ
ڈالا۔ اِس پر اُس نے اِس زور سے چیخ ماری کہ ایسا شور کم سننے میں
آیا ہوگا۔ اِسی وقت حضرت عمار بھی بر سر موقع پہنچ گئے۔ اور اُنہوں
نے تلوار کی ایک ہی ضرب سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ بعض لوگوں کا
قول ہے کہ عمار علی کے زخمی ہونے سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ اور
دونوں نے باہم جنگ کی تھی۔ آخر حضرت عمار غالب آئے۔ لیکن قطع
پا کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اِس کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی
ہے کہ جس وقت مادر صفوان بن امیہ نے حباب بن المنذر کو مکہ معظمہ
میں دیکھا۔ تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے بروز بدر

علی بن امیہ کا پاؤں قطع کیا تھا۔ تا ور صفوان نے کہا مجھے معاف کرو ایسے شخص کے ذکر سے جو شرک و کفر کی حالت میں مارا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے علی بن امیہ کو احباب بن المنذر کے ہاتھ سے خوار و ذلیل کیا۔

اُمیہ بن خلف کا حشر

جب بدر کی لڑائی ختم ہو چکی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ کُفار کے مُردوں کے لئے گڑھے کھودے جائیں۔ چنانچہ اِس کی تعمیل کی گئی۔ اور مُردے غاروں میں ڈالے جانے لگے۔ جب اُمیہ بن خلف کا نمبر آیا۔ اور لوگوں نے اِسے غار میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تو بڑی دقّت پیش آئی۔ کیونکہ یہ شخص نہایت لحیم و شحیم اور الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی تھا۔ اِس کا جسم مرنے سے تھوڑی دیر بعد ہی پھول گیا تھا۔ اور گڑھے میں ڈالے جانے کے وقت اِسکی یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ ذرا سے صدمہ سے گوشت پھٹنے لگا تھا مُسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اب اُمیہ کی لاش کو کیا کیا جائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اِسے یوُں ہی پڑا رہنے دو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تقریر

جب کُفار کے مُردے غاروں میں ڈالے جا چکے تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غار کے قریب تشریف لائے مقتولین میں سے ایک ایک کو نام بہ نام پکار کر فرمانے لگے۔ کہ عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ اور اے امیہ بن خلف اور اے ابو جہل بن ہشام تم نے دیکھ لیا کہ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق جو وعید کی تھی۔ وہ پوری ہوئی۔ اور ہم سے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ بھی پورا ہوُا۔ تم لوگ اپنے نبیؐ کی قوم میں بُرے تھے۔ کہ تم نے میری تکذیب کی اور دوسرے لوگوں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا۔ اور دوسرے لوگوں نے مجھے جگہ دی۔ تم نے مجھ سے مقاتلہ کیا۔ اور دوسرے لوگوں نے مجھے فتح و نصرت میں مدد دی۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہؐ آپ جن لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں۔ وہ تو مر گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اُنہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ خدا نے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ پورا اور سچا ہوا۔

غازیان بدر کی فضیلت

غزوۂ بدر اِس وجہ سے خاص اہمیت و خصوصیت رکھتا ہے کہ یہ مشرکوں اور مُسلمانوں کے درمیان پہلا معرکہ تھا۔ اور اِسی کے نتیجہ پر اسلام کی فتح و شکست کا دارو مدار تھا۔ اُدھر قریش اپنی کثرت تعداد اور دولت و حشمت پر نازاں تھے۔ اِدھر گنتی کے چند مسلمان اور وہ بھی بے سرو سامان خدا کے رستے میں سر بکف ہو کر لڑائی کے میدان میں آئے تھے۔ در اصل بدر کا عرصۂ کارزار کلمہ گویانِ خدا و رسولؐ کے لئے امتحان گاہ تھا۔ اِس لئے جو اصحاب اس میں شریک ہوئے اُن کی قدر و منزلت بھی عام اہل اسلام سے زیادہ ہی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ معاذ* بن رفاعہ بن رافع نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا۔ کہ

---

* اسد الغابہ تذکرہ حضرت معاذ بن رفاعہ ۱۲

وہ اہل بدر میں تھے۔ اور یہ کہا کرتے تھے۔ کہ جبریل علیہ السلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور ان سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں اُن کو بزرگ ترین اہل اسلام میں سمجھتا ہوں۔ حضرت جبریل نے اس کے جواب میں کہا کہ اسی طرح ہم بھی اُن فرشتوں کو جو بدر میں شریک تھے افضل و اعلےٰ سمجھتے ہیں ÷

جب غزوۂ بدر نے فرشتوں کی وقعت و عزت میں اضافہ کر دیا۔ تو غازیانِ بدر کی کلاہِ اعزاز میں اس سے جو درخشان و تاباں طُرّہ لگ سکتا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ یہ فخر کیا کم ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین بدر کو بزرگ ترین اہل اسلام کہا ہے۔ چونکہ اس غزوے میں حضرت بلال بھی شامل تھے اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ بدر نے بلال کی شہرت و عزت کو چار چاند لگا دیئے ÷

غزوۂ ذی امر میں حضرت بلالؓ کی کارگذاری

یہ غزوہ ماہ ربیع الاوّل میں ہجرت سے پچیسویں مہینے واقع ہوا۔ ※ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس مضمون کی اطلاع پہنچی کہ قبیلہ بنی ثعلب و محارب سے وعشور بن الحارث کی سرکردگی میں ایک جماعت مسلمانوں پر شبخون مارنے کے لئے بمقام ذی امر فراہم ہوئی ہے۔ تو آنحضرت نے بھی اپنے صحابہ کو طلب کیا ان کی تعداد چارسو پیادوں اور پچاس سواروں پر مشتمل تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

※ مغازی الرسول - اسد الغابہ ۱۳

ان سب کو ہمراہ لے کر رستے میں باغیوں کی جماعت سے ایک شخص
جبار نامی ملا۔ مسلمانوں نے اُس سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے۔ اور کہاں کا
ارادہ رکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں یثرب میں اپنی بود و باش
کی جگہ دیکھنے جاتا ہوں۔ صحابۂ عظامؓ اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں لے گئے۔ تو آپ نے اُس سے قبول اسلام کے لئے
کہا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ دعثور ابن الحارث
اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ کہیں گھات میں بیٹھا ہے۔ مگر میرا
خیال ہے۔ کہ وہ لوگ آپ کا ہرگز مقابلہ نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کی خبر
سُن کر پہاڑوں پر بھاگ جائیں گے چلیئے میں آپ کے ہمراہ چلتا ہوں
اور وہ درے بتاتا ہوں۔ جہاں اُن لوگوں کے پوشیدہ ہونے کا
یقین ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے ساتھ لیا۔ اور حضرت
بلالؓ کو حکم دیا کہ تم اس کے ہمراہ چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت بلالؓ کو ایسے
رستے سے لے چلا کہ وہ ایک ٹیلے سے اُتر کر دشمن کے سر پر بالکل ہی
قریب پہنچ گئے۔ عرب انہیں دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ
گئے۔ اس سے پیشتر وہ اپنے جانوروں کو بھی پہاڑ کی چوٹی پر بھجوا چکے تھے
جب وہاں آنحضرت کو کوئی نہ ملا۔ تو آپ نے واپسی کا عزم فرمایا۔ اور
صحابۂ عظامؓ بمقام ذی امر پہنچ گئے۔ آنحضرت وادی ذی امر اور اپنے
صحابہ کے درمیان ایک خاص ضرورت سے تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر
گئے۔ اس وقت موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ یہاں تک کہ حضرتؐ کے
تمام کپڑے تر ہو گئے۔ آپ نے انہیں سکھانے کے لئے درخت پر ڈال دیا
اور خود بھی ایک جانب لیٹ رہے عرب پہاڑ کی چوٹی سے آنحضرتؐ کی سب

دیکھ رہے ہے۔ غطفان نامی ایک شخص نے دعثور بن حارث سے
کہاکہ محمدؐ اِس وقت اپنے اصحاب سے علیحدہ ہیں۔ یہ اِن کے قتل کرنے کا
بڑا اچھا موقع ہے۔ یہ سُنتے ہی دعثور نے ایک تیز تلوار اُٹھالی اور پہاڑ
سے اُتر کر آنحضرتؐ کے سرہانے جا پہنچا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ! تمہیں
اِس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے حضرتؐ نے فرمایا خدائے عزّوجل نے

شور یارب سے وہ کافر ڈر گیا

ہے اثر بیشک خدا کے نام میں

اُس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ اور اُسے
آنحضرتؐ نے اٹھالیا۔ اور دعثور سے پوچھا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچا
سکتا ہے۔ دعثور نے جواب دیا کوئی نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جا اپنا
کام کر۔ دعثور نے اُسی وقت کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ اِس
کے بعد حضرتؐ نے اُس کی تلوار اُسے واپس دے دی۔ پھر حضرت دعثورؓ
نے کہا کہ یارسول اللہؐ آپ امورِ خیر میں مجھ سے بہتر ہیں۔ بعد ازاں وہ
اپنی قوم میں گئے تو لوگوں نے اُن پر بہت کچھ بوچھاڑ کی اور کہا کہ تم بڑے
بہادر تھے۔ تمہارے ہاتھ میں تلوار بھی تھی۔ مگر تم سے محمدؐ پر وار نہ ہوسکا
حضرت دعثورؓ نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے اُن پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہوسکی
میں نے ایک سفید رنگ طویل القامت آدمی کو دیکھا۔ اور اُس نے
میرے سینے پر اِس زور سے ہاتھ مارا کہ میں چت گر پڑا۔ خوب پہچاننے
سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ (جبرئیل) تھا۔ پس میں مسلمان ہوگیا۔ اور اب
کبھی آنحضرتؐ کے خلاف لوگوں کو جمع نہ کرونگا۔ اِس کے بعد دعثورؓ نے اپنی
قوم میں دعوت اسلام شروع کردی اِس واقعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

بن عفان رضؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

بادی النظر میں یہ ایک نہایت خفیف اور معمولی سا واقعہ تھا۔ کیونکہ اس میں مجاہدین اسلام کو جنگ نہیں کرنی پڑی۔ صرف چار سو ساڑھے چار سو صحابہ کی نقل و حرکت عمل میں آئی تھی۔ لیکن حضرت بلال رضؓ اس میں بھی آنحضرت سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ اور انہوں نے دشمن کی دیکھ بھال کا کام بوجہ احسن انجام دیا۔ اگر سچ پوچھیئے تو جو تھوڑا بہت کام کیا۔ وہ حضرت بلال رضؓ ہی نے کیا۔ ورنہ اس معرکہ میں صحابۂ کرام کو کسی کارروائی کی ضرورت ہی نہیں پڑی اصل بات یہ ہے۔ کہ حضرت بلال رضؓ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق رکھتے تھے۔ اور دن ہو یا رات۔ صبح ہو یا شام شہر ہو یا جنگل۔ میدان ہو یا پہاڑ۔ ہر وقت ہر جگہ آنحضرتؐ کی خدمت میں رہنا اپنے لئے باعث فخر۔ موجب راحت اور ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔

جنگ احد میں حضرت بلال رضؓ کی اذان

مشرکین نے بدر میں ایسی شکست نہیں کھائی تھی۔ جسے وہ جلدی بھول جاتے۔ چنانچہ مسلمانوں سے انتقام لینے کا خیال ان کے دل میں رہ رہ کر کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ آخر انہوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور ان سب کا سرغنہ ابوسفیان تھا۔ وہ لوگوں کو شرم و غیرت دلا دلا کر لڑائی پر آمادہ کرتا تھا۔ صفوان بن امیہ نے یہ رائے دی کہ اپنی عورتوں کو بھی ہمراہ لے چلو تاکہ وہ ہمیں مقتولین بدر کی یاد دلائیں۔

[illegible] ہو تو اس پر بعض [illegible]
کسی قدر مخالفت کے بعد عورتوں کے میدان جنگ میں لے جانے کی تجویز منظور ہوگئی۔ جب یہ لوگ نقل و حرکت کے لئے بالکل لیس ہوچکے تو عباس بن عبد المطلب نے بنی غفار میں سے ایک قاصد کے ہاتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مضمون کا خط بھیجا کہ قریش جمعیت کثیرہ فراہم کر کے بہ قصد حرب آپ کی طرف روانہ ہوئے ہیں وہ سب تین ہزار آدمی ہیں۔ اور اُن کے ہمراہ دو سو گھوڑے اور تین سو شتر ہیں۔ اور سات سو آدمی زرہ پوش ہیں۔ ہتھیاروں اور دیگر ساز و سامان کی بھی کثرت ہے۔ جب وہ لوگ وہاں پہنچیں۔ تو آپ ان کی مدافعت کا مناسب بندوبست فرما دیں ❖

جب قاصد یہ خط لے کر مدینہ منورہ پہُنچا۔ تو وہاں آنحضرتؐ کو نہ پایا۔ اس کے بعد وہ باہر نکلا۔ اور باب مسجد قبا پر آنحضرت کو دیکھا۔ اُس نے خط پیش کیا۔ اور حضرت نے ابی بن کعب کو پڑھنے کا اشارہ کیا جب خط پڑھا جا چکا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سعد بن ربیع کے مکان پر تشریف لائے اور پوچھا کہ اس مکان میں کوئی اور بھی ہے۔ سعد نے جواب دیا۔ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔ آنحضرت سعد کو اخفائے راز کی ہدایت کر کے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ اور یہاں پہُنچ کر جہاد کی تیاری شروع کردی۔ صحابۂ عظامؓ نے بدل و جان جنگ پر آمادگی ظاہر کی۔ اور آنحضرت تمام ضروری کاروبار سے فارغ ہوکر اپنی دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اِن دونوں نے آنحضرتؐ کو لباس پہنایا۔ اور ان کے

فرقِ اقدس پر عمامہ باندھا۔ باہر یہ حالت تھی۔ کہ حجرہ سے مسجد منبر تک صحابۂ عظام آنحضرت کے انتظار میں صف بستہ کھڑے تھے۔ آخر کچھ توقف کے بعد آنحضرتؐ تشریف لائے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ زرہ بھی پہنے ہوئے تھے۔ اور اُسے تلوار کے پرتلہ سے کس رکھا تھا سیف بھی لٹکائے ہوئے تھے۔ یہ گویا مسلمانوں کا سپہ سالارِ اعظم میدانِ جنگ میں جانے کے لئے ضروری آلاتِ حرب سے مسلح ہو کر نکلا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت نے اپنا گھوڑا طلب کیا۔ اُس پر سوار ہوئے۔ اور دوش مُبارک پر کمان رکھی۔ اور ہاتھ میں نیزہ لیا۔ تمام اصحابؓ بھی ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔ جن میں سو زرہ پوش تھے۔ جملہ مجاہدین حضرتؐ کے دہنے بائیں روانہ ہوئے۔ سعدؓ بن عبادہ اور سعد بن معاذ آگے آگے تھے۔

اِس ٹھاٹھ سے مجاہدینِ اسلام کا لشکر بدایع میں پہنچا۔ یہاں سے اِس کا گذر مقام شیخین میں ہوا۔ شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے۔ جہاں زمانۂ جاہلیت میں ایک بڑھیا اور ایک بوڑھا رہا کرتے تھے۔ یہ دونوں اندھے تھے۔ اِسی لئے اِس کا نام شیخین مشہور ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کو اسی جگہ قیام فرمایا۔ جب آفتاب غروب ہوا۔ تو حضرت بلالؓ نے مغرب کی اذان دی۔ اور آنحضرت نے صحابہ کو نماز پڑھائی کچھ عرصہ کے بعد حضرت بلالؓ نے عشا کی اذان کہی۔ اور آنحضرتؐ نے صحابہؓ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر محمدؐ بن مسلم کو پچاس سواروں کے ساتھ سب کی نگہبانی پر مقرر فرمایا۔ دشمن بھی اس قدر قریب اُترا ہوا تھا کہ اُس کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں لشکرِ اسلام میں سُنائی دیتی تھیں۔ آنحضرت نے منزلِ شیخین سے کوچ کیا۔ تو اسی وقت مشرکین کا لشکر بھی تعبیہ کو روانہ

ہوا۔ مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھ کر موضع قنطرہ میں آگیا۔ یہاں سے مشرکین بھی دکھائی دیتے تھے۔ چونکہ نماز کا وقت آگیا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ اُنہوں نے اذان کہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کر کے صبح کی نماز پڑھائی +

ہنگامۂ جدال و قتال

چونکہ اب دونوں لشکر بالمقابل پہنچ گئے تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے مجاہدین کو جنگ کے متعلق چند نصیحتیں فرمائیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں میدان کارزار گرم ہو گیا۔ مشرکین میں سے اوّل جس شخص نے جنگ شروع کی وہ ابو عامر تھا۔ جو اپنی قوم سے پچاس آدمی ہمراہ لے کر نکلا تھا۔ اِس جماعت نے آتے ہی سنگ باری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد ابو عامر اور اُس کے ساتھی تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹ گئے۔ مشرکین نے اپنی صفوں کے پیچھے عورتیں متعین کر رکھی تھیں۔ کہ جب کوئی شخص پیچھے ہٹے تو وہ اُسے مقتولین بدر کی یاد اور شرم و غیرت دلائیں۔ چنانچہ وہ دف بجا بجا کر لوگوں کو جنگ پر ابھارتی تھیں۔ اسی اثنا میں مشرکین کی جانب سے طلحہ بڑے طمطراق سے میدان میں آیا۔ اور کہا کہ کون شخص میرے مقابلہ پر آتا ہے یہ سُن کر گروہ مجاہدین سے حضرت علی اُس کے سامنے آئے اور کچھ عرصہ تک دونوں داؤ گھات میں رہے آخر طلحہ نے حضرت علی پر وار کیا۔ جسے اُنہوں نے ڈھال پر روک لیا۔ جب طلحہ کا وار خالی ہو گیا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُسکے اِس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹ کر زنخدان تک اُتر گئی۔ طلحہ

[illegible]

پر آنحضرت نے اظہار مسرت فرمایا۔ اور مُسلمانوں نے اِس زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ کہ تمام میدان گونج اُٹھا۔ اِس کے بعد مسلمانوں نے اِس زور سے حملہ کیا۔ کہ مشرکین کی صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ اور وہ شکست کھاکر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے اِن کا سختی سے تعاقب کیا۔ اور مال غنیمت کی فراہمی میں مشغول ہوگئے +

پانسہ پلٹ گیا

جب دشمن ہزیمت خوردہ ہوکر بھاگ گئے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے تیر اندازوں مخاطب ہوکر کہاکہ تم اِسی جگہ قائم رہنا اور ہماری پشت پر نگہبانی کرنا۔ یہاں تک کہ اگر ہم مال غنیمت جمع کر رہے ہوں۔ تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلنا بلکہ ہم دشمن کے نرغے میں آجائیں تو اِس حالت میں بھی ہماری مدد کے لئے نہ آنا مگر افسوس بعض ڈھل مل یقین مُسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر توجہ نہ کی اور اپنے مسلمان بھائیوں کو لوٹ میں مصروف دیکھ کر اِن کے دہاں آز میں پانی بھر آیا۔ بعض تیر اندازوں نے کہاکہ اب یہاں کیا رکھا ہے۔ دشمن شکست کھاکر دُور چلے گئے۔ اگر ایسے میں ہم بھی غنیمت میں شامل ہوجائیں۔ تو کیا حرج ہے۔ بعض لوگوں نے اِس رائے کی مخالفت کی۔ مگر بعض موید بھی پائے گئے۔ اِس لئے حضرت عبد اللہ بن جبیر نے جو تیر اندازوں کے افسر تھے۔ اپنے ماتحتوں کو سمجھایا۔ کہ حکم رسول اللہؐ کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ لیکن اُن کا کہنا بہت تھوڑے آدمیوں نے مانا۔ اور اکثر تیر انداز [illegible]

پڑے لئے۔ صرف حضرت عبداللہ بن جبیر اور اُن کے ساتھ قریباً دس تیرانداز
باقی رہ گئے۔ میدان خالی دیکھ کر دشمن کے سواروں نے پھر اِدھر کا رخ
کیا اور خالد بن ولید اور عکرمہ نہایت سختی کے ساتھ مٹھی بھر تیراندازوں پر
حملہ آور ہوئے۔ لیکن حضرت عبداللہ رضؓ اور اُن کے ساتھیوں نے دندان شکن
جواب دیا۔ یہاں تک کہ اُن کے ترکش تیروں سے خالی ہو گئے۔ آخر نوبت
نیزوں پر پہنچی۔ جب یہ بھی ٹوٹ گئے۔ تو حضرت عبداللہ رضؓ نے تلوار سنبھالی اور
لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

اس کے بعد مسلمانوں پر مشرکین کی عام یورش شروع ہو گئی۔ اور انہوں
نے نہ صرف اپنا سب مال غنیمت واپس لے لیا بلکہ بہت سے اکابر صحابہؓ کو
شہید کر دیا جن میں سید الشہدا حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ اس معرکہ میں خود آنحضرت صلعم
کے شہید ہو جانے کی خبر بھی مشہور ہوئی تھی۔ جو اگرچہ غلط تھی۔ لیکن
آنحضرت کی پیشانی پر سخت ضرب آئی تھی۔ اور آپ کے دندان مبارک
بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے صلے اللہ علیہ وسلم +

سعدؓ بن مالک کا قول ہے۔ کہ جب میں نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ جب میں نے روئے منور
کی طرف نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ حضرتؐ کے دونوں رخسار زخمی ہیں۔
اور پیشانی بالوں کی جڑ کے قریب کھلی ہوئی ہے۔ اور زخموں پر کچھ سیاہ
چیز لگی ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ
بوریا جلا کر اُس کی راکھ بھر دی گئی ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ پیشانی
پر کس کے ہاتھ سے چوٹ آئی ہے لوگوں نے کہا۔ ابن شہاب کے پتھر سے
پھر میں نے پوچھا لب پر کس نے پتھر مارا ہے جواب دیا گیا کہ عتبہ نے پھر

میں نے رخساروں کی بابت معلوم کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابن قمیہ کے پتھر سے
زخمی ہوئے ہیں۔ میں اس کے بعد حضرت کی سواری کے آگے دوڑتا ہؤا
چلا۔ یہاں تک کہ حضرت اپنی دولت سرا پر پہنچ گئے۔ مگر خود گھوڑے سے
اُترنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اِس لئے سعد بن عبادہ اور سعد بن زیاد
پر سہارا دیا۔ اور دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ اور لوگ بھی مسجد میں
آگ جلا کر اپنے زخم سینک رہے تھے۔ جب آفتاب غروب ہؤا۔ تو بلالؓ
نے مغرب کی اذان کہی اور آنحضرت ہر دو سعد پر تکیہ کئے برآمد ہوئے۔
جب شفق غائب ہوئی۔ اور حضرت بلالؓ نے عشا کی اذان دی تو آنحضرتؐ
کچھ عرصہ تک باہر تشریف نہ لائے۔ بلالؓ آپ کے درِ دولت پر بیٹھے رہے
جب قریباً ایک تہائی رات گذر چکی۔ تو حضرت بلالؓ نے ندا دی کہ
"اَلصَّلوٰۃ یا رسول اللہ" یعنی جماعت تیار ہے۔ تشریف لائیے۔ اِس پر
آنحضرت نماز کے لئے برآمد ہوئے ✦

اس غزوہ میں مسلمان ابتداءً پورے طور پر منصور و مظفر ہوئے۔ اور
ایسی کامیابی حاصل کی کہ جس کی بہت کم لوگوں کو توقع تھی۔ بعد میں ناکامی محض
تیر اندازوں کے جگہ چھوڑنے کے باعث ہوئی۔ یہ دراصل ایک سبق تھا
جو مسلمانوں کو اِس جنگ میں حاصل ہؤا۔ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ نبیؐ کا حکم
ہر حالت میں واجب التعمیل ہے۔ اگر ہم اِس کی متابعت نہ کریں گے۔ تو
خسر الدنیا والآخرہ کے مستحق ٹھہریں گے۔ اِس جنگ کے بعد خدا اور
اُس کے رسولؐ پر مسلمانوں کا اعتقاد پیشتر سے کہیں زیادہ استوار و محکم ہو گیا
آنحضرتؐ جو کچھ ارشاد فرماتے تھے۔ اہل اسلام بسر و چشم اُس کی تعمیل کرتے تھے
اور حد سے زیادہ یاس و ہراس کے موقع پر بھی مستقل مزاج اور ثابت قدم

رہتے تھے۔ تیر اندازوں کی نافرمانی کے متعلق قرآن شریف میں آیت بھی نازل

ہوئی تھی۔ جس سے مسلمانوں کو خاص طور پر عبرت و نصیحت ہوئی +

اگرچہ قریش نے اِس جنگ میں شکست نہیں کھائی تھی۔ لیکن جب مسلمانوں کے عزم راسخ کو دیکھا تو اُنہیں زیادہ نبرد آزمائی کی جرات نہ ہوئی اور یہ جو کچھ ہو چکا تھا۔ اِسی کو غنیمت تصور کیا۔ حضرت بلالؓ اِس معرکہ میں بھی اوّل سے آخر تک شریک رہے۔ اور اپنے خاص کام یعنی اذان دینے کے علاوہ انحضرت کی طرف سے وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے اعلانات کرتے رہے۔ اسلام ایسے لوگوں کی ہستی پر جس قدر ناز کرے۔ بجا ہے۔ کاش اُس خلوص کے نظارے کبھی اِس زمانے میں بھی دکھائی دے جائیں +

غزوۂ خیبر میں حضرت بلالؓ کا کارنامہ

اِس غزوہ کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے قلعۂ خیبر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اور دو مہینے تک اِس کے گرد پڑے رہے۔ اِس عرصہ میں سامان رسد ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ مُسلمانوں نے انحضرت سے عرض کی کہ یارسول اللہ ہمارے پاس خرموں کے سوا اور کسی قسم کی خوراک باقی نہیں رہی۔ اور ہم نے اہل خیبر کے جانور پکڑ کر ذبح کر لئے ہیں۔ اِن میں زیادہ تر حمار یعنی گدھے تھے۔ انحضرت نے اِن کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ اور مسلمانوں نے پکتی ہوئی ہانڈیاں اُلٹ دیں +

ایک روز مرحب یہودی جو بڑا دلیر و شجاع تھا۔ مسلمانوں پر اُس وقت حملہ آور ہوا۔ جب وہ قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اِس وقت

ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کو اپنے لشکر گاہ تک پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ حالت
دیکھ کر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہود کے مقابلہ کو بڑھے۔ سخت
گھمسان کا رن پڑا۔ کچھ اصحابؓ شہید ہوئے جن میں محمود بن مسلم انصاری
شہسوار بھی تھے۔ اِن کے بھائی محمد بن مسلم نے آنحضرتؐ سے کہا کہ میرا بھائی
شہید ہوگیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ گھبرانے کی بات نہیں اُمید ہے کہ
خدا کل تجھے مرحب پر غالب کردے اور تو اُسے قتل کرکے اپنے بھائی کا
بدلہ لے لے۔ اسی روز مسلمانوں کو یہود سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ بعد
نماز مغرب رسالت مآبؐ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ میں اپنا علم ایسے شخص
کو دینے والا ہوں جو خیبر کو فتح کئے بغیر واپس نہ آئے۔ یہ مژدہ سُن کر صحابہ
عظامؓ اپنی اپنی جگہ واپس آگئے۔ اور تمام رات اِس شوق و انتظار میں بسر
کی کہ دیکھیئے صبح کو علم کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ہر جلیل القدر صحابی اِس کا
اُمیدوار تھا۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو ہر قوم نے اپنے اپنے علم ہاتھ میں
لئے۔ آنحضرتؐ بھی اپنے علم کو جنبش دینے لگے۔ اور حق تعالےٰ سے دعائے
فتح و نصرت مانگتے جاتے تھے۔ آخر وہ علم حضرت علیؓ کے حوالہ کردیا گیا۔

حضرت علیؓ اِس علم کو لیکر نہایت جوش و خروش کی حالت میں آگے
بڑھے مرحب یہودی جو گذشتہ روز کی کامیابی پر نازاں تھا۔ مقابلہ کے
لئے نکلا۔ مجاہدین کی طرف سے محمدؐ بن مسلم نے اِس کا سامنا کیا اور چند منٹ
کے داؤ گھات کے بعد اُسے قتل کردیا۔ اور آنحضرتؐ کی وہ پیشگوئی پوری
ہوگئی۔ جو آپ نے محمدؐ بن مسلم کے مرحب پر غالب آنے کے متعلق فرمائی تھی۔

پر بھی کسی نے حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے اور زخمیوں کے ڈھیر لگ گئے

اس کے بعد حضرت علی مع مجاہدین قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور دشمنوں نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگوں کو تمہاری جان اور اہل و عیال پر امان دیتا ہوں۔ یعنی نہ تم قید و قتل کئے جاؤ گے اور نہ تمہارے اہل و عیال۔ البتہ تمہارا مال ہماری ملکیت ہوگا۔ بشرطیکہ تم اُس میں سے کچھ ہم سے پوشیدہ نہ رکھو۔ اگر کچھ چھپاؤ گے تو عہد ٹوٹ جائے گا۔

قلعہ میں قبیلۂ نضیر سے ابی الحقیق کے دو لڑکے موجود تھے۔ وہ سب مال و متاع لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر چاندی کے وہ قیمتی ظروف نہ لائے جو وہ کسی زمانے میں مدینہ سے لے کر نکلے تھے اور جن کا آنحضرت صلعم کو علم تھا۔ جب حضرت صلعم نے ان ظروف کی بابت دریافت کیا تو فرزندان ابی الحقیق نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اب وہ برتن ہمارے پاس نہیں۔ بلکہ ہم انہیں فروخت کر کے اُن کی قیمت اپنے صرف لا چکے ہیں۔ اور حقیقت یہ تھی۔ کہ وہ برتن زمین میں مدفون تھے آنحضرت صلعم نے یہود اور صحابہ رضہ سے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے تم اُس کے گواہ رہنا۔ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضہ کو زمین کھودنے کا حکم دیا تو وہ برتن وہاں سے برآمد ہو گئے۔ چونکہ ابی الحقیق کے بیٹوں نے نقضِ عہد کیا تھا۔ یعنی مال کو زمین میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس لئے وہ سزاوارِ سزا سمجھے گئے۔ چنانچہ دونوں قتل کر دیئے گئے۔ اور اُن کے پس ماندے قید کر لئے گئے۔

اس وقت ابی الحقیق کے ایک بیٹے کی زوجیت میں صفیہ بنت حیی بن اخطب تھیں۔ ان کو آنحضرت نے اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اور حضرت بلال رضہ کو

حکم دیا کہ انہیں ہمارے خیمہ میں پہنچا دو۔ حضرت بلالؓ انہیں ایسے رستے
پر سے لے کر چلے جہاں کفار کی لاشیں پڑی تھیں۔ چنانچہ جب بلالؓ انہیں پہنچا کر
واپس آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بلالؓ یہ تمہیں کیا سوجھی تھی۔ کہ تم ایک
کم سن عورت کو مقتولوں کے ڈھیر پر سے لے کر گذرے۔ تم نے اپنے دل
سے رحم و انسانیت کو دور کر دیا۔ حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کو ناراض دیکھ
کر کانپ گئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ مجھ سے غلطی ہوئی معاف
فرما دیجئے۔ آنحضرتؐ نے بلالؓ کی یہ فروگذاشت معاف کر دی +

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔
تو صفیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُس سے تخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اے
صفیہ تیرا باپ یہودیوں میں مجھ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ پھر اُن کے
شوہر اور بھائی کا ذکر کیا جو مارے گئے تھے۔ اِس کے بعد حضرتؐ نے
صفیہ سے کہا کہ اب تمہیں اختیار ہے چاہے یہودی رہو چاہے مسلمان
ہو جاؤ۔ اگر مسلمان ہو جاؤگی تو میں تمہیں اپنے پاس رکھونگا ورنہ چھوڑ دونگا
صفیہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! میں جب مدینے میں تھی۔ تو اُسی
وقت اسلام کی خواہش رکھتی تھی۔ اب یہودیوں میں میرا کون ہے۔ میرے
باپ بھائی اور چچا کے بیٹے کو آپ نے قتل کر دیا۔ بس اب تو مجھے اللہ
اور اُس کے رسول اور اسلام سے محبت ہے۔ آخر صفیہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں اور ام المومنین کہلائیں +

ابو ایوب انصاریؓ کو اندیشہ ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ صفیہ اپنے باپ
بھائیوں کا انتقام لینے کی غرض سے آنحضرتؐ کو سوتے میں قتل کر دے۔ اِس

خیمہ سے باہر نکلے۔ تو ابو ایوب کو دروازے پر دیکھ کر تعجب سے پوچھا کہ تم یہاں کہاں۔ ابو ایوب رضؓ نے جواب دیا کہ مجھے اندیشہ تھا۔ کہ کہیں صفیہ اپنے رشتہ داروں کا انتقام لینے کے لئے آپ کو سوتے میں قتل نہ کر دے۔ اِس لئے میں رات بھر نگہبانی کرتا رہا۔ حضرت نے اُن کی تعریف و تحسین فرمائی ❊

اِس کے بعد لشکر اسلام مدینے کی طرف واپس ہونے لگا حضرتؐ نے صفیہ کو اپنے پیچھے سوار کیا آپ اُن کے سر کی چادر درست کرتے جاتے تھے۔ صحابہؓ یہ حالت دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے۔ کہ دیکھتے رہو۔ اگر آنحضرت صفیہ کو منہ ڈھانپ لینے کا حکم دیں تو سمجھو کہ وہ اُمہاتِ مومنین میں ہیں۔ اور اِس صورت میں آپ کے ساتھ ساتھ نہ چلو کیونکہ حضرت بڑے غیور ہیں۔ اگر صفیہ منہ کھولے چلیں۔ تو انہیں ایک کنیز تصوّر کرو۔ اور اِس حالت میں اُن کے ساتھ چلنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا حضرت نے صفیہ کو مُنہ ڈھانپ لینے کا حکم دیا۔ اور روانہ ہو گئے صحابہ نے سمجھ لیا کہ صفیہ اُمہاتِ مومنین میں داخل ہو گئیں ❊

اِن مختصر واقعات و حالات سے ناظرین کو اندازہ ہو گیا ہو گا۔ کہ حضرت بلال ہر وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنا فرض خاص یعنی اذان دینے کے علاوہ آنحضرت جس کام کا حکم دیتے تھے۔ اُسے بطیب خاطر بجا لاتے تھے۔ حضرت بلالؓ قریباً تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور ہمیشہ اسی قسم کی خدمات انجام دیا گئے۔ صحابۂ عظامؓ کے قلوب میں بھی اِن کی خاص محبت اور قدر و منزلت تھی۔ وہ انہیں آنحضرتؐ کا خاص آدمی سمجھتے تھے۔ اور ہر وقت اِن کی خاطرداری اور دلجوئی سے کام رکھتے تھے۔ رضی اللہ عنہم ❊

رسولِ خدا کا وصال اور بلالؓ کا رنج وملال

حضور سرورِ کائناتؐ بعد حجۃ الوداع مدینے میں تشریف لائے۔ اور ذی الحج کے باقی ایام اور محرم وصفر کے مہینے بخیریت بسر کئے۔ آخر صفر یا شروع ربیع الاول میں آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ بیماری کی ابتدا درد سے ہوئی تھی۔ جس نے آپ کو تمام رات بے چین رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے صبح کی اذان کہی۔ مگر آپ برآمد نہیں ہوئے انتظار کے بعد صحابہ نے بلالؓ کو بھیجا۔ چنانچہ وہ گئے اور حضور میں پہنچتے ہی کہا کہ الصلوٰۃ یا رسول اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لئے باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ دروازے پر کون کون ہیں۔ حضرت بلالؓ نے جملہ حاضرین کے نام بتا دیئے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ ابن الخطابؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں۔ اس وقت حضرت بلالؓ کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ زار و قطار روتے ہوئے باہر آئے۔ مسلمانوں نے پوچھا۔ بلالؓ خیر ہے تم ایسے پریشان کیوں ہو۔ حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ جناب رسالت مآبؐ نماز میں شامل ہونے کی طاقت نہیں رکھتے یہ سُن کر صحابہؓ بھی رونے لگے۔ آخر بلالؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نماز پڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تم آنحضرت صلے اللہ سے جا کر عرض کر دو۔ کہ ابو بکرؓ بھی دروازے پر موجود ہیں۔ چنانچہ بلالؓ پھر واپس ہوئے اور آنحضرتؐ کو عمر فاروقؓ کے جواب اور ابو بکر صدیقؓ کی موجودگی سے اطلاع

دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا۔ تو پھر کیا دیکھتے ہو۔
ابوبکر سے جاکر کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے
پاس آئے۔ اور اُن سے نماز پڑھانے کو کہا۔ چنانچہ اُنہوں نے ہفتہ
عشرہ تک نماز پڑھائی۔ اِس عرصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
مرض بڑھتا گیا۔ اور عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت کے پاس گئے۔ حضور
اُس وقت بے ہوش تھے۔ حضرت عباسؓ نے ازواج مطہراتؓ سے
کہا کہ اگر تم حضرتؐ کے مُنہ میں دوا ڈالتیں تو مناسب تھا۔ اُنہوں نے
جواب دیا۔ کہ ہم ایسی جرأت کیونکر کرسکتی ہیں۔ اِس کے بعد عباسؓ
آنحضرتؐ کے مُنہ میں دوا ٹپکانے لگے۔ آپ اِس وقت ہوش میں آئے
اور دریافت کیا کہ یہ تیرے مُنہ میں کس نے دوا ٹپکائی ہے۔ میں صایم
تھا۔ ازواج مطہراتؓ نے عرض کیا۔ کہ آپکے منہ میں عباسؓ نے دوا
ٹپکائی ہے۔ اِس کے بعد آپ نے پوچھا بیبیوں نے مجھے دوا کیوں
نہیں دی۔ بیبیوں نے جواب دیا کہ ہمیں ذات الجنب کی بیماری کا
اندیشہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مجھے اِس بیماری میں مبتلا نہ کریگا
آنحضرتؐ کو درد کی کئی روز تک سخت تکلیف رہی۔ مگر دسویں دن کی صبح
آپ باہر تشریف لائے۔ اور نماز پڑھائی مسلمانوں کو گمان ہوا کہ حضرتؐ
نے شفا پائی اور وہ بہت شاداں و فرحاں ہوئے۔ مگر یہ دراصل سنبھالا
تھا۔ جو مریض عموماً مرنے سے پہلے لیا کرتے ہیں؛

اِس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مصلے پر بیٹھ گئے۔ اور صحابہؓ
سے باتیں کرنے لگے۔ آپنے فرمایا۔ خدا لعنت کرے اُس قوم پر جنہوں نے
اپنی قبروں کو مسجد بنایا۔ حضرتؐ کی مراد یہود و نصاریٰ سے تھی۔ حضرت

کو باتیں کرتے کرتے دن چڑھ گیا۔ اس کے بعد آپ محل سرا میں تشریف لے گئے۔ مگر صحابہ اُس مجلس سے متفرق نہ ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے خواتین کا شور سُنا وہ کہتی تھیں کہ "پانی لاؤ" "پانی لاؤ" صحابہؓ نے خیال کیا۔ کہ شاید آنحضرتؐ پر غش طاری ہوگیا ہوگا۔ اس لئے پانی کی ضرورت پیش آئی۔ پھر سب مُسلمان دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور حضرت عباسؓ اندر تشریف لے گئے۔ اور چند منٹ کے بعد واپس آکر صحابہ کو حضرتؐ کے وصال کی خبر سُنائی حضرتؐ کی وفات ۱۲ ربیع الاوّل کو پیر کے دن ہوئی اور سہ شنبہ کے دن تجہیز و تکفین عمل میں آئی قبر مُبارک تیار ہو جانے کے بعد حضرت بلالؓ نے پانی کی ایک مشک اُس پر چھڑک دی تھی۔ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ؁

حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد دنیا بلالؓ کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہوگئی۔ اُنہیں کوئی چیز اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ شب و روز صدمۂ مفارقت رسولِ خداؐ میں مبتلا رہتے تھے۔ اور اس شعر کا مضمون ان کے دل و دماغ میں لہریں لیا کرتا تھا ؎

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

صحابۂ کرامؓ ان کی بہت کچھ تشفی و دلجوئی کرتے تھے۔ مگر طبیعت سنبھلنے میں نہ آتی تھی۔ اور بلالؓ اُن کو یہ جواب دے دیا کرتے تھے ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

یہ عجب اتفاق کی بات ہے کہ جملہ صحابۂ عظامؓ بھی آنحضرتؐ سے خاص

محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ لیکن بلال پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جو صدمہ گذرا وہ اپنی نوعیت و خصوصیت میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے +

جناب رسالت مآب صلعم کے بعد حضرت بلال رضؓ کی طبیعت مدینے سے اُچاٹ ہوگئی۔ بلکہ سچ پوچھیے تو انہیں اپنی زندگی ہی اچھی معلوم نہ ہوتی تھی وہ چاہتے تھے۔ کہ اُن کی جان زار جس قدر جلد ہو اسلام پر نثار ہو جائے بلال رضؓ نے خدا اور رسُول خدا کے عشق میں اپنی ہستی کو فنا کر دیا تھا۔ وہ اگرچہ غلامی سے آزاد ہو گئے تھے۔ لیکن اسلام کی محبّت نے اُنہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بندۂ بے دام بنا دیا یہی خلوص ہے جو بلال رضؓ جیسے حبشی غلام اور موذّن کو آج تک اہل دُنیا کی نگاہوں میں ممتاز بنائے ہوئے ہے۔ خدا کے نزدیک بھی بلال رضؓ کو جو قدر و منزلت ہو گی اُس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے +

حضرت ابو بکر کی خلافت اور بلال رضؓ

جب رسول خدا کے بعد حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ تو حضرت بلال رضؓ ان کی خدمت میں گئے۔ اور عرض کی کہ یا خلیفہ رسول اللہ اب مدینے میں میری طبیعت بہت گھبراتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات خالی دیکھ کر مجھے سخت بے چینی رہتی ہے۔ اِس لئے آپ مجھے شام کی طرف جانے کی اجازت دید یجئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے فرمایا۔ کہ اے بلال رضؓ تم سچ کہتے ہو۔ مگر میری خواہش یہ ہے کہ تم میرے ہی پاس رہو۔ حضرت بلال رضؓ نے کہا کہ اگر آپ نے مجھے خدا کے لئے آزاد کیا ہے۔ تو چھوڑ دیجئے اور اگر اپنے نفس کے لئے آزاد کیا ہے تو روک لیجئے۔ اِس پر

انہیں شام کی طرف جانے کی اجازت دیدی مگر اسی
سلسلہ میں دوسری روایت یہ بھی ہے کہ بلالؓ نے آنحضرت کی وفات
کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت میں بھی اذان دی ہے
جب حضرت بلالؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو
انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے۔ کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے ہوئے" سنا تھا۔ کہ میری امت کے اعمال میں سب سے افضل
جہاد فی سبیل اللہ ہے لہذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ محض اللہ اور اس
کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سرحد پر رہوں۔ یہاں تک
کہ شہید ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا
کہ اے بلالؓ! میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ اور اپنے حق و حرمت
کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ تم میرے ہی پاس رہو۔ کیونکہ میں اب ضعیف
ہو گیا ہوں۔ اور میری موت کا زمانہ قریب ہے۔ پس حضرت بلالؓ حضرت
ابو بکر صدیقؓ کے پاس رہ گئے۔ یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ
حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت بلالؓ کے ولی نعمت تھے۔ اس لئے یہ ان
کی بات کو کسی حالت میں بھی ٹال نہیں سکتے تھے +

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ مسند خلافت
پر متمکن ہوئے۔ تو بلالؓ نے ان سے بھی وہی درخواست کی جو حضرت
ابو بکر صدیقؓ سے کی تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمہیں اذان
دینے سے کون سی بات مانع ہے۔ بلالؓ نے جواب دیا کہ میں نے ابتداءً
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان دی۔ یہاں تک کہ ان
کا وصال ہو گیا۔ پھر میں نے حضرت ابو بکرؓ کے حکم سے اذان کہی۔ یہانتک

کہ اُن کی بھی وفات ہوگئی۔ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
سُن چکا ہوں۔ کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ لہذا
اب میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے زیادہ
اصرار نہیں کیا۔ اور بلالؓ کو شام کی طرف جانے کی اجازت دے دی +

حضرت بلالؓ کا نکاح

حضرت ابوالدرداءؓ نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ فتح
بیت المقدس کے بعد مقام جابیہ میں گئے۔ تو بلالؓ نے اِن سے درخواست
کی کہ آپ مجھے اور میرے بھائی ابورویحہ کو شام ہی میں رہنے دیں۔
حضرت عمرؓ نے بلالؓ کی درخواست کو منظور کر لیا۔ چنانچہ بلال اور اُن کے
بھائی خالد (ابورویحہ) خولان کے ایک محلہ میں فروکش ہوئے اور وہاں
کے لوگوں سے کہا کہ ہم تمہارے پاس نکاح کی درخواست لے کر آئے
ہیں۔ ہم پہلے کافر تھے۔ مگر اب اللہ تعالےٰ نے ہمیں ہدایت کر دی اور ہم
مسلمان ہو گئے۔ ہم پیشتر غلام تھے۔ مگر خدا نے ہمیں آزاد کر دیا۔ ہم پہلے
فقیر و مفلس تھے۔ اب اللہ تعالےٰ نے ہمیں غنی و تونگر کر دیا۔ پس اگر تم
اپنی لڑکیوں کا نکاح ہم سے کر دو تو الحمد للہ۔ اور اگر ہماری درخواست
نامنظور کرو تو لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ +

حضرت بلالؓ نے اپنی اور اپنے بھائی کی درخواستِ نکاح نہایت
سادگی و صفائی سے اہل شام کے سامنے پیش کی تھی۔ جس سے اُن کی
حق گوئی و راست بازی کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے پیغام
نکاح دینے کے ساتھ ہی اپنی غلامی اور آزادی کا بھی کھلے الفاظ میں

تذکرہ کردیا تھا۔ اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی تھی۔ بلالؓ اگرچہ شروع میں قریش کے غلام تھے۔ اور اُن کی مالی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ لیکن اسلام قبول کرتے ہی دین کے ساتھ اُن کی دنیا بھی درست ہوتی چلی گئی جس کے لئے خود بلالؓ نے کوئی کوشش نہیں کی۔ بلکہ قدرت نے آپ سے آپ ایسے سامان مہیا کردیئے۔ جو بلالؓ کے لئے فلاح دارین کا موجب ہوئے۔ بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کہ ایک موذّن کس طرح متمول ہوسکتا ہے۔ لیکن ناظرین کرام گذشتہ صفحات میں اس حقیقت سے آگاہ ہوچکے ہیں۔ کہ حضرت بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہ چکے تھے۔ اور مال غنیمت سے جس کی کثرت و قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اپنا پورا حصہ پایا کرتے تھے۔ اِس لئے اِن کے پاس بہت کچھ زر و مال جمع ہوگیا تھا۔ ہر مسلمان خواہ وہ حجاز کا باشندہ تھا۔ یا شام کا۔ حضرت بلالؓ کی حالت وحیثیت سے بخوبی واقف تھا۔ اِس لئے اہل شام نے اُن کی زبان سے نکاح کا پیغام سُن کر کسی قسم کی حُجت نہ کی اور بغیر پس و پیش اپنی لڑکی کا نکاح کردیا۔

حضرت بلالؓ نے شام میں اپنا نکاح اور ٹھکانا کرلینے کے بعد بھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ شام کے اکثر معرکوں میں شریک رہے۔ اور اسلام کا کام اُسی خلوص و دیانت سے انجام دیتے تھے۔ جس کی ابتدا حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوئی تھی۔ وہ مدینے سے جہاد کے لئے نکلے تھے۔ اور کئی برس تک جہاد ہی کرتے رہے۔

ممکن ہے۔ کہ مندرجہ بالا واقعہ سے بعض نکتہ چین طبایع حضرت
بلال رضؓ پر یہ اعتراض کریں۔ کہ وہ شام میں محض نکاح کرنے اور اپنا گھر
بسانے کے لئے آئے تھے اور جہاد کا محض بہانہ ہی تھا۔ لیکن شام
کے معرکوں سے جن میں حضرت بلالؓ کی شرکت پائی جاتی ہے۔ اس
خیال کی بوجہ احسن تردید ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت بلال رضؓ
کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ہم نشینی کا فخر حاصل تھا۔
اور وہ پیغمبر اسلامؐ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ پس ایسی حالت میں
یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی سُنت حضرت
بلال رضؓ سے ترک ہو جاتی۔ اگر انہوں نے نکاح کیا تو اس کی خاص وجہ
اتباعِ سُنّتِ نبوی تھی *

بیت المقدس کی جنگ اور بلالؓ

بیت المقدس کی جنگ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں
ہوئی تھی۔ اِس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ مجاہدین اسلام اپنے پورے
سازو سامان سے بیت المقدس پر حملہ آور ہوئے تھے۔ جب دس
دن تک جنگ کا نتیجہ مسلمانوں کی موافقت میں نہ نکلا۔ تو غالبہ
بن سالم حضرت ابو عبیدہؓ قاید اعظم مجاہدین کا نشان لے کر آئے۔
جس کے پیچھے مسلمانوں نے بڑے بڑے دلیر و شجاع افسر مثل حضرت
خالد بن ولیدؓ۔ عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ اور حضرت ابو عبیدہ ابن
جراحؓ موجود تھے۔ اور اِن کے ساتھ مجاہدین کی عظیم جمعیت تھی مسلمانو
نے تہلیل و تکبیر کا شور بلند کیا۔ جس سے اہل بیت المقدس کے قلوب

پر خوف طاری ہوگیا۔ اور وہ اپنے شہر کے ایک گرجا میں گئے۔ اس کے
بطریق نے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ کہ مسلمان اپنا
بڑا لشکر لے کر ہمارے شہر پر چڑھ آئے ہیں۔ اور اِسے فتح کرنا چاہتے
ہیں۔ یہ بات سُن کر بطریق کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور کہنے لگا۔
افسوس صد افسوس! لوگوں نے پوچھا کہ اس یاس و ہراس کی کیا وجہ
ہے۔ بطریق نے جواب دیا کہ ہم کو جو علم متقدمین سے بطور وراثت پہنچا
ہے۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص اس ملک کو فتح کرے گا۔
وہ محمدؐ کا صحابی ہوگا۔ ہمیں اُس کا حلیہ معلوم ہے۔ پس اگر وہی آئے
ہیں۔ تو تمہاری ذلّت و ہلاکت قریب ہے اور تم اُن کا مقابلہ ہرگز نہ
کر سکو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُنہیں دیکھوں اگر وہی ہوں گے تو میں
اُن سے مصالحت کر لونگا۔ اور اُن کے مطالبات ماننے میں عذر نہ
کرونگا۔ اگر کوئی اور شخص ہو گا تو میں شہر کو سپرد کرنے کی صلاح نہ
دوں گا۔

اِس کے بعد وہ بطریق اور اُس کے ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے
اُنہوں نے صلیبیں بلند کر رکھی تھیں۔ اور انجیل کھولے ہوئے تھے
یہ گروہ شہر پناہ کی دیوار پر آیا۔ اِسے دیکھتے ہی مسلمانوں نے زور شور
سے حملہ کیا۔ اس پر ایک رومی نے جو بطریق کے آگے آگے چلتا تھا
مسلمانوں سے پکار کر کہا کہ تم لوگ لڑائی سے باز رہو۔ ہم کچھ کہنا چاہتے
ہیں۔ یہ سُن کر مسلمانوں نے جنگ موقوف کر دی۔ اِس کے بعد ایک
رومی نے عربی زبان میں کہا کہ اے مسلمانو! ہم تمہارے سردار کو دیکھنا
چاہتے ہیں اگر اس میں وہ صفات پائی گئیں جو ہمیں معلوم ہیں تو ہم تم

سے جنگ نہ کریں گے اور شہر تمہارے حوالے کردیں گے۔ ورنہ

پھر ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار سے ہو گا ؀

اہل اسلام رومی کا یہ قول سُن کر حضرت ابو عبیدہؓ ابن جراح
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ اُس وقت لشکر اسلام کے قاید اعظم
وہی تھے۔ اور اُن سے رومی کی گفتگو کی مفصل کیفیت بیان کی۔ حضرت
ابو عبیدہؓ اپنی جگہ سے چلے اور اُن لوگوں کے سامنے آئے۔ اُنہوں
نے اِن کو خوب غور سے دیکھا اور چند منٹ کے بعد کہہ دیا کہ اے اہل
بیت المقدس تمہیں مژدہ ہو کہ یہ شخص نہیں ہے جو بیت المقدس کو فتح کریگا
بلکہ یہ کوئی اور مسلمان ہے۔ اِس لئے اب تمہارے لئے جنگ
ضروری ہے یہ سُننے ہی رومیوں نے نعرہائے کفر بلند کئے۔ اور
نہایت زور شور کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں
نے بھی سختی سے مقابلہ کیا۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ اپنے لشکر میں واپس
آئے تو خالد ابن ولید نے اُن سے پوچھا کہ فرمائیے۔ آپ کے ساتھ
کیا معاملہ گذرا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جواب دیا کہ میں اِس کے سوا
اور کچھ نہیں جانتا کہ جب میں اُن لوگوں کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے
چند منٹ تک میری طرف غور سے دیکھا اور اس کے بعد غل مچا دیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا کہ اگرچہ اس وقت رومیونکی کاروائی
کا مطلب ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن قیاساً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں
نے کوئی تجویز سوچی ہے۔ جس سے ہم انشاءاللہ تعالےٰ بعد میں واقف
ہوں گے ؀

اس گفتگو کے بعد مسلمانوں کو عام حملہ کا حکم دیا گیا اور یمن کے

تیر اندازوں نے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ راویوں نے بیان کیا، کہ یہ تیر اندازی نہایت کارگر و موثر ثابت ہوتی تھی۔ اور اکثر رومی شہر پناہ کی دیوار سے نیچے گرتے دکھائی دیتے تھے۔ جب اہل بیت المقدس نے محاصرہ کی یہ شدت دیکھی تو وہ پھر اُسی بطریق کے پاس پہنچے جس نے حضرت ابو عبیدہ کو بُلا کر دیکھا تھا۔ لہذا اُس سے جا کر کہا کہ مسلمانو کا محاصرہ سخت ہوتا جاتا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا۔ جس میں ہمارے بہت سے آدمی نہ مارے جاتے ہوں۔ مُسلمانوں کے بھی اکثر آدمی کام آتے ہیں۔ لیکن اِس نقصان سے اُن کے حوصلہ و ارادہ میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اب ہماری حالت روز بروز نازک ہوتی جاتی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم مسلمانوں کے پاس جا کر دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اگر اُن کے مطالبے معمولی ہوئے تو ہم مان لیں گے ورنہ آخر دم تک لڑیں گے۔

بطریق یہ سُن کر پورے تزک و احتشام سے مُسلمانوں کے لشکر کی طرف آیا۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ آپ اپنے مطالبات پیش کریں۔ حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا۔ کہ ہمارے حسب ذیل تین مطالبے ہیں:۔

(۱) تم لوگ خدا کی وحدت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرو۔

(۲) تم ہمیں جزیہ دو اور ہم سے صلح کر لو۔

(۳) اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں۔ تو پھر ہم تم سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ تم ذلیل و خوار ہو جاؤ۔

بطریق نے کہا کہ ہمیں تیسری بات منظور ہے۔ یعنی جنگ۔ کیونکہ
جو شخص ہمارے شہر کو فتح کرے گا۔ اُس کی تعریف اور اُس کا نام ہم اپنی
کتاب میں لکھا پاتے ہیں۔ اور تم میں وہ اوصاف نہیں ہیں۔ حضرت
ابو عبیدہ نے کہا کہ اُس کا کچھ وصف تو بیان کرو۔ بطریق نے جواب دیا
کہ اِس شہر کو جو شخص فتح کرے گا۔ وہ محمدؐ کا صحابی ہوگا۔ اور اُس کا نام
عمر بن خطابؓ المعروف بہ فاروق ہوگا۔ وہ خدا کے کاموں میں نہایت
سخت آدمی ہوں گے*

حضرت ابو عبیدہؓ نے بطریق کی یہ گفتگو سُن کر تبسّم فرمایا۔ اور کہا
کہ خدا کی قسم ہم نے شہر کو فتح کر لیا۔ حضرت عمر فاروقؓ ہمارے خلیفہ اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بطریق نے کہا تو بس فیصلہ
ہو گیا۔ تم انہیں یہاں بُلا لو۔ ہم اُن کی شناخت کرتے ہی شہر تمہارے سپرد
کر دیں گے۔ اُن کی آمد تک لڑائی موقوف رہے*

حضرت ابو عبیدہؓ نے لشکر میں واپس آکر یہ تمام کیفیت اپنے
مجاہدین سے بیان کی اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ حضرت امیر المومنین
کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک
خط میں مفصل کیفیت لکھ کر حضرت عمرؓ کے پاس ایک خاص قاصد روانہ
کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے خط پڑھتے ہی فوراً روانگی کی تیاری شروع کر دی
اور چند روز کے بعد شام تشریف لے آئے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ
کی سواری لشکر مجاہدین سے چند میل کے فاصلہ پر رہ گئی۔ تو سب مسلمانوں نے
استقبال کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت ابو عبیدہ نے روک دیا۔ اور خود ایک
مختصر سی جمعیت ہمراہ لیکر امیر المومنین کی پیشوائی کو روانہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ

دونوں ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہی اپنی اونٹنی بٹھائی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی سواری سے اُتر پڑے اور دونوں نے معہ ہمراہیاں باہم ملاقات کی۔ اس کے بعد سب کے سب سوار ہو کر چل دیئے۔ ابو عبیدہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آگے آگے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ جب صبح کا وقت قریب آیا تو ایک جگہ قیام کیا اور حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور اس کے بعد خطبہ سُنایا۔ حضرت ابو عبیدہ حضرت عمر فاروقؓ کو رومیو کی لڑائی کی۔ کیفیت سُناتے رہے اور حضرت عمرؓ خاموشی سنتے رہے اسی گفت وشنید میں ظہر کا وقت قریب آگیا +

حسنِ اتفاق سے حضرت بلالؓ بھی جو ملک شام میں مقیم تھے حضرت عمرؓ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر اس موقع پر پہنچ گئے تھے۔ ان کی آمد پر بہت سے مسلمان حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا امیر المومنینؓ آپ ہماری طرف سے بلالؓ سے استدعا کیجئے کہ وہ ظہر کی اذان دیں۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت بلالؓ بیت المقدس میں پہلے ہی سے موجود تھے۔ یعنی جب اُن کو مسلمانوں کے بیت المقدس پر حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی تو وہ شام روانہ ہو کر لشکر مجاہدین میں پہنچ گئے تھے اور حضرت عمرؓ کے تشریف لانے تک کئی مرتبہ مسلمانوں کی معیت میں رومیوں سے جنگ کر چکے تھے۔ اس وقت اُنہیں ابو عبیدہؓ اپنے ساتھ لے گئے تھے تا کہ حضرت عمرؓ سے ان کی خاص طور پر ملاقات ہو جائے۔ مسلمانوں کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے بلالؓ کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ اے بلالؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

چاہتے ہیں کہ تم اس وقت اذان کہکر اُنہیں آنحضرتؐ کا زمانہ یاد دلاؤ۔
بلالؓ نے جواب دیا کہ میں آپ کا ارشاد بجالاؤں گا ✣

حضرت بلالؓ کی اذان اور اُس کا اثر

چند منٹ کے بعد حضرت بلالؓ اذان دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے پہلی مرتبہ "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہا تو تمام مسلمانوں کے بدن کانپنے لگے۔ جب دوسری دفعہ اس کلمہ کی تکرار کی تو سوز و گداز میں اور ترقی ہوئی اور جب اس کے بعد اُنہوں نے کہا اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ تو مسلمانوں کی طبیعتیں بالکل بے قابو ہوگئیں اور چاروں طرف سے گریہ وزاری کی آوازیں آنے لگیں قریب تھا کہ مسلمانوں کے قلوب پھٹ جائیں ✣

یہ حالت دیکھکر حضرت بلالؓ اذان کا سلسلہ اسی جگہ قطع کر دینا چاہتے تھے۔ مگر خیر اُنہوں نے اذان کو پورا ہی کر دیا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اسی اذان کے متعلق اپنی کتاب "الفاروق" میں لکھا ہے کہ

"بلال نے اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ کا عہد مبارک یاد آگیا اور رقت طاری ہوئی۔ ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کی ہچکی لگ گئی اور دیر تک ایک اثر رہا۔"

حضرت بلالؓ اذان ختم کر چکے تو حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی ✣

حضرت عمرؓ سے بلالؓ کی ایک شکایت

نماز کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا کہ یا امیر المومنین

لشکرِ شام میں جو افسر ہیں وہ پرندوں کا گوشت اور عمدہ آٹے کی روٹیاں کھاتے ہیں اور عام اہل اسلام ان چیزوں سے محروم رہتے ہیں حضرت عمرؓ افسروں کی طرف متوجہ ہوئے تو یزید بن ابی سفیان نے کہا کہ اس ملک کا نرخ ہمارے ملک سے ارزاں ہے۔ وہاں جس قیمت پر روٹی اور کھجور ملتی ہے۔ یہاں اُسی قیمت پر پرندوں کا گوشت اور اچھا آٹا میسر آسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے افسروں سے کچھ نہیں کہا لیکن یہ حکم دیدیا کہ مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ سپاہیوں کی رسد بھی مقرر کردی جائے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ فرمایا کہ میں یہاں سے اُس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک غریب مسلمانوں کی خوراک وغیرہ کا معقول اور قابل اطمینان بندوبست نہ ہو جاوے۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ دیہات و مضافات سے تمام نادار و محتاج مسلمان بلائے جائیں۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ گیہوں جو۔ شہد۔ زیت۔ مسورا اور سرکہ وغیرہ کی قسم سے جملہ اشیائے خوردنی تم لوگوں کو تمہارے سرداروں کی معرفت ملیں گی۔ اس کے سوا میں بیت المال سے بھی میں تمہاری مدد کرونگا۔ اگر تمہارے سردار یہ چیزیں تمہیں نہ دیں یا کسی وقت موقوف کر دیں تو تم مجھے اطلاع دینا۔ میں جس سردار کی فروگذاشت دیکھوں گا اُسے معزول کر دوں گا ایک حضرت بلالؓ کی بدولت بہت سے غریبوں کا بھلا ہو گیا۔

اِس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور اُس مقام پر پہنچے جہاں حضرت ابو عبیدہؓ کی فرودگاہ تھی۔ یہاں اُنہوں نے چار رکعت نماز پڑھی اور مسلمانوں میں تہلیل و تکبیر کا شور

بلند ہوا جسے سُنکر اہل بیت المقدس حیران و ششدر رہ گئے اُن کے بطریق نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو یہ بغیر جنگ کے مسلمانوں نے کیا شور مچایا ہے چند رومی شہر پناہ کی دیوار پر آئے تو انہیں اصل حقیقت معلوم ہوئی اور انہوں نے بطریق سے جاکر کہا کہ مسلمانوں کے خلیفہ عمرؓ بن خطاب آئے ہیں۔ مسلمان اُن کی آمد پر اظہار مسرت کر رہے ہیں ؎

صبح کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے اہل بیت المقدس کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اُس نے رومیوں کو حضرت عمرؓ کی آمد کی اطلاع دی اور پوچھا کہ کہو اب تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے رومیوں نے فوراً بطریق کو آگاہ کیا وہ یہ خبر سنتے ہی صلیبیں وغیرہ لگا کر خوب ٹھاٹھ سے برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ بیت المقدس کا حاکم اور اس کے علاوہ بہت سے جلیل القدر افسر تھے۔ جب بطریق سامنے آیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ ہمارے سردار تشریف لائے ہیں۔ تم ان سے ملو اور اپنا وعدہ وفا کرو۔ بطریق نے کہا۔ اچھا تم اُنہیں شہر کے قریب لاؤ۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی اور خلافت مآبؐ چلنے پر آمادہ ہوئے۔ روانگی کے وقت بعض مسلمانوں نے عرض کی کہ یا امیر المومنینؓ! آپ اُن لوگوں کی طرف تنہا تشریف لے جاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو وہ آپ سے دغا کریں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کچھ پرواہ نہیں مسلمانوں کو خدا پر بھروسا کرنا چاہیئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے ساتھ ابو عبیدہؓ کے سوا کوئی نہ تھا۔ جب حضرت عمرؓ قریب پہنچے تو بطریق نے ایک غایر نظر ڈالی اور باآواز بلند پکار اُٹھا کہ خدا کی قسم وہ شخص یہی ہیں جنکی تعریف کتابوں میں لکھی ہے بے شک یہی ہمارے شہر کو فتح کریں گے۔ یہ محمدؐ بن عبداللہ

کے صحابی ہیں اس کے بعد بطریق نے اہل بیت المقدس کے کہا کہ کھول دو دروازے شہر کے اور جاؤ تم ان کے پاس اور طلب کرو ان سے امان +

حضرت عمرؓ یہ حالت دیکھکر اپنے اونٹ کے پالان پر سجدے میں گر پڑے اور رومیوں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ جزیہ دینے کا اقرار کرو گے تو ہم تمہیں امان دیں گے۔ اس کے بعد رومی شہر میں واپس چلے گئے اور حضرت عمرؓ نے رات اپنے خیمہ گاہ میں بسر کی۔ اور اگلے روز صبح کے وقت بیت المقدس میں داخل ہو گئے۔ اور ایک جگہ محراب کا نشان بنایا اور اس طرح مسجد قایم کر کے مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ جب مسلمان مصروف نماز تھے تو رومیوں نے اُن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن بعض ذی فہم اشخاص نے اُنہیں روک دیا اور کہا کہ اس کا نتیجہ تمہارے لئے خواری اور رسوائی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا +

حضرت بلالؓ بیت المقدس کی لڑائی میں اول سے آخر تک شریک رہے اور اُنہوں نے امور اسلام کی انجام دہی میں کبھی پس و پیش نہ کیا +

جنگ قیساریہ میں حضرت بلالؓ کی شرکت

اس جنگ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ قیساریہ کے سرلشکر حضرت عمرؓو بن العاص تھے۔ جب ان کی آمد کی اطلاع قسطنطین پسر ہرقل کو ہوئی تو اُس نے ایک مخبر کو مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اور سامان وغیرہ دریافت کرنے پر مامور کیا۔ یہ مخبر مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچا اور اُس نے جملہ اشیا پر نظر ڈالی کہ ناگہاں اُس کا گذر اہل یمن میں ہوا۔

جو آگ روشن کئے بیٹھے تھے۔ وہ کچھ عرصہ تک ان کی باتیں سنتا رہا۔ مگر جب اُٹھنے کا ارادہ کیا تو اُس کا پاؤں دامن میں اُلجھ گیا۔ اس وقت اس کی زبان سے بیساختہ کلمۂ کفر نکل گیا۔ اہل یمن نے اس کو فوراً جاسوس سمجھکر پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔ جب حضرت عمروؓ بن العاص کو جاسوس کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ اہل یمن پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نے مخبر کو قتل کیوں کر دیا اُسے میرے پاس کیوں نہ لائے کہ میں اُس سے دشمن کی تیاری کا حال پوچھتا۔ آیندہ جو نیا آمی یا مخبر کسی کو ملے وہ ہرگز ہرگز ہلاک نہ کیا جائے بلکہ میرے سامنے پیش کیا جائے

اِدھر تو یہ قصہ ہؤا۔ اُدھر جب جاسوس کی واپسی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی تو قسطنطین کو اُس کے مارے جانے کا شبہ ہؤا۔ اور اُس نے دریافت حال کے لئے ایک اور جاسوس روانہ کر دیا۔ وہ مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچا اور دیکھ بھال کے بعد بادشاہ سے جاکر کہا کہ مسلمانوں کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہے۔ قسطنطین نے کہا قسم ہے مسیح کی۔ میں ان سے ضرور جنگ کروں گا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے تمام بطریقوں اور سرداروں کو جمع کیا اور دس ہزار جنگجوؤں کی ایک جماعت ترتیب دے کر ایک عیسائی افسر کو اُس پر مامور کیا۔ اور اتنی ہی جماعت کا سردار ایک رومی کو بنایا اور باقی لشکر کی قیادت اپنے متعلق رکھی اس طرح قسطنطین پورے آلات و سامان سے مسلح ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کو نکلا۔

یسار بن عون کا قول ہے کہ دیکھا ہم نے رومیوں کا پہلا لشکر دس ہزار کی تعداد میں۔ مسلمانوں کی تعداد پانچ ہزار تھی اس لئے وہ

رومیوں کو دیکھ کر خوش ہوئے کہ ایک ایک مسلمان دو دو رومیوں کو آسانی سے مار ڈالے گا۔ لیکن فوراً ہی دس ہزار سواروں کے ساتھ رومیوں کا دوسرا لشکر نمودار ہوا۔ اب مسلمانوں کو کسی قدر فکر ہوئی اور بظاہر فکر کی بات بھی تھی کیونکہ اپنے سے چوگنے لشکر کا مقابلہ کرنا سہل نہ تھا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاص نے کچھ پروانہ کی اور مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ "اے مسلمانو! جان لو تم اس بات کو کہ جو شخص خدا اور آخرت پر بھروسا رکھتا ہے وہ دشمن کی کثرت تعداد سے نہ ڈریگا اُس آدمی کی حالت بہت اچھی ہے جو کفار کی صفوں میں مارا جائے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اُس کے واسطے جنّت ہو گی۔ اگر تم جلدی نہ کرتے جاسوس کی ہلاکت میں تو وہ ہمیں لشکر کفار کی کثرت و کیفیت سے آگاہ کرتا۔ خدائے غالب و برتر کا حکم مغلوب نہیں ہوتا" +

اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے اپنے افسروں سے پوچھا کہ اگر تم لوگوں کی رائے ہو تو حضرت ابو عبیدہ سے فوجی مدد مانگی جائے۔ کیونکہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس پر ربیعہ بن عامر نے کہا کہ اے عمرو بن العاص ہم تمہارے ساتھ ہیں پس تم کسی طرح کی فکر نہ کرو اور دشمن کی طرف بڑھو۔ خدا اس معرکہ میں بھی ہماری اُسی طرح مدد کریگا جس طرح اس سے پہلے معرکوں میں کر چکا ہے۔ ہمیں اُسی پر بھروسا رکھنا چاہیئے +

حضرت عمرو بن العاص نے ربیعہ کی گفتگو کو غور سے سُنا اور فرمایا۔ خدا کی قسم تم نے بہت سچ کہا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو تیاری کا

درود بھیجا۔ یہ آوازیں دشت و جبل میں گونج اٹھیں۔ اور انہوں نے رومیوں کے قلوب پر ہیبت طاری کر دی۔ چنانچہ قسطنطین نے لشکر مجاہدین پر نظر ڈالی تو اُسے ان کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ دکھائی دی اور اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ مسلمان بہت زیادہ ہیں۔ جب باہان ارمنی دس لاکھ فوج سے اُن کا کچھ نہ کر سکا تو میں ان پر کیونکر غالب آسکوں گا۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں میں کچھ دھوکا کروں گا +

اس کے بعد اُس نے اپنے ایک افسر کو بلایا اور اُس سے کہا کہ تم مسلمانوں کی طرف جاؤ اور اُن سے کہو کہ بادشاہ ایک ایسے واقف الحال اور فصیح البیان اور شریف النسب کو طلب کرتا ہے جو اُس کی باتوں کا جواب احسن جواب دے سکے۔ جب قسطنطین کا قاصد مسلمانوں کے لشکر میں آیا تو اُس نے چلا کر کہا کہ مجھے بادشاہ قسطنطین نے تمہارے پاس بھیجا ہے وہ تم سے صلح کرنا چاہتا ہے اور اس امر کا خواہاں ہے کہ تم اپنا ایک ہوشیار اور معزز سردار گفت و شنید کی غرض سے اُس کے پاس بھیجو۔ سب مسلمان رومی قاصد کا یہ کلام سُن رہے تھے۔ آخر حضرت عمرو بن العاص نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص یہ خدمت بجا لائے گا حضرت بلال رضؓ فوراً آگے بڑھ کر بول اُٹھے کہ یہ کام میں انجام دوں گا حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اے بلال رضؓ! تمہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے رنج مفارقت نے شکستہ حال کر رکھا ہے قطع نظر اس سے تم حبشی ہو اہل عرب سے نہیں ہو اس لئے تم جا کر کیا کرو گے۔ مگر حضرت بلال رضؓ نہ مانے اور کہا قسم ہے تم کو حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اس کام کے لئے تم مجھے ہی روانہ کرو۔ حضرت عمرو بن العاص نے

جواب میں فرمایا کہ تم نے مجھے بہت بڑی اور بزرگ قسم دلائی ہے اس لئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ تم جاؤ اور حق تعالیٰ سے اعانت طلب کرو۔ جواب میں فصاحت سے کام لو اور شریعت اسلام کی بزرگی وبرتری ظاہر کرو۔ حضرت بلال رضؓ نے کہا کہ انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی ہوگا+

حضرت بلالؓ اس روز ایک قمیص پہنے ہوئے تھے اور اُن کے سر پر صوف کا عمامہ تھا اپنی تلوار اور توشہ دان کو کندھے پر لٹکائے ہوئے تھے اور عصا ان کے ہاتھ میں تھا جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے نکل کر چلے تو رومی سردار کو بہت افسوس ہوا اور اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ مسلمان ہماری چنداں توقیر وعزت نہیں کرتے اسی لئے اپنا ایک حبشی غلام ہمارے بادشاہ کے پاس بھیجنے کو تجویز کیا ہے۔ قاصد نے حضرت بلالؓ سے رستے ہی میں کہا کہ تم واپس جاؤ اور اپنے سردار سے کہو کہ بادشاہ کسی سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہے+

حضرت بلالؓ نے اُسے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلعم کا مؤذن ہوں اور تمہارے بادشاہ کی ہر بات کا معقول جواب دے سکتا ہوں قاصد نے کہا اچھا تم یہیں قیام کرو میں بادشاہ سے پوچھکر آتا ہوں قاصد نے قسطنطین سے جا کر کہا کہ اے بادشاہ مسلمانوں نے تیرے پاس گفت وشنید کے لئے اپنے ایک غلام کو بھیجا ہے اور یہ کارروائی اُنہوں نے اس وجہ سے کی ہے کہ وہ ہمیں وقیع ومعزز نہیں سمجھتے۔ اُنہوں نے جس غلام کو بھیجا ہے وہ سیاہ رنگ۔ دراز قامت اور بڑے ڈیل ڈول کا آدمی ہے۔ محمدؐ کے زمانے میں اذان دینے کا کام ا[illegible] کرتے تھے۔ جب قسطنطین نے حضرت بلالؓ کی صورت وحالت کی

کیفیت سنی تو وہ کچھ ڈر سا گیا اور قاصد سے کہا کہ تو جا کر اس غلام کو واپس کر دے۔ چنانچہ قاصد حضرت بلالؓ کے پاس آیا اور اِن سے کہا کہ بادشاہ تم سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ تم جا کر اپنے سردار سے کہہ دو کہ وہ کسی معزز آدمی کو گفتگو کے لئے بھیجے۔ حضرت بلالؓ شکستہ دلی کے ساتھ واپس آئے اور حضرت عمرو بن العاص سے تمام کیفیت بیان کردی +

اِس موقع پر بے نیل مرام واپس آنے سے بظاہر حضرت بلالؓ کی منقصت کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو اِس کارروائی سے قدرت نے بلالؓ کی عزّت وحیثیت میں کئی درجہ کا اضافہ کر دیا۔ اِن کے رومیوں کو خود بخود یہ احساس ہؤا۔ کہ مسلمانوں کے دل سے ہماری توقیر وعزّت اُٹھ گئی۔ اِسی لئے اُنہوں نے ازراہ ذلّت وحقارت ہمارے بادشاہ سے گفت وشنید کے لئے اپنے غلام کو بھیج دیا۔ ایک سرکش اور مغرور دشمن کے دل میں یہ خیال آنا ازروئے سیاست نہایت معنی خیز ہے۔ اِس کے علاوہ حضرت بلالؓ کی شکل وصورت اور ظاہری وضع وقطع بھی رومیوں پر اثر ڈالنے والی ثابت ہوئی۔ بیچارے رومیوں کو کیا خبر تھی۔ کہ اسلام نے محمود اور ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے آقا اور غلام میں کچھ فرق نہیں رکھا +

اِس کے بعد خود حضرت عمرو بن العاص روانگی پر آمادہ ہوئے اور اُنہوں نے شرجیل بن حسنہ کاتب رسول اللہ سے فرمایا۔ کہ اب میں خود اُس کے پاس جاتا ہوں۔ اور اپنی جگہ تمہیں مسلمانوں کا افسر مقرر کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے ایک عمامہ باندھا۔ بغل

میں تلوار لٹکائی۔ اور رکاب میں نیزہ لگایا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر
چلے قسطنطین کا قاصد انہیں دیکھ کر مسکرایا۔ حضرت عمرو نے اُس سے
ہنسی کا سبب پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ تمہارے لباس اور ہتھیار
دیکھ کر ہنسا ہوں۔ اِس پر حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ ہتھیار لگانا
اہل عرب کی خصوصیات میں داخل ہے۔ یہ مجھے اُس وقت مدد دیں گے
جب تم مجھ سے فریب کرو گے۔ قاصد قسطنطین کے پاس گیا۔ اور
اُسے حضرت عمرو بن العاص کی آمد سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ
جس حالت میں ہیں میرے پاس لے آؤ۔ جب حضرت عمرو قسطنطین
کے خیمہ کے قریب پہنچے تو گھوڑے سے اُتر کر پیدل چلنے لگے۔ اور
آمنا سامنا ہونے پر ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ بادشاہ نے حضرت
عمرو بن العاص کے لئے تخت پر جگہ خالی کی۔ مگر اُنہوں نے بیٹھنے سے
انکار کر دیا اور کہا کہ خدا کا فرش یعنی زمین تیرے فرش سے پاک ہے۔
جسے خدا نے ہمارے لئے مباح کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرو بن العاص
زمین پر چار زانو بیٹھ گئے۔ اپنے نیزے کو اپنے آگے اور تلوار کو اپنی
زانو پر رکھ لیا۔ اِس کے بعد قسطنطین سے کہا کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو
قسطنطین نے ایک طویل گفتگو کے بعد حضرت عمرو بن العاص ہی کا مافی الضمیر
معلوم کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عمرو نے فرمایا کہ بس تین باتیں ہیں
یا تو تم مسلمان ہو جاؤ۔ یا جزیہ دو۔ ورنہ ہم سے لڑو قسطنطین نے اسلام
لانے اور جزیہ دینے سے انکار کیا۔ تو حضرت عمرو بن العاص بڑی پھرتی
اُٹھ کر اپنے گھوڑے کی طرف بڑھے۔ اور اُس پر سوار ہو کر چند منٹ کے

خدا کا شکر ادا کیا ۔

اس کے بعد مسلمانوں اور رومیوں میں گھمسان کا رن پڑا ۔ رومیوں کے بہت سے جلیل القدر افسر مارے گئے ۔ آخر قسطنطین نے اپنے حواریوں سے کہا کہ یہ لوگ بڑے سخت ہیں ۔ ان کا مغلوب ہونا بڑا مشکل ہے ۔ اس لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ہم یہاں سے کوچ کر جائیں ۔ قسطنطین کے ساتھیوں نے جان بچتی دیکھ کر بغیر تامل یہ تجویز منظور کر لی ۔ اور رات کے وقت رومیوں کا لشکر فرار ہو گیا ۔ سعید بن جابر کا قول ہے کہ ہم نے صبح کو آفتاب نکلنے پر دیکھا ۔ تو رومیوں کا کہیں نام و نشان تک نہ پایا ۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں مسلمانوں کے منصور و مظفر ہونے کی اطلاع بذریعہ قاصد بھیجی ۔

حضرت بلالؓ کے جہاد کی نوعیت

ناظرین کرام کو گذشتہ صفحات کے ملاحظہ سے بخوبی واضح ہو گیا ہو گا ۔ کہ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات تک قریباً تمام غزوات میں شریک رہے ۔ اور اُس کے بعد اپنی زندگی بھر مسلمانوں کے دوش بدوش علاقۂ شام میں مشرکوں سے جنگ کرتے رہے ۔ اس لئے ان کے مجاہد کبیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ۔ یہ اور بات ہے ۔ کہ وہ حضرت عمرؓ بن خطاب ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ ۔ حضرت عمرو بن العاص حضرت خالدؓ بن ولید ۔ ضرار بن الازور ۔ شرجیل بن حسنہ اور حضرت

ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہ کی طرح تن تنہا کفار کے مقابلہ پر بہت کم نکلے
ہیں۔ یعنی جب کوئی مشرک میدان جنگ میں آکر مبارز طلب ہوا تو جہانتک
واقعات وحالات سے پتا چلتا ہے۔ حضرت بلال کبھی اُس سے لڑنے کو
نہیں نکلے۔ مگر اِس سے اُن کی شجاعت وشہامت میں کسی قسم کا خلل
نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ بفضلہ تعالٰے صحابۂ عظام کی تعداد ہزاروں سے
متجاوز تھی۔ اِس لئے اِن میں سے ہر شخص کو دشمن سے تن تنہا جنگ
کرنے کا موقع بمشکل میسر آسکتا تھا۔ مخالف کی طرف سے عموماً وہی
شخص میدان جنگ میں نبرد آزمائی کے لئے آتا تھا۔ جسے اپنی قوت و
شجاعت پر پورا بھروسا ہوتا تھا۔ اِس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف
سے بھی ایسا ہی مرد میدان مقابلہ کو نکلتا تھا۔ جس پر مسلمانوں کو پہلے
سے اعتبار ہوتا تھا۔ اور جس کے فنونِ حرب کا کئی بار تجربہ ہو چکتا تھا
ورنہ صحابہؓ میں بلحاظ شجاعت ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر تھا۔ اور
اِن میں سے ہر ایک نے اپنی جان کو خدا اور اس کے رسول کے
نام پر فروخت کر دیا تھا۔ حضرت بلالؓ اکثر غزوات میں شریک رہ کر
دیکھ چکے تھے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کس تیاری۔ مستعدی
اور اولوالعزمی کے ساتھ کفار سے جنگ کیا کرتے تھے۔ غزوۂ احد
میں آنحضرتؐ کو جو سانحۂ دلگداز پیش آیا وہ اِس امر کی بین دلیل ہے
کہ رسالت مآبؐ اسلام اور خدا کی راہ میں سخت سے سخت تکلیف و
اذیت برداشت کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ پس جن لوگوں کو ایسے
ہادیٔ برحق کی ہم نشینی اور غلامی کا فخر حاصل ہو۔ وہ اسلام اور خدا کے

آدمی تھے۔ اگر اُن میں خدمت گذاری اور جاں نثاری کا بیش از بیش
جذبہ نہ ہوتا۔ تو اور کس میں ہوتا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی
تک تو بلالؓ ایک وفادار و جان نثار خادم کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے تابع فرمان رہے یعنی اپنی ذاتی خواہش سے اُنہیں کوئی کام انجام
دینے کی ضرورت نہ تھی۔ صرف آنحضرتؐ کے اشارے پر چلنا اِن کا
خاص مقصد تھا۔ مگر اِس حالت میں کیسے کیسے نظارے اُن کے پیش
نظر رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ بعثت کے بعد رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی زندگی کا بڑا حصہ غزوات میں صرف ہوا تھا۔ اور دربار نبویؐ
میں شب و روز یہی مشغلے تھے۔ کہ آج کسی جگہ جہاد پر جانے کی تیاریاں
ہو رہی ہیں۔ آج کہیں سے مالِ غنیمت آ رہا ہے آج سامانِ حرب کی
فراہمی کا انتظام ہے۔ آج میدان جنگ میں استعمال کرنے کے لئے
جھنڈے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سب باتیں حضرت بلالؓ کے سامنے
ہوا کرتی تھیں۔ جس سے اِن کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ اور وہ خود بھی
اِن امور میں ذوق شوق سے حصہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حارث بن
حسان سے روایت ہے۔ کہ "جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو میں نے دیکھا
کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور سیاہ جھنڈا لہرا رہا ہے۔ دریافت
کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم عمرو بن العاص
کو جہاد کے لئے کسی طرف بھیجنے والے ہیں۔ یہ اُن کی روانگی کا جلسہ
ہے۔ بلالؓ اِس وقت تلوار لئے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کے سامنے کھڑے تھے"۔

گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکھتے تھے بلالؓ کی حالت

اِس مصرع کی مصداق تھی ع۔

کر لیا کام وہی جس کا ہمیں حکم ملا

لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اِن کے طبعی رجحان کا پورا اندازہ ہوا جبکہ اُنھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ سے جہاد میں شریک ہونے پر اصرار کیا۔ اگر حضرت بلال رضؓ آرام طلب اور جاہ پسند ہوتے تو مدینہ منوّرہ سے باہر قدم نہ نکالتے اور بہ حیثیت موذّن اپنی عمر نہایت لطف و اسایش سے بسر کر دیتے۔ لیکن وہ اِن باتوں کے لئے مُسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اُن کی زندگی کا مدعا اسلام پر مرنا تھا۔ وہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُن چکے تھے۔ کہ اسلام میں جہاد سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ اِس لئے اِس سب سے بڑی عبادت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اُنھوں نے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اور اپنی عمر کا آخری حصہ جہاد میں بسر کر دیا۔ اگرچہ حضرت بلال رضؓ کی جنگ میں شہید ہونے کی آرزو جس کا اُنھوں نے بارہا اظہار کیا تھا۔ پوری نہ ہو سکی۔ تاہم اُنھوں نے جس نیت جس خلوص جس ذوق و شوق اور جس شجاعت و شہامت سے ہر معرکہ میں حصہ لیا۔ وہ اُنہیں مجاہدین اعظم کی صفِ اوّلین میں ضرور کھڑا کر دیتی ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے اِس سے بڑھ کر فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے +

بذریعہ خواب مدینہ میں حضرت بلال رضؓ کی طلبی

اس میں کوئی کلام نہیں کہ حضرت بلال رضؓ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

کے عاشق جان نثار تھے۔ آنحضرت کی زندگی میں وہ اُن کے بندۂ بے دام بنے رہے اور جب حضرت کا وصال ہوگیا تو بلالؓ سے زیادہ کسی صحابی نے صدمۂ مفارقت محسوس کیا۔ اکثر صحابۂ کرام بلالؓ سے دلی ہمدردی اور اُن کی دل جوئی کا خیال رکھتے تھے۔ اگر حضرت بلالؓ کی ادھر یہ حالت تھی۔ تو اُدھر حضور سرور کائنات کا روحانی فیض بھی اُن سے غافل نہ تھا۔ مدینہ سے جو انوار اُٹھتے تھے۔ وہ شام میں حضرت بلالؓ کے گھر تک چلے آتے تھے۔ اور اُن کے دل و دیدہ کو روشن کر دیتے تھے +

ایک* شب حضرت بلالؓ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ کہ اے بلال! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے آؤ۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال کی عجیب حالت ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کر کے اِن کے ہوش و حواس پراگندہ ہوگئے۔ آخر وہ صبح کو نہایت اندوہ الم کی حالت میں اپنے بستر سے اٹھے اور سیدھے مدینے کی طرف چل کھڑے ہوئے ؎

منہ اُٹھا کر چل دیئے سیدھے مدینے کی طرف
ہم سے یہ دیوانہ پن میں خواب دانائی ہوئی

حضرت بلالؓ مدینے پہنچ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس پر حاضر ہوئے۔ اور مزار پر سر رکھ کر زار زار رونے لگے۔ اِس اثناء میں حضرت بلالؓ کی آمد کی خبر عام طور پر مشہور ہوگئی۔ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ حضرت بلالؓ کے پاس گئے۔ بلالؓ نے اِن دونوں کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اِن کے ہاتھ اور منہ کو بوسے دینے لگے +

* اسد الغابہ تذکرہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ۱۲ +

حضرات حسنینؓ کی خواہش پر بلالؓ کی اذان

جب حضرت بلالؓ مزار مبارک کی زیارت سے فارغ ہو چکے تو حضرات حسنینؓ نے کہا کہ اے بلالؓ ہماری خواہش ہے کہ صبح کی اذان تم کہو۔ چونکہ فرمایش کرنے والے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے تھے۔ اس لئے حضرت بلالؓ بے چون وچرا اُن کی تعمیل ارشاد پر آمادہ ہو گئے۔ تمام مدینے میں حضرت بلالؓ کے اذان دینے کی خبر مشہور ہو گئی تھی۔ اس لئے مرد تو مرد عورتیں بھی بہ شوق دل اس کی منتظر تھیں۔ جب صبح کی اذان کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ مسجد کی چھت پر اذان کہنے کے لئے چڑھے۔ انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی تکرار کی تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ تمام سرزمین مدینہ میں زلزلہ آگیا ہے اس کے بعد جب انہوں نے اَشْہَدُ اَنْ لا الٰہ الا اللہ کہا تو جنبش میں اور ترقی ہوئی۔ پھر جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو لوگوں نے اضطراب و اضطرار کی کچھ انتہا نہ رہی۔ یہاں تک کہ عورتیں دیوانہ وار پردوں سے باہر آگئیں۔ صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ مدینے میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں کبھی نہیں دیکھی گئیں +

حضرت بلالؓ اپنے دل میں خدا اور اُس کے رسول کا دردِ عشق رکھتے تھے۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ جب اُن کے مُنہ سے خدا اور رسول کا نام نکلتا تھا۔ تو لوگ بیتاب ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے ؎

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت بلالؓ اور ابوسفیان

حضرت جریرؓ بن حازم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ بہت سے اصحاب جن میں سہلؓ بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب اور حارث بن ہشام بھی شامل تھے۔ حضرت عمرؓ کی ملاقات کو آئے۔ اتفاق سے اسی وقت اہل بدر مثل صہیب۔ عمار اور بلال وغیرہ بھی دروازے پر موجود تھے جن میں سے اکثر آزاد شدہ غلام اور دنیاوی حیثیت سے معمولی درجے کے لوگ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے پہلے انہیں کو بلایا یہ امر ابوسفیان کو جو اپنی خاندانی وجاہت پر نازاں تھے۔ بہت ناگوار گذرا اور اُن کے دل کی بات زبان تک آئے بغیر نہ رہی۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنے رنج واندوہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ میں نے آج کی طرح سخت دن کبھی نہیں دیکھا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ غلاموں کو ہم سے پیشتر دربار میں جانے کی اجازت ملتی ہے۔ اور ہم انتظار کرتے ہیں۔ ہماری طرف کچھ توجہ نہیں ہوتی۔ ابوسفیان کی یہ گفتگو سُن کر حضرت سہل بن عمر نے کہا کہ اے بھائیو! تمہارے چہرے پر غم وغصہ کے جو آثار ہیں وہ میں اچھی طرح دیکھتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم کو اس بات میں حضرت عمرؓ کی نہیں بلکہ خود اپنی شکایت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اسلام نے سب کو ایک آواز سے بُلایا تھا۔ ان لوگوں نے اس دعوت کے قبول کرنے میں جلدی کی۔ اور تم نے دیر لگائی۔ پس جو اپنی شامت سے پیچھے رہے وہ آج بھی پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد حضرت سہل نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ لوگ تم پر جس بات میں

سبقت لے گئے ہیں۔ اب اُس کا کچھ علاج نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اب تم جہاد کی کوشش کرو شاید اللہ تعالےٰ تمہیں شہادت کا مرتبہ نصیب کرے +

ایک جلیل القدر صحابی کا قول ہے کہ خدا کی قسم اللہ تعالےٰ اُس بندے کو جو اُس کی فرمانبرداری میں جلدی کرتا ہے اُس بندے کی طرح نہ کرے گا۔ جو اُس کی اطاعت میں تاخیر کرتا ہے +

حقیقت یہ ہے کہ حضرات صہیبؓ۔ بلالؓ اور عمارؓ اہل بدر میں تھے جن کے متعلق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ لوگ اہل اسلام میں بزرگ تر ہیں۔ پس یہ ناممکن تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ جن کی نصفت شعاری اور حق گوئی دشمنوں تک سے خراج تحسین وصول کر چکی تھی۔ ان لوگوں کو حسب فرمودۂ رسول اہل اسلام میں بزرگ تر نہ سمجھتے۔ اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی اور صاحب مسند خلافت پر متمکن ہوتے تو ممکن تھا۔ کہ وہ ابوسفیان وغیرہ کی دنیاوی شوکت وحشمت کا خیال کر کے انہیں بلال وغیرہ سے پہلے ہی ملاقات کے لئے طلب کر لیتے۔ لیکن حضرت عمرؓ سے یہ توقع ہرگز نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے ابوسفیان وغیرہ کی سبکی اور ناراضی کا مطلق خیال نہ فرمایا۔ اور اسی اصول پر کاربند ہوئے جو اُنہیں پیغمبر اسلام نے تلقین کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ عمرؓ بن خطاب رحم کرے۔ کہ وہ حق کہتے ہیں۔ اگرچہ کسی کو تلخ معلوم ہو +

حضرت بلالؓ اور ذوالجوشنؓ

یہ ذوالجوشن شمر کے والد ہیں جس نے حضرت امام حسین کو شہید کیا تھا۔ ان کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ اس لئے لوگ انہیں ذوالجوشن کہتے تھے۔ بڑے اچھے شاعر اور شہوار تھے۔ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے۔ تو ذوالجوشن اپنے گھوڑے کا (جس کا نام قرحا تھا) ایک بچہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے بدلے تمہیں بدر کے مال غنیمت کی عمدہ زرہیں نہیں دے سکتا۔ ذوالجوشن نے کہا کہ میں زرہیں نہیں لیتا مجھے ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس کے بعد آنحضرت نے پوچھا کہ اے ذوالجوشن تم اسلام کیوں نہیں لاتے۔ ذوالجوشن نے کہا کہ میں اسلام نہ لاؤنگا۔ کیونکہ آپ کی قوم آپ کی دشمن ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کیا تمہیں ان کی لڑائیوں کا حال معلوم نہیں۔ ذوالجوشن نے جواب دیا کہ ہاں معلوم ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ پھر تم کب ہدایت پاؤگے۔ ذوالجوشن نے کہا۔ جب آپ مکہ کو فتح کرلیں گے اور وہاں رہنے لگیں گے حضرتؐ نے فرمایا اگر تم زندہ رہوگے۔ تو یہ بھی دیکھ لوگے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا۔ کہ ذوالجوشن کی تھیلیاں لے کر ان میں عجوہ نامی کھجوریں بھر دو۔ حضرت بلالؓ نے اس حکم کی تعمیل کردی۔ ذوالجوشن آنحضرتؐ کے پاس سے اٹھ کر چلے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ شخص بنی عامر کے عمدہ سواروں میں ہے۔

ذوالجوشن کہتے تھے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ مقام عوده میں تھا۔ کہ یکایک ایک سوار آیا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تو کہاں سے آتا ہے اُس نے کہا میں مکہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم محمدؐ وہاں غالب آ گئے اور وہیں مقیم ہیں۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد ذوالجوشن مسلمان ہو گئے ؛۔

حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کے خاص آدمی تھے۔ اِس لئے انہیں سب قسم کی خدمات انجام دینی پڑتی تھیں۔ جو لوگ حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ہو کر آتے تھے۔ حضرت بلال اُن کی میزبانی و مدارات کا کام انجام دیا کرتے تھے۔ اور اُن کے آرام و آسایش کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے ؛۔

مختلف قسم کے روزے اور بلالؓ

نماز کے متعلق تو حضرت بلالؓ کی بڑی خصوصیت یہ تھی۔ کہ وہ اذان کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اِس فریضہ کے ادا کرنے کے لئے بُلایا کرتے تھے۔ گویا اسلام کے اِس بہت بڑے رکن کا ابتدائی اہتمام و انصرام انہیں سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن دوسرے رکن روزے میں بھی اِن کی چستی و مستعدی قابل تذکرہ ہے۔ چنانچہ علقمہ ابن سفیان کا بیان ہے کہ میں قبیلۂ ثقیف کے اُن لوگوں میں تھا۔ جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ کے مکان کے قریب ہمارے لئے دو خیمے نصب کرا دیئے تھے۔ بلال ہمارے پاس آتے اور رمضان میں ہمیں روزہ افطار کراتے تھے حالانکہ اُس وقت خوب روشنی پھیلی ہوتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ

کے مطابق بعد غروب آفتاب فوراً روزہ افطار کر لیا جاتا تھا۔ زیادہ سیاہی پھیلنے کا انتظار نہ کیا جاتا تھا۔

اس بیان سے بھی یہ بات بوجہ احسن پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی تواضع و تکریم کا کام حضرت بلالؓ ہی کے سپرد تھا۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ کہ تم سے دوشنبہ کا روزہ ترک نہ ہونے پائے۔ اس لئے کہ میں دوشنبہ ہی کے دن پیدا ہوا۔ اور دوشنبہ ہی کو مجھ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور دوشنبہ ہی کو میں نے ہجرت کی ہے۔

حضرت بلالؓ کے اسلامی بھائی

چونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں مشرکوں اور مسلموں کی سخت کشمکش رہتی تھی۔ یعنی ایک ہی کنبے اور ایک ہی گھرانے کے چند آدمیوں میں سے کچھ مسلمان ہو جاتے تھے۔ اور کچھ بدستور کافر و مشرک رہتے تھے۔ اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ بیٹا مسلمان ہو گیا۔ اور باپ مشرک رہا۔ یا باپ اسلام لے آیا اور بیٹا کفر و شرک سے تائب نہ ہوا۔ ایک بھائی خدا اور رسول کا کلمہ پڑھنے لگا۔ تو دوسرا بتوں کی خدائی کا بندہ بنا رہا۔ اور اسی سلسلہ میں لوگوں نے یہ عجیب و غریب نظارہ بھی دیکھا۔ کہ جب مشرکوں اور مسلموں کی جنگ ہوئی تو ایک طرف ایک بھائی تھا۔ اور دوسری جانب دوسرا بھائی۔ یا ایک سمت بیٹا تھا۔ تو دوسری طرف باپ۔ اور

اسلام نے اِن میں ایسی تفریق کر دی تھی۔ کہ بیٹا باپ پر اور باپ بیٹے پر مہلک وار کرنے سے نہ چُوکتا تھا۔ بلکہ موقع مل جانے پر فوراً دھڑ سے سر الگ کر کے رکھ دیتا تھا۔ یہی حالت بھائی کی بھائی کے ساتھ تھی۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک جنگ میں امین الامت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کے والد عبداللہ* اِن کے مقابلہ پر آئے۔ مگر ابو عبیدہ بھی تلوار کھینچ کر میدان میں آ گئے اور باپ بیٹوں میں لڑائی ہونے لگی۔ آخر حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اِس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم۔ یعنی (اے نبی) تم اُن لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (کبھی ایسا) نہ پاؤ گے کہ اُن لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اُس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں گو وہ اُن کے باپ یا اُن کے بیٹے کیوں نہ ہوں۔

غرض اکثر گھرانوں اور خاندانوں کے افراد دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایسی حالت میں اس امر کی اشد ضرورت تھی۔ کہ جو لوگ اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اُن کے برادرانہ تعلقات کا کوئی مناسب انتظام کیا جاوے چنانچہ اِس غرض کو مدِنظر رکھ کر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مُسلمانوں میں سلسلۂ مواخات قایم کیا۔ رسالت مآب جب دو مسلمانوں سے فرما دیا کرتے تھے

* امین الامت کا صحیح نام اِس طرح ہے۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ الجراح۔ یعنی اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں ۱۲

کہ تم باہم بھائی بھائی ہو تو وہ دونوں آپس میں اِس خلوص و محبّت کا برتاؤ کرتے تھے۔ کہ اپنے حقیقی بھائیوں کو بھول جاتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف اور سعدؓ بن سبیع میں بھائی چارہ قائم کیا تھا۔ ایک روز سعدؓ نے اپنے اسلامی بھائی عبد الرحمٰنؓ سے کہا۔ کہ میرے پاس کچھ مال ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان نصف نصف ہونا چاہیے۔ اور میرے گھر میں دو بیبیاں ہیں انہیں دیکھ لو تم جسے پسند کروگے۔ میں اُس کو طلاق دے دونگا۔ تم عدّت گذرنے پر اِس سے نکاح کرلینا۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ تمہارے مال اور اہل میں عنایت کرے مجھے اِن کی کچھ حاجت نہیں ؏

یہی تھی وہ اسلامی اخوت جس کا دنیا میں غیر معمولی چرچا تھا۔ اور اب جس کا نام ہی نام باقی رہ گیا ہے ؏

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سید الشہدا حضرت حمزہؓ اور زید بن حارثہؓ کے درمیان مواخات کرادی تھی۔ اور حضرت معاذؓ بن جبل کو عبد اللہ ابن مسعود کا اسلامی بھائی بنایا تھا۔ اِن کے علاوہ اور سیکڑوں صحابہ میں رشتۂ اخوت قایم کر دیا تھا۔ حضرت بلالؓ کے اسلامی بھائی امین الامت حضرت ابو عبیدؓہ بن جراح مشہور سپہ سالارِ اسلام تھے۔ یہ کیفیت صاحب "اسد الغابہ" نے حضرت بلالؓ کے تذکرہ میں قلمبند کی ہے لیکن جہاں حضرت ابو عبیدہ کے حالات لکھے ہیں۔ وہاں اِن کا دینی بھائی حضرت ابو طلحہ انصاری کو ظاہر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ؏

اسی طرح حضرت خالدؓ کو جن کا تذکرہ اِس سے پیشتر حضرت بلالؓ کے ابتدائی حالات میں ہو چکا ہے کہیں اِن کا نسبی بھائی بتایا ہے۔ اور

نہیں دینی بھائی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خالد کے ساتھ حضرت بلالؓ کا برادرانہ برتاؤ تھا۔ انہوں نے اسی اخوت کے اقتضا سے اپنے ساتھ اپنے بھائی (خالد) کے لئے بھی ملک شام میں نکاح کی کوشش کی تھی۔ اور دونوں بھائی مرتے دم تک ایک ہی جگہ رہے تھے۔ ممکن ہے کہ حضرت ابو عبیدہ سے بھی بلالؓ کا بھائی چارا قایم ہوا ہو مگر اول الذکر قیادتِ مجاہدین کے خاص کام پر مامور تھے۔ اِس لئے کیا عجب ہے کہ اُنہیں حضرت بلالؓ سے اظہار اخوت کا بہت کم موقع ملا ہو +

نمازِ جمعہ اور بلالؓ

یوں تو حضرت بلالؓ ہر روز پانچ وقت اذان دیا ہی کرتے تھے۔ لیکن جمعہ کے دن اِن کی کچھ اور شان ہوتی تھی۔ وہ نہا دھو کر بہت پہلے مسجد میں آتے تھے اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ یہاں تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حاضرین کو سلام کرتے ہوئے تشریف لاتے اور منبر پر بیٹھ جاتے۔ حضرت بلالؓ اذان کہتے اور اِس کے ختم ہو جانے کے بعد جناب رسالت مآب فوراً خطبہ شروع کر دیتے جب تک منبر نہ بنا تھا۔ آپ کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے لیا کرتے تھے۔ اور کبھی اُس لکڑی کے ستون سے تکیہ لگا لیتے تھے۔ جو محراب کے پاس تھا۔ اور جہاں آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے لیکن منبر بن جانے کے بعد یہ عادت ترک ہو گئی تھی۔ آنحضرتؐ دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ جاتے تھے۔ اور اِس وقت کوئی

بلالؓ اقامت کہتے تھے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نماز شروع کردیتے تھے ✣

سبحان اللہ! وہ کیسا اچھا وقت تھا۔ اور وہ کیسے خوش نصیب مسلمان تھے۔ جنہیں جناب رسالت مآبؐ کے دیدار سے مشرف ہونے اور کلام سُننے کا زرین موقع حاصل تھا ؎

ہم اُس کی آنکھوں کے صدقے جس نے وہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا

مسئلہ اقامت اور بلالؓ

یہ مسئلہ عام طور پر مشہور ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت بھی کہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اِس مسئلہ کی علت غائی یہ ہے۔ کہ ایک دن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں حضرت بلالؓ کسی وجہ سے صبح کی اذان نہ دے سکے۔ تو جناب رسالت مآب نے زیاد بن حارث صدائی کو فجر کی اذان کا حکم دیا۔ انہوں نے اس کی تعمیل کردی۔ مگر جب جماعت قایم ہوئی تو حضرت بلالؓ اپنی عادت کے مطابق اقامت کہنے لگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ اور فرمایا کہ صداء نے اذان دی ہے۔ وہی اقامت بھی کہے۔ جو شخص اذان دے اقامت بھی اُسی کو کہنی چاہیئے ✣

حضرت بلالؓ کے ہم نام

حضرات صحابۂ عظامؓ اور تابعینؒ کی جماعت میں حضرت بلالؓ کے بہت سے ہم نام تھے۔ صحابہ میں اس نام کے جو حضرات خاص طور پر مشہور تھے

[illegible]

(۱) بلالؓ ابن حارث

مدینے کے باشندے تھے۔ اور مزینہ کے وفد کے ہمراہ رجب ۵ھ ہجری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ فتح مکّہ کے دن قبیلۂ مزینہ کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وادیِ عقیق انہیں معافی میں دی تھی۔ آخر میں اُنہوں نے بصرہ کی سکونت اختیار کرلی تھی۔ اِن سے یہ روایت مشہور ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے تھے کہ تم میں سے کبھی کوئی شخص خدا کی خوشنودی کی ایسی بات کہتا ہے۔ کہ وہ انہیں سمجھتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی۔ مگر اللہ تعالےٰ اِس کی وجہ سے اپنی رضامندی قیامت تک اِس کے لئے لکھ دیتا ہے۔ اور بیشک کوئی شخص تم میں سے کوئی بات خدا کی ناخوشی کی ایسی کہتا ہے۔ کہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی مگر اللہ جلشانہ اِس کی وجہ سے اپنی ناراضی قیامت تک اُس کے واسطے لکھ دیتا ہے۔

اِن بلالؓ کی وفات حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت میں ہوئی اِن کی عمر اسّی سال کے قریب تھی۔

(۲) بلالؓ ابن حمامہ

کعب بن نوفل کا بیان ہے کہ بلال بن حمامہ نے کہا کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے ہمارے سامنے تشریف لائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور

پوچھنے لگے کہ اِس تبسّم کا سبب کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ کہ ایک خوشخبری کی وجہ سے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے میرے
عم زاد بھائی، اور میری بیٹی کے حق میں میرے پاس آئی ہے اللہ تعالےٰ
نے جب چاہا کہ علیؓ کا نکاح فاطمہؓ سے کر دیا جائے تو رضوان کو شجر طوبےٰ
کے ہلانے کا حکم ملا۔ جب وہ ہلایا گیا تو اُس سے شمار محبّین اہل بیت کے
موافق کچھ لکھے ہوئے ورق گرے۔ اِس کے بعد اِس کے نیچے سے
نور کے کچھ فرشتے پیدا ہوے اور اِن میں سے ہر ایک نے ایک ایک
ورق اُٹھا لیا۔ جب بروز قیامت سب لوگ جمع ہونگے۔ تو فرشتے جہاں
کسی محبّ اہل بیت کو دیکھیں گے اُسے ایک رقعہ دے دیں گے۔
جس میں آگ سے آزادی لکھی ہوئی ہے۔ پس میرے برادر عم زاد
یعنی علی مرتضیٰؓ کے نام پر میری اُمت کے بہت سے مرد اور عورتیں
دوزخ سے آزاد کی جائیں گی۔ لیکن اکثر مورخ اِس حدیث کو مستند
نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ اِس کے سوا یہ اور کسی سند سے مروی نہیں
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بلالؓ وہی موذّن رسول اللہ ہیں۔ اور حمامہ
اِن کی والدہ کا نام ہے ✤

(۳) بلالؓ ابن مالک مزنی

اِنہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بنی کنانہ
کی طرف بھیجا تھا۔ اِس جنگ میں اِن کا صرف ایک گھوڑا زخمی ہوا تھا۔
بسنہ ہجری کا واقعہ ہے ✤

(۴) بلالؓ ابن یحییٰ

اِن سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ

کی بخشش بندے پر دُنیا میں یہ ہے۔ کہ اِس کے گناہوں کو دُنیا میں چھپائے
اور سب سے پہلی رسوائی خدا کی طرف سے یہ ہے کہ اِس کے گناہ ظاہر
کر دیئے جائیں۔

(۵)

بلال

یہ انصار میں سے ایک صاحب ہیں۔ انہیں حضرت عمر بن خطاب رضؓ
نے عمان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ پھر انہیں معزول کر کے عنان حکومت
عثمان رضؓ بن ابی العاص کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اِن کا تذکرہ حضرت
ابو عمر رضؓ نے لکھا ہے اور کہا ہے۔ کہ مجھے اِن کا نسب معلوم نہیں۔ مگر
اِن کا یہ قصہ مشہور ہے۔

حضرت بلال رضؓ کے متعلّق آیاتِ قرآنی

ناظرین کرام کو گذشتہ صفحات کے معاینہ سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا
کہ صحابۂ عظامؓ و خلفائے کرامؓ اور خود حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم
انام کے قلوب میں حضرت بلال رضؓ کی کس درجہ عزّت و محبت تھی۔ ایسے
شخص کا بارگاہ خداوندی میں بھی یقیناً خاص مرتبہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ
مندرجہ ذیل آیات کے مضمون سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت بلال رضؓ
اللہ تعالےٰ کے لطف و کرم سے زندگی میں بھی بہرہ یاب تھے۔
اور مرنے کے بعد تو خدا جانے اُن کو کیسے کیسے مدارج و مراتب
حاصل ہوئے ہوں گے۔

کلبی نے ابو صالح سے اور اُنہوں نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

میں بعض آدمی ایسے بھی ہیں۔ جنھوں نے اللہ کی مرضی میں اپنی جانیں بیچ ڈالی ہیں) صہیب۔ عمار۔ اِن کی والدہ سمیہ۔ بلال۔ خباب اور عابس کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ جن کو کفار طرح طرح کی ایذائیں پُہنچاتے تھے۔ اور قسم قسم کی تکلیفیں دیتے تھے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (اور نہ ہٹاؤ اپنے پاس سے اُن لوگوں کو جو صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں۔ اور اُس کی رضامندی چاہتے ہیں) حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اِس آیت کے مصداق یہ لوگ ہیں۔ حضرت بلالؓ۔ صہیب۔ عمار۔ خباب۔ عتبۃ بن غزوان۔ مہجع اوس بن خولی اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعثت کے ابتدائی زمانے میں مشرکین کو دعوتِ اسلام دیتے تھے تو اُن میں سے اکثر سردار جن کو اپنی دنیوی جاہ وحشمت پر غیر معمولی غرّہ تھا۔ جو ازراہ نخوت رعونت اپنی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتے تھے۔ رسالتمآب سے کہا کرتے تھے۔ کہ تمہاری باتیں سُننے کو ہمارا دل تو چاہتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ تمہارے پاس کمینے اور اونےٰ درجے کے لوگ بیٹھتے ہیں۔ ہم اُن کے برابر بیٹھنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اِس پر اس مضمون کی آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور صبح وشام دعا مانگتے ہیں۔ انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹاؤ۔ یعنی اگرچہ خدا کے طالب بظاہر غریب اور اونےٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں کی خاطر ودلجوئی مقدم ہے۔

حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں کی عزّت و عظمت کا اس سے
بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ خود اللہ تعالٰے نے ان کے متعلق
اپنے کلام پاک میں آیات نازل فرمائیں۔ خدا کی شان ہے۔ کہ وہی
سرداران قریش جو اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے حضرت بلالؓ جیسے
لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
فہمایش و ہدایت سے اسلام کی طرف راغب نہ ہوئے۔ انجام کار
دوزخ کا ایندھن بنے اور دنیا کی شان و شوکت اِن کے کچھ کام نہ آئی
اِس کے برخلاف جس شخص نے اسلام قبول کر لیا خواہ وہ فقیر تھا۔ یا امیر
عربی تھا یا عجمی۔ حبشی تھا یا حلبی۔ غلام تھا یا آقا مدارج اعلےٰ پر فائز ہو گیا
اور اُس کے لئے جنّت کے دروازے کھُل گئے۔ جو لوگ اپنی ہستی
کو خدا کی راہ میں فنا کر دیتے ہیں اور خدا کی خوشنودی کے لئے جان پر
کھیل جاتے ہیں۔ خدا بھی اِن کے اِس خلوص کی ضرور قدر کرتا ہے
دنیا میں کوئی کیسا ہی تیس مار خاں اور فرعون بے سامان ہو۔ لیکن
اگر وہ احکام خدا و رسولؐ کی تعمیل نہیں کرتا تو سمجھ لینا چاہیے کہ اِس کی
یہ نمود و نمایش محض عارضی و ہنگامی ہے۔ اور خدا کے سامنے اس کی وہ
قدر و منزلت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جس کا مستحق ایک بھو کا ننگا لیکن
باخدا انسان ہو سکتا ہے۔ جو شخص سچّے دل سے خدا کا طالب ہو گا۔
وہ یقیناً خدا کو پائے گا۔ اِس میں شیخ۔ سیّد۔ مغل۔ پٹھان کی کچھ تخصیص
نہیں۔ کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ذات جمات پوچھے نا کو۔ ہر کو بھجے سو ہر کا ہو

کا ایک درجہ کر دیا۔ یعنی جب خدا کے سامنے جائیں گے تو آقا و غلام دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے۔ اِس وقت اِن کے مرتبہ میں کچھ بھی فرق نہ ہوگا۔ اسلام کی یہی مساوات تھی۔ جس نے عرب کے سرکش مشرکوں کی آنکھیں خیرہ کر دی تھیں۔ اور وہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر معترض ہوتے تھے۔ کہ یہ اپنے پاس ارذل اور متبذل لوگوں کو بٹھاتے ہیں۔ قریش میں سے جو اشخاص ایمان نہیں لائے تھے۔ اُنہیں تو یہ باتیں کھٹکتی ہی تھیں۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ ابوسفیان وغیرہ بھی جو آنحضرت ؐ کے سامنے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت تک اپنے دل و دماغ میں سرداری کا زعم رکھتے تھے چنانچہ جب ایک مرتبہ یہ اور حضرت بلال دربار خلافت میں طلب کئے گئے تو حضرت عمر رض نے بلال رض وغیرہ کو ان سے پیشتر شرف باریابی عطا فرمایا تھا۔ اِس پر ابوسفیان بہت جز بز ہوئے تھے۔ اِن کے سر میں وہی زمانۂ جاہلیت کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ لیکن پھر اسلام نے رفتہ رفتہ اصلاح کر دی +

خدا اور رسول ؐ کے نزدیک جو اصحاب رض مقبول و پسندیدہ تھے ناممکن تھا۔ کہ حضرت عمر رض جیسا عادل اور مردم شناس خلیفہ اُن کی ویسی ہی قدر و منزلت نہ کرتا جس کے وہ مستحق تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے بعض حالتوں میں غلاموں کا درجہ آقاؤں سے بھی بڑھا دیا ہے۔ آج تیرہ سو برس کے بعد بھی بلال رض وغیرہ کا نام دنیا میں جس عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ اُس کے لئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ اِن کے آقاؤں یعنی بنی جمح کے افراد کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ مولوی ظفر علی خاں

نے کیا خوب کہا ہے ؎

اگر دل سے خیالِ طاعتِ معبود ہو جائے — تو انسان قدسیوں کا بے گماں مسجود ہو جائے
شہنشاہوں کے سر جھکنے لگیں اسکی حضوری میں — جبیں گر فقرِ مسلم کی گرد آلود ہو جائے
غلامِ احمدِ مرسل کو سلطان کا ملے رتبہ — ایاز اس امتحان میں بالیقین محمود ہو جائے

حضرت بلال رضؓ کو درویشی کی ہدایت

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اصحاب ایمان لائے۔ بقول علامہ ابن اثیر ان سب کا انجام اچھا ہو گیا۔ لیکن ان میں سے جن لوگوں کو بیشتر شرف حضوری حاصل رہا اور رسالتمآب کے رشد و ہدایت سے فیض یاب ہونے کا زیادہ موقع ملا۔ انہوں نے خاص فایدہ اٹھایا۔ ایسے ہی اصحاب میں حضرت بلال رضؓ بھی شامل تھے۔ ان کو زیادہ حضوری رہتی تھی۔ اور مختلف قطاع و ممالک کے جو مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مختلف قسم کے استفسارات کیا کرتے تھے۔ اور ان کے جو جوابات ملا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضؓ ان سب کو سنتے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بات اسلام سے غیر متعلق نہ ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت بلال رضؓ کو خصوصیت کے ساتھ بھی وقتاً فوقتاً کارآمد ہدایات و نصایح فرمائی جاتی تھیں۔ اس لئے سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت بلال رضؓ کا اسلام ہر پہلو سے مکمل تھا۔

اصطلاح صوفیۂ کرام رضؓ میں درویشی ولایت و للہیت کا جزو اعظم ہے اسی لئے حضرت بلال رضؓ کو خاص طور پر اس کے اختیار کرنے کی ہدایت

چاہتا ہے کہ خدا تجھے دوست رکھّے تو دُنیا سے دست بردار ہو جا۔ اور اگر یہ چاہتا ہے کہ لوگ تجھے دوست رکھیں۔ تو جو کچھ اِن کے پاس ہے اِس سے ہاتھ کھینچے رکھ۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے اپنے والد ماجد (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سے ایک مرتبہ یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ جب آپ کے پاس مال غنیمت آیا کرے۔ تو آپ اُس سے اچھے کپڑے بنوا کر اور لذیذ و خوش ذائقہ کھانے پکوا کر اپنا اور اپنے اعزہ و اقارب کا دل شاد کیا کیجے۔ خلافت مآب نے اِس کے جواب میں فرمایا۔ کہ اے حفصہؓ بیوی اپنے شوہر کے حال سے خوب آگاہ ہوتی ہے۔ پس تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت سے خوب واقف ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمانۂ نبوت میں بھی کئی برس تک حضرت رسالت مآبؐ کا یہ حال رہا۔ کہ اگر آپ اور آپ کے گھر کے لوگ صبح کو سیر ہو کر کھاتے تو رات کو بھوکے سوتے تھے۔ اور رات کو کھانا مل جاتا تھا۔ تو صبح کو بھوکے رہتے تھے۔ خدا کی قسم تم جانتی ہو۔ کہ جب رسول اللہؐ رات کو سوتے تھے۔ تو کملی کی دو تہیں کر کے نیچے بچھا لیا کرتے تھے۔ ایک دن کسی نے چار تہیں کر کے بچھا دی جس سے کملی زیادہ نرم ہو گئی۔ تو اگلے دن آپ نے فرمایا کہ رات کملی کی نرمی نے مجھے نماز شب سے باز رکھا۔ اِس کی تہیں دو سے زیادہ نہ بڑھنی چاہئیں۔ خدا کی قسم تم جانتی ہو کہ رسول اللہؐ اپنا کپڑا دھوتے اور بلالؓ اذان کہہ دیتے اور جب تک وہ کپڑا خشک نہ ہو جاتا آپ باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اِس لئے کہ دوسرا کپڑا موجود نہ ہوتا تھا۔

حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ ...

حضرت عمرؓ اور حضرت حفصہؓ اِس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے۔ اِس کے
بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور
ابوبکر صدیقؓ کی راہ پر چلونگا تو اُن کے پاس پُہنچ جاؤں گا۔ اِس لئے مجھے
چاہیئے۔ کہ اُن کی طرح میں بھی صعوبت کے ساتھ زندگی بسر کروں حضرت
ابن مسعودؓ کا قول ہے۔ کہ جو شخص دنیا کے باب میں زاہد ہے اُس کی
دو رکعت نماز سب مجتہدوں کی تمام عمر کی عبادت سے افضل ہے حضرت
سہل تستریؒ نے کہا ہے کہ عبادت خلوص کے ساتھ اُس وقت ہوتی
ہے۔ جبکہ آدمی چار چیزوں سے نہ ڈرے (۱) گرسنگی (۲) برہنگی (۳) درویشی
(۴) خواری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے
محتاج لوگ تونگروں سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ اور
میرے دو پیشے ہیں۔ جو اُن کو عزیز رکھے گا۔ اُس نے مجھے عزیز رکھا
وہ دونوں پیشے جہاد اور درویشی ہیں۔ چنانچہ اِسی بنا پر حضرت بلالؓ
کو خاص طور پر اِن الفاظ میں ہدایت کی گئی کہ اے بلالؓ تو اُس بات کی
کوشش کر کہ جب اِس جہاں سے جائے۔ تو درویش ہو۔ تونگر نہ ہو +
مبارک ہیں وہ نفوس جو فرمودہ خدا اور رسولؐ پر صدق دل
سے عمل کر کے مدارج اعلےٰ پر فایز ہوتے ہیں +

حضرت بلالؓ سے روایات

اگرچہ حضرت بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر
اور خاص صحابی تھے اور انہیں رسولؐ اللہ کی خدمت بابرکت میں حاضر

کہ جب کتب سیر و احادیث پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو روایات کے متعلق بعض اُن صحابہ کا نمبر حضرت بلال رضؓ سے بڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تو رہے۔ لیکن حضرت بلال رضؓ کی طرح قریباً ہر وقت کی حضوری کا التزام و انتظام نہ کر سکے۔ تاہم حضرت بلال رضؓ سے بھی روایات معقول تعداد میں مروی ہیں۔ چونکہ حضرت بلال رضؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موذن اور نماز کے مہتمم تھے۔ اِس لئے اِن کی روایات بھی زیادہ تر اِسی رکن اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ اِس سلسلہ میں صرف دو روایات نموتہً درج ذیل کی جاتی ہیں:۔

(۱) حضرت اسود نے حضرت بلال رضؓ سے نقل کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے۔ کہ اذان کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے حضرت بلال رضؓ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے ایک روز صبح کی اذان کہی۔ اِس دن شدید سردی تھی۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو مسجد میں کسی کو نہ دیکھا۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ اے بلال رضؓ! اور لوگ کہاں ہیں۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ سردی کی وجہ سے نہیں آئے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! سردی کو اِن لوگوں سے دور کر دے پس فوراً ہی نماز کے لئے مسجد میں لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔ اِس کے علاوہ حضرت بلال رضؓ سے اور مضمون کی روایات بھی مروی ہیں+

حضرت بلال رضؓ سے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن مسعودؓ ۔ عبد اللہ بن عمرؓ ۔ کعب بن عجرہؓ
اسامہ بن زیدؓ ۔ جابرؓ ۔ ابو سعید خدریؓ اور براء بن عازبؓ نے
روایت کی ہے یہ جملہ حضرات صحابیؓ تھے ۔ اِن کے علاوہ مدینہ منورہ
اور شام کے بڑے بڑے تابعین کی ایک جماعت نے بھی حضرت
بلالؓ سے روایت کی ہے ÷

حضرت بلالؓ کی وفات

آج اُس مُسلمان کی وفات کا دن ہے جو غلامی کی حالت میں
محاسنِ اسلام کا گرویدہ ہو گیا تھا ۔ آج اُس موذن کے وصال کا
دن ہے ۔ جس کی صدائے تہلیل و تکبیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے زمانے میں کئی برس تک خدا کی وحدانیت اور اُس کے نبی
کی نبوت و رسالت کا علی روس الاشہاد اعلان کرتی رہی ۔ آج
اُس مسلمان کی وفات کا حال سپرد قلم کیا جاتا ہے "جو الصلوٰۃ
الصلوٰۃ یا رسول اللہ" کا نعرہ بلند کیا کرتا تھا ۔ افسوس آج اِسلام
کے سب سے پہلے موذن کی دائمی مفارقت کا صدمہ مسلمانوں
کے قلوب کو بے چین کئے ڈالتا ہے ۔ کوئی اِس کیفیت کو لکھے
تو کس دل سے لکھے ۔ ہاتھ کانپتا ہے ۔ قلم رُکتا ہے ۔ مگر سیرۃِ
بلالؓ کی باقاعدہ خانہ پُری ضروری ہے ۔ اِس لئے مختصراً واقعات
ذیل قلمبند کئے جاتے ہیں :-

اسلام کے دیگر واقعات و حالات کی طرح حضرت بلالؓ کی وفات
کا مسئلہ بھی اختلاف سے خالی نہیں رہا ۔ چنانچہ اِس سلسلہ میں حسب ذیل

روایات ملاحظہ طلب ہیں:-

محمدؐ بن سعد کاتب واقدی کا قول ہے۔ کہ بلالؓ کی وفات بمقام دمشق ۲۰ھ میں ہوئی۔ اور باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ اِس وقت اِن کی عمر ۶۰ سال سے کچھ اوپر تھی۔ علی بن عبد الرحمٰن کا مقولہ ہے کہ بلال نے حلب میں انتقال کیا۔ اور باب الاربعین میں دفن کئے گئے +

بعض لوگوں کا بیان ہے۔ کہ بلالؓ کی وفات ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں ہوئی +

وفاتِ بلالؓ کے متعلق یہ مختلف روایات مشہور ہیں۔ لیکن اِس میں کچھ شک نہیں کہ اِن کا مزار دمشق میں موجود ہے۔ ابن بطوطہ اور ہندوستان کے اکثر سیاحوں نے بچشم خود اِس کی زیارت کی ہے۔ حضرت بلالؓ کے حلب میں انتقال کرنے کے متعلق علی بن عبد الرحمٰن کا قول صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس زمانے میں آمد ورفت کے ذرایع ایسے آسان نہ تھے۔ کہ حضرت بلالؓ حلب میں وفات پاتے اور اُن کی میت دمشق لاکر دفن کی جاتی۔ حضرت بلالؓ نے یقیناً دمشق ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ سالِ وفات کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اکثر اقوال سے اِن کی وفات ۲۰ھ میں ثابت ہوتی ہے واللہ اعلم +

حضرت بلالؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی +

حضرت بلالؓ کا مزار

حضرت بلالؓ کی شہرت وعظمت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عوام الناس کا واجبی طور پر یہ خیال ہوسکتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ کا روضہ نہایت عظیم الشان ورفیع المنزلت ہونا چاہیئے۔ خصوصاً ہندوستان کے جو لوگ اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتیؒ یا دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاؒ یا پاک پٹن میں بابا فرید شکر گنجؒ کے روضے دیکھے ہوئے ہیں وہ حضرت بلالؓ کے روضے کی بابت اپنے دل میں کچھ اور ہی خیالات رکھتے ہوں گے یعنی یہ سمجھتے ہوں گے۔ کہ ہندوستانی بزرگوں کے مزاروں کی طرح حضرت بلالؓ کا روضہ بھی ایک وسیع وعریض خانقاہ میں واقع ہوگا۔ اور روضے کا کلس کئی میل کے فاصلہ سے زائرین کی نگاہوں کو اپنی طرف مایل کرلیتا ہوگا۔ مگر افسوس اِن میں سے ایک بات بھی نہیں۔ مزار بلال کا ایک مختصر ساقبہ ہے۔ البتہ تربت پر ایک غلاف پڑا ہے۔ جس میں آیات قرآنی بُنی ہے +

مزار بلالؓ کی دہنی جانب حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کا مزار ہے کہا جاتا ہے کہ سنہ ۶۴۵ھ میں روضہ بلال کی تجدید ومرمت وغیرہ ہوئی تھی۔ اِس کے متعلق دروازہ پر ایک کتبہ بھی نصب کردیا گیا ہے +

حضرت بلالؓ کے جنتی ہونے کی بشارت

اگرچہ حضرت بلالؓ عشرہ مبشرہ یعنی اُن لوگوں میں نہیں تھے۔ جن کے

حسب ذیل دس اصحاب ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ۔ حضرت طلحہ رضؓ۔ حضرت زبیر رضؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ۔ حضرت سعید بن زید رضؓ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضؓ۔ مگر بعض احادیث سے حضرت بلال رضؓ کے جنتی ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن بریدہ رضؓ نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ کو بلا کر فرمایا کہ اے بلال رضؓ کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے رہتے ہو۔ حضرت بلال رضؓ نے جواب دیا کہ آپ آمین میں مجھ سے آگے نہیں ہوتے۔ یعنی میں آپ کی آمین کے ساتھ ہی آمین کہتا ہوں۔ حدیث میں اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے۔ دوسری صحیح احادیث میں وارد ہے۔ کہ حضرت بلال رضؓ نے اس کی یہ وجہ بیان کی کہ میں ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیا کرتا ہوں ؞

حضرت بلال رضؓ کے جنتی ہونے کا ثبوت بھی ملا تو ایسا زبردست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے نظر آتے ہیں۔ اس سے بعض وہمی طبایع یہ خیال نہ کریں۔ کہ حضرت بلال رضؓ کا درجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ گیا۔ حضرت بلال رضؓ رسول اللہ صلعم کے غلام ہی تھے۔ اور اسی غلامی کی بدولت انہیں یہ عزّ و شرف حاصل ہوا۔ قاعدہ ہے کہ خدّام اپنے آقا کے آگے بھی چلا کرتے ہیں۔ اور یہ ان کے اختصاص و تقرب کی دلیل ہے ؞

تمت

محمد حسین کاتب امین آبادی ؞

دیارِ حبیب صلعم کے قابل دید مناظر کے عکسی فوٹو

یہ فوٹو نہایت محنت سے تیار کرائے گئے ہیں۔ پہلے دس فوٹو تیار تھے اب اکیس (۲۱) فوٹو کا سٹ تیار ہے قیمت فی عدد تین آنے اکیس (۲۱) فوٹو کا مکمل سٹ ع۴ دس فوٹو عہ علاوہ محصولڈاک۔ (۱) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلعم کا رنگین فوٹو (۲) کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا فوٹو سیاہ ریشمی غلاف اور اس پر سنہری حروف جو فوٹو میں اچھی طرح پڑھے جاتے ہیں (۳) مدینہ منورہ کا نظارہ (۴) مکہ معظمہ میں نماز جمعہ کا دلچسپ نظارہ (۵) میدان عرفات میں لوگوں کے خیمے اور قاضی صاحب کا جبل رحمت پر خطبہ پڑھنا (۶) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ یعنی رمی (۷) میدان منا میں حاجیوں کے کیمپ اور مسجد خیف کا سین (۸) جنت المعلیٰ واقعہ مکہ معظمہ جس میں حضرۃ خدیجہؓ حرم رسول کریم صلعم اور حضرۃ آمنہ رضؓ والدہ حضرۃ سرور کائنات کے مزار کے فوٹو بھی ہیں (۹) جنت البقیع جس میں مزارات اہلبیتؓ امہات المومنین و بنات النبی حضرت عثمان غنی و شہدائے بقیع وغیرہ (۱۰) کعبۃ اللہ کے گرد حاجی طواف کر رہے ہیں (۱۱) کوہ صفا و مروہ اور وہاں جو کلام مجید کی آیت کریمہ منقش ہے وہ فوٹو میں حرف بحرف پڑھی جاتی ہے (۱۲) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سادہ فوٹو (۱۳) مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ جہاں سے حاجی عمرہ باندھتے ہیں (۱۴) محمل شامی کا میدان عرفات میں قابل دید نظارہ (۱۵) محمل مصری کا شاندار سین (۱۶) پرانے مدینہ میں اسلام کی پہلی مسجد قبا جو رسول کریم صلعم نے سب سے اول تیار کی اور کرائی (۱۷) سیدنا امیر حمزہ کا مزار جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے (۱۸) بیت المقدس کی مسجد اقصےٰ (۱۹) حرم شریف بیت المقدس میں رحمت اور توبہ کے دروازے (۲۰) صخرہ یعنی وہ بہشتی پتھر جو مسجد اقصےٰ میں معلق تھا اس کا فوٹو اور مسجد کے اندر کا قابل دید نظارہ (۲۱) بیت المقدس میں مسجد سیدنا حضرت عمرؓ اور شہر کا عام دلچسپ سین۔ یہ وہ نقشے نہیں جو بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہوتے ہیں۔ یہ اصلی فوٹو ہیں اس لئے آپ ان کو منگا کر اپنے مکانوں اور کمروں کو زینت بخشیں۔ روضہ شریف کا رنگین فوٹو قیمت ۶ر سائز ہر ایک فوٹو ۱۴ + ۱۱ انچ ہے لیکن مکمل سٹ کے ساتھ یہ رنگین فوٹو اسی قیمت یعنی ع۴ میں دیا جاتا ہے علیحدہ ۶ر کو ملتا ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات

حرم شریف مدینہ منوّرہ کا سطحی خاکہ

یہ نقشہ ایڈیٹر صاحب صوفی اپنے گذشتہ حج میں مدینہ منوّرہ سے ہمراہ لائے تھے۔ یہ ایک
ترک انجینیر نے موقع کی پیمائش کر کے پیمانہ سے بنایا ہے۔ نہایت عمدہ متبرک اور عجیب چیز
ہے۔ مسجد نبویؐ میں جہاں جہاں ستون ہیں نقشے میں وہاں ایک چھوٹا سا دائرہ بنا دیا ہے
حضرت سرور کائناتؐ کے عہد مبارک میں مسجد میں جس قدر حد تھی اُس کو سبز رنگ دیا گیا ہے
حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ اور خلفائے نے اپنے عہد میں جس قدر ایزادیاں کی
ہیں سب علیحدہ علیحدہ رنگ سے دکھائی گئی ہیں۔ ریاض جنّت کا ٹکڑا جس کے ستون کا
رنگ موقع پر تمیز کے لئے زرد رنگ ہے۔ نقشہ میں بھی ستونوں پر یہی رنگ دیا گیا ہے
باب الرحمۃ۔ باب السلام۔ باب النساء۔ باب جبرئیل۔ باب المجیدی وغیرہ سب عین مطابق
موقع پیمانے سے بنائے گئے ہیں۔ روضہ شریف جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت ابا بکر صدیقؓ۔ حضرت عمر خطابؓ کی اصلی جگہ موقع پر ظاہر کر دی گئی
ہے۔ سٹور (مخزن) اور کتب کے کمروں۔ بستان فاطمۃ الزہرئیؓ۔ بیر فاطمہؓ اور دیگر
ضروری مقامات بھی دکھائے گئے ہیں۔ منبر محراب النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔
محراب عثمانؓ۔ جائے تکبیر سب دکھائے گئے ہیں۔ یہ نقشہ پانچ رنگوں میں تیار
کرایا گیا ہے معہ رول و کپڑا روغنی نقشہ کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ/) ہے
جو ان خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں +

یاد رفتگان

پنجاب کے عموماً اور لاہور کے اولیائے کرام کے حالات
تیسری دفعہ حال میں طبع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۲/

المشتہر

منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

حیات الحسینؓ

شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کی زندگی کے مفصل حالات اور معرکۂ کربلا کے دلسوز واقعات کا پورا حال کربلائے معلی اور کوفہ کی پوری تاریخ ہے۔ اس مضمون پر اس سے پہلے ایسی جامع کتاب کبھی نہیں لکھی گئی۔ کتاب میں کئی فوٹو کی تصویریں اور بعض مزارات کے نقشے دیئے گئے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے :- (۱) کربلائے معلی کا فوٹو۔ (۲) شام میں مسجد امویہ کے محراب کا فوٹو جہاں حضرت امامؓ کا سر مبارک بعد شہادت رکھا گیا تھا۔ (۳) جامع حسینؓ واقع مصر کا فوٹو (۴) روضہ حضرت علیؓ (۵) روضہ حضرت حسنؓ۔ (۶) روضہ فرزندان حضرت مسلم بن عقیل (۷) روضہ مسلم بن عقیل و دیگر شہیدان معرکہ کربلا کے مزاروں کے نقشے۔ غرض نئی تحقیقات کے رو سے ایسی جامع کتاب اردو۔ انگریزی۔ فارسی یا عربی زبان میں اس سے پیشتر کسی صاحب نے نہیں لکھی مصنف کتاب سید عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی کا فوٹو بھی شروع کتاب میں لگا دیا گیا ہے۔ ولائیتی کپڑے کی خوشنما اور مضبوط سلائی جس پر کتاب اور مصنف کا نام سنہری حرفوں سے سونے پر سہاگہ کا کام دے رہی ہے۔ حجم دو سو صفحوں سے زیادہ ہے لکھائی چھپائی ولایتی ہے اور قیمت باوجود ان سب خوبیوں کے صرف عہ/ بلا جلد عہ/ علاوہ محصول ڈاک ہے ٭

حیات حضرت خاتون جنت رضؓ

مؤلفہ قلم الفقرا ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی پنڈی بہاؤالدین

حضرت سیدۃ النساء کی پاکیزہ ترین حیات کے محاسن کا اعتراف کون مسلمان ہے جسکو صدق دل سے نہیں مگر ہمیں یہ تو ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ انکی ذات اقدس میں کون کونسی خصوصیات ایسی تھیں جنکی وجہ سے انہیں یہ شرف و افتخار نصیب ہوا۔ اور جب تک انکے حالات بالتشریح بیان نہ ہوں ہمارا یقین بلاحجت و استدلال ہوگا۔ انہیں خیالات سے متاثر ہو کر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ ملک کے مشاہیر شعرائے زبان اردو نے حضرت سیدہؓ کے خاص خاص اوصاف پر نظمیں لکھیں ہیں جنسے کتاب کی شان اعلیٰ وارفع ہوگئی ہے۔ شعرا میں اکثر گریجویٹ بھی ہیں۔ نثر کی نسبت نظم کا اثر دل پر بہت جلد ہوتا ہے اور یہ نظمیں چوٹی کے شعرا کی روانی طبع کا نتیجہ ہیں۔ شعرا میں لسان العصر حضرت اکبر جیسے جلیل القدر شاعر کا نام بھی آپ ملاحظہ فرماوینگے۔ کتاب میں متعدد نقشے اور فوٹو کی تصویریں ہیں جنکی مختصر سی تفصیل حسب ذیل ہے۔ (۱) شہر مدینہ منورہ کی گلیوں اور بازاروں کا نقشہ (۲) شہر مکہ معظمہ کے بازاروں اور گلیوں کا نقشہ جس میں وہ مقام خاص طور سے دکھلایا گیا ہے جہاں آپؓ کی پیدائش ہوئی (۳) جنت البقیع کا سطحی نقشہ (۴) جنت البقیع کا فوٹو۔ مسجد قبوی کا فوٹو جہاں ایک روایت سے آپکا مزار بیان کیا جاتا ہے (۵) مسجد نبوی میں برقی روشنی کا نظارہ (۶) مسجد نبوی کے سطحی پلین کا فوٹو جس میں آپکے رہائشی مکان کا مقام بتایا گیا ہے (۷) بیت اللہ شریف کے سطحی پلین کا فوٹو (۸) پلین بیت الحزن وغیرہ۔

کتاب کی لکھائی چھپائی میں خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ ولائیتی کپڑے کی نہایت خوبصورت اور مضبوط جلد ہے جس پر سنہری حرفوں میں کتاب اور مصنف کا نام جلد کی زینت کو دوبالا کر رہا ہے حجم تین سو صفحہ کے قریب ہے۔ کاغذ خاص ولائیتی جو ایسے مہنگے سمیں میں عنقا ہے باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف [illegible] علاوہ محصولڈاک ہے۔ بلا جلد [illegible]

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین (ضلع گجرات)

تنقید الکلام
فی
احوال شارع الاسلام

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلَامُ

حکیم سنائی

سخن کز بہر دین گوئی چہ عبرانی چہ سریانی | مکان کز بہر حق جوئی چہ جابلسا چہ جابلقا

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب نایاب مسمّی بہ

اَ کرٹکل اگزامینیشن آف دی لایف اینڈ ٹیچنگس آف محمدؐ

یعنی ۱۸۶۵ء

تَنقِیدُ الکَلَامِ فِی اَحوَالِ شَارِعِ الاِسلَامِ

من تصنیفات

الجامع للعلوم القدیمۃ والجدیدۃ خیر المہرۃ بالفلسفۃ العربیۃ والانجلیزیۃ الذاب عن الاسلام الناصر لملۃ خیر الانام الغائص فی بحار الحکمۃ النظری والعملی آنریبل مولوی سید امیر علی ایم اے ایل بی بارسٹر ایٹ لا آف دی انرٹمپل و ممبر کونسل واضع آئین وقوانین گورنمنٹ ہند و ممبر ایل ایشیاٹک سوسایٹی و ممبر کونسل آف ایسٹ انڈین ایسوسی ایشن وغیرہ وغیرہ جسکو

مولوی سید الو الحسن صاحب مترجم انجمن ہند نے بنظر افادہ کافہ اہل اسلام انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کیا

سنہ ۱۳۰۲ ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۵ء

مطبع جعفری لکھنؤ نخاس جدید مین باہتمام مولوی مرزا محمد علی مالک مطبع طبع ہوا

التماس مترجم

برادران اہل اسلام پر مخفی نہ رہے کہ بعض متعصبین اہل کتاب نے مثل سر ولیئم میور صاحب اور ڈاکٹر اسپرنگر صاحب وغیرہ کے حضرت سید الانبیاء و خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ الراشدین پر اور دین خدا اور شریعت رسول اللہ پر ایسا طعن اور مضحکہ کیا ہے اور ایسی ہجو ملیح کی ہے کہ جو مسلمان زبان انگریزی کے محاورات اور نکات سے واقف ہو اونکے تصنیفات کو دیکھکر اوسکا دل کانپنے لگتا ہی اور اوسکی آنکھون مین خون اُتر آتا ہے۔ اور اگرچہ وہ اپنے دل کو اس خیال سے تسکین دے لیتا ہے کہ مناظرین اسلام مثل ملا جواد ساباطی اور مولوی آل حسن موہانی اور ڈاکٹر وزیر خان اکبرآبادی کے پادریون کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات لکھ چکے ہین مگر پھر جو زیادہ غور کرتا ہے تو یہ تصور ضرور ہوتا ہے کہ پادریون کی کوئی وقعت محققین اور حکماے یورپ کی نظر مین نہین ہے بلکہ انگلستان اور فرانسیس وغیرہ مین جو ایک گروہ عظیم معقول پسند لوگون کا پیدا ہوا ہی اونکے نزدیک پادریون کے اقوال و افعال پایۂ اعتبار مین نہین ہین کیونکہ اور ادیان پر عموماً اور دین اسلام پر خصوصاً اعتراضات کرنا اور عوام اہل اسلام کو نصرانیت پر مائل کرنا ایک جزو اعظم اونکے پیشہ کا ہے اور اسی پر اونکے رزق کا مدار ہے۔ پس اگر بالمعارضہ جوابات دیکر اونکو ساکت بھی کر دیا تو کیا کمال کیا انگلستان اور جرمن وغیرہ مین جو لوگ اہل حل و عقد مین داخل ہین اور اہل خبرت اور ارباب بصیرت سمجھے جاتے ہین وہ تو ایسے جوابات کو ہرگز نہ تسلیم کرینگے اور اسلام کی توہین اور احکام شریعت کے استخفاف سے کبھی نہ باز رہین گے تا وقتیکہ

اونکے شبہات اوجھین کے مذاق مین نہ دفع کیے جائین اور اونکے اعتراضات کا
جواب مُسلّم الثبوت اور معتمد القول مؤرخین وحکماء یورپ کے کلام سے نہ دیا جاے
اور تاوقتیکہ فرائض واحکام اسلامیہ کی حقیت عقلاً ونقلاً یعنے دلائل فلسفی اور
واقعات تاریخی سے نہ ثابت کردی جاے۔

یہ صفت اسی کتاب سے مخصوص ہے کہ جن مسائل شرعیہ پر متعصبین نصاری نے
بہت سخت طعن وتشنیع کی ہے مثلاً تعدد ازواج اور بردہ فروشی اور جہاد اور جنت
ونار کو جسمانیات ومادیات سے تعبیر کرنا اوسکو اس خوبی سے دفع کیا ہے کہ
اَور مذاہب اور قومون مین جو اعتقادات ان امور کی نسبت ہمیشہ رہے ہین اور
جو احکام سلف سے جاری چلے آئے ہین اونکی حقیقت کتب معتبرۂ تواریخ سے بیان
کرکے ثابت کردیا ہی کہ یہی مسائل بعینہ بلکہ بعض ادیان مین انسے بھی بدتر احکام ہمیشہ
جاری رہے ہین۔ چنانچہ تعدد ازواج اور بردہ فروشی کو جناب مصنف علامہ نے
ثابت کردیا ہے کہ مجوس ویہود ونصاری ان سب قومون مین یہ دونون رسم ہمیشہ
بلا قید جاری رہے ہین اور یہ شرف اسلام ہی سے مخصوص ہے کہ ان رسوم کو
قواعد واحکام سے مقید ومحدود کردیا ہے۔ جہاد کے باب مین جناب مصنف
علامہ کا قول یہ ہے کہ مسلمانون کو کفار کے شر سے بچانے کے لیئے جہاد فرض
کیا گیا تھا اور تمام غزوات رسولؐ کا مقصد صرف یہی تھا کہ کفار مسلمین پر غالب
آکر دین خدا کو مٹا نہ دین یہ مقصد نہ تھا کہ اسلام بزور شمشیر شایع کیا جای یا سواے
مسلمانون کے اور سب بندگان خدا ناحق اور بیگناہ صرف تخالف مذہبی کی وجہ سے
تہ تیغ بیدریغ کیے جائین۔ جیسا حضرت موسیٰؑ نے عمالقہ کے ساتھ کیا تھا کہ مرد ونکا
کیا ذکر ہے عورتون اور شیرخوار بچون اور جانورون تک کو قتل کر ڈالا ــ

بہشت و دوزخ کے باب مین جناب مصنف علامہ کا قول یہ ہے کہ اگر جسمانیات یعنے حور و قصور اور انہار و اشجار یا آتش سوزان اور سلاسل و اغلال سے نہ تعبیر کیے جاتے اور صرف لذات روحانی پر اکتفا کیجاتی تو عرب کے جہلا جو بدتر از وحوش و انعام تھے اونکو ہرگز نہ سمجھ سکتے اور اسلام کو ہرگز نہ قبول کرتے۔

جناب مصنف علامہ کا قول معراج کے بارے مین اور غزوات بدر و حنین وغیرہ مین نزول ملائکہ کے باب مین بالکل حکیمانہ ہی یعنے ملا صدرا شیرازی وغیرہ کے اقوال سے مشابہ ہے۔ پس اس کتاب کے ناظرین کو یہ ضرور نہین ہے کہ جو امور جمہور اہل اسلام کے اصول اعتقادات کے خلاف ہون یا نصوص قرآنی سے تخالف ظاہری رکھتے ہون اونمین بھی جناب مصنف سے اتفاق رای کرکے اونکو قبول کرلین۔ خذ ما صفا دع ما کدر پر عمل کرین۔ یعنی وہ بین اللہ نظر انصاف سے یہ دیکھین کہ شارع اسلام ؐ کا شرف تمام شارعین و مقننین اور بانیان مذاہب پر اور دین اسلام کی فضیلت کل ملل و ادیان پر کیسے مضبوط دلائل عقلی و تاریخی سے ثابت کردی ہے کہ یورپ کا معقول پسند فرقہ جسکی طعن اور مضحکہ کو دفع کرنے کے لیے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اب اوسکو قیل و قال کی مجال نہین باقی رہی ہے۔

یہ کتاب جناب مصنف علامہ نے اوس زمانہ مین تصنیف کی تھی جب کہ انگلستان مین بارسٹری کا امتحان دینے گئے تھے اور اپنے برادر عالیقدر سید وارث علی خان بہادر مرحوم و مغفور ڈپٹی کلکٹر آرہ کے فرمایش سے تصنیف کی تھی جیسا دیباچہ سے ثابت ہوتا ہے۔

نحیف کو اسکا ترجمہ کرنے کا یہ باعث ہوا کہ جون ۱۸۹۴ع مین حسب الطلب

[illegible] امثال و اقران والاشراف

عمدة العمائد زبدة الافاخم والاماجد رئیس المسلمین حامی دین مبین امیر الدولہ

سعید الملک راجہ محمد امیر حسن خانصاحب بہادر ممتاز جنگ دام اقبالہ وعم جودہ

ونوالہ محمود آباد جانے کا اتفاق ہوا اور جناب ممدوح الالقاب کے انگریزی

کتب خانہ مین اس کتاب کو دیکھا اور اسکے بعض مضامین کو پڑھا تو خود بخود

دل مین ایک جوش پیدا ہوا اور حمیت اسلام دامنگیر ہوئی کہ اسکا ترجمہ برادران

اہل اسلام کے فائدہ کے لیئے اونھین کی زبان مین کیا جائے تو باعث

اجر جزیل و ثواب جمیل کا ہوگا - ہر چند نحیف کو ایک زمانہ مین قسیسین نصاری

سے مباحثہ کرنے کا شوق تھا اور اوسی زمانہ مین جان ڈیونپورٹ صاحب کے

مشہور و معروف رسالہ مسمی بہ عذر از طرف محمدؐ و قرآن کا ترجمہ کر کے مظاہر حق

اوسکا نام رکھا تھا اور تمام بلاد ہند مین اوسکو مشتہر کیا تھا مگر اوسکو اس

کتاب سے وہ نسبت پائی جو قطرہ کو دریا سے ہوتی ہے - لہذا اسکو کثیر النفع

سمجھکر باوجود کثرت کار و تراکم افکار شب و روز ترجمہ کر کے اس کار خیر کو انجام دیا

اللہ تعالے تمام مسلمین کو اس سے منتفع کرے اور مترجم کے لیے اسکو ذخیرۂ

آخرت اور وسیلۂ نجات گردانے بحق محمد سید العباد والہ الامجاد

امین رب العالمین

واضح ہو کہ اس کتاب مین جہان جہان اسم مبارک رسول اللہ صلعم کا آیا ہی

اوسکو تعظیماً لفظ آنحضرت یا آپؐ یا پیغمبر اسلام یا شارع اسلام سے تعبیر کیا ہے -

الملتمس

احقر الناس السید ابو الحسن مترجم

جناب مصنف نے دو چھٹیان نخیف کو اس کتاب کے بارے مین لکھی تھین
اون دونو نکا ترجمہ لفظی درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جاسے کہ اونکی
نزدیک اس کتاب کا اردو ترجمہ برادران اہل اسلام کو کسقدر نافع ہوگا۔ اور
جب دیباچہ اور باب اول کا ترجمہ اونکے ملاحظہ کے لیے بھیجا گیا تو اوںھون نے
اوسکی صحت اور عمدگی کے باب مین کیا تحریر فرمایا ہے۔

سکان نمبر ۱۴ - رائڈ اسٹریٹ کلکتہ ۱۶ - جولائی ۱۸۸۴ع

بخدمت مولوی سید ابو الحسن مترجم انجمن ہند اودھ - جناب من - بورود عنایت نامہ
سامی مرقومہ ۱۲ - ماہ حال مسرور و ممنون ہوا اور آپ کے اون احباب کا بھی مشکور ہوا
جنھون نے میری اوس کتاب کی قدر فرمائی ہی جسمین مینے جناب رسول مقبول کا احوال لکھا ہے
اور اونکے احکام کی تائید کی ہے۔ مین خوشی سے آپ کو اجازت دیتا ہون کہ اس کتاب کا
ترجمہ اردو مین کیجیے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر اس کتاب کا مکمل اور صحیح ترجمہ اردو مین کیا جائے
تو اس زمانہ مین جبکہ انسان کے خیالات مین تغیرات عظیم ہوتے جاتے ہین ہمارے برادران
ایمانی کو نفع کثیر بخشیگا - مگر یہ گذارش کرنا ضرور ہے کہ اس کتاب کے باب دوم سے باب دہم تک
پٹنہ کے ایک صاحب ماسٹر حسن علی نامے ترجمہ کر چکے ہین - مگر وہ ترجمہ غیر مختتم ہی پس مین
خوش ہونگا اگر آپ اسکا پورا اور صحیح ترجمہ کرینگے - فقط
آپکا نیازمند امیر علی

سکان نمبر ۲ - رائڈ اسٹریٹ کلکتہ ۲ - اگست ۱۸۸۴ع

بخدمت مولوی سید ابو الحسن صاحب مترجم انجمن ہند - جناب من میری کتاب کے
دیباچہ اور باب اول کا ترجمہ جو آپنے بھیجا تھا اوسکو واپس کرتا ہون - مینے اس سارے
ترجمہ کو بغور دیکھا اور خوشی سے گذارش کرتا ہون کہ واقع مین بہت عمدہ ترجمہ کیا ہی - فقط
آپکا نیازمند امیر علی

فہرست مضامین

دیباچہ

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچوان باب

چھٹا باب

ساتوان باب

اٹھوان باب

نوان باب

دسوان باب

گیارھوان باب

بارھوان باب

تیرھوان باب

چودھوان باب

پندرھوان باب

سولھوان باب

بہشت و دوزخ کا اون اقوال کے موافق جو حضرت عیسیٰؑ کیطرف منسوب کیے گئے ہین - حضرت مسیح کی
رجعت کا خواب و خیال - یہ خیال کیونکر دفع ہوگیا حیات آخرت کا اعتقاد اسلام مین - کمال تدریجی
خصائص بشری سے ہی - حیات دنیا و حیات آخرت کا اعتقاد جو قرآن سے ثابت ہی - ۲۳۲ - ۲۵۲

سترھوان باب

عرب کا علم و فضل قبل بعثت آنحضرت - آنحضرتؐ کا اصول علمی کو جاری کرنا - آنحضرتؐ کے احکام
وہدایات سے مذہب معقول پسند کا پیدا ہونا - متواتر خلافتون کے حالات - علم معقول پسند
اسلام مین - مسلمانون کے حالات بعہد خلفاے عباسیہ - مسئلہ جبر و اختیار - مسائل فرقہ
معتزلہ - وصفاتیہ - معتزلہ کے اقوال اس زمانہ کے فلاسفہ کے آرا پر ترجیح رکھتے ہین -
اسلام مین مسلک قدما کا غالب آنا - فرقہ شیعہ - فرقہ اہل سنت و جماعت - فرقہ صوفیہ -
صوفیہ کے نزدیک کل اعمال نیک عشق پر موقوف ہین - ممالک یورپ مین تصوف کا ماخذ
اسلام ہوا - آنحضرتؐ کی احکام مین علم کے فضائل بکثرت لکھے ہین - ۲۵۲ - ۲۷۶ -

اٹھارھوان باب

اسلام کی ملکی حقیقت - اسلام نے ملکی آزادی کو مقدس گردانا ہی - دنیا کی قومون کو آزاد
کردیا - مسلمانون کے حالات بعہد خلفاے راشدینؓ - ۲۷۶ - ۲۸۰ -

۱۹ انیسوان باب

مسلمانون مین ترقی علوم و فنون - طریقہ استخراجیہ استدلال اونکو خوب معلوم تھا - طبیعیات
مسلمانون کا فن نقاشی و سنگ تراشی مین ظاہر البست مرتبہ ہونا - مسلمانون مین علم ادب
قرآن مجید اور اوسکے اوصاف مخصوصہ - ناٹک - مسلمانون سے جتنے کارنمایان عقل کے میدان مین
ہوئی ہین وہ سب آنحضرت کی تعلیم و تلقین کی برکت سے ہوے ہین - مسلمانون نے ممالک یورپ
مین تہذیب و شائستگی و مذہب معقول پسند جاری کیا - دین مسیحی مذہب معقول پسند کے خلاف ہی -
[illegible] ۲۸۰ - ۳۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مہذبان اخلاق و مصلحان بنی آدم مین (حضرت) محمدؐ کا پایہ سب سے بلند ہی اور بیشک آپ خاتم الانبیاء و المرسلین ہین۔ دنیا مین ترقی اور تہذیب کا آغاز خاص خاص ناصحون کے ذریعہ سے زمانہ سلف مین سرزمین بکٹریا[1] مین ہوا اور اوسکا انجام اوسی یادگار زمانہ مین حجاز کے پہاڑیون اور گھاٹیون مین ہوا۔ پھر اوسوقت سے جو ترقی عقلی اور اخلاقی عالم مین ہوئی تو مجموعی ہوئی۔ یعنے ساکیامنی[2] اور زردشت اور انبیاء بنی اسرائیل اور حواریین[3] کا زمانہ گذر گیا۔ بانی اسلام کی سوانح عمری اور اونکے مواعظ و نصائح پر مخالفین و معاندین نے زبان طعن کھولی ہی اور اگرچہ اسپنہیم اور پریڈو اور ڈی ہربلاٹ اور اور بعض متعصبین ہنوز باقی ہین مگر اب انسان نے جو روشن ضمیری اور حق بینی تدریجاً حاصل کی ہے وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ تمام ممالک عیسائی کے خیالات مین باطناً ایک تغیر ہوتا جاتا ہی اور اُس کار عظیم کے ادراک مین جسکو پیغمبر عربیؐ نے ساتوین صدی عیسوی مین انجام دیا اب عیسائی تعصب و نفسانیت کو چھوڑکر آزادی اور انصاف پسندی

[1] یہ لاطینی نام بلخ اور اوسکے نواح کا ہی ۱۲
[2] بانی مذہب بودھ جسکا اصلی نام گوتم ہی ۱۲

[illegible] ہیں۔ چنانچہ انگلستان مین ہارٹن اور اسٹینلی اور کارلائیل
اور امریکا مین امرسن اور پارکر اور چیننگ اور ڈریپر جنمین سے ہر عالم فرید عصر اور
علامۂ دہر تھا۔ ان سب علمار نے نہایت دقت نظر سے تحقیق و تفتیش کر کے
اس بات کی گواہی دی ہے کہ اسلام اون مکروہ نامون کا ہرگز سزاوار نہین ہے جو
متعصبین نے اسکے رکھے ہین بلکہ اسلام بنی آدم کے شکریہ کا مستحق ہے۔ اسی روشن ضمیری
اور صفائی عقل سے جو رفتہ رفتہ پھیلتی جاتی ہے اور اسی باطنی ہمدردی سے جو
سرایت کرتی جاتی ہے عالی ظرف اور بلند خیال لوگون کو یہ امید ہوتی ہے کہ آخرکار
تمام ملل و ادیان مثل شیر و شکر باہم آمیختہ ہو کر ایک عظیم الشان گروہ بنی آدم کا ہو جائیگا
پیغمبر عربی کا تذکرہ موالفین و مخالفین دونون نے لکھا ہے۔ چنانچہ مورخین
یورپ مین ڈیل اور سپرینگر اور لونلڈ یک اور کاسن ڈی پرسیول اور میور اور ڈوزی
اور اور بہت سی مورخین اسلام اعلی درجہ کے گذرے ہین۔ مگر باستثناء کاسن ڈی
پرسیول اور ڈوزی ان سب مورخون نے ایک ایک خاص مسئلہ گڑھ کر اوسکو ثابت
کرنا چاہا ہے۔

سپرینگر نے اپنی کتاب مین جھوٹا فلسفہ ایسا ٹھونسا ہے کہ اکثر اوس سے ایک
نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گو اس مورخ نے ہزار چاہا ہے کہ اپنا تعصب و نفسانیت ظاہر
نہونے دے اور منصفانہ نکتہ چینی پر اکتفا کرے مگر اوسکا تعصب اسلام سے اس سے
صاف ظاہر ہے کہ اوسنے زبردستی پیغمبر اسلام کا مقابلہ سویڈن برگ کے ساتھ کیا ہے
اور صرع کے توضیح مین اپنی علمیت اسقدر صرف کی ہے کہ مورخ نہین باقی رہا بلکہ طبیب
ہو گیا ہے اور آنحضرت نے جو کفار عرب کے رسوم و اعمال قبیحہ کی مذمت فرمائی ہے اوسیر بھی

اس زمانہ کے سوفسطائی سے پوچھیے تو ایسا ہی طعن بعینہ وہ اور بانیان مذاہب پر بھی کریگا۔

اس مورخ کی کتاب مین جو فی الواقع ایک عجیب وغریب کتاب ہی ایک بہت بڑا عیب یہ ہی کہ صحیح اور مصنوعی روایات کو برابر رکھا ہے بلکہ مصنوعی روایات کیطرف ظاہر رجحان پایا جاتا ہے۔

میور صاحب کے تذکرۂ پیغمبر اسلام مین یہ قبح نہین ہے کہ بہت سا فلسفہ بھر دیا ہو بلکہ یہ حسن ہے کہ جو کچھ مصنف نے لکھا ہی دل سے لکھا ہی۔ اسیوجہ سے مسلمانون کو اوسپر زیادہ توجہ کرنا لازم ہے اور جو جو جھوٹا مسئلہ اور مصنوعی روایت اوسمین بیان کی ہے اوسکی تردید کرنا واجب ہی۔ مگر جس نیت سے مصنف نے یہ کتاب تصنیف کی ہے اگر اوسکا لحاظ کیا جاے تو متصف مزاجون کو خواہ مخواہ شک پیدا ہوگا کہ اسکا مصنف تعصب سے بالکل پاک نہین ہے۔ چنانچہ خود مصنف نے دیباچہ مین صاف صاف لکھدیا ہی کہ یہ کتاب مین نے اس غرض سے تصنیف کی ہے کہ پادریون کو مسلمانون سے مباحثہ کرنے مین مدد ملے۔

میور صاحب اور سپرینگر صاحب ان دونون کی تاریخین خاصۃً واقدی اور اوسکے کاتب کی تواریخ پر مبنی ہین حالانکہ ان دونون کو اہل اسلام نہایت ضعیف القول اور غیر محتاط سمجھتے ہین چنانچہ واقدی کی نسبت ابن خلکان[1] لکھتا ہی کہ "وہ جو احادیث واقدی سے مروی ہین وہ ضعیف سمجھے جاتے ہین اور واقدی کی راست گوئی مین کلام کیا گیا ہے۔"

جتنی کتابین اسلام کی ابتدائی حالات مین تصنیف کی گئی ہین اون سب مین

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۶۲-۱۲

[illegible]

ہے - اگر یہ مورخ اسلام کے ساتھ ہمدردی نہین رکھتا ہی تو تعصب بھی نہین رکھتا ہے

اسنے شارع اسلام اور پیروان اسلام کو دشنام نہین دیا ہی اور گو اوس زمانہ کے

مصالح اور ضرورتون کو وہ خوب نہین سمجھا ہے تاہم ایسا صاف باطن ہی کہ اوسنے

مغالطہ دہی کرکے اور جھوٹ سچ مسئلے گڑھکے اپنی راے اون واقعات کی نسبت

نہین لکھی ہے جو ایسے لوگون مین اور اوس زمانہ مین گذرے جو ہم لوگون سے

اور اس زمانہ سے کچھ نسبت ہی نہین رکھتے -

ایک اور تاریخ بھی زبان فرانسیسی مین ہے جو لائق تعریف ہی - یعنی سیڈلاٹ

کی تاریخ عرب مین بہت شرح و بسط کے ساتھ اور بلا روو رعایت بیان کیا ہی

کہ مسلمانون نے دنیا مین کیا کیا - ہمارے برادران دینی ان مورخین کے بھی نہایت

ممنون و شکر گذار ہین یعنے اکسٹر - دوشیج - بارتھالمی سینٹ ہلیر - ڈیوںپورٹ

ہگنس - اور کارلائیل - کہ انھون نے بہت کوشش کرکے اسلام کو قسیسین بعاندین

کے طعن و تشنیع سے بچایا ہے -

اس مختصر رسالہ مین مجھکو منظور ہے کہ پیغمبر اسلام کی سوانح عمری اور اونکے مواعظ

و نصایح مین جو عمدہ اوصاف ہین اونکو ایک عام پسند طرز سے بیان کرون اور

اکثر ناظرین کے دل سے ظنون فاسدہ اور تعصبات بیجا کو دفع کرون اور یہ ثابت

کرون کہ اسلام آدمی کے لیے عجب نعمت عظمی ہے اور دین مسیحی نے انسان کو جو

ترقی بخشی تھی مگر اسلام نے انسان کو اعلی مدارج کمال پر پہونچا دیا - الحاصل اسلام

آثار حکمت الہی مین سے ایک اثر ہے جسکے ذریعہ سے خالق عالم ہمکو ہمارے وجود کے

مقصود و صالح [illegible] فرانی آراء کو صاف صاف بیان کیا ہی

اختلاف رائے ہو اوسکے اوس عفو کا سائل ہون جسکے
مستحق صاف گو آدمی ہمیشہ ہوتے ہین - جن مورخین کے اقوال کو مین نے اس
کتاب مین نقل کیا ہے نہایت احتیاط سے نقل کیا ہی - شاید بعض حضرات میرے
کلام کو اظہار علمیت پر محمول کرین مگر اس قسم کی کتاب مین جیسے مین اب ہدیہ ناظرین
کرتا ہون صواب ہی کی جانب خطا کرنا بہتر ہے یعنی اسناد نقل کرنے مین بہت صحیت و
احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیئے نہ غفلت و عدم مبالات - یہ مختصر تذکرہ پیغمبر اسلام کا
مین نے خاص کر ابن ہشام اور ابن اثیر کے تصنیفات سے تالیف کیا ہے -
گو ابن ہشام کو میور صاحب نے بہت ٹوکا ہے مگر وہ سب سے زیادہ محتاط اور معتبر
وقایع نگار آنحضرت کا ہمیشہ رہیگا - اور ابن اثیر نے اپنی ساری باوقار تاریخ مین
ایسی جودت و ذہانت ظاہر کی ہی اور اوسکا طرز تحریر ایسا پاک و پاکیزہ اور لطیف
ہے اور اوسکا علم و فضل ایسا عمیم و وسیع ہے کہ یورپ کے اعلی درجہ کے
مورخون کا ہم پایہ کہنا اوسے بیجا نہین ہے -

اب مین اپنے وطن مالوف کو مراجعت کرنے پر تیار ہون - (گو خدا سے دعا
مانگتا ہون کہ مجھے پھر اس ملک مین آنا نصیب ہو) اور اس دیباچہ کے آخر مین
کچھ اپنی ذاتی کیفیت عرض کرتا ہون امید کہ ناظرین اوسکو نا ملائم نہ تصور فرمائینگے
اہل انگلستان سے زیادہ خلیق اور متواضع مین نے کسی ملک کی لوگ نہین دیکھے -
ادنی و اعلی ہمیشہ مجھسے بڑی خلق و مروت سے پیش آئے ہین - اور اونکی سردمہری کا
حال جو مین نے کتابون مین دیکھا ہے تجربہ اور مشاہدہ مین ہمیشہ اوسکے خلاف پایا
مجھے یقین ہے کہ انگلستان مین مینے اکثر صاحبون سے ایک نیاز باطنی اور خلوص قلبی
حاصل کرلیا ہے اور اس ملک سے جو محبت مجھکو ہوگئی ہے اوسکا اثر یہ ہوا ہے

کہ اپنے ملک سے مجھکو اور زیادہ الفت ہوگئی ہے - جن دوست آشناؤن بلکہ غیرون نے بھی اس عالم مسافرت مین مجھپر لطف وکرم فرمایا ہے اونکا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہون - اور اس موقع کو غنیمت جانکر اون احباب سے بھی نیازمندی اور شکرگزاری کا اظہار کرتا ہون جنھون نے اس کتاب کی تالیف مین میری اعانت کی ہے خاصتہً ڈاکٹر روسٹ صاحب اور آر سی چلڈرس صاحب کا شکرگذار اسوجہ سے ہون کہ اونھون نے مجھکو انڈیا آفیس[1] کے کتب خانہ مخزن العلوم کو استعمال مین لانے دیا -

مستمقام انرٹمپل جنوری ۱۸۷۳ء

پہلا باب

پہلے مجملاً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب دین اسلام پیدا ہوا تھا اوسوقت دنیا کی قومون کے دینی اور تمدنی حالت کیا تھی تاکہ بخوبی معلوم ہوجاے کہ پیغمبر اسلام نے عالم اخلاق مین کیا کیا کارنمایان کیے - کیونکہ یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ جو علل واسباب نبی[2] ناصری کی بعثت کا باعث اغسطوس قیصر کے عہد مین ہوے تھے اونکا اثر اون ذلیل قیاصرہ[3] روم کے زمانہ مین اور زیادہ قوی ہوا جو پیغمبر عربی کے زمانۂ بعثت مین سریر آرائی سلطنت رومتہ الکبری ہوئی -

تاریخ کی دھندلی شفق مین عجیب وغریب شکلین دکھائی دیتی ہین اور نئی نئے تماشے سرزمین بیکٹریا[4] مین ہوتے معلوم ہوتے ہین جسکو ام البلاد کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے

[1] یعنی سکرٹری آف اسٹیٹ کا دفتر ۱۲ مترجم [2] یعنی حضرت عیسیٰ ۱۲ مترجم [3] اس زمانہ مین جسٹن قیصر قسطنطنیہ مین اور کسرے نوشیروان طیسفون یعنے المدائن مین بادشاہ تھا ۱۲ مؤلف [4] جغرافیہ دانان عرب نے بیکٹریا یعنی بلخ کا نام ام البلاد لکھا ہے ۱۲ مؤلف -

یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند قبائل یا خیل اوس سرزمین پر جمع ہو گئے ہین جو ابھی ابھی
ایک وحشیانہ حالت سے نکلکر عالم جہل و بے تمیزی مین مبتلا ہو گئے ہین اور ایک عقل
کل کے قائل ہوتے جاتے ہین - ابتک تو وہ بعض مادیات کی پرستش خوف اور
دہشت سے کرتی تھی مگر اب اونکے بدلے مجردات کی عبادت اختیار کرتے جاتے ہین
ان قدیم ساکنان زمین مین سے بعض[1] نے صدہا قوی طبیعی کو لباس ذہنی اور
جامۂ تشخص پہنا کر دو ارکان اعظم یعنے نور و ظلمت کی تابع کر دیا ہے - اور آفتاب کو
مبدا رحیات اور منبع نور سمجھکر مظہر کبریا قرار دیا ہے جسکی قوت گو بالفعل رکی ہوئی ہے
مگر آخر کو نور و ظلمت کے متضاد ارکان پر غالب آجائیگی - اور بعض نے اپنے بتون کو
جنکی پرستش وہ سابق مین کرتے تھے ذہنیات یا روحانیات کے پیرایہ مین لاکر باہم
خلط ملط کر دیا ہے اور کبھی تو اونکے معبود خارج مین علیحدہ علیحدہ محسوس ہوتے ہین
اور کبھی اون سب کا ایک ذی حیات مجموع معلوم ہوتا ہے -

انسان کی اس ابتدائی مسکن پر ایک تاریکی چھائی ہوئی ہے مگر غور سے دیکھئے
تو اوس تاریکی مین بھی کچھ آثار و علامات اوس تخالف مذہبی کے نظر آتے ہین
جو ایرین قوم کے دو بڑے شعبون مین تھا اور اس مذہبی جھگڑے کا پتا اس سے
بھی ملتا ہے کہ وید کے بھجنون مین ایرانیون کے معبود آنرہ اور اونکی مقتدا زرد شت
پر خوب تبرا کیا ہے - مغرب مین جو قومین دو معبودون کی معتقد تھین اونھون نے
اپنے ہمجنس مشرکین کو جو حلول کے قائل تھے نکال باہر کیا اور اون پر غالب آئین - اب
وہ ظلمت جو ہمارے آبا و اجداد کے وطنون کو گھیرے ہوئے تھے ذرا کم ہوتی جاتی ہے

[1] انسے مراد صابئین یعنی ستارہ پرست ہین جو سلطنت بابل مین مابین فرات و دجلہ رہتے تھے ۱۲ مترجم [2] تواریخ ہند مصنفہ
تالباتر وہیلر صاحب (ویدونکا زمانہ) جلد ا صفحہ ۰ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [3] لینارمنٹ صاحب کی تواریخ اقالیم مشرقیہ جلد ۲ -

اور معلوم ہوتا ہی کہ قوم ایرین مشرق سے ہندوستان مین دھنستی چلی آتی ہے اور اس ملک کے سیاہ فام قدیم باشندون کو نکالتی جاتی ہے اور قتل وقمع بھی کرتی جاتی ہے اور غلام بھی بناتی جاتی ہے - سبحان اللہ تاریخی حالات بھی عجیب و غریب ہین -

قوم ایرین کے فتوح کا سیلاب مشرق اور جنوب کیطرف صدہا سال موج زن رہا - اور اس قوم پر اون قومون کی بت پرستی کا اثر خواہ مخواہ ہوا جنکو اسنے فتح کیا تھا یا جنمین اسنے بود و باش اختیار کی تھی - یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک طرف تو وہ بیہودہ اور قبیح عبادت ہونے لگی جسکو سکتی کا پوجا کہتے ہین اور ایک طرف کرشن نے نفس پرستی کا مسلک جاری کیا - مگر تاہم قوم ایرین کا لُبِ لباب جو لوگ تھے صدہا سال اونپر اونھین خیالات اور اونھین اعتقادات کا اثر باقی رہا جنکو وہ اپنے وطنون سے اپنے ہمراہ لائے تھے - لیکن جو کچھ اونمین سے باقی رہگیا تھا چند ہی مدت مین وہ بھی زائل ہو گیا - اور جب قوم ایرین کے باشندے بامن و آسایش رہنے سہنے لگے اور اپنے مغربی بھائیون کی مشقت طلب عادات و اشغال سے محروم ہوکر اپنے نہایت رنگین طبیعت کی مذاق مین آلودہ ہوگئے اور عیش و عشرت مین پڑ گئے اور کوئی طریقہ مکارم اخلاق کا موثر قوانین کے پیرایہ مین اونمین نہ باقی رہا تو اون لوگون نے اپنے ابا و اجداد کی مذہبی اعتقادات کو بالکل ضایع کر دیا - اونھون نے ایک مجموعہ اخلاق تو حاصل کیا مگر اوس مجموعہ مین وہ خیالات بھرے ہوئے تھے جو دہریت اور مادہ پرستی کے زمانہ مین رائج تھے -

آخر الامر ایک ہندو[1] کے نفس پر کچھ انقلاب روزگار کا ایسا اثر ہوا کہ انقلاب مذہب کا باعث ہوا - بودہ کے مسلک مین گو بڑی بڑی باتون کا حوصلہ اور امید دلائی گئی ہے

---

[1] تواریخ ہند مصنفہ ٹالبائز ..... صاحب صفحہ ۳۲ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] اس سے بودہ یا گوتم مراد ہے ۱۲ مترجم -

لکن اس طریق کو کبھی یہ شرف نہین حاصل ہوا کہ مذہب یا ملت کا مصداق ہو سکے۔ در اصل یہ مسلک فقرا اور زاویہ نشینون کے موافق تھا اور عوام پر اسکا اثر کبھی نہین ظاہر ہوا۔ اور باوجودیکہ زمانہ اس سے موافق رہا مگر پھر بھی اسکو کامیابی نہین حاصل ہوئی۔ آخر کو یہ مسلک ہندوستان سے بالکل زائل[1] ہو گیا۔ جب مسلک بودہ کا استیصال ہندوستان سے ہو گیا تو برہمنون کا مذہب دوبارا جاری ہوا۔ بتخانے فسق و فجور کے گھر بنگئے۔ فحش اور افعال شنیعہ کو مذہب نے جائز رکھا۔ موت اور شہوت کے دیوتا عوام الناس کے محبوب معبود بنگئے۔ اشتروت[2] اور مولک کے ناچ رنگ اور شراب کباب کے بیہودہ جلسے اُونکے نامون سے اور اُونکے پیرایون مین ہونے لگے۔

یہ حال تو لوگون کے اعمال دینی کا تھا۔ اونکی تمدنی حالت بھی حد سے زیادہ ابتر اور خراب تھی۔ اوس مبہم و مشکوک زمانہ مین بھی جسکو اصطلاح مورخین مین ویدون کا زمانہ کہتے ہین عورتون کا حال ایسا اچھا نہ تھا جیسا اب بعض مورخین ہندوستان نے بیان کیا ہے۔ عورتین جوے اور کشتیون مین ہار دیجاتی تھین۔ اور اونکو سارے گھر کا کام ماما اصیلون کا کرنا پڑتا تھا اور ایک ایک عورت کو ایک گھرانے کے متعدد بھائیون کی جورو بننا پڑتا تھا۔ مگر جب برہمنون کا دور ہوا عورتون کا حال اور زیادہ سقیم ہو گیا۔ برہمنون کے واضع[3] قوانین نے عورتون کا

---

[1] ہنٹر صاحب کی تاریخ بنگالہ اور میری چٹھیان جو مسلک بودہ اور مذہب براہمہ مین فرق کے باب مین اخبار ایشین مین چھپے ہین اور وہیلر صاحب کی تواریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۱۷۸ - ۱۹۲ - ملاحظہ ہون ۱۲ - مؤلف [2] شاید یہ کنعانی بتون کے نام ہین ۱۲ - مترجم [3] اس سے مراد منو ہے ۱۲ - مترجم

ذرا ایسی ذلت وحقارت سے لیا ہی اور اونکو بالکل لونڈیان بنادیا ہی کہ معاذ اللہ-

فارس یعنے سلطنت خسروان ایران کے دینی حالت کو اور زیادہ مفصل بیان کرنا چاہیئے- فارس کا حال اسوجہ سے اور زیادہ غور طلب ہی کہ یہ ملک اسلام کے مولد سے قریب ہی اور اس ملک کا نہایت قوی اثر ہمیشہ مسلمانون کے خیالات پر ہوا کیا ہے بلکہ دین مسیحی اور ملت یہود پر بھی اسکا پرتو ضرور پڑا ہے-

قوم ایرین کے دو ٹکڑے ہوکر ایک ٹکڑا فارس اور ہندوستان کیطرف چلا گیا اور ایک ٹکڑا شام وعرب کی سمت جاکر اپنے بنی عم سام ابن نوح کی اولاد سے ملگیا- اس قوم کی شرقی اور مغربی دونون شعبون مین الوہیت کے مفہوم مین گونہ قیام واستقلال حاصل ہوگیا تھا اور کسی شخص ملہم من اللہ کے فیض سے ایسا ہوا تھا- مگر وہی اسباب جنسے ہندوستان کی قوم ایرین کو تنزل ہوا تھا ایرانیون پر بھی اپنا اثر دکھلا رہے تھے- اونھون نے قدیم تورانی قومون کو جو اونسے پیشتر آکر ایران مین بسی تھین نکالدیا تھا یا مغلوب کرلیا تھا- اور وہ تورانی قومین ایسی شدید مادہ پرست تھین کہ اونکی مادیت نے اونکے قرب وجوار کے ایرانیون کی ناقص روحانیت پر غالب آکر اوسکو بھی غارت کردیا- پیروان افراسیاب اور کیکاؤس کی باہمی مخالطت کا دائی اثر ایرانیون کے دین وایمان پر پڑا-

---

۵۷ فرانسیسی تاریخ (مطبوعہ شہر پارس ۱۸۶۹ء) جلد ۱ صفحہ ۲۷- ملاحظہ ہو اور مختلف احکام جو بانی شاستر ہنود نے اس باب مین دیے ہین وہ بھی ملاحظہ کیجیے- چنانچہ منو کا قول ہے کہ ”عورتین اپنے بسترون اور سیجون اور زیور کو پسند کرتی ہین اور نجس خواہشین رکھتے ہین اور غصہ ور ہوتی ہین اور تلون طبع اور بدچلن ہوتی ہین- عورتون کو شب وروز محکوم ومطیع رکھنا چاہیئے“- ٹلر صاحب کی تواریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۲۲۷ ملاحظہ ہو- ۱۲ مؤلف

اور وحشی قومون یعنے سدرا اور بریا وغیرہ کی حالت دریافت کرنا ہو تو تھوزنیسن مورخ فرانسیسی کی تاریخ دیکھیے جسکو دیکھنے ... ملاحظہ ہو بوستان ۱۲ مؤلف

وہ پیچیدہ نظام فلکی (یعنے علویات) جسکا اعتقاد صابئین[1] یعنے ستارہ پرستون کو تھا اوسکا
اثر پیش داد یون کے عہد سلطنت مین ایرانیون پر بھی کچھ رہگیا۔ الغرض۔ ان اسباب سے
مغربی قوم ایرین بہت جلد اپنے قرب وجوار کی قومون کی ہم مشرب ہوگئی اور آثار و
علامات کی پرستش جو غالباً اونکے قدما مین رائج تھی آتش پرستی سے مُبدّل ہوئی۔
عبرانی قومون کے اسیر ہوکر مدتہاے مدید تک بلاد فارس کے قریب آوارہ وطن
رہنے سے غالباً وہ اصلاح مذہب وقوع مین آئی جو دارا کے عہد سلطنت مین ہوئی۔
متضاد مذہبون مین فعل وانفعال اور کسر وانکسار ضرور ہوا۔ بنی اسرائیل نے زردشت
کے دین مہذب پر ایک گہرا اور دائمی سکہ وجود واجب الوجود کا بٹھادیا اور ایرانیون سے
اونھون نے علویات کی ربوبیت کا اعتقاد اور یہ مسئلہ اخذ کیا کہ فاعل خیر و شر دو خدا
علٰحدہ علٰحدہ ہین۔ اوسوقت سے بنی اسرائیل کا اعتقاد یہ نہین رہا کہ خدا ہی
شیطان کو گنہگارون کے مُنھ مین ڈال دیتا ہے بلکہ اوس زمانہ سے عبرانیون
کی مذہبی اور اخلاقی تاریخ مین شیطان بھی اہرمن کی طرح ایک رکن اعظم ہوگیا

[1] انھین کو مورخین کی اصطلاح مین اسیرین کہتے ہین اور انکی سلطنت قاہرہ کو جو فرات ودجلہ کے دوآبہ مین تھی سلطنت عشر یا بابل کہتے ہین ۱۲۔ ترجم [2] پانچ قدیم سلطنتون کی تاریخ مصنفہ رالنس صاحب جلد ۲۔ صفحہ ۲۲۴ و ۲۳۰۔ ملاحظہ ہو۔ اور ایک عجیب وغریب کتبہ قوم آسیرن کے زمانہ کا جسکا ترجمہ لینارمنٹ صاحب نے اپنی تاریخ ممالک مشرقی جلد ۱۔ صفحہ ۴۲ مین لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ طلب ہے۔ بقول رالنس صاحب مورخ ودیگر محققین پہلی قوم آسیرین چند آسمانی خداؤن کا اعتقاد رکھتے تھے اور اوسکا مذہب تقریباً توحیدی تھا (رالنس صاحب کی تاریخ جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۔ اور لینارمنٹ صاحب کی تاریخ جلد ۱۔ صفحہ ۵۲۴۔ ملاحظہ ہو۔) اگر یہ قول صحیح ہے تو حضرت ابراہیمؑ کی خروج کا باعث یہی ہوا ہوگا کہ ترقی مال و دولت سے اور نیز قومون کے ساتھ خلط ملط کی وجہ سے لوگون کے اعتقادات خراب ہوگئے تھے ۱۲ مؤلف [3] توریت کتاب السلاطین باب ۲۲ صفحہ ۲۳۔ ۲۱۔ ۱۲ مؤلف

جو ... کے عہد سلطنت مین زردشت نے لیکن کئی سو برس تک اوسکا

اثر کامل باقی رہا - لیکن آخر الامر اوسکے مذہب کا بھی وہی انجام ہوا جو ہر ایک ایسے

مذہب کا ہوتا ہے جسکے معتقدون مین باہم ہمجنسی اور انسانی ہمدردی نہین ہوتی اگر

نہ وہ صوفیانہ خیالات ہوتے ہین جو ایک عالم گیر مذہب کے لیئے ضرور ہین - پیغمبر اسلام[۳]

کے زمانہ کے پیشتر گروہ کے گروہ فاتحون کے مثل ایک طوفانی بگولے کی اوس سرسبز و

شاداب ملک[۲] کو صاف کرتے ہوئے چلے گئے اور کل نظام تمدن اور طریقہ اخلاق کو

خاک مین ملادیا - پہلے اس ملک کو اہل[۳] مقدونیہ نے فتح کیا اوسکے بعد زنگ برنگی قومون نے

اوسکو پامال کیا پھر ایشیائی کوچک کی بہت سی وحشی قومون نے جو کچھ یونانی تھین

اور کچھ ایشیائی اور کسی قاعدہ اخلاقی کے پابند نہ تھین اوسپر یورش کیا اوسپر طرہ

یہ کہ خود فاتح جلد باز اور ناخدا ترس تھا - ان سب وجوہ سے زردشت کا دین خالص

مغشوش ہوگیا - اوس شراب خوار بادشاہ[۴] جابر نے جسکو عمر بھر یہی فکر رہی کہ کسیطرح

ایشیا کو خطۂ یونان بنادیجیئے موبدون پر جو گویا قوم فرس کی ناک تھی ظلم و تعدی

از حد کی اور بادشاہان سلقوسیہ کے عہد مین اوس قوم کو برابر تنزل ہوتا گیا

---

[۱] ابن اثیر نے دبستان مذاہب مین اس بادشاہ کا نام گشتاسپ ابن لہراسپ لکھا ہے اور زردشت کی عجیب و غریب کیفیت

بیان کی ہے جو اون حالات سے مشابہ ہے جو اس زمانہ مین اوس عہد کے سکون سے دریافت ہوئے ہین لینارمنٹ صاحب کی تاریخ

جلد ۲ صفحہ ۲۵ - ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف [۲] یعنی فارس ۱۲ مترجم [۳] یہ سکندر اعظم کی فتح فارس سے کنایہ ہے ۱۲ مترجم [۴]

اسکندر اعظم ۱۲ مترجم [۵] جب مقدونیہ کے بادشاہ سکندر اعظم نے شراب کے نشہ مین مست ہوکر شہر سوسہ مین آگ لگادی تو فارسیون

کی مذہبی کتابین سب جلکر رہگئین - بقول طبری اور ابو محمد مصطفے (جسنے ایک تاریخ گشتاسپ کی تصنیف کی ہے) کتب مجوس سوسہ

اور پرسیپولیس یعنی اصطخر کے بادشاہی کتب خانون مین جمع رہتی تھین - تاریخ ابن الاثیر بھی جلد ۱ صفحہ ۱۸۲ - ملاحظہ ہو سکندر

کے ظالم ہونے کی نسبت کتاب تاریخ ثانی ملوک الارض مصنفہ حمزہ اصفہانی عربی مین صفحہ ۴۱ - اور لاطینی مین صفحہ ۲۸ - ملاحظہ ہو ۱۲

انکیا تو اس پادشاہ وہ کافر تھا جو یہود کو موحد سمجھکر اونسے جلتا تھا پھر پیروان زردشت
کو جنکا مسلک اشراقی تھا کیا چین لینے دیتا۔ پادشاہان پارتھئین کے عروج سے بھی
مذہب زردشت کو اور جلد زوال آگیا۔ جن صوبوں مین امن و امان تھا اونمین یہ دین
(مجوس) صابئین اور قالدیون کے مذہب سے مخلوط ہوگیا اور جہان جہان یہ دین
اپنی ہیئت اصلی پر باقی رہا تو صرف اون ملاؤن[1] کے دلون مین رہا جو اون مقامات
مین جا کے چھپے تھے جہان کسی کا گذر نہ ہوتا تھا۔ افسوس ہے انھین گوشہ نشین ملاؤن پر
دین زردشت کا خاتمہ ہوگیا۔ ساسانیون کے عہد دولت مین اگر دین زردشت
کے اصلاح کی امید تھی تو انھین دساتیر مجوس سے تھی۔ اردشیر بابکان ایک نئی سلطنت
کا بانی ہوا اگرچہ یہ امر مشکوک ہے کہ اوسکی بلند ارزوئین کہانتک برآئین اوسکے عہد مین
فارس کے خود سرے نے عود کیا اور اوسنے قومی حیات کا جامہ از سر نو پہنا۔ مگر اوسکا
طرز تمدن اور اوسکا طریقہ دینی الیسا زائل ہوگیا تھا کہ اوسکو دوبارا قائم کرنا
پادشاہون کے امکان سے بھی باہر تھا۔ شاید قدیم زمانہ کی علوم کتابون مین
رہگئی ہون مگر لوگون کے دلون سے اونکا اثر اوسیطرح جاتا رہا تھا جسطرح گشتاسپ
اور رستم کا نام اونکے صفحہ خاطر سے محو ہوگیا تھا۔ الغرض دینی زردشت کا خاتمہ ہی ہو
چکا تھا کہ بہمن[2] اردشیر نے فارسیون مین اوس معبود کی پرستش جاری کی جسکا نام مصر اتھا
اور جو نیم مرد اور نیم عورت تھا۔ بڑا غضب تو اوسوقت ہوا کہ جب صدی ششم عیسوی
کے ابتدا مین ایک شخص مذوق نامے نے لوگون کو حکم دیدیا کہ مال اور نسوان مین

---

[1] یعنی پارسیون کے علماے دین جنکو دساتیر مجوس بھی لکھتے ہین ۱۲ مترجم [2] تاریخ حمزہ صفہانی
صفحہ ۴۶۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۵۔ اور تاریخ حبیب السیر ملاحظہ ہو۔ بہمن اردشیر کیخسرو کا
بھائی تھا جسکا حال ذنوفن مورخ یونانی نے بڑے شد و مد سے لکھا ہے۔ ۱۲ مؤلف

اور جسطرح سب شریک ہو جائیں جسطرح آگ اور پانی اور گھاس سب کا مال ہوتا ہے
اور کسیکی ذاتی ملکیت نہ رہنی پائے بلکہ ہر شخص اس دنیا کے رنج و راحت مین شریک ہو[۱]
ایک فرقہ پیروان زردشت کا ایسا تھا جسمین بہنون اور اور محرمات شرعیہ کے ساتھ
شادی کرنا جائز تھا - اس رسم قبیح کے اعلان سے خود فارسیون مین بھی جو لوگ پاک
نفس تھے اونکو کراہیت معلوم ہوئی - مزدق اپنے تئین زردشت کا خلیفہ کہتا تھا
آخر کو وہ مارڈالا گیا مگر اوسکے مسائل جڑ پکڑ چکے تھے اور فارس سے وہ سب[۲] غیر[۳] ملکون مین پھیل گئے
ان سب خرابیون سے ظاہر تھا کہ فارسیون کے اخلاق از حد خراب ہو گئے تھے
اور خود اونکی بد اعمالیون سے اونپر بہت جلد زوال آنے والا تھا - یہ ادبار اگرچہ
کسریٰ نوشیروان کے اوصاف ذاتی کی وجہ سے چند مدت تک نہین آنے پایا مگر اوسکے
مرنے کے بعد رفتہ رفتہ آتا گیا - لکن ایک نبی مبعوث ہو چکا تھا جسکی برکت قدم
سے دنیا کا رنگ بدل گیا -

موسائیون پر بھی صدہا آفتین نازل ہوئی گئین اور سب سے زیادہ بلاء
عظیم طیطوس اور ہیڈرین[۳] قیاصرہ روم کی لڑائیان تھین - خانوادہ بنی اسرائیل[۴]
بالکل تباہ و برباد ہو گیا - اوس خاندان کے لوگ منتشر ہوکر سارے دنیا مین جاے پناہ[۵]
ڈھونڈتے پھرتے تھے مگر جہان گئے اپنا غرور و نخوت اور اپنی قساوت قلب یعنی سنگدلی

---

[۱] ترجمہ انگریزی دبستان مذاہب کا دیباچہ ملاحظہ ہو اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۱ - صفحہ ۴۸۱ - اور تاریخ طبری
جلد ۲ - صفحہ ۱۴۸ - اور تاریخ حبیب السیر اور مالکم صاحب کی تاریخ فارس صفحہ ۱۰۴ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۲] قدیم
مصریون مین بھی ایسی شادی جائز تھی ۱۲ مؤلف [۳] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۴ - باب ۴۷ صفحہ ۹۸
اور اوسکا حاشیہ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۴] علاوہ مورخین عیسائی اور یوسیفوس مورخ یہودی کے ناظرین شائقین کو تاریخ

جسکی ہجو و مذمت صدہا انبیا نے کی ہے اپنے ساتھ لیتے گئے - یہود نے غیر ملکون مین
عافیت گزین ہو کر اگلے زمانہ کے ناشائستہ حرکتین پھر کرنی شروع کین اونکو ایک
نبی کی امید تھی مگر اس امید کے ساتھ شدید تعصب اور زندی و عیاشی بھی شریک تھے -
حضرت عیسیٰ آئے بھی اور چلے بھی گئے مگر یہود پر کچھ اثر اونکی رسالت کا نہین محسوس
ہوا - وہ تمام بنی آدم مین برادرانہ لطف و محبت پیدا کرنے آئے تھے اور گو ایک نہایت
سرکش اور مغرور قوم مین پیدا ہوئی تھی مگر حلم و خاکساری اپنا شعار رکھا اور اپنے
حوارین پر نہایت لطف و شفقت فرماتے تھے اور سب کے دلی خیر خواہ تھے - الغرض
اونکی پاک نفسی اور عالی ظرفی اور زہد و تقوی کا سکہ بنی آدم کے دل پر بیٹھ گیا مگر
اونکے مزاج مین ویسا استقلال نہ تھا جیسا حضرت موسیٰ کی طبیعت مین تھا جس سے
ایک غدار اور مرتد قوم کے دل مین اونکا خوف سما گیا تھا - اسی عدم استقلال کیوجہ
سے حضرت عیسیٰ پر اونکی امت کا وار چل گیا -

حضرت عیسیٰ کے حوارین مین سب سے زیادہ بزرگ اور ذی کمال پولوس
حواری تھا - باوجودیکہ حضرت مسیح نے روح القدس کا وعدہ فرمایا تھا تاہم کوئی حامی
اور موئید اونکے پاک کلام کا ہونا ضرور تھا جو علماے یہود اور حکماے مشرکین کو اونہین
کے علوم سے قائل کرتا - اسی غرض سے خود حضرت عیسیٰ نے ہاتف غیب کی صدا پر عمل
کرکے ایک تیرھوان حواری بنایا جسکا نام ساؤل تھا (بعد اوسکے پولوس ہو گیا) اور جو
بڑا عالم متبحر علوم یہود اور علوم یونان کا تھا[۱] جنسے اور حوارین محض ناواقف تھے

[۱] ہر شخص جسنے کنگسلی صاحب کا تذکرہ ہیپاشیا (یہ ایک عورت یونانی بڑی علامہ اور شاعرہ غرا تھی) دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے
کہ یہودیون نے اسکندریہ کی گلیون مین کیا غدر مچا رکھا تھا - مگر ان صورتون مین شر پہلے عیسائیون کیطرف سے ہوا تھا
اسکندریہ کر یہودیون سے توعرب کے قبائل یہود بہتر تھے ۱۲ مؤلف [۲] یعنی انجیل ۱۲ مترجم [۳] موشیم صاحب کی تاریخ

ی انواع پھلون کو دی گئے ہین ایسی ہی تائیدین بڑے بڑے کارنمایان کئے - اور اپنے مرشد کی سیدھی سادی احکام و نصائح مین فلسفہ ویثا غورث کی نہایت دقیق اصول داخل کر دیئے اور یہ وہ فلسفہ تھا جسمین عقول عشرہ اور تثلیث کا مسئلہ شرقی ملکون سے اخذ کرکے داخل کیا تھا -

اپنے اور بیگانہ یعنے یہود اور غیر یہود کے فرق سے خود حواریین مین باہم حسد پیدا ہوا چنانچہ پطرس اور پولوس حواریون کی باہمی عداوت مشہور ہی - غالباً فرقہ ابنیہ کے جو اعتقادات تھے وہی اصل حواریین کے تھے - اونھین حواریین سے حضرت عیسیٰ بے تکلفانہ ہم کلام رہتے تھے اور اونھین کا قول ہے کہ تمام افعال نفسانی و جسمانی سے حضرت عیسیٰ کے یہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ بھی مثل ہمارے بشر ہین — اونھون نے اونکو صغر سن سے شباب تک اور شباب سے سن کہولت تک دیکھا تھا اور اونکے قد کو دراز ہوتے اور عقل کو بڑھتے دیکھا تھا اونکا اعتقاد اونکی نسبت اسوجہ سے معتدل رہا کہ وہ جانتے تھے کہ یہ انسان ہین مگر پھر جو اس اصل اعتقاد مین فرق آتا گیا اور چند در چند شکلین اسکی پیدا ہوتی گئین اور مختلف فرقے مانند دسوطیہ[2] و مارسنیہ و فطر فوسیہ وغیرہ حادث ہوتے گئے تو کونسل نیس تک جو ۳۲۸ء مین منعقد ہوے تھے اور جسمین حضرت مسیح ؑ کے الوہیت رہبان و قسیسین نے قائم کر دی یہ سلسلہ اختلاف آرا اور مختلف فرقون کا

---

[1] ملز صاحب کی تاریخ کلیسائے مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۶ و ۲۷ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] فرقہ دسوطیہ کے اعتقاد مین حضرت مسیح پوری خدا تھے اور فرقہ مارسنیہ کے لوگ اونکو خدا سے اشبہ سمجھتے تھے اور اونکو مسیح ؑ ابن اللہ کہتے تھے جسکو خدا نے کچھ خفیف سا شائبہ جسمانیت اسوجہ سے عطا کیا تھا کہ انسان خاکی بنیان کو نظر آئین - اور فرقہ فطر فوسیہ کا یہ اعتقاد تھا

برابر جاری رہا۔ غیر لوگ جنہون نے حضرت مسیح ؑ کو جامۂ بشریت مین کبھی نہ دیکھا تھا اونکو اونکی الوہیت کا اعتقاد کر لینا کیا مشکل تھا علی الخصوص جبکہ وہ اجنبی لوگ خود مشرکین تھے خواہ حکماء خواہ یونانی تھے خواہ غیر یونانی عیسائی ہونے کے قبل بھی ایک قسم کے شرکا باری تعالے کے گردانتے تھے۔

قسطنطین اعظم کے بظاہر عیسائی ہو جانے سے دین مسیحی سلطنت روم مین خوب رونق پکڑ گیا۔ اور بت پرستی کا قلعہ تمام ہوا۔ اگرچہ عظیم ترین اور بہترین قیاصرہ[1] روم کے کدوکاوش سے بت پرستی کچھ دنون اور شائع رہی مگر اوسکو زوال آچکا تھا چنانچہ گبن صاحب مورخ فرماتے ہین کہ "بت پرستی کے فنا ہو جانے کے بعد عیسائی زہد و تقوی کو اپنا شعار گردانکر رہبانیت پر قناعت کرتے مگر اونمین تخم نفاق بو چکا تھا اور اونکو بھی فکر رہتی تھی کہ اپنے پیغمبر کی ماہیت کو دریافت کرین یہ کہ اونکے احکام پر عمل کرین[2]"

ہمارا جی نہین چاہتا کہ عیسائیون کی باہمی جھگڑون کو تفصیلاً بیان کرین کہ کیسا جنگ و جدل ہوا اور کیسے کیسے خون[3] ریزیان ہوئین اور کیسی قبیح اور مکروہ زبان مین وہ اپنے پیغمبر اور اونکی والدہ کی الوہیت پر مباحثے کرتے تھے اور ایک دوسرے کو کسقدر لعنت ملامت کرتا تھا۔ یہ بھی ہمارا جی نہین چاہتا کہ اون افعال

---

[1] شاید اس سے جولین قیصر مراد ہے جسنے بت پرستی کو سلطنت روۃ الکبری مین دوبارا رواج دیا اور جسکے عہد مین ہزارہا عیسائی مرتد ہو گئے۔ ۱۲۔ مترجم [2] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۴۔ باب ۴۷۔ صفحہ ۳۳۸۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [3] دین مسیحی پر ایک دھبہ ایسا لگ گیا کہ قیامت تک نہ مٹیگا۔ وہ یہ ہی کہ ہپاشیا نامی ایک یونانی عورت کو کہ بڑی علامہ اور نہایت حسین اور خوش مذاق تھی ایک گروہ نصرانی نے جسکو اب عیسائی لوگ ولی سمجھتے مین ناحق مار ڈالا۔ ڈریپر صاحب نے اپنی تاریخ جلد ۱۔ صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۴۔ مین اوس مقتولہ یونانیہ کے علم و فضل کی بڑی التعریف لکھی ہے ۱۲ مؤلف

شیعہ کو بیان کرین جو خود علمائے نصاریٰ کے فتوی سے قسطنطنیہ کے دربار قیصری مین ہو

تھے - اس مقام پر ناظرین کو صرف اون لڑائیون کیطرف متوجہ کرنا ضرور ہے جو فرقہ سنافیان[1]

اور فرقہ سناتھلائیٹ[2] مین ہوئین اور اون مسائل کا ذکر کرنا بھی لازم ہے جنکے باب مین

عیسائیون مین اختلاف عظیم واقع ہوا اور وہ بدترین اور خبیث ترین خواہشہائے نفسانی

جو سب طماعون کو دامنگیر رہتی ہے خواہ وہ دنیاوی ثروت کے خواہان ہون خواہ دینی

عظمت کے طالب اونپر غالب آ گئے - اس مقام پر اسیقدر کافی ہے کہ اوس زمانہ مین

جو کیفیت دین مسیحی کی تھی اوسکی نسبت خود ایک عالم عیسائی کا قول بجنسہ نقل کر دیا جاتے

وہ لکھتا ہے کہ -

"قسطنطنیہ کا اسقف[3] یا تو قیصر کا تابع و فرمان بردار مانند غلامون کے ہوتا تھا یا

اوسکا حریف غدار ہوتا تھا اور کبتر اوسکی خود سری اور مطلق العنانی کو اپنے عالمانہ

جبروت سے روکتا تھا - اور ادنے درجہ کے پادری چاہے خفیہ کیسی ہی تعلیم و تلقین

لوگون کو کرتے ہون مگر ظاہرا اونکو اتنے قوت و مکنت اور دولت و عزت حاصل

تھی جس سے اونکو طمع پیدا ہوتی تھی اور فسادات برپا کرتے تھے مگر اتنی قدرت

اونکو نہ تھی کہ خلق اللہ کے نفوس کو اپنے قابو مین لاکر اعمال نیک اونسے کراتے

اور اوس بے فیض زمانہ کے فسق و فجور کو دفع کرتے اور تضاد حقوق مین موافقت

پیدا کرتے اور متخالف قومون مین مصالحت کرتے - الغرض اونھون نے حکومت کی

تو عوام کو خوف اور وسواس دلا دلا کرکے نہ یہ کہ اونکی تعظیم و تکریم اور لطف و محبت حاصل

کرکے اونکو اپنا شکر گذار بنا لیا ہو - وہ تنزل[4] کرکے ورطۂ جہالت مین مبتلا ہوتی گئے

ف۱ اس فرقہ کے اعتقاد مین حضرت عیسیٰ کی الوہیت اور بشریت باہم مخلوط ہو کر ایک حقیقت واحدہ ہو گئی ۱۲ ف۲ اس فرقہ کا

یہ اعتقاد تھا کہ مسیح کے [illegible] دو تھین مگر اونسے ایک ہی ارادہ ظاہر ہوتا تھا ۱۲ مترجم ف۳ یعنی لاٹھ پادری ۱۲ ف۴

اور بدترین جاہلیت یعنی ایک کہنہ و پارینہ تہذیب کی پابند رہے۔ رہبانیت نے اکثر
اون لوگون کو جو اپنی جودت ولیاقت سے اپنے اہل وطن کو فائدہ پہونچا سکتے تھے
گوشہ نشین اور تارک الدنیا بنا دیا مگر راہبونکا کچھ اثر اوس زمانہ کے طرز معاشرت اور طریق
تمدن پر نہوا الا اوسوقت جبکہ اونکے گروہ کے گروہ اکٹھا ہوکر ملکی فسادات یا مذہبی منازعات
پر آمادہ ہوگئے۔ اون لوگون نے دنیا سے کنارہ کشی کی لیئے بعض راہبین جنگلون اور
بیابانون مین اور بعض خانقاہون مین رہا کرتے تھے جنمین کوئی شخص نہ جانے پاتا تھا
اور خود وہ اپنی نجات اخروی سے تو مطمئن تھے مگر اور سب خلق اللہ کو جہنم کے حوالہ
کردیا تھا" الغرض۔ عیسایئون مین شرارت اور بدمعاشی پھیلی ہوئی تھی۔
اونکے پیغمبر نے جو زہد و تقوی اور حلم و انکسار اور رحم و مروت کا حکم فرمایا تھا اوسکی
پابندی وہ نکرتے تھے بلکہ اوسکے بدلے آپسمین بھی اور اور اہل مذاہب سے بھی شدید
بغض و عناد رکھتے تھے۔

جو ممالک ایشیائی ٹرکی مین دریاے فرات کے مغرب کی طرف واقع ہین اونکو
پہلے پارتھیون اور رومیون نے تخت و تاراج کیا پھر فارسیون اور قسطنطنیہ والون
نے لوٹا مارا یہانتک کہ وہ بالکل تباہ و برباد ہوگئے۔ اور وہان کے لوگون کی اخلاقی
خرابی سے بھی زیادہ اونکی تمدنی حالت ابتر ہوگئی تھی۔ پیروان حضرت مسیح نے
اوس خرابی کو کم نہین کیا بلکہ اور بہت زیادہ کردیا۔ فرات و دجلہ کے دوآبہ مین
جو ملک تھا اوسمین دین مجوس اور مخرّب و محرّف مذہب عیسائی مین جنگ و جدل
رہتا تھا۔ فرقہ نسطوریہ اور فرقہ حقہ مین بڑے شدید لڑائی رہتی تھی اور وہان مجوس
اور بعض پیغمبران اثنا عشر مین جو جھگڑے ہوئے اونسے مغربی ایشیا مین ایک حشر مچا رہا

لہ ملمین صاحب کی تاریخ کلیسائی دوم جلد ا۔ دیباچہ صفحہ ۴۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف۔

افریقیہ پر فتح کی آندھیاں چل گئی تھیں- کیسی کیسی خونریزی اور قتل و قمع ہوا تھا اور پیروان اور علماء دین مسیحی مین کیسی کیسی بدعتین جاری ہوئی تھین جنسے مصر اور دیگر صوبجات افریقیہ متعلقہ سلطنت روۃ الکبریٰ مین اخلاق کا نام و نشان بھی نہ باقی رہا تھا- اور یورپ مین لوگون کے اخلاقی حالت شاید اوس سے بھی بدتر تھی- نرسی جو اپنے ملک کا بڑا محسن تھا[51] قسطنطنیہ کی بازار مین علماء مسیحی[52] کی آنکھون کے سامنے دن دہاڑے زندہ جلا دیا گیا- اور روم قدیم کی گلیون مین اُسقف اعظم[53] کی آنکھون کے سامنے جن لشیون مین باہم رقابت تھی اونکی مقلدین باہم کشت و خون کرتے تھے اور کنائس کو عیسائیون[54] کے خون سے رنگین کرتے تھے-

یہود نے عشریون اور رومیون اور یونانیون کے متواتر حملون سے بھاگ کر عرب مین آکر پناہ لی تھی - مگر وہ اپنے دین کے ساتھ اپنا شدید نفاق بھی لیتے آئے تھے اور وہی نفاق شاید اونکے مصائب و آلام کا باعث ہوا تھا- عیسائی فرقون مین سے فرقہ نسطوریہ اور فرقہ یعقوبیہ نے بھی عرب مین بستیان بسائی تھیں- ان دونو فرقون مین عرب کی حکومت کے لیے ایسی سخت عداوت

---

[51] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۴- باب ۴۶ صفحہ ۳۰۳- ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

[52] سلطان العلماء نصاریٰ- ۱۲ [53] گرجے ۱۲ [54] تعصب عیسائیون کی زبان اس سے ظاہر ہے کہ اونکو کسی سلمان کا قسطنطین ریاکار کے شہر مین ہونا کیسا مکروہ و ناگوار معلوم ہوتا ہے اونکو نرسی کا بازار قسطنطنیہ مین زندہ جلا دیا جانا گوارا ہے اور یہ بھی گوارا ہے کہ ایک سہنشاہ اپنی عیال و اطفال سمیت بانواع عقوبات قتل کیا جائے اور یہ بھی گوارا ہے کہ ایک زن عفیفہ کو راہبین اسکندریہ کی بازارون مین ٹکرے ٹکرے کر ڈالین مگر یہ گوارا نہین ہے کہ ایک غریب بے شر سلمان سلطان فوکس اور تھوڈورا کے پاک شہر کو اپنے قدم سے نجس کر دے ۱۲- مؤلف

خونریز لڑائیان ہوئین - مجوس اور صابئین بھی عرب مین موجود تھے علی الخصوص قبیلہ بنی حمیر مین - مگر اکثر قبائل عرب قبیح ترین اقسام بت پرستی مین آلودہ تھے - حیوانات - نباتات - غزال - اسپ - شتر - درخت خرما - اور غیر ذی روح اشیائ مثل پتھر وغیرہ کے اونکے معبود تھے - باری تعالے کے وجود کی بھی کچھ قائل تھے مگر صرف نفسی چند وجود باری کے معتقد تھے جنھون نے دام بت پرستی سے بچکر ایک قسم کی حکیمانہ دہریت اختیار کی تھی جسمین کم وبیش خیالات باطلہ دیبی دیوی اونکے قرب وجوار کے صابئین اور یہود ونصاری کے مخلوط تھی انمین سے بعض[52] ایک رب الارباب کے وجود کے قائل تھے اور اوس زمانہ کے خبیث مادہ پرستی سے بیزار ہوکر ایک نجات دہندہ کے ظہور کی شب وروز منتظر رہتے تھے اور انکو اپنے دلمین یقین کلی تھا کہ وہ ہادی خلق ضرور اور جلد ظہور فرمائیگا -

یہ امر بالکل خارج از مبحث ہے کہ آیا بت پرستی کا رواج عرب مین قدیم زمانہ سے تھا یا اخیر زمانہ مین ہوا - یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قبائل عرب مین بت پرستی نے بہت مضبوط جڑ پکڑلی تھی -

اکثر بتون پر آدمیون کی قربانیان چڑھائی جاتی تھین - ہر قبیلہ کے خاص خاص بت اور خاص خاص مندر یا شیوالے تھے اور مختلف مندرون کے

---

[51] تاریخ ابن الاثیر جلد ۱ - صفحہ ۳۰۸ وغیرہ ملاحظہ ہو ۱۲ - [52] ان نفسے چند کی تعداد اور انکی قوت کو اسپرنگر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ مین تفصیلاً لکھا ہے تاکہ معلوم ہو کہ آنحضرت کی بعثت کے قبل بھی اسلام موجود تھا - مگر ہم کہتے ہین کہ اسیطرح یہ بھی قیاس کرسکتے ہین کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود سے پیشتر دین مسیحی موجود تھا - ۱۲ مؤلف -

پیرووں اور پجاریوں مین اکثر خونریزی کی نوبت آتی تھی - مگر کعبہ شریف کی عظمت
سب کے نزدیک مسلم تھی - بلکہ یہود اور صابئین بھی وہان آکر نذرین چڑھاتے
اس معبد کی تولیت پر قبائل عرب جان دیتے تھے کیونکہ عرب کی نظرون مین اسکے
متولیون کو نہایت معزز خدمات اور اختیارات حاصل رہتے تھے - جب آنحضرت
پیدا ہوے اوسوقت آپؐ ہی کے خاندان سے کعبہ شریف کی تولیت متعلق تھی اور
آپکے جد امجد معظم و محترم رئیس اوس خداپرستون کی سلطنت کے تھے جو کعبہ کے
گرد و پیش قائم تھے -

پس عرب کے اخلاق اور مذہب کا یہ حال تھا - نہ مذہب عیسوی اور نہ دین
موسوی اونکو مرتبہ انسانیت مین اوج و رفعت بخش سکا - چنانچہ میور صاحب فرماتے
ہین کہ "عیسائیون نے عرب کو پانچ سو برس تعلیم و تلقین کی اسپر بھی کچھ
اکا دوکا عیسائی کہین نظر آتے تھے - یعنی بنی حارث نجران مین اور بنی حنیف
یمامہ مین اور کچھ بنی طی تیمہ مین عیسائی تھے باقی خیریت - مذہب عیسائی سے
دین موسوی بمراتب زیادہ عرب مین قوت رکھتا تھا اور یہ دین اپنے پیشوا
ذو النوا اس کی ہدایت سے کبھی کبھی لوگون کو یہودی بنانے کی کوشش کرتا تھا
مگر اس دین سے یہودی بنانے کی قوت زائل ہو چکی تھی - بالاخر - عرب کو
من حیث المذہب دیکھیئے تو اوسکی سطح پر عیسائیون کی ضعیف کوششون کی کچھ
خفیف سی موجین لہراتی نظر آتی ہین اور یہود کی قوت بھی کبھی کبھی بڑی شدت سے
طغیانی کرتی نظر آتی ہے - مگر بت پرستی اور بنی اسمعیل کے سخیف اعتقادات کا دریا

لہ شہرستانی کے ملل نحل صفحہ ۲۰۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ٢ہ لینارنسٹ صاحب کی تواریخ مشرق جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ و صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

ہر سمت سے جوش مارتا ہوا کعبہ سے آکر ٹکراتا تھا جس سے بخوبی ظاہر تھا کہ جو دین[1] اور
جو طریقہ عبادت مکہ مین جاری تھا اوسنے تمام عرب کے قلوب کو جکڑ لیا تھا۔

عرب کی ملکی حالت یہ تھی کہ سب قبائل مین باہم اسقدر حسد اور نفاق تھا اور
اختلاف قوم اور تخالف مذہب کی وجہ سے ایک دوسرے کا ایسا عدوے جان تھا
کہ اسی باہمی خصومت وعناد کے باعث سے اہل عشر اور اہل بابل اور یونانیون
اور رومیون اور فارسیون نے مختلف صوبجات شمالی ومشرقی اور اضلاع جنوبی و
مغربی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اہل حبش نے تو یہانتک کیا تھا کہ حجاز پر حملہ کرکے
چاہا تھا کہ قومی[2] معبد کو خاک مین ملادین مگر عبد المطلب کی جوانمردی اور حب وطن
سے افواج حبش کو مکہ کے سامنے شکست ہوئی۔ جب بیس برس اہل حبش نے
خوب ظلم وتعدی کر لی تب یمن کے ایک مشہور رئیس سیف ابن ذوالیزن نے
بادشاہ فارس کی اعانت سے اونکو اپنے ملک سے نکالدیا۔ جب اس رئیس یمن کو
عیسائیون نے مار ڈالا تو یمن کی حکومت جو اوسنے نوشیروان عادل کی ماتحتی مین
کی تھی فارسیون کے ہاتھ لگی اور یمن ایک صوبہ[3] سلطنت فارس کا ہوگیا۔

یون تو بادشاہان قسطنطنیہ[4] وطاصفون عرب کے مختلف صوبجات پر براہ
راست حکمرانی کرتے تھے لیکن علاوہ اسکے دو بہت بڑے رئیس قبائل عرب کی یعنی
امیر قبیلہ غسان اور امیر قبیلہ حیرہ بھی قیصر روم اور خسرو ایران کے مطیع وفرمان بردار تھے
اور اون خونریز اور بے سود لڑائیون مین جو فارسیون اور رومیون مین ہوئین اون

---

[1] میور صاحب کا تذکرۂ پیغمبر اسلام جلد ۱ - دیباچہ ملاحظہ ہو ۱۲ [2] یعنی کعبہ شریف ۱۲ مترجم

[3] تاریخ ابن الاثیر جلد ۱ - صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۷ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱ - صفحہ ۱۳۸ - اور
تاریخ طبری جلد ۲ - صفحہ ۲۱۷ - و ۲۱۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [4] یعنی قیصر روم اور خسرو ایران ۱۲

جنمین ان دونون ملکون کے لوگون کی خونریزی بافراط اور عبث ہوئی گو اکثر حق پیروان[1]
زردشت کیطرف تھا پیروان حضرت مسیح ؑ کیجانب نہ تھا بنی غسان اور بنی حرہ ایک
دوسرے کے مقابل مین صف آرا اور جنگ آزما ہوئے - پس جزیرہ نمائی عرب
جیسی متغایر اجزا سے مرکب تھا اور مختلف ملل و ادیان اوسمین رائج تھے ویسی ہی
مختلف روایات و حکایات بھی اوس ملک مین مشہور تھے کیونکہ غیر مہذب اور ناتربیت یافتہ
قومون کا قاعدہ ہے کہ واقعات کو افسانہ و حکایت کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین
اور اونکا واہمہ ایسا خلاق ہوتا ہے کہ نہ صرف نزدیک کی چیزون کو دلفریب اور
ہوش ربا بنا دیتا ہے بلکہ دور کی چیزون کو بھی عظیم الشان بنا کر دکھا دیتا ہے -
اور جسقدر مختلف درجہ کی تہذیب و تربیت ہوتی ہے اوسیقدر مختلف افسانہ و حکایات
ہوتے ہین جنمین کچھ نہ کچھ اصلیت و واقعیت ضرور ہوتی ہے - یمن مین اور جنوب و
مغرب کے ملک مین بنی حام اور بنی سام جو مثل قوم ایرین کے بنی حام کی تقلید کرتے
تھے اور یہود و نصاری یہ سب قومین اپنے اپنے افسانے اور حکایات عرب مین
اپنے ساتھ لیتے آئی تھین - اور جتنا زمانہ گذرتا گیا اوتنے ہی یہ افسانے اور
حکایات مضبوط و مستحکم ہوتے گئے - گو بادی النظر مین وہ بے اصل و بنیاد معلوم
ہوتے ہین لیکن اگر غور سے دیکھیے تو کچھ نہ کچھ اصلیت و واقعیت اونمین ہمیشہ پائی
جاتی ہے - مثلاً شداد اور اوسکے باغ ارم کے افسانہ مین ایک عظیم الشان سلطنت
کی تصویر دکھائی دیتی ہے جسنے مصر تک فتح کر لیا تھا[2] یعنے شداد کی قوم ایک عظیم الشان

[1] علی الخصوص جب خسرو پرویز نے اپنے محسن ماریس قیصر روم اور اوسکے بال بچون کے خون ناحق کا
انتقام شدید رومیون سے لیا تو حق پیروان زردشت یعنی خسرو پرویز ہی کیطرف تھا - گبن صاحب کی

گروہ تھا جسنے بڑی بڑی مکانات تعمیر کیے تھے اور جو تہذیب و شائستگی مین قالدیون کے
ہمپایہ تھا اور جسکا مذہب اہل بابل کے مذہب سے مشابہ تھا۔ خلاصہ یہ ہی کہ وہ قوم ایسی
تھی جسکے نزدیک ترقی اور اصلاح افعال شنیعہ کے ارتکاب اور فحش [1] رسوم کے بجالانے
پر موقوف تھی۔ قوم عاد اور قوم ثمود پر نزول عذاب الٰہی کے حال سے جسمین روایت
اور افسانہ اور تاریخ یہ تینون چیزین مخلوط ہین اوس عذاب الیم کی کیفیت معلوم ہوتی
ہے جو بنی سام یعنے اہل عشر اور عرب کے فتوح کی بہ نسبت بنی حام پر نازل ہوا تھا۔

[1] لینارمنٹ صاحب کی تواریخ زمانہ قدیم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] لکھا ہی کہ قوم عاد کو عرب بنی یقطان
نے مغلوب و مقہور کرکے نیست و نابود کردیا اور قوم ثمود کو اہل عشر نے بسر کردگی قدار الاحمر غارت کردیا۔ خود عرب تین بڑی
قسمون پر منقسم ہین (۱) عرب البائدہ یعنی وہ عرب جو اب بالکل نیست و نابود ہوگئی ہین اور جنمین وہ بنی حام داخل تھی
جنھون نے بنی سام سے پیشتر اکثر عرب مین بستیان بسائی تھین اور بنی ارم جو شام اور فنیسیہ اور اور ملکون مین رہتے تھے
(۲) عرب العاربہ یا متعربہ یعنی اصلی عرب اور سچے بنی سام جنکے نسبت منقول ہے کہ بنی قحطان یا بنی یقطان کی نسل
سے تھے اور جنھون نے جنوب کی سمت جاکر قدیم باشندون کو تہس نہس کردیا۔ عرب بنی یقطان جو دراصل خانہ بدوش
تھے ان ملکون کے باشندگان اصلی پر جاکر مسلط ہوئے جو بنی حام اور ستارہ پرست تھے۔ اونکا وطن اصلی وہ ملک تھا
جہان سے اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام آئی تھی اور اونکے وطن اصلی کا ٹھیک پتا اونکے دو بزرگون کے نامون سے
ملتا ہے یعنی "ارفخشد" جسکے معنی قالدیہ کے سرحد ہین اور "عبر" جسکے معنی وہ شخص ہے جو دریا پار سے آیا تھا
اس سے کنایۃً بابل مراد ہے جسکو اب عراق عرب کہتے ہین اور جو دریاے فرات کے ساحل راست پر واقع ہے
لینارمنٹ صاحب کی تاریخ مشرق جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ ملاحظہ ہو۔ (۳) عرب المستعربہ یعنی وہ عرب جنھون نے
عرب مین بود و باش اختیار کرلی تھی اور بنی سام اور اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تھی جو بہ صلح و آشتی یا بزور شمشیر
جزیرۂ تمامے عرب مین گھس آئے تھے اور عرب بنی یقطان مین شادی بیاہ کرکے وہین بسگئے تھے۔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۱
صفحہ ۵۵-۵۸- اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱ صفحہ ۵- اور الخطبات الاحمدیہ علی العرب و السیرۃ المحمدیہ

[illegible] ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

بنی اسرائیل یعنے اولاد حضرت یعقوبؑ ظلم اعداء سے بھاگکر عرب مین آگئے تھے اور اپنے روایات اور افسانے بھی اپنے ساتھ لیتے آئے اور اونکے قصص و حکایات بھی عرب کے افسانون مین شریک ہوگئے تھے سب کے ابعد جو قبائل نبی اسمٰعیل کے عرب مین آئے تھے وہ خود اپنے تئین حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے جانتے تھے اور اونکے قرب وجوار کے لوگ بھی اونکو یہی سمجھتے تھے۔ اور یہ یقین ابا عن جدٍّ چلا آیا تھا اور اسکو ایک وثوق و اعتبار حاصل ہوگیا تھا۔

عیسائی فرقون مین سے فرقہ مانکیہ جب سلطنت فارس اور ممالک روم سے بالکل نکالدیا گیا تو عرب مین آکر امان لی اور اس آزاد ملک مین قدیم فرقہ دسوطیہ اور یار سینہ اور والنطنیہ کے لوگ بھی موجود تھے ان سب نے اپنے اعتقادات اور روایات کو شایع کیا جو چند مدت مین اوس ملک کی روایات مین مل گئے۔ یہ سب فرقے نصاریٰ کے اپنے اپنے مذہب مین فرقہ حقہ سے زیادہ پختہ تھے جو ان بیچارون پر ظلم کرتا تھا اور ان سب کا اعتقاد یہ تھا کہ الٰہ مجسم یا ابن اللہ اور کلمۃ اللہ جو ابدی و ازلی تھا اور انوار الٰہی مین سے ایک نور اور لمعات کبریائی مین سے ایک لمعہ تھا مصلوب نہین ہوسکتا تھا اور نہین ہوا اور وہ کلمات جزع و فزع جو عیسائیون نے حضرت عیسیٰؑ کیطرف منسوب کیے ہین کہ صلیب پر آپ نے فرمائے تھے آپکی زبان مبارک سے ہرگز نہین نکلے۔ الحاصل اونکا یہ اعتقاد تھا کہ جس شخص کو صلیب دیگئی وہ اور ہی شخص تھا عیسیٰ روح اللہ نہ تھا جو اعداء کے دست تعدی سے بچکر جہان سے آیا تھا پھر وہین چلا گیا[1]۔ یہ اعتقاد[2] گو بے اصل تھا

[1] بو سابر صاحب کی تاریخ فرقہ مانکیہ جزو ۲ باب ۴ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف [2] رشیم لور

کہ حضرت عیسیٰ کے ابن اللہی سے کچھ مناسبت رکھتا تھا اور فی نفسہ بعض ظنون و قیاسات غالب پر مبنی تھا۔ بائیلیٹ جسکوٹ لین عالم عیسائی لکھتا ہے کہ دل سے عیسائی تھا اوسکا دل سے یہ چاہنا کہ کسیطرح حضرت عیسیٰؑ کی جان بچ جاے۔ خود ہیرڈ حاکم یہودیہ کا چاہنا کہ نبی ناصریؑ قتل سے محفوظ رہے تاکہ مین اور زیادہ بدنام نہو جاؤن۔ اور تیرہ و تار ہونا اوس سحر کا جبکہ اوس محسنؑ بنی آدم کو کشان کشان لے گئے تاکہ رات بھر جو ظلم و ستم اور بے ادبیان اوس جناب کی تھین اونکی تکمیل صبح کو کرین۔ اور اوس عبرت انگیز اور ہیبت خیز واقعہ کے وقوع کے وقت زمین و آسمان کا تیرہ و تار ہو جانا۔ ان سب واقعات سے ظن غالب یہی پیدا ہوتا ہے کہ بیگناہ بچ گیا اور گناہگار اپنی سزا کو پہونچا۔ بغدادیؑ

قبل بعثت پیغمبرؐ اسلام یہ روایات گو نفس الامر پر مبنی ہین مگر عیسائیون کے واہمہ نے انکو ضرور رنگا ہی لوگون کے دلون مین خوب راسخ ہوگئے ہونگے اور سارے عرب مین خوب مشہور اور زبانزد خلائق ہونگے لہذا جب پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دین اور اپنے شرایع و احکام کو جاری فرمایا اوسوقت ان روایات کو خاص و عام مین شایع دیکھا۔ پس اونھون نے انھین روایات کو لیکر اور انکو

لہ عیسائی حضرت عیسیٰ کی بشریت اور الوہیت مین توافق پیدا کرنے کے لیے بہت سی واہیات مسئلے گڑھا کرتے ہین ۱۲ مؤلف ۲ہ بگنٹ صاحب کی تاریخ کلیسائے مسیحی صفحہ ۱۳۹۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۳ہ حضرت عیسیٰؑ ۱۲ مترجم ۴ہ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱۔ صفحہ ۴۸ و ۳ و ۴ و ۳۔ ملاحظہ ہو۔ اگر کسی بات سے گمان غالب پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بچ گئے اور اونکے بدلے یہوداہ اسکروطی مصلوب ہوا تو اوس مفصل حال سے پیدا ہوتا ہے جو لوقا کی انجیل باب ۲۴ صفحہ ۳۶ مین لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے مر کر جی اوٹھنے کے بعد اپنے بدن پر ہاتھ لگانے دیا تاکہ اونکے خوفزدہ حوارین کے دل کو تسکین ہو جو انکو ایک روح سمجھتے تھے اور اونکا گوشت مانگ کر اوسکو تناول فرمانا

۴ اور مچھلی کا شوربا اور شہد تناول فرمانا اسکی دلیل ہے کہ وہ انسان تھے اوس معنی سے روح اللہ نہ تھے جیسا عیسائی سمجھتے ہین ۱۲ مؤلف

...کی قوموں کو یہ جہالت اور وادی ضلالت سے
نکالکر راہ راست اور جادۂ حق پر لگا دیا۔

دوسرا باب

(حضرت) محمدؐ نجیب الطرفین تھے اور خاندان بنی ہاشم سے تھے جو اشرف اشراف قریش تھا اور آپکے جد امجد عبد المطلب خانہ کعبہ کے متولی تھے۔ جس سال حملہ آوران حبش یعنے اصحاب الفیل طیراً ابابیل کا لقمہ ہوے جو عرب کی تاریخ مین ایک یادگار[1] سال ہے اوسی سال آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بارھوین تاریخ ماہ ربیع الاول کو (جو سنہ اسلامیہ کا تیسرا مہینہ ہے) سنہ ۴۰ جلوس میمنت مانوس کسریٰ نوشیروان عادل مین[2] جو جسٹنین قیصر روم کا ہمعصر اور ہمسر تھا آپؐ پیدا ہوئے۔

آپؐ شفقت پدری اور مہر مادری سے محروم رہے کہ بچپن مین یہ دو چیزین عجب نعمت عظمیٰ ہوتی ہین۔ والد ماجد آپؐ کے ولادت کے پیشتر انتقال کر چکے تھے اور چھ ہی برس کا سن آپکا تھا کہ مادر گرامی نے بھی وفات کی۔ اوس طفل یتیم کا تکفل اوسکے جد بزرگوار کو کرنا پڑا جو اوسکے عاشق زار تھے۔ عبد المطلب نے بستر بیماری پر اپنے یتیم پوتے کو اپنے فرزند ارجمند ابوطالب کے سپرد کیا جو آپ کے والد ماجد عبد اللہ کے

[1] اس سال کو عام الفیل اسوجہ سے کہتے ہین کہ حبش کی فوج کے ساتھ بہت سے ہاتھی تھے۔ اس واقعہ کی جو کیفیت مشہور ہے اوس سے بخوبی ظاہر ہے کہ افسانے و حکایات ناتربیت یافتہ قومون مین کیونکر پیدا ہو جاتے ہین۔ حملہ آوران حبش کسی وبائی بیماری سے ہلاک ہوے شاید چیچک سے اور لفظ الحصبات جسکے معنی دانون کے ہین اور انگریزی کے بھی ہین اس قصہ کی اصل اور ماخذ ہے کہ آسمان سے پتھر برسے اوس سے اصحاب الفیل ہلاک ہوے۔ سید رضا صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۱۔ دیباچہ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مولف

[2] ابن الاثیر نے اپنی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ مین آپکا سن ولادت سنہ ۴۲ جلوس نوشیروان عادل قرار دیا ہے مگر کاسن ڈی پرسیول نے اپنی تاریخ

برادر حقیقی تھے -

سن طفولیت آپ کا ابو طالب کے گھر مین بسر ہوا - آپ کو خداوند عالم نے ایسی اوصاف حمیدہ عطا فرمائے تھے کہ جس سے آپ سے سابقہ پڑا وہ آپکا فریفتہ ہو گیا - مورخین اسلام نے ایک عجیب درد انگیز حکایت اوس محبت کے بیان کی ہے جو چچا بھتیجے مین تھی - ابو طالب نے سفر شام پر عزیمت کی اور آنحضرت کو اپنے لڑکون کے ساتھ مکہ مین چھوڑا - ابو طالب اونٹ پر سوار ہونے کو تھے کہ آپ آکر اونسے چمٹ گئے اور چلائے کہ اے چچا مجھکو اپنے ہمراہ لیتے چلئے -[1] ابو طالب کا دل بھر آیا اور اپنے یتیم بھتیجے کو اپنے ہمراہ سفر تجارت مین لیتے گئے - اون دونون بزرگوارون نے شام کا سفر اکھٹا ہو کر کیا - ایک مقام پر جسکا نام بصرہ تھا مقام کیا تو ایک عرب راہب بحیرہ نامی سے ملاقات ہوئی - اوس راہب نے آپ کے چہرۂ مبارک سے آثار عظمت و جلالت اور اعلی درجہ کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق دریافت کر کے کہا کہ یہ لڑکا اپنے ملک کا آزاد کنندہ اور اپنے اہل وطن کا نجات دہندہ ہو گا - اور اوسنے اپنا یہ اعتقاد ابو طالب کو سمجھا کر اونسے کہا کہ اس لڑکے کو خوف و خطر اور شر اعدا سے بہت بچانا - تھوڑے ہی عرصہ کے بعد فجار کی لڑائیان قریش اور بنی ہوازن مین شروع ہو گئین اور رک رک کر نو برس تک ہوتی رہین - انہین سے دو لڑائیون مین آنحضرت کو سن شریف کل چودہ پندرہ برس کا تھا اپنے چچا کے ساتھ گئے اور کعبۂ شریف کے جوانمرد اور وطن دوست متولی و محافظ کا لائق پوتا اپنے تئین کر دکھایا[2]

[1] طبری نے اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ مین اور ابن الاثیر نے اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۶ مین لکھا ہے کہ جب یہ ماجرا گذرا اوسوقت آپ کا سن شریف کل نو برس کا تھا مگر ابو الفدا نے تیرہ برس کی عمر لکھی ہے ۱۲ - مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۱۴ - ۱۱۷ - اور تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶ - ۲۷ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] تاریخ

۳ ابن ہشام صفحہ ۱۱۷ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

اس زمانہ سے پچیس ۲۵ برس کی عمر تک آپ پھر کسی معرکہ مین شریک نہین ہوئے
آپکی خلق و محبت اور وفا شعاری اور دیانت داری اور راست گوئی اور بے عیب
کردار و رفتار سے آپ کے اہل وطن آپ کے دوست اور خیر خواہ ہو گئے اور آپکا
لقب الامین ہو گیا۔ پچیس برس کی عمر مین آپ نے پھر دوبارا سفر شام کیا اور
اپنے ہم قبیلہ خدیجہؓ کا اسباب تجارت لیکر اوس ملک مین تشریف لے گئے۔ اور خدیجہ
ایک متمول بی بی قریش کی قوم سے تھین۔ جو خدمت آپکے سپرد کیگئی تھی اوسکو
آپ ایسی دانشمندی اور ایمانداری سے بجالائے کہ خدیجہ کے دل مین آپکی جگہ
ہو گئی اور نہایت ممنون و شکر گذار آپکی ہوئین۔ آخر کو آپ کی شادی حضرت
خدیجہ کے ساتھ قرار پائی اور نکاح ہوا جس سے سب خوش ہوئے اور سبنے پسند کیا۔ اوس
کو جنکے والد خویلد حجاز کی لڑائیون مین مارے گئے تھے یا اوس سے پیشتر مر چکے تھے اونکے
چچا عمرو ابن اسد نے رخصت کیا۔

اس عقد سے آنحضرت کی وقعت اپنے اہل وطن مین زیادہ ہو گئی۔ آپ اپنی
زوجہ کے عاشق زار تھے اور بکمال لطف و شفقت اونکے حال کے نگران رہتے
تھے۔ اور اونکے معاملات کا انتظام اور اونکے حقوق کا تحفظ دانشمندی اور
دور اندیشی کے ساتھ فرماتے رہے۔ جب آپ کے دایہ حلیمہ خاتون نے حاضر ہوکر

لے ابن الاثیر نے اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۸ مین اس باب مین صاف صاف لکھدیا ہے قولہ ان الذی زوجہا عمرو
ابن اسد وان اباھا مات قبل الفجار قال لواقدی وھو الصحیح ان اباھا توفی قبل الفجار باوجودیکہ ابن الاثیر
اور اور معتبر مورخین اسلام نے مثل ابن ہشام وغیرہ کے صاف یہ لکھدیا ہے تاہم سر ولیم میور صاحب نے ڈاکٹر ویل اور ڈاکٹر اسپرنگر
کے معاندانہ اور ہیجو آمیز تاویل کو تسلیم کرلیا ہے جو اونھون نے آنحضرت اور خدیجہ کے عقد کے بارے مین کی ہے اور صرف اسوجہ سے
تسلیم کی ہے کہ وہ تاویل خلاف قیاس ہے اور آنحضرت کی توہین کا باعث ہے۔ (میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۲۴ و ۲۵
[illegible]

اپنے افلاس کا حال آپ سے عرض کیا تو آپ نے خدیجہ سے اونکی سفارش کی
اور خدیجہ نے اوس زن پیر بدویہ کو چالیس بھیڑون کا گلہ دیدیا۔[۱] جبتک خدیجہ زندہ
رہین آپ تعدد ازواج کی رسم سے جو عرب مین رائج تھا کبھی متمتع و مستفید نہین ہوئے
خدیجہ کی حین حیات آپ کو جو محبت اونکے ساتھ تھی اوسمین لغزش نہین ہوئی۔
اور بعد اونکی وفات کے جب وہ آپ کو یاد آئین آپ پر اوسوقت بڑی رقت طاری
ہوئی۔ جب خدیجہ کی شکرگذاری اور محبت سے آپ نے افکار دنیا سے نجات پائی
تو مراقبہ اور یاد الٰہی مین ہمہ تن معروف ہوگئے۔[۲]

اسوقت تک آنحضرت دنیا کے حال سے ناواقف تھے۔ اب آپ نے اپنے اہل وطن
مین اسطرح سے ایک نام پیدا کر لیا کہ ایک قدیم سازش کو جسے حلف الفضول کہتے ہین
اور جو قدیم زمانہ مین اس غرض سے ہوئے تھے کہ اندرون دیوار ہاے مکہ شرور اور
بدعتین نہونے پائین دوبارا قائم کرنے مین آپ نے بخوبی شرکت اور اعانت
کی۔ ایسے ایسے ظلم اور بدعتین روز روشن مین ہوتی تھین کہ ہر شخص جسمین ذرا بھی
بو انسانیت کی پائی جاتی تھی حیران و پریشان اور انگشت بدندان ہوتا تھا۔ ان
بدعتون کے انسداد کیلئے اہل مکہ کے چار پانچ بڑے بڑے خاندانون[۳] نے ضعفا اور مظلومین
کی حفاظت کیواسطے ایک جدید معاہدہ باہم کیا۔ اس سازش مین آنحضرت ایک بہت
بڑے محرک و مؤید تھے اور آپ ہی کی حسن سعی سے حلف الفضول دوبارا قائم ہوئی۔

---

[۱] تاریخ ابو الفدا جلد ۱ - صفحہ ۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۲۰ - ملاحظہ ہو
مؤلف [۳] یعنے بنی ہاشم جس خاندان سے خود آنحضرت تھے اور بنی مطلب اور بنی اسد اور خاندان
زہرہ ابن کلاب اور تیم ابن مرۃ - تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۲۹ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱ -
صفحہ [illegible]

پینتیس برس کی عمر مین آپؐ نے ایک بہت بڑی مشکل کو حل کیا - وہ مشکل یہ تھی کہ جب کعبہ دوبارہ تعمیر ہونے لگا تو اسمین تکرار ہوئی کہ حجر الاسود کہان پر رکھا جائے اور قبائل عرب مین اسپر ایسا جھگڑا ہوا کہ باہم جدال و قتال کا خوف ہوا[51] اور اسی زمانہ مین آپؐ نے ایک ایسا کارنمایان حب الوطن کا کیا جو ہمیشہ تاریخ مین یادگار رہیگا اور جس سے ہمارے سب مورخون نے سولے ابن خلدون کے چشم پوشی کی ہے - ہنوز کعبہ دوبارہ تعمیر نہوچکا تھا کہ آپ نے مکہ معظمہ کو اوس خفیہ سازش سے بچا لیا جو اوسکی خودسری اور آزادی مٹانے کے لیے کیگئی تھی - عثمان ابن حویرث ایک عرب نصرانی تھا جسنے قسطنطنیہ کے دربار قیصری مین دین مسیحی قبول کر لیا تھا اور قیصر روم سے مال و زر لیکر حجاز مین آیا تھا تاکہ مکہ مین یونانیون کی عملداری کرادے - اوسکا ارادہ ظاہر ہوگیا اور وہ سازش ناکام رہی[52] اور یہ خاص آنحضرتؐ کے حسن سعی سے ہوا - مغربی قومین یعنے اہل یورپ ان واقعات کی اسقدر تعریف کرتے ہین کہ سنتے سنتے آدمی کا دل اوب جاتا ہے کہ سسرو[53] نے کٹالاین کے فریب کو ظاہر کر دیا اور برٹوس[54] نے اپنے محسن و مربی جولیس قیصر کو قتل کر ڈالا یا اتھنس[55] کے دو نوجوان قتل عمد کے مرتکب ہوے اور ان واقعات کو کہتے ہین کہ یہ بہت بڑے کارنمایان آزادی کی تاریخ مین ہوے ہین - مگر پیغمبر اسلامؐ نے جو اپنے مولد و موطن کو قسطنطنیہ کے قیصران ظالم و خودسر کے زیر حکومت ہوجانے سے بچایا تو ایسا امر عظیم کیا کہ بنی آدم کی دائمی و ابدی شکرگذاری کے مستحق ہوگئے - پس اسطرح سے آنحضرتؐ اپنے ملک کی خدمتگذاری ایسی جانفشانی

---

[51] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱ صفحہ ۲۲۵ - اور میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ - صفحہ ۴۴ - ملاحظہ ہوا بولعن

[52] یہ ایک بہت بڑا نامی رومی خطیب ...

گئے کر پہنچے تھے۔ اور آپنے اپنے عم نامدار ابوطالب کا بار منت و احسان اسطرح اپنی گردن سے اوتارا کہ اونکے فرزند ارجمند (حضرت) علیؑ کو خود تعلیم و تربیت کیا۔
ابوطالبؑ کثیر الاولاد تھے اور اتنی مقدرت نہ رکھتے تھے کہ اوسطرح اونکی پرورش و پرداخت کرتے جیسا اونکے شایان مرتبہ تھا۔ آنحضرت جو خدیجہ سے عقد کر کے متمول ہوگئے تھے اور عباس ابن عبد المطلب یہ دو شخص سب اہل مکہ سے زیادہ مستغنی تھے جب اوس ملک مین شدید قحط پڑا تو آپ نے اپنے چچا عباس کو سمجھایا کہ ابوطالبؑ کے بیٹون مین سے ایک بیٹے کو آپ متبنٰی بنائین اور ایک بیٹے کو مین متبنٰی بناؤنگا۔ پس عباس نے جعفر ابن ابوطالب کو اور آنحضرتؐ نے علیؑ ابن ابیطالب کو اپنا فرزند بنایا۔ اور عقیل ابن ابیطالبؑ اپنے والدؑ پاس رہے۔
آپؐ کے سب بیٹے صغیر السن مر گئے تھے۔ مگر (حضرت) علیؑ کی محبت مین آپ اپنے فرزندون کے غم کو بھول گئے اور اونکا عقد اپنی دختر نیک اختر فاطمہؑ کے ساتھ کر دیا جس سے محبت و جان نثاری کا سلسلہ طرفین سے خوب مضبوط و مستحکم ہوگیا۔
قریب اسی زمانہ کے آپ نے اپنے اہل وطن پر اپنی رحیمی و کریمی ایسی ظاہر کردی اور ایسی انسانیت و مروت کو کام فرمایا جسکا عدیل و نظیر تاریخ عالم مین درج نہین ہوا ہے۔ ایک نوجوان عرب زید ابن حارث کو ایک قبیلہ مخالف نے اسیر کر کے حضرت خدیجہ کے ایک بھتیجے کے ہاتھ بیچ ڈالا اوسنے اوسے خدیجہ کو نذر دیا۔ آنحضرت کو اوس غلام عربی کے غربت پر ترس آیا اور خدیجہ سے فرمایا کہ اسے مجھے دیڈالو

سلہ تاریخ ابن ہشام جلد ۱- صفحہ ۱۰۹- اور تاریخ طبری جلد ۲- صفحہ ۲۹۹- اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲- صفحہ ۴۲- ملاحظہ ہو۔۱۲- مؤلف

... بیٹے کا عاشق

تھا مکہ میں آیا کہ دیت دیکر اوسکو چھڑا لے - آنحضرت نے زید سے فرمایا کہ تجھے اختیار ہے کہ میرے پاس رہ یا اپنے باپ کے ساتھ چلا جا - مگر زید نے اپنی محسن و مربی پاس رہنا پسند کیا - لیکن جس حال مین آپ تھے خواہ ایسی ایسی فیاضی کے کامون مین مصروف تھے خواہ اپنے ہم وطنون کو اعداء کی تدبیرین باطل کرنے مین مدد دیتے تھے خواہ امور عامۂ خلائق کے طے کرنے مین مشغول تھے آپ کا دل ہمیشہ اور ہر وقت اپنی امت کے اصلاح حال مین لگا رہتا تھا - آپ نے جو دو سفر ملک شام مین کیے تھے تو ایسے اخلاقی عیوب اور تمدنی خرابیان مشاہدہ فرمائی تھین جو قیاس سے باہر ہین - خود اپنے ہی ملک پر جو نظر کی تو اپنے امت کو جہالت و ضلالت کے دریا مین ڈوبا ہوا پایا - آپ کا رحیم و کریم دل بندگان خدا کو ایسی ذلیل حالت مین دیکھکر خون کے آنسو رویا - ایک ناصح ملہم کے چشم بصیرت سے آپ نے دیکھ لیا کہ میری امت کی تمدنی اور ملکی ترقی کے سب امیدین اسپر موقوف ہین کہ اسکے اخلاق مین اصلاح کیجائے -

خواہ عیال و اطفال مین رہتے تھے خواہ خلوتکدہ مین ہر وقت اور ہر جگہ آپ[2] مراقبہ مین مصروف رہتے تھے اور تنہائی اور خلوت گزینی کے تو آپ عاشق تھے - ہر سال ماہ رمضان مین آپ اپنی عیال و اطفال کے ساتھ کوہ حرا پر بسر فرماتے تھے اور اپنی اوقات عزیز عبادت خدا اور غرباء و مساکین کی خبر گیری اور تواضع مین گذارتے تھے

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۶۰ - ۱۶۱ - اور تاریخ کاسین ڈی پرسول جلد ۱ صفحہ ۲۴۰ - ۲۴۷ - لاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

[2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۲ - اور تاریخ ابن الاثیر صفحہ ۲۲ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۲ - اور تاریخ طبری جلد ۲ - صفحہ ۳۰۱ - لاحظہ ہو - طبری نے ماہ رجب کو لکھا ہے ۱۲ - مؤلف -

اوس خالق عالم کے تصور مین رہتے تھے جو کسیکو دکھائی نہین دیتا مگر سب مین ساری
وطاری ہے - روحانی شاعری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ لکھا ہے کہ شجر وحجر آپ کے
ساتھ تسبیح وتہلیل کرتے تھے اور آپ کو اوس کار عظیم پر راغب کرتے تھے جو خالق
برحق وقادر مطلق نے آپ کو تفویض کیا تھا - ان متبرک اوقات مین آپ وہ مشاہدات
قلبی اور ارواح ملائکہ ملاحظہ فرماتے تھے جو کاشف ومبین اون اعتقادات حقہ کے
تھے جو آپ نے عالم کو تلقین فرمائی - اکثر ایسا ہوا ہے کہ عالم شہود کے تیرہ وتار رستون
مین ایک جلیل القدر آدمی کی روح نے کچھ قوتون کا ادراک کیا ہے جو غیر متعقل ہین
گو غیر مرئی ہون اور اونھین قوتون سے انسان نے بڑے بڑے کارنمایان کئے ہین
چنانچہ صموئیل نبی سے لیکر جو اگلے زمانہ مین ایک غیب دان تھا اور زمانہ قدیم کے
دود آلود افق کے پیچھے کھڑا ہوا کیسی ہولناک پیشین گوئیان کر رہا ہے حضرت عیسیٰؑ
تک جو صحرا مین کھڑے ہوے اپنی امت کے انجام بد اور اپنے کام کی عظمت مین غور
وخوض کر رہے ہین اور خداے برحق کے کلام پاک کو بگوش ہوش سن رہے ہین
اور حضرت عیسیٰ سے آنحضرتؐ تک جو جبل حرا پر اپنے خلوتکدہ مین مصروف مراقبہ ہین
ان قوتون کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کبھی نہین ٹوٹا - شب دیجور کے سناٹے مین
اور سحر کے خوش آیند خاموشی مین اور عین خلوت وتنہائی مین جب کوئی ہمدرد

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] پولوس حواری کو جو کثرت سے رویاء اور الہامات
ہوا کیے وہ بھی اسی سلسلہ مین داخل ہین گو اسٹراس صاحب اپنے تذکرہ عیسیٰ مسیح جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ مین فرماتے
ہین کہ پولوس حواری کو جو رویاء اور الہامات ہوے وہ مرض کے دورہ کے اوقات مین ہوتے تھے اور
وہ مرض غالباً صرع تھا جسکا ذکر خود حواری موصوف نے اپنے کلام مین کیا ہے - ۱۲ - مؤلف -

[illegible]

کان مین آئی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "تو ہی وہ شخص ہے۔ تو ہی پیغمبر خدا ہے" یا عالم خواب مین ہاتف غیب کی ندا آئی کہ "پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے" ایسے وقت مین نفس پر ایسا زور پڑا کہ اوسنے ایک خواب کی کیفیت پیدا کی اور ارواح[1] آسمانی نظر آئی جو خداوند عالم اور انسان کے درمیان پیامبری کرتے ہین چنانچہ ایک عالم کا قول ہے کہ "خداوند برحق اپنے پیغمبرون کو خود پسند کر لیتا ہے اور اونسے ایسی آواز سے کلام کرتا ہے جو صداے رعد سے بھی زیادہ بلند و قوی ہے یہ وہی صداے باطنی ہے جس سے خدا ہم سب سے کلام کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ صدا اتنی خفیف ہو جائے کہ اچھی طرح سنائی بھی نہ دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اوسمین سے ربانیت و حقانیت جاتی رہے اور انسانیت آجائے یعنی دنیا دارون کی زبان ہو جاے اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگان الٰہی کو اوس صدا مین اوسکی کیفیت اصلی یعنے حقانیت محسوس ہو اور اگر اونکا گوش حق نیوش مین وہ آواز ہاتف غیب کی معلوم ہو"[2]

پیغمبر اسلام کا تقرب اور تعلق خداوند عالم سے اوس قسم کا نہ تھا جیسا اون خود پسندون کو ہوتا ہی جو ترک دنیا کرکے جنگلون بیابانون مین زندہ در گور رہتے ہین۔ اور صرف اپنی ہی نفس کے لیے رہبانیت اختیار کرتے ہین۔ بلکہ آپ نے اسقدر جد و جہد اور سرگرمی و جانکاہی کی تو فقط اسلیئے کی کہ اپنی امت کو قید بت پرستی سے آزاد کرین۔ آپ کو اپنی بعثت کا حال اوسوقت منکشف ہوا جبکہ آپ کو عین مراقبہ اور کمال حزن و ملال کے عالم مین اوسی ہاتف غیب کی صدا محسوس ہوئی

---

[1] یعنی فرشتے ۱۲ مترجم [2] یہ قول پروفیسر میکس میولر کا نقل کیا ہے ۱۲ مؤلف ۔

[illegible] رسالت سنایا تھا۔ یعنی
پردۂ غیب سے صدا آئی کہ اے وہ شخص جو اپنی چادر مین لپٹا ہوا ہے اوٹھ اور
تنبیہ کر اور اپنے پروردگار کی بزرگی ظاہر کر۔[1]

پس غور کیجئے کہ اوسوقت کسقدر قلق اور اضطراب آپ کے قلب پر طاری ہوا
جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ قبل اسکے کہ آپؐ کو اپنی مبعوث برسالت ہونیکا
یقین ہو اسقدر اضطراب آپ کو ہوا کہ قریب تھا کہ اپنے تئین ہلاک کر ڈالین
کہ اتنے مین ایک صدا آپ کے دل سے آئی کہ اس قلق و اضطراب کو دور کر اور
بنی آدم کا فرض جو تجھپر ہے اوسکو ادا کر۔ یہ صدا اوسی پروردگار عالم کی تھی جسنے
آپ کو اپنی اُمّت کو نجات دینے کے لیئے خلعت رسالت عنایت فرمایا تھا۔

الغرض۔ یہ آواز غیب سُنکر آپ اوٹھے اور جس کام کا حکم ہوا تھا اوسکی کرنے
پر آمادہ ہوئے۔ پس اوسوقت سے آپ کے تمام عمر بنی آدم کی بہتری کی کوشش
مین بسر ہو گئی۔ کیسی کیسی اذیتین مشرکین کے ہاتھ سے آپ کو پہونچین اور کیا کیا
توہین و تذلیل ہوئی مگر آپؐ کے پائے ثبات مین لغزش نہ آئی اور آپ وعظ
و نصیحت اور تنبیہ و تہدید فرمایا کیے۔

پہلے جس شخص نے آپؐ کے رسالت کا اقرار کیا وہ حضرت خدیجہ کبریٰ تھین
جب آپ نے عالم اندوہ و یاس مین اونسے اوس انتشار و اضطرار کی کیفیت بیان
کی جو قبل اسکے طاری ہوئی تھی کہ آپؐ کا قلب نور الٰہی سے منور ہو تو خدیجہؓ نے
آپؐ کو تشفی دی اور عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ آپؐ کو خداوند عالم نے اپنے

---

[1] یا ایھا المدثر قم فانذر وثیابك فطھر وربك فکبر۔ قرآن مجید سورۃ المدثر ۱۲ مترجم

[2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۔ ۳۶۔ اور تاریخ طبری جلد ۲۔ صفحہ ۲۹۲۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

بندون کی ہدایت و اصلاح کے لیئے منتخب فرمایا ہو اب جو آپ کی رسالت ظاہر ہوگئی
تو سب سے پہلے خدیجہ رض اپنی قوم کی بت پرستی کو ترک کرکے دل سے آپ کا ایمان
لائین اور خداے رحمن ورحیم کی عبادت مین بہ صفائی قلب آپ کی شریک ہوئین
ابتدا مین آنحضرت نے اپنے دل کا حال صرف اپنے متعلقین سے بیان
کیا اور چاہا کہ اونکے بزرگون کے اعمال قبیحہ اونسے ترک کرادین۔ حضرت خدیجہ رض
کے بعد حضرت علی ع آپ پر ایمان لائے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت مکہ کے قرب وجوار
کے دیہات کی تنہائی مین اپنی زوجہ اور اپنے عموزادہ کو لیجاکر خداوند عالم کی
نعمات لاتعدّ ولاتحصی کا شکر بجالاتے تھے ایک مرتبہ اثناے رکوع مین ابوطالب
نے اونکو دیکھ لیا اور آپ سے پوچھا کہ "اے میرے بھتیجے یہ کس دین کی پیروی
تو کر رہا ہے"۔ پیغمبر صلعم خدا نے فرمایا کہ "یہ دین خدا کا اور اوسکے ملائکہ اور انبیاء کا
اور ہمارے جدّ امجد ابراہیم خلیل اللہ کا ہے۔ خدا نے مجھکو بھیجا ہے کہ اوسکے
بندون کو راہ راست بتاؤن اور آپ اے چچا جان سب سے برگزیدہ بندہ اوسکے
ہین۔ پس مناسب ہے کہ مین آپ کو دین حق کیطرف دعوت کرون اور سزاوار ہے
کہ آپ اوس دین کو قبول فرماکر اوسکے شائع کرنے مین میری اعانت رعایت فرمائین"
ابوطالب نے ایک جوانمرد وکہن سال عرب کے طنطنہ سے کہا کہ "اے پسر برادر
مین اپنے باپ دادا کے مذہب کو نہین ترک کرسکتا۔ مگر باللہ العظیم جبتک مین
زندہ ہون کیا مجال کسیکی کہ تیرا بال بیکا کرسکے"۔ تب اپنے فرزند ارجمند علی ع
کی طرف مخاطب ہوکر اوس بزرگوار نے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے۔ حضرت علی ع
نے عرض کیا۔ کہ مین ایمان لایا خدا کا اور اوسکے پیغمبر کا اور ہین اوسیکا

لہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۹۔ اور تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۴۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

پیرو ہوں۔ تو ابو طالب نے فرمایا اے فرزند اوسکی پیروی کر کہ وہ تجھے نیکی کیطرف ہدایت کریگا ؎

تھوڑی مدت کے بعد زید ابن حارث جسنے باوجود آزاد ہوجانے کے آنحضرتؐ کا ساتھ نہین چھوڑا اشرف بہ اسلام ہوا۔ بعد اوسکے ایک سرآمد گروہ قریش یعنی عبد اللہ ابن ابی قحافہ جو بعد ازان تاریخ اسلام مین بہ لقب ابو بکر مشہور ہوی اسلام سے مشرف ہوے۔ اونکی وجہ سے چند اور اشخاص بھی اسلام لائے اور آنحضرتؐ کو مسلمانون کی تعداد بڑھنے سے خوشی ہوئی۔ رسول عربی کے سوانح عمری مین ایک یادگار واقعہ جو نہایت قوی دلیل اونکے احکام کے الہامی ہونے کے بعد اور اونکے ایمان کامل اور توکل علی اللہ کے ہی یہ ہے کہ اونکے عزیزان قریب یعنی اونکی زوجہ اور اونکا پیارا چچازاد بھائی اور اونکے مخصوص و واقف کار اصحاب اونکے رسالت کا اعتقاد کامل اور اونکے ملہم من اللہ ہونے کا یقین واثق رکھتے تھے یہ لوگ اونکے حال سے خوب واقف تھے۔ اور اونکے ساتھ رہتے تھے اور اونکے حرکات و سکنات کے نگران رہتے تھے اور یہی سب سے زیادہ سچے اور وفادار پیرو اونکے تھے ؎ اگر یہ مرد اور عورتین جو نہایت شریف القوم اور فہمیدہ و سنجیدہ تھین اور دریاے جلیل ؎ کے ماہی گیرون ؎ سے زیادہ یقیناً جاہل و عامی نہ تھین ذرا سی علامت بھی دنیاداری یا مکر و زور یا عدم ایمان کی اپنے پیغمبر مین پاتین تو آنحضرتؐ کو جو تہذیب اخلاق اور اصلاح بنی آدم کی امیدین تھین وہ سب دم بھر مین خاک مین

؎ ۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۵۹ - ۱۶۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۴۲ - ۴۳ - اور سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ا صفحہ ۹۹ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ؎ ۲ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ اسلام لانے سے پیشتر ابو بکر کا نام عبد الکعبہ تھا ۱۲ مؤلف ؎ ۳ یہ دریا ملک شام کے صوبہ یہودیہ مین ہے اور اسکے کنارے حضرت عیسیٰ اور حوارین گشت کیا کرتے تھے ۱۲ مترجم ؎ ۴ یعنی حوارین

ملجاتین - اونھون نے آپ ہی کی خاطر لیا لیا مصائب اور صدمات اُٹھائے اور کیسے کیسے عقوبات جسمانی اور آلام روحانی کے متحمل ہوئے اور اپنی قوم و قبیلہ سے خارج کردیئے گئے یہانتک کہ موت تک گوارا کی - کیا وہ ایسا کرتے اگر ذرا بھی علامت ارتداد کی اپنے پیشوا مین پاتے لکن اگر یہ لوگ ایسا اعتقاد قلبی اور ایمان کامل آپؐ کی رسالت پر نہ لاتے تو بھی یہ کوئی دلیل اسکی نہین ہوسکتی کہ اسکا کوئی انکار یا اسمین کوئی شبہ کرسکے کہ بہت بڑا کام آپ نے دنیا مین کیا اور آپؐ صاف باطن اور پاک اعتقاد تھے - اب خود حضرت عیسیٰؑ کو دیکھیئے تو اپنے عزیزان قرب سے اونکی کچھ نہ چلی - اونکے بھائی اونپر ہرگز نہ ایمان لائے[51] بلکہ ایک دفعہ تو یہ نوبت پہونچی کہ اونھون[52] نے حضرت مسیحؑ کو مسلوب الحواس سمجھکر چاہا کہ گرفتار کرلین - بلکہ حوارین بھی اپنے اعتقادات مین راسخ نہ تھے - شاید یہ مزلت قدم اور ضعف اعتقاد اونکی قصور عقل سے پیدا ہوا ہو یا خود حضرت عیسیٰ کے اقوال مین اختلاف سے پیدا ہوا ہو جیسا بشپ لمین[53] صاحب کی راے ہے لکن اسکے واقعیت[54] کا انکار نہین ہوسکتا - آنحضرتؐ کے اقربا اور اصحاب کا راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان ہونا سب سے زیادہ شہادت قطعی آپؐ کے صدق نیت اور حقیت مذہب کی ہے -

---

[51] یوحنا کی انجیل باب ۷ - آیت ۵ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [52] حالانکہ انھین لوگون کو حضرت عیسیٰؑ نے بہ ترجیح اپنی والدہ اور بھائیون کی مان اور بھائی فرمایا ہے - مرقس کی انجیل باب ۳ - آیت ۲۱ - اور متی کے انجیل باب ۱۲ - آیت ۴۶ - ۴۸ - اور مرقس کی انجیل باب ۳ - آیت ۲۲ - ۲۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [53] لمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ - صفحہ ۲۵۴ - ۲۵۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [54] سر ولیم میور صاحب نے اسکا اقرار نہایت قطعی طور سے کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حوارین خوف و خطر کی آہٹ پاتے ہی فرار ہوئے سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام صفحہ ۴۷ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

ین برس تک آپ نے خفیہ کوشش کی کہ اپنی امت سے بت پرستی کو چھڑوادین

آخرالامر آپؐ نے چاہا کہ اپنے تمام اہل قبیلہ کو اپنے گھر مین جمع کرکے اپنی رسالت کے مقاصد اونکو سمجھائین۔ وہ سب حاضر ہوئے مگر ابو طالبؑ کو طعنہ[1] دیا کہ تمھارا فرزند محمدؐ پر کیا جان نثاری کر رہا ہے۔ جب اپنے اہل قبیلہ اور بنی عم پر کچھ اثر آپ کے موعظہ کا نہوا تو آپ نے علانیہ سب کو تلقین کرنا شروع کیا۔ لکن اسمین بھی بہت کم کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ نے قریش کے بتون کی اسقدر مذمت کی اور اونکو ایسی تنبیہ و تہدید کی اور اونکے طریقہ عبادت کو کہ نہایت قبیح و مذموم تھا ایسا زور و شور سے رد کیا کہ اونکو اوسیطرح طیش آگیا جیسا حضرت عیسیٰؑ کی زجر و توبیخ سے علمار یہود کو غصہ آگیا تھا۔ کفار قریش نے کئی مرتبہ ابو طالبؑ کو سفیرون کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ اپنے بھتیجے کو منع کیجئے کہ ہمارے دین کو علانیہ رد نہ کیا کرین پہلے تو ابو طالب نے سفیران قریش کو اپنی شیرین[2] کلامی سے ٹالدیا۔ لکن جب آپؐ نے اونکے بتون کے عیوب کے اظہار مین اور زیادہ اصرار فرمایا تو اونھون نے آپؐ کو کعبہ سے نکالدیا جہان آپ موعظہ فرماتے تھے اور سب اکھٹا ہو کر ابو طالبؑ کی خدمت مین آئے۔ اور عرض کیا کہ "ہم آپ کو

[1] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲- صفحہ ۴۴ - ۴۷- اور تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۵- ۱۶- وانذر عشیرتک الاقربین قرآن مجید سورۃ الشعراء آیت ۲۱۴-

[2] تاریخ طبری جلد ۲- صفحہ ۲۰۶- ملاحظہ ہو- اس مورخ کے نزدیک یہ آیات قریب اسی زمانہ کے نازل ہوئی تھی۔ قل انما یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد فھل انتم مسلمون فان تولوا فقل اذنتکم علی سواء وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون انہ یعلم الجہر من القول ویعلم ما تکتمون وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین قال رب احکم بالحق وربنا الرحمن المستعان علی ما تصفون قرآن مجید سورۃ الانبیاء آیات ۱۰۹-۱۱۲-

[illegible]
اعزاز و اکرام کے بھی آخر کچھ حد و پایان ہے - بہ تحقیق کہ اب ہمکو یہ
کسیطرح گوارا نہین ہے کہ آپ کے بھتیجے ہمارے معبودون کی تفضیح
اور ہمارے آبا و اجداد کی مذمت کرتے ہین - پس یا تو آپ اونکو
اس فعل سے باز رکھین یا خود اونکے شریک ہو جائیے تاکہ اس
جھگڑے کو باہم لڑ کر طے کر لین اور یہانتک جنگ ہو کہ فریقین مین سے
ایک فریق فنا ہو جائے - ،، یہ کہکر وہ چلے گئے ابو طالب رض کو
اپنی قوم سے علیحدہ ہو جانا منظور نہ تھا نہ یہ گوارا تھا کہ اپنے بھتیجے کو
مشرکین کے دست نجس مین چھوڑ دین - اونھون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر قریش کی تقریر بیان کی اور عرض کیا
کہ اس کام سے باز آیئے جو آپ نے اختیار کیا ہے - آنحضرت ص
یہ سمجھے کہ چچا اپنا دست شفقت میرے سر سے اوٹھایا چاہتے ہین -
مگر اوسوقت بھی آپ ص کے ارادہ مین فرق نہین آیا - اور آپ نے بکمال
استقلال فرمایا کہ - "اے چچا اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنی طرف
اور ماہتاب کو میرے بائین جانب لے آئین اور مجھکو اس کام کے
ترک کرنے پر مجبور کر دین بہ تحقیق مین اس سے باز نہ رہونگا تا اینکہ
دین خدا ظاہر و آشکار ہو جاے یا مین ہی اس کوشش
مین ہلاک ہو جاؤن - ،، مگر اپنے حامے و حافظ سے

سلہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۴۷ - اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۶۷-۱۶۸
ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

لگے اوسوقت ابو طالب[2] نے چلاکر کہا "اے میرے بھائی کے بیٹے تو جو چاہ سو کہہ - قسم خدا کی مین تجھے ہرگز نہ چھوڑون گا"
قریش نے پھر کوشش کی کہ ابو طالب[4] کو سمجھا بوجھا کر اونکے بھتیجے کو لے لین - اور اونکے مبادلہ مین ایک نوجوان آدمی کو بنی مخزوم مین سے دینے کو کہا مگر کچھ پذیرا نہوا - ابو طالب[3] نے صاف کہدیا کہ ہرچہ بادا باد مین اپنے بھتیجے کی نصرت و حمایت ضرور کرونگا - اس سے قریش کی آتش غضب اور زیادہ افروختہ ہوئی اور اونھون نے پھر ایذارسانی کی دہمکی دینی شروع کی - اوس بزرگوار (ابو طالب[4]) نے آنحضرت کے اقربا یعنے بنی ہاشم کو غیرت دلائی کہ اپنے قبیلہ کے ایک معزز و ممتاز شخص کو شر اعداء سے بچاؤ اور مخالف قبائل کے تیر حسد کا نشانہ نہونے دو - ابو طالب کی اس استدعا کو سب بنی ہاشم نے قبول کیا سوائے ابو لہب[3] کے -

---

[1] سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام[2] جلد ۲ - صفحہ ۱۶۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

[2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۶۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۴۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

[3] اس مشرک کی بی بی ام جمیل کو قرآن مجید مین حمالة الحطب اسواسطے لکھا ہے کہ یہ عورت اون مقامات پر جہان آپ عبادت اور مراقبہ کرنے کو تشریف لیجاتے تھے کانٹے بچھا دیتے تھے ۱۲ - مؤلف -

رعب اور سطوت سے اتنا ہوا کہ آپؐ کے قتل کی کوشش کفار قریش کر سکے
مگر آپ کو اور صحابہ کبار رضؓ کو طرح طرح کی ذلتین اور اذیتین پہونچانے لگے۔
جہان آپ جاتے تھے وہان وہ بھی پہونچتے تھے اور جب آپ اور آپ کے
اصحاب نماز مین مصروف ہوتے تھے اوسوقت پتھر مارتے تھے اور جب آپ
کھانا کھاتے تھے اوسوقت غلیظ پھینکتے تھے۔ اور کعبہ کے قریب آپ کو نماز نہ پڑھنے
دیتے تھے۔ الغرض اونھون نے ایذارسانی کا ایک سلسلہ قائم کرلیا تھا اور ہر ایک
خاندان نے اپنا ذمہ کرلیا تھا کہ اس نئے مذہب کو گلا گھونٹ کر مار ڈالین گے۔
ایک پہاڑی جسکا نام رمضاء ہے اور ایک مقام جسکو بطحاء کہتے ہین شدید ظلم و تعدی
کے گھر ہوگئے۔ جن مردون اور عورتون کو قریش نے دیکھا کہ بت پرستی چھوڑے
دیتے ہین اونکو جلتی ہوئے ریگستان مین چھوڑ دیا اور جب وہ بھوک اور
پیاس کے مارے مرنے لگے تو اونسے کہا کہ یا ان بتون کو پوجو یا مرجانا
قبول کرو۔ بعض اونمین سے مرتد ہوگئے مگر اکثر مسلمین و مسلمات اپنے دین
و ایمان مین ثابت قدم رہین۔ مشرکین قریش نے یاسر اور اونکی زوجہ سمیعہ
کو انواع عقوبات سے قتل کیا اور اونکے بیٹے عمار کو سخت اذیتین پہونچائین
اکثر آنحضرتؐ نے بچشم خود دیکھا کہ اصحاب وفادار پر کیسی کیسی ظلم و ستم ہو رہے ہین
اور اون مصائب و الام کا تحمل اونھون نے اوسطرح کیا جیسا شہیدان راہ خدا کو

سلہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۵۰ - اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۰۵ - اور اس باب کے آخر مین
جو حاشیہ لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

دنیا ہے - مگر ابتدائے اسلام مین صرف یہی لوگ نہین شہید ہوئے جسطرح فریسیون
نے حضرت عیسیٰؑ کو مال دنیا کی طمع دلائی تھی اوسیطرح قریش نے بھی آپ کی خدمت مین
حاضر ہو کر دنیاوی عزت اور دنیاوی عظمت کی طمع آپؐ کو دے کہ راہ حق کو چھوڑ دین
چنانچہ راوی کہتا ہے کہ ایک روز آپ مسجد حجر مین بیٹھے ہوئے تھے اور اوس سے
تھوڑی دور ایک گروہ صنادید قریش کا تھا اونمین سے عتبہ ابن ربیعہ نے آپؐ کے
قریب آکر عرض کیا کہ "اے پسر برادر تو صاحب اوصاف حمیدہ اور عالی خاندان
ہے - مگر اب تو نے ہماری قوم مین تخم نفاق بو یا ہے اور ہمارے قبائل مین تفرقہ
ڈالدیا ہے - تو ہمارے دیوتاؤن اور دیبیون کی مذمت کرتا ہے اور ہمارے آباء
واجداد کو کافر اور بت پرست بناتا ہے - اب ہم ایک بات تجھسے کہتے ہین خوب
سونچکر جواب دے کہ آیا اسکو قبول کر لینا تیرے حق مین بہتر نہوگا" آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ "کہہ اے ابوالولید کیا کہتا ہے مین تیری بات کو خوب سنونگا" عتبہ نے
کہا کہ "اے پسر برادر - اگر تو اس ادعاء رسالت سے مال و دولت حاصل کرنا چاہتا ہے
تو ہم تجھکو اتنی دولت جمع کر دینگے کہ ہم مین سے کسی پاس نہین ہے - اگر تجھکو عزت
و وقار حاصل کرنا منظور ہے تو ہم تجھکو اپنا سردار اور رئیس بنائین گے اور کوئی
بات بے تیرے نہ کرینگے اگر تجھکو بادشاہت مطلوب ہے تو ہم تجھکو اپنا بادشاہ
بنائین گے اور اگر شیطان تجھپر غالب آگیا ہے تو ہم اطبار کو بلائین گے اور اونکو
مال دیکر تیرا علاج کرائین گے" جب عتبہ کی تقریر تمام ہوئی تو آپؐ نے پوچھا
کہ - یا ابا الولید تیرا کلام تمام ہوا" اوسنے کہا "ہان یا محمدؐ" آپ نے فرمایا
اب میری سُن - بسم اللہ الرحمن الرحیم تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ
قرآنا عربیا لقوم یعلمون بشیرا و نذیرا فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنۃ

مما تدعونا الیہ وفی اذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب فاعمل اننا عاملون

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروا

ویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوۃ وھم بالاخرۃ ھم

کافرون ان الذین امنوا وعملوا الصالحات لھم اجر غیر ممنون

جب رسول اللہ ان آیات کو پڑھ چکے تو عتبہ سے فرمایا کہ "تو نے سُنا۔
اب جیسا تیرے نزدیک مناسب[۱] ہو ویسا کرو"

آپؐ کے اصحاب وفادار پر روز بروز زیادہ شدائد گذرتے تھے جنکو دیکھنے
سے آپ کو بڑا قلق ہوتا تھا لہذا آپ نے اونسے ارشاد فرمایا کہ حبش مین چلے جاؤ
اور وہین رہو تاوقتیکہ قریش کی آتش غضب کچھ فرو ہو۔ بعض صحابہ نے
تعمیل ارشاد آنحضرت فوراً کی اور حبش کو روانہ ہوے۔ اونکی تعداد ۱۵۔ نفر تھی
اسکو تاریخ اسلام مین ہجرت اولیٰ کہتے ہین اور سال پنجم بعثت آنحضرتؐ
(۶۱۵ عیسوی) مین یہ واقعہ گذرا۔ ان مہاجرین کے شریک اکثر اور صحابہ
بھی ہوے جنھون نے راہ خدا مین بڑی بڑی سختیان اوٹھائی تھین یہانتک
کہ اونکے تعداد ۸۲ یا ۸۳۔ مرد۔ اور ۱۸۔ عورتون تک پہونچی[۲]۔ مگر قریش کی
عداوت قلبی نے حبش مین بھی اون بزرگوارون کو چین نہ لینے دیا۔ قریش
نے نجاشی بادشاہ حبش پاس قاصد بھیجے کہ ان فراریون کو پکڑ کر ہمارے پاس

---

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

[۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۰۸۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲۔ صفحہ ۸۵۔ اور تاریخ
ابو الفداء صفحہ ۲۰۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۲

بھیجدو کہ ہم انکو قتل کرین - اور اونپر یہ الزام قائم کیا کہ اپنے آبائی مذہب کو
ترک کر کے ایک نیا دین اختیار کیا ہے - بادشاہ حبش نے مہاجرین کو طلب کر کے
پوچھا کہ کیا یہ الزام سچ ہے جو دشمنون نے تمپر لگایا ہے - اور اونسے سوال کیا
کہ "وہ نیا دین کیا ہے جسکی خاطر تمنے اپنے باپ دادا کی مذہب کو چھوڑ دیا اور
نہ ہمارا دین قبول کیا نہ اور کسی قوم کا مذہب اختیار کیا" جعفر ابن ابوطالبؓ
نے کہ حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی تھے تمام مہاجرین کی طرف سے نیابتًا یہ کلام
کیا "اے بادشاہ ہم جہالت اور ضلالت کے خندق مین گرے ہوے تھے - ہم
بتون کو پوجتے تھے اور مُردار کھاتے تھے اور فحش بکتے تھے اور کوئی صفت انسانیت
کی ہم مین نہ تھی اور مراسم مہمان نوازی اور ہمسایہ پرستی سے بالکل نابلد تھے
اور زبردستی کے سواے کوئی شرع یا قانون نہ جانتے تھے کہ اتنے مین خدا نے
ہمین مین سے ایک ایسے شخص کو پیدا کیا جسکی شرافت نسب اور صدق مقال اور
تدین اور صفائے باطن سے ہم خوب آگاہ ہین - اوسنے ہمکو توحید باری تعالےٰ کیطرف
دعوت کی اور ہمکو یہ تعلیم کیا کہ خدا کا شریک کسیکو نہ گردانو اور بتون کی پرستش نکرو
اور سچ بولا کرو اور امانت مین خیانت نکرو اور اپنے ہم جنسون پر رحم کرو اور حق الجار
یعنے ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت کرو اور عورتون کو برُا نہ کہا کرو اور یتیمون کا
مال نہ کھاجاؤ اور گناہون سے بچے رہو اور معصیت پر اقدام نکرو اور نماز پڑھو
روزہ رکھو زکوٰۃ دو - ہم اوسپر ایمان لائے ہین اور اوسکی احکام و نصائح کو قبول
کرلیا ہے علی الخصوص اس حکم کو کہ خدا کی عبادت کرو اور اوسکا کوئی شریک نہ گردانو -
اسوجہ سے ہماری قوم ہمسے خلاف ہوگئی ہے اور ہمپر ظلم و جفا کرتی ہے کہ خداوند عالم
کی عبادت کو ترک کرنے لگین اور پتھر وغیرہ کے بتون کی پرستش پھر اختیار کرین -

ملک مین آکر امان لی - اب تو ہی ہمکو اونکے ظلم وجفا سے بچائیگا "- بادشاہ حبش نے قریش کے کہنے کو کچھ نہ سُنا اور اونکے سفیر خائب وخاسر مکہ کو پھر گئے۔

اسلام کی تاریخ مین اس مقام پر کچھ تامل کرکے اس عبرت انگیز قصہ کے معنی مین غور کرنا لازم ہے - جعفر ابن ابوطالبؓ کے اس کلام مین آنحضرت کے کل احکام ونصائح کا ملخص موجود ہے - کسی شخص کی تقریر مین یہ جوش وخروش نہین پایا جاتا جس ولولہ اور طنطنہ سے جعفر نے اپنے ستم رسیدہ برادران دین اور بنی عم کیطرف سے نجاشی سے گفتگو کی ہے -

آنحضرتؐ کے اصحاب تو معاندین کے ظلم وستم سے اور ملکون مین عافیت گزین ہوئی تھی مگر آپ خود اپنے مقام پر موجود تھے اور ہر قسم کی تذلیل وتوہین اور ایذا گوارا کرکے اپنی رسالت کا اعلان فرمارہے تھے - مشرکین قریش نے پھر آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر اور مال دنیا اور اعزاز ظاہری کی طمع دیکر چاہا کہ آپ کو اپنے فرض سے باز رکھین - مگر آپ نے ویسا ہی ایمان و ایقان مین ڈوبا ہوا جواب اب بھی دیا جیسا پہلے دیا تھا اور فرمایا کہ - "مجھے نہ مال دنیا کی ہوس ہے نہ اعزاز کی طمع نہ شاہی وفرمانروائی کی خواہش مجھے خدا نے بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ تمکو حیات ابدی کی بشارت دون - مین تمسے خداوندعالم کے کلام کو بیان کرتا ہون اور تمکو نصیحت کرتا ہون - اگر تم قبول کروگے اوس چیز کو جو مین تمھارے واسطے لایا ہون تو دنیا وآخرت دونون مین تمھارا بھلا ہوگا - اگر تم میری تنبیہ وتنذیر کو نہ سنوگے تو مین صبر کرونگا اور خدا پر چھوڑدونگا

لہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۶۱ - اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۱۹ - ۲۲۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

کہ میرے اور تمھارے درمیان انصاف کرے "۔ کفار نے عرض کیا کہ اپنی رسالت
کے اثبات مین معجزے دکھائے۔ ملاحظہ کیجئے کہ آپ نے کیا جواب دیا کہ "خدا
نے مجھے معجزے دکھانے کے لیے نہین بھیجا ہے بلکہ تعلیم و تلقین کے لیے
بھیجا ہے اگر تم قبول کروگے اوس چیز کو جو مین تمھارے واسطے لایا ہون تو دنیا
و آخرت مین رستگار ہوگے۔ اگر تم میری نصیحتون کو نہ مانوگے تو مین صبر کرونگا اور
خدا پر چھوڑ دونگا کہ میرے اور تمھارے درمیان انصاف کرے۔" اس کلام
معجز نظام کی بلاغت کو آجتک بھی کوئی نہین سمجھا۔ خوارق عادت کا انکار کر کے
آپ نے اپنی رسالت کی سچائی کو بالکل اپنے احکام و نصائح پر موقوف رکھا ہے۔
آپ کا کلام اون دشمنان خدا اور بت پرستون سے ہمیشہ یہی رہا کہ "جو مین
کہتا ہون اوسکو بگوش ہوش سنو تاکہ دنیا و آخرت مین رستگار ہو۔ مین
ایک بشر مثل تمھارے ہون مگر تمھارے لیے بشارتین اور خوشخبریان لایا
ہون[1]" اسکا جواب جو کفار ناہنجار نے دیا اوس سے وہ شدید البغض و عناد
ٹپکتا ہے جو اوائل قرن مسیحی مین اتباع حوارئین اور علماء نصاریٰ سے
مشرکین روم و یونان نے ظاہر کیا تھا۔ قریش نے عرض کیا "اے آپ کو معلوم ہو
اے محمد کہ ہم آپ کو ہرگز ہرگز وعظ نہ کہنے دینگے تاوقتیکہ ہم یا آپ ہلاک نہو جائین"

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۸۸۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] سر ولیم میور صاحب نے عجیب و غریب تقریر اس مقام پر
لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ۔ "یہ امر تردد سے خالی نہین ہے کہ اگر آپ کی دعوی کے ثبوت مین معقول شہادت
پیش کیجاتی تو کیا مکہ کے بت پرستی آپ کی تعلیم و تلقین سے بلا فساد و نزاع زائل نہو جاتی"۔ مشرکین قریش
کیطرح سر ولیم میور صاحب کو آپ کے مواعظ و نصائح سے اطمینان نہین ہے تاوقتیکہ اونکے اثبات مین خوارق
عادت نہ عمل مین لائے جائین۔ اگر حضرت مسیح کیطرح ہمارے پیغمبر بھی دلو اور بھوت کو اوتار دیتے تو کفار قریش کو
اور اس آخری زمانہ مین مورخین نصاریٰ کو آپ کی رسالت کا یقین آجاتا ۱۲۔ مؤلف۔

[illegible]

دل سے خدا کی آواز سمجھتے تھے کہ ملائکہ کے ذریعہ سے خداوند عالم کلام کر رہا ہی

آپ کے معین و مددگار رہے اور آپ بدستور موعظہ فرماتے رہے اور معاندین کی

عداوت اور ایذا رسانی کو کچھ نہ مانا - باوجود اسقدر مقابلہ اور مزاحمت کے

آپؐ کے مواعظ و احکام تدریجاً قوت پکڑتے گئے - کیا ممکن تھا کہ سچائی کا تخم

جو اسطرح بویا گیا بارور نہوتا - اعراب یعنی صحرانشین عرب نے اور دور دور سے

سوداگر جو مکہ معظمہ کی قومی سیلہ مین آتے تھے اونھون نے دیکھا کہ ایک نیا

آدمی عجیب کلام کر رہا ہے اور اوسکے دشمن اوسکو ساحر و مجنون کہتے ہین اور

بڑے خوف اور تعجب سے سُنا کہ کس جوشش و خروش سے بت پرستون کو تنبیہ

کر رہا ہے اور کس جذبہ اور ولولہ سے پتھر اور لکڑی کے بتون کی مذمت اور

اونکے قبیح اعمال و افعال کی ہجو کر رہا ہے - اس نئی روشنی کو اور اس تازہ حیات

روحانی کو وہ بادیہ نشینان عرب اور وہ تاجران طائف و شام سے اپنے ساتھ

اپنے وطن مین لیتے گئے گو ہنوز اوسکی حقیقت سے آگاہ نہوے تھے - جسقدر

ہجو و مذمت مخالفین آپؐ کی کرتے جاتے تھے اور جسقدر دشنام دیتے تھے

اوسیقدر آپؐ کا کلام پاک اور زیادہ مشہور ہوتا جاتا تھا - ایک شخص نے یثرب[1]

سے اہل مکہ کو خط لکھا اور اوسمین زمانہ سلف کی مثالین لکھکر اونکو ترغیب دی

کہ ملکی جھگڑون اور لڑائیون مین اپنے تئین نہ پھنساؤ - اور یہ بھی اونکو مشورہ دیا

کہ اس نئے واعظ کے وعظ کو سُنو اور لکھا کہ " ایک معزز آدمی نے ایک

[1] یثرب کا نام مدینہ اوسوقت تک نہین ہوا جبتک آپ وہان تشریف لیگئے - ہجرت مقدسہ کے بعد

اوسکا لقب مدینۃ النبی ہو گیا - ۱۲ - مؤلف -

مذہب اختیار کرلیا ہے پھر اوسکو کیون ستاتے ہو کیونکہ آدمی کے دل کا حال تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ دین حق کی پیروی کرو۔ ہماری آنکھیں تیرے لگی ہوئی ہین۔ راہ راست پر وہی لوگ جاتے ہین جو سب سے بلند مقامات کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہین"۔

قریب اسی زمانہ کے آپ کو یہ مسرت ہوئی کہ آپ کے چچا حمزہ نے اور ایک مشہور و معروف شخص عمر نے اسلام قبول کیا۔ فی الواقع حضرت حمزہ شجاعت اور سخاوت اور عظم شان مین حضرت علی؏ کے ہم پایہ تھے۔

جسقدر حمزہ اور عمر کے اسلام لانے سے اس دین کو قوت ہوے اوسیقدر ابو طالب[51] اور خدیجہ رض کے انتقال کرنے سے ضعف ہوگیا (سنہ ۶۲۰ع) اوس معظم و مکرم سردار بنی ہاشم نے اپنے بھتیجے کے ساتھ بڑی وفاداری و جانفشانی کی تھی۔ اونکی وفات کے پیشتر قریش نے خود اونکو اور تمام بنی ہاشم کو تین سال علی الاتصال مکہ مین محصور رکھا اور اونکی ایذا رسانی مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کیا صرف اسلیے کہ کسیطرح آنحضرت صلعم کو ہمارے حوالہ کردین۔ یہ محاصرہ اوس سازش کا نتیجہ تھا جو قبائل عرب نے آپ کے خلاف کی تھی۔ رسد اور پانی کے نہ پہونچنے سے بنی ہاشم جان بہ لب ہوگئے تھے کہ آخر مین بیرونی لڑائیون کی وجہ سے کفار قریش کی سازش شکست ہوگئی اور بنی ہاشم[52] کی جان بچی۔

---

[51] ہاشم ابن عبد مناف آنحضرت؏ کے جد امجد اور عبد المطلب کے والد کا نام ہے ۱۲۔ مولف۔

[52] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۳۰۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲۔ صفحہ ۶۶۔ ۶۸۔ اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۲۱۔ ۲۲۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۲۔ مولف

سے آنحضرتؐ کو یہ صدمہ ہوا کہ نہ صرف رئیس خاندان مرگیا جسنے بنی ہاشم کو
باہم متفق رکھا تھا بلکہ آپؐ کا حامی و مددگار قضا کر گیا جسنے آپ کو شر اعدا سے
بچایا تھا- اور خدیجہ کے مرنے کا صدمہ بھی اسیقدر آپ کو ہوا کیسے کیسے
مصائب و آلام مین صرف ایک خدیجہ نے آپؐ کا ساتھ دیا تھا اور آپ کو تسلی اور
دلاسا دیتے رہین اور ابو طالب کے مرنے کے ساتھی جو خدیجہ نے بھی انتقال
کیا تو آنحضرتؐ پر کوہ[۱] مصیبت ٹوٹ پڑا-

تیسرا باب

ابو طالبؓ کے مرنے سے قریش نے دست تعدی آنحضرتؐ پر اور زیادہ دراز کیا-
بنی ہاشم اپنے رئیس کے مرجانے سے آپؐ کی حفاظت کماحقہ نکرسکے اور جو اذیتین اور
ذلتین مشرکین قریش آپؐ کو پہونچا رہے تھے اونین اور زیادہ شدت[۲] ہوئی-

۱؎ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲- صفحہ ۶۹- ۷۰- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف-

حاشیہ متعلقۂ باب ۲

سر ولیم میور صاحب کے نزدیک کاسن ڈی پرسول کا یہ قول غلط ہے کہ رمضار اور بطحی مقامات کے
نام تھے- بلکہ سر ولیم میور صاحب اپنے تذکرۂ پیغمبر اسلام جلد ۲- صفحہ ۱۲۹- مین لکھتے ہین کہ رمضار اور
بطحار سے اوس زمین کی نوعیت مفہوم ہوتی ہے- اس زمین پر مشرکین قریش نے اصحاب نبی پر عقوبتہ کی تھی
مگر مین اپنی قول کی اور کاسن ڈی پرسول کے کلام کی تصدیق مین صرف اسقدر عرض کرتا ہون کہ ان مقامات کے
موجود ہونے مین کچھ شک نہین ہے علی الخصوص رمضار کو مورخین اسلام نے لکھا ہے کہ ایک مقام متصل مکہ کے تھا
چنانچہ ایک مشہور شاعر حکیم سنائی کا شعر ہے کہ ۱؎ جو علمت ہست خدمت کن چو بے علمان کہ زشت آید + گرفتہ چینیان
احرام و مکی خفتہ در بطحار + ۱۲ مؤلف ۲؎ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲- صفحہ ۶۹- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف-

اپنے عمّ محترم اور حامی و مددگار کے مرجانے اور اپنے مونس و غمخوار زوجہ
کے وفات پانے سے آپ کی کمر ٹوٹ گئی اور یاس ہوگئی کہ اب قریش بت پرستی سے
نہ باز آئینگے۔ پس آپ نے عزم بالجزم کیا کہ طائف مین جاکر وہان کے لوگون
کو توحید باری تعالے تعلیم فرمائین۔ اپنے غلام وفادار زید ابن حارث کو ہمراہ
لیکر آپ بنی ثقیف[1] مین تشریف لیگئے۔ مگر آپ کے کلام سے کچھ اثر اون لوگون پر
نہوا بلکہ اونکو بھی طیش آیا۔ اور اوتھون نے آپ کو شہر سے نکالدیا اور ایک انبوہ
کثیر کفار کا سیٹی بجاتا ہوا اور پتھر مارتا ہوا شام تک آپ کے عقب مین چلا گیا اور
جب شام ہوئی تو آپ کو تن تنہا چھوڑکر چلے گئے۔ چلتے چلتے آپ کے پاے مبارک
مین چھالے پڑگئے اور خون جاری ہوا اور خستہ و پریشان ہوکر ایک درخت
خرما کے نیچے جہان بھوکے پیاسے مسافر دم لیتے تھے آپ نماز مین مصروف
ہوے۔ اور دست دعا سوے آسمان بلند کرکے باچشم گریان آپ نے یہ استغاثہ
کیا کہ "خداوندا یہ عبد ضعیف اور بندہ ذلیل تیری جناب مین شکایت لایا ہے
مین انسان کی نظر مین ذلیل و خوار ہون۔ اے غفور و رحیم تو ہی غریبون کا
والی اور ضعیفون کا پشت و پناہ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ پس
مجھکو چھوڑ نہ دے اور غیرون کا اور دشمنون کا شکار مجھے نہ بنا۔ اگر تو مجھسے راضی
ہے تو پھر مجھکو کیا پروا ہے۔ مین تیری وجہ قدرت کے نور مین پناہ لیتا ہون
جسنے تاریکی کو پراگندہ کردیا ہے اور دنیا و آخرت مین سلامتی بخشی ہے۔
خداوندا اپنا غضب مجھپر نہ نازل کر اور میری مصیبتون کو اوسطرح دفع کر
جیسا تیری مشیت کا مقتضی ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

[1] یعنی اہل طائف ۱۲ مؤلف - [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۷۹ - ۲۸۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۰ - ۷۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

نہایت شکستہ دل ہوکر آپ نے مکہ کو مراجعت فرمائی - اور چند مدت وہان
قیام کیا مگر گوشہ نشینی اختیار کی - گو کبھی کبھی موعظہ فرماتے تھے لکن صرف حج کے
زمانہ مین جب اور اور ملکون کے لوگ مکہ مین آکر جمع ہوتے تھے تو اونکو تلقین
فرماتے تھے باین امید کہ شاید انمین سے کوئی شخص ایمان لائے اور اپنی قوم
کو دین حق جاکر سکھائے جیسا طبری نے اپنی تاریخ مین لکھا ہی -

ایک روز آپؐ نہایت ملول و غمگین ان نیم تاجرون اور نیم حاجیون کو موعظہ
فرما رہے تھے کہ چھ آدمیون کا ایک غول آیا وہ سب شہر یثرب سے آئے تھے اور
آپسمین کچھ گفتگو کر رہے تھے - آپؐ نے اونسے فرمایا کہ بیٹھ کر میرا کلام سنو - اور وہ بیٹھکر
آپؐ کا کلام سننے لگے - آپؐ کے حسن عقیدت اور صدق مقال کا اثر اونپر ایسا ہوا
کہ فوراً مشرف بہ اسلام ہوئے[51] (سنہ ۶۲۰ع) اور اپنے شہر کو مراجعت کرکے برق
خاطف کے مانند اس خبر فرحت اثر کو مشہور کر دیا کہ عرب کے سرزمین میں ایک
پیغمبرؐ پیدا ہوا ہے جو ہمکو وحدہ لاشریک کی طرف دعوت کرتا ہے اور جو لڑائی جھگڑے
صدہا برس سے ہم مین ہو رہے ہین اونکو موقوف کر دیگا -

سال آیندہ یہ اہل یثرب اپنی وطن کو واپس گئے اور اور چھ شخصون کو بطور نایب
یا سفیر اون دو بڑے قبیلون کے جو اوس شہر مین رہتے تھے اپنی ہمراہ لیتے آئے
اوسی مقام پر جہان پہلے چھ شخص مسلمان ہوے تھے یہ چھ آدمی
بھی دین خدا مین شامل ہوے - اسکو اہل تاریخ کی اصطلاح مین
حلف عقبۂ اولے کہتے ہین اور وجہ تسمیہ یہ ہی کہ جس پہاڑی پر یہ گفتگو ہوئی تھی

[51] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۸۶ - ۲۸۷ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۳۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

اوسکا نام عقبہؓ تھا۔

اونھون نے یہ عہد کیا کہ "وہ خدا کا شریک کسیکو نہ گردانین گے اور چوری نہ کرینگے اور زنا محصنہ وغیر محصنہ دونو نہ کرینگے اور اپنے بچون کو قتل نکرینگے اور غیبت وبدگوئی سے پرہیز کرینگے اور ہر امر حق مین رسول اللہ کی اطاعت کرینگے اور مصیبت وراحت مین اونکے شریک حالؑ رہین گے"

یہ حلف کرکے وہ اپنے وطن کو پھر گئے اور صحابہ نبیؐ مین سے ایک صحابی کو اپنے ساتھ لیتے گئے کہ ارکان اوّلیہ اسلام یعنے اصول دین اونکو تعلیم کرین اور اب دین اسلام اہل یثرب مین جلد جلد شایع ہونے لگا۔

جو زمانہ مابین حلف اول اور حلف ثانی منقضی ہوا وہ بھی منجملہ اون زمانون کے تھا جو آپ پر نہایت صعب گذرے۔ آپ کا خدا پر توکل کرنا اور آپؐ کی جلالت قدر اور عظمت مرتبت جیسے اس زمانہ مین ظاہر ہوگئی ویسی کبھی نہین ہوئی۔ آپؐ کو یہ دیکھکر بڑا رنج ہوتا تھا کہ میری امت بت پرستی مین سخت گرفتار ہے۔ مگر پھر آپؐ کو اس امید سے تسکین ہوتی تھی کہ آخر کو حق ہے غالب آئیگا۔ شاید آپؐ اوسوقت تک زندہ نہ رہین مگر جیسی تاریکی آفتاب کی روشنی سے دفع ہوجاتی ہے ویسے ہی حق سے باطل دفع ہوجایگا۔ اس زمانہ کی نسبت سر ولیم میور صاحب جیسے متعصب شخص کی زبان سے بھی چند کلمات حق احیاناً نکل گئے ہین۔ وہ فرماتے ہین کہ "پیغمبر اسلام اسطرح سے

لہ تاریخ اسلام مین اس معاہدہ کو حلف النسا بھی کہتے ہین بمقابلہ بیعت ثانیہ کی جسمین سفیران یثرب نے حلف کیا تھا کہ مسلمین کو بزور شمشیر مشرکین کے حملون اور ذلتون سے بچائین گے۔ ۱۲ مؤلف

سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۸۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۳ و ۷۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف -

اعلانیہ ... کھڑے ہوتے تھے اور ... کے منتظر تھے اور ظاہر کرتے
یارومددگار تھے اور اونکے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منھہ مین تھا تاہم آپؐ کو
اوس قادر مطلق پر بھروسا تھا جسکا رسول آپؐ اپنے تئین سمجھتے تھے اور آپؐ کے
پائے ثبات مین یک سر مو لغزش نہ ہوتی تھی - غرض - اس عالم مصیبت و تنہائی
مین آپؐ ایسے عالی مرتبہ و جلیل الشان معلوم ہوتے ہین کہ کتب مقدسہ سماویہ مین
آپؐ کا عدیل و نظیر کوئی نہین دکھائی دیتا سوائے اوس بنی اسرائیل کے نبی کے
جسنے خداوند عالم سے یہ شکایت کی تھی کہ مین اکیلا رہگیا ہون[1] -

اسی زمانہ مین وہ مشہور خواب ہوا جسکو معراج کہتے ہین اور جسمین شعرا اور
محدثین نے ایسی ایسی طبع آزمائی اور خامہ فرسائی کی ہے - قرآن مجید کے سادہ الفاظ
پر اونھون نے خوب زرق برق اور نہایت لطیف روایتین منڈھی ہین - وہ

---

[1] سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ - صفحہ ۲۲۸ - ملاحظہ ہو - اسکے بعد جو فرمایا ہی وہ انہین صاحب کے لیے مخصوص ہی یعنے آگے چلکر فرماتے ہین کہ "وہ نہین - یہ تماشا اور زیادہ تعجب انگیز اسوجہ سے ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر خدا وحی نازل کرتا تھا اور وہ معجزے دکھلاتے تھے - مگر پیغمبر اسلام نے تو خود اعتراف کیا ہی کہ مین معجزہ نہین دکھا سکتا" الی آخرہ قولہ - ہم اس مورخ سے پوچھتے ہین کہ وحی کی ماہیت مین فرق کرنیکا کیا معیار آپنے قرار دیا ہی یا آپ کو بھی کوئی خاص وحی نازل ہوئی ہے کہ آپ پیغمبر اسلام کا مقابلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ساتھ کرتے ہین - معلوم ہوتا ہی کہ وہی تعصب نفسانیت جسنے مشرکین عرب کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ اپنے پیغمبر سے اونھون نے یہ معجزہ طلب کیا کہ نہرین اور دریا جاری کرو اور آسمان کو زمین پر اوتار لاؤ اور ایک مکان طلائے احمر کا بناؤ اس زمانہ مین بھی موجود ہی کہ ہم دیکھتے ہین کہ انیسوین صدی مین ایک مورخ کس زور و شور سے لکھتا ہی کہ پیغمبر اسلام نے اظہار معجزہ سے عجز ظاہر کیا - ہر زمانہ کے معقول پسند لوگ پیغمبر اسلام کے اوس لاجواب جواب کو جو آپؐ نے مشرکین عرب کو دیا تھا ہمیشہ پسند کرینگے وہ جواب یہ ہی سبحان ربنا ما کنت

الفاظ یہ ہین- سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصے الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ہو السمیع البصیر اور دوسری آیت یہ ہی واذ قلنا لك ان ربك احاط بالناس وما جعلنا الرویا التی ارینٰك

معراج کے باب مین مولوی سید احمد خان صاحب الخطبات الاحمدیہ علی العرب و السیرۃ المحمدیہ خطبہ ۱۱ صفحہ ۳۴- مین فرماتے ہین کہ "معراج کی نسبت مسلمانون کو صرف یہ اعتقاد رکہنا واجب ہی کہ رسول اللہ صلعم نے خواب مین دیکہا کہ مکہ سے اورشلیم یعنے بیت المقدس کو مجہے لیئے جاتے ہین اور اوسے عالم رؤیا مین آپنے بعض اعظم آیات الٰہی کو مشاہدہ فرمایا- ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پیغمبر کا خواب بہی ایک قسم کی وحی[1] ہوتی ہے"

سال آیندہ (۶۲۲ء) وہ اہل یثرب جنہون نے قبول کرلیا تہا کچہہ پچہتر شخص مکہ کو پہر آئے اور اپنے بت پرست بہائیون کو بہی اپنے ہمراہ لیتے آئے- اور آنحضرت سے عرض کیا کہ ہمارے شہر مین تشریف لے چلیئے- مگر وہ بت پرست اپنے ہمراہیون کے ارادہ سے آگاہ نہ تہے اوس سن سان[2] رات کو جب سب دشمنان خدا خواب راحت مین تہے وہ حامیان دین مبین اوسی پہاڑی کے نیچے جمع ہوے جہان حلف اول ہوئی تہی

[1] میرے نزدیک سر ولیم میور صاحب کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ "متقدمین نے معراج کو ایک خواب قرار دیا ہے نہ یہ کہ واقعی سفر جسمانی ہو- اور ابن ہشام نے بہی اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۲۷- مین بعض احادیث کو نقل کیا ہی جنسے ثابت ہوتا ہی کہ معراج رویا تہا- مگر ہم پوچہتے ہین کہ جب عیسائی اسکے قائل ہین کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس بہمین جسم خاکی دوبارا زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے تو پہر وہ اون مسلمانون کو اپنے سے کم معقول پسند کیون جانتے ہین جو اپنے پیغمبر کے بہمین جسم خاکی آسمان پر چلے جانے کے معتقد ہین ۱۲ مؤلف

[2] [illegible]

آنحضرتؐ اپنے چچا عباس کو ہمراہ لیکر وہان تشریف لیگئے اور عباس گو مسلمان نہوے تھے مگر ترقی اسلام مین نہایت سرگرم رہتے تھے - عباس نے تقریر شروع کی اور اہل یثرب سے بیان کیا کہ اسلام قبول کرنے سے اور پیغمبر اسلام کو اپنے شہر مین بلانے سے کیا کیا ضرر اونکو پہونچین گے - اون سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم اس دین کو قبول کرتے ہین گو ہم جانتے ہین کہ بہت سے خطرون مین ہم گھرے ہوے ہین - اوٓنھون نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ آپ کلام کرین اور اپنے لیے اور اپنے خدا کے لئے جیسا عہد چاہیئے ہمسے لے لیجئے" آنحضرتؐ نے اسکے جواب مین حسب دستور چند آیات قرآن مجید تلاوت فرمائے تب تمام حاضرین کو دین خدا کی طرف دعوت کیا اور دین اسلام کے فضائل[1] کو بیان کیا - اہل یثرب نے عہد اول کا اعادہ کیا کہ سواے خداے یگانہ و برحق کے کیسکی عبادت نہ کرینگے اور اسلام کے احکام کو بجا لائین گے اور ہر امر حق مین آنحضرتؐ کا اتباع کرینگے اور آپ کو اور آپؐ کے عورتون کو اپنے عیال[2] و اطفال کیطرح شر اعدا سے بچائین گے - اور اونھون نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ[3] اگر ہم خدا کی راہ مین شہید ہو جائین تو کیا جزاء ہمکو ملیگی" آپؐ نے فرمایا کہ "راحت[4] ابدی" - پھر اونھون نے عرض کیا کہ "جب آپؐ کا اقبال یاوری کرے تو ہمکو چھوڑکر پھر اپنی قوم سے نہ ملجائے گا" آنحضرتؐ[5] نے مسکرا کر فرمایا کہ "نہین ہرگز نہین - تمھارا خون میرا خون ہے اور مین تمھارا ہون تم میرے ہو"

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۹۶ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۶ ، ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ - صفحہ ، ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [3] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ - صفحہ ... اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۷۷ ، ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

اوھون نے عرض کیا کہ اچھا پھر ہاتھ بڑھائیے اور ہر شخص نے آپ کے ہاتھ مین اپنا ہاتھ دیکر آپؐ سے بیعت کی۔ ہنوز یہ معاہدہ ختم نہوا تھا کہ ایک شخص مکی نے جو دور سے تماشا دیکھ رہا تھا ایک صدائے مہیب بلند کی جس سے اون نفوس قدسیہ کو جو وہان جمع تھے ایک دہشت اور ہول پیدا ہوا۔ مگر آنحضرتؐ نے ایسے استقلال کے ساتھ کلام کیا کہ اونکا انتشار و اضطرار دفع ہوگیا۔

تب آنحضرتؐ نے اونمین سے بارہ معزز آدمیون کو باستصواب کل قوم اپنا وکیل یا ایلچی منتخب کیا۔ انکو نقباء[1] کہتے ہین۔ پس حلف ثانی عقبہ کا خاتمہ بالخیر اسطرح ہوا۔

اوس جاسوس مکی نے اس شوری کی خبر تمام شہر مین مشہور کردی۔ رئیسان قریش کو آنحضرتؐ اور آپؐ کے اصحاب کے اس جرأت وجسارت پر سخت تعجب ہوا اور بہت سے لوگ اکٹھا ہوکر اہل یثرب کے کاروان مین گئے اور کہا کہ اون لوگون کا نام ہمین بتاؤ جنھون نے محمدؐ کے ساتھ عہد و میثاق کیا ہے۔ لکن جب کچھ پتا اون لوگون کا نہ لگا جو اس شورے مین شریک ہوے تھے تو اوس کاروان کو جانے دیا اور کچھ تعرض نہ کیا۔ یہ اعتدال و ملائمت جو قریش نے اس معاملہ مین ظاہر کی صرف ایک مقدمہ اوس شدید ظلم وتعدی کا تھا جو اوھون نے بعد ازان آنحضرتؐ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم پر کیا۔ اصحاب وفادار روز بروز خوف اور مہلکہ مین مبتلا ہوتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ کو خوف ہوا کہ

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۲۹۷ - ۳۰۰ - ملاحظہ ہو - اس حلف مین کچھ[کم] مرد و زن شریک ہوے تھے اور یہ ماجرا ماہ ذی الحجہ مین گذرا اور اس مہینہ کے باقیماندہ ایام مین اور محرم اور صفر مین آنحضرت نے مکہ مین قیام فرمایا اور ربیع الاول مین مدینہ روانہ ہوے۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۷۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

ان سب کو قریش یکبارگی کر دائین سے اور آپ نے اونکو یہ مشورہ دیا کہ فورا

یثرب مین جاکر امان لو۔ پس قریب تسو اصحاب کے مع اہل و عیال دو دو

تین تین آدمی کرکے مکہ سے مدینہ کو چلے گئے جہان بڑی گرمجوشی سے لوگون نے

اونکا استقبال کیا۔ اسطرح سے شہر مکہ کے محلے کے محلے اجڑ گئے اور عتبہ ابن ربیعہ نے

اون ویران محلون کو جو کسی زمانہ مین ایسے آباد تھے دیکھکر ایک آہ سرد دل پر درد

سے کھینچی اور یہ پرانا شعر پڑھا۔ "ہر ایک مسکن گو وہ کتنے ہی مدت تک آباد

رہا ہو ایک نہ ایک دن برباد ہو جائیگا۔ اور اوسپر باد خزان چل جائیگی" پھر

اوسنے غمگین ہوکر کہا کہ "یہ سب ہمارے بھتیجے نے کیا ہی جسنے ہماری جماعتون

کو پراگندہ کر دیا ہے اور ہمارے امور کو خراب کر دیا ہی اور ہم مین نفاق پیدا کر دیا ہے"

جو حال حضرت عیسیٰ کا ہوا تھا وہی کیفیت حضرت خاتم الانبیاء کی بھی ہوئی

صرف فرق اتنا ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے خود فرمایا ہے کہ "یہ نہ سمجھو کہ مین زمین پر صلح

کرنے آیا ہون۔ مین صلح کرنے نہین آیا ہون بلکہ تلوار کرنے کو آیا ہون۔ کیونکہ

مین اسلیئے آیا ہون کہ بیٹے کو باپ سے اور بیٹی کو مان سے اور بہو کو ساس سے

لڑوا دون" مگر حضرت خاتم الانبیاء کو دیکھیے کہ جس شخص نے قبائل عرب مین

تفرقہ ڈالنے کی تہمت آپ کو لگائی ہے وہ سب مشرکین عرب سے زیادہ سخت

عداوت آپ سے رکھتا تھا۔

اس تمام زمانہ مین قریش کا دریائے غضب جوش مار رہا تھا اور ہر وقت بلکہ

ہر ساعت آپ کے ہلاکت کا خوف تھا مگر آپ نے اوس خوف کو ہرگز نہ مانا سب اصحاب

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۱۶ – ملاحظہ ہو – ۱۲ – مؤلف [2] متی کی انجیل باب ۱۰ – آیت ۳۴ و ۳۵ – ملاحظہ ہو – ۱۲ – مؤلف [3] یعنی عتبہ ابن ربیعہ ۱۲ – مترجم ۱۲ –

یثرب کو روانہ ہو چلے تھے اور آپ تن تنہا رہگئے تھے صرف آپ کے جان نثار علی
اور ایک مرد پیر ابوبکر رضہ آپؐ کے پاس رہگئے تھے۔

اس عرصہ مین مکہ کے آسمان پر ابر ظلم چھا تا جا تا تھا۔ باین خوف کہ
آنحضرت بچکر نکلجائین قریش نے دار الندوہ یعنے مشورہ خانہ مین جمع ہو
بہت جلد مشورہ کیا اور اور روسا رقبائل کو بہی شریک مشورہ کیا۔ اب اونکی
پر آبنی تھی۔ وہ کمیٹی بڑے غضب کی کمیٹی تھی۔ اونکے دل مارے دہشت
کے ہل رہے تھے۔ بحث اسمین ہوئی کہ حبس دوام کی سزا دیجاے یا جلا وطن
بعد اوسکے قتل تجویز ہوا لکن اگر ایک شخص قتل کرنے کے لئے تجویز کیا جاتا تو بنی
اوس سے اور اوسکے عیال و اطفال سے ضرور انتقام لیتے۔ آخر الامر اس مشکل
کو ابو الجہل نے حل کیا۔ اوسنے یہ صلاح دی کہ چند جری آدمی مختلف خاندانو
منتخب کر کے بھیجے جائین اور وہ سب یکبارگی آپؐ پر تلوارین مارین تاکہ اس
خون ناحق کا قصاص سب سے لینا لازم آئے لہذا آنحضرتؐ کے اقربا انتقام[1]
لینے سے قاصر رہین۔ یہ تجویز منظور ہوئی اور چند نوجوان عالی خاندان اس
قتل کے لیے منتخب کئے گئے۔ جون جون شب تاریک ہوتی گئی وہ قاتل آپؐ
بیت الشرف کے گرد جمع ہوتے گئے۔ رات بھر وہ اس انتظار مین رہے کہ
علی الصباح جب آپؐ مکان سے نکلین گے اوسیوقت قتل کر ڈالین گے۔ ا
کبھی کبھی دروازہ کے سوراخ سے جھانک کر دیکھتے تھے کہ آپؐ اسوقت تک بستر مبارک

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۲۳ - ۳۲۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۷۹ ملاحظہ ہو۔ اور قرآن مجید
سورۃ ۸ - آیت ۳۰ بھی ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام لکھتا ہی کہ ابوجہل کے اس تجویز کی تائید ایک اجنبی آدمی کے

ہین - لیکن اس عرصہ مین اوس عقل حیوانی نے جو آدمی کو اپنے حفظ جان پر آمادہ رکھتی ہے اور جسکی ہدایت سے نبی ناصری اکثر اعدا سے بچتے پھرے رسول بکی ۲ کو بھی اوس خوف سے آگاہ کر دیا - آپ نے چاہا کہ قاتلون کا خیال بستر ہی پر جما رہے اور آپ نے اپنی چادر سبز اپنی جان نثار و فرمان بردار علیؓ کو اوڑھا کر ارشاد کیا کہ یا علیؓ تم میرے بستر پر پڑے رہو - یہ فرما کر آپ اوسطرح کھڑکی سے نکل گئے جسطرح حضرت داؤد ۳ نکل گئے تھے آپ ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لیگئے اور اوس شہر غدار سے اون دونو صاحبون نے ساتھ ہجرت فرمائی - وہ بزرگوار چند روز مکہ کے جنوب مین ایک پہاڑی پر ایک غار مین پوشیدہ رہے - اس پہاڑی کا نام جبل الثور ہے -

اب قریش کے طیش کے کچھ حد و پایان نہ تھی - یہ خبر وحشت اثر سُنکر کہ قاتل ناکام پھر آئے اور آنحضرتؐ بچکر نکل گئے اونکو آگ لگ گئی اور چارون طرف سوار دوڑا دیے اور آپ کے سر مبارک پر انعام مقرر کیا - ایک یا دو مرتبہ کفار آپ کو ڈھونڈھتے ہوئے اتنے قریب آ گئے کہ مارے خوف کے مرد پیر ابوبکرؓ کا دل تھرانے لگا - اونھون نے کہا "ہم تو وہی آدمی ہین -" آپ نے فرمایا "نہین ہم تین ہین - خدا ہمارے ساتھ ہے -" فی الواقع خدا اونکا حافظ تھا - تین دن کے بعد قریش نے اوس جستجو کو کم کر دیا - اس

---

۱ بشپ لمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ - صفحہ ۲۵۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۲ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۲۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۸۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۳ تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۱۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - کرلف ۴ سو اونٹ کا انعام کیا تھا - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۲۸ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۸۱ - ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف ۵ قولہ تعالے

تمام مدت مین عائشہ بنت ابی بکر آنحضرت اور آپؐ کے یار غار کے لیے کھانا لے آتی تھین جسکو وہ تناول فرماتے تھے - تیسرے دن شب کو وہ بزرگوار اوس غار سے نکلے اور بڑی مشکل سے دو اونٹ تلاش کر کے ناگزیر راہون سے یثرب کو گئے - مگر یہ ناگزیر راہین بھی مخوف و مخدوش تھین - آپؐ کے سر مبارک پر جو انعام کثیر مقرر کیا گیا تھا اوسکی طمع مین بہت سے سوار مکہ سے آئے تھے اور ابتک آپؐ کو تلاش کر رہے تھے - ایک سوار خونخوار نے اون دو مسافرون کو دیکھ ہی لیا - اور اونکا تعاقب کیا - ابو بکرؓ کے دل مین پھر ہول سمایا اور چلائے کہ "اب ہم قتل ہوے" آنحضرتؐ نے فرمایا کیون ڈرے جاتے ہو خدا ہمکو بچائیگا - جب وہ بت پرست آنحضرتؐ کے قریب پہونچا تو اوسکا گھوڑا الف ہوا اور وہ گر پڑا - اوسپر اسقدر ہیبت و خوف طاری ہوا کہ آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ میرے قصور کو معاف فرمائیے کہ مین نے ناحق آپؐ کا تعاقب کیا اور اوس معافی کی تصدیق بھی کر دیجئے - ابو بکرؓ نے ایک پارۂ استخوان پر اوس معافی لکھدی -

وہ دونون مسافر برابر چلے گئے اور کسی نے اونکو نہین ستایا یہانتک کہ ارض یثرب مین پہونچے - ماہ جون سنہ ۶۲۲ء مین ایک روز نہایت شدید گرمی مین آنحضرتؐ نے ناقہ سے اوتر کے اوس ارض مقدس پر قدم مبارک رکھا جو اوس وقت سے آپ کا وطن اور جاے پناہ ہو گیا - سب سے پہلے ایک یہودی نے ایک برج پر سے آپؐ کو دیکھا اور اسطرح سے اس آیۂ وافی ہدایہ کی تصدیق و تکمیل

سلہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۸۱ - ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف ۵۲ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۱ ۳ ۲ ۳ - اور تاریخ ابن الاثیر صفحہ الیضاً ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

ہوئی کہ وہ[1] لوگ جنکو کتاب دیگئی ہے پہچانتے ہین اوسکو اسطرح جسطرح اپنے لڑکون کو پہچانتے ہین [۱۱] آنحضرت اور آپ کے صحابی نے تین[2] روز ایک دیہ مین قیام فرمایا جسکا نام قبہ تھا اور جو یثرب کے جنوب مین دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور جسکی خوبصورتی اور سرسبزی و شادابی مشہور تھی - اسی مقام پر حضرت علی[3] آپ سے آکر ملے جنکو آنحضرت کی ہجرت فرمانے کے بعد کفار ناہنجار نے سخت اذیتین دی تھین - حضرت علی نے مکہ سے چلکر پیادہ پا سفر کیا اور دن بھر چھپے رہتے تھے اور رات کو سفر کرتے تھے کہ مبادا قریش[4] اونکو گرفتار کرلین -

بنی عمرو ابن عوف نے جو قبہ کے مالک تھے آپ سے عرض کیا کہ ہماری گانون مین تا دیر قیام فرمائیے - مگر آنحضرت کو اپنے فرض کا بڑا خیال تھا لہذا ایک جماعت صحابہ کی ہمراہ آپ یثرب کو تشریف لیگئے - آپ یوم جمعہ ۱۲ - ربیع الاول کو وقت صبح یثرب مین داخل ہوے جو بقول کاسن ڈی پرسول مطابق ۲[5] - جولائی سنہ ۶۲۲ع کے تھی - پس ہجرت مقدسہ کی تکمیل اسطرح سے ہوئی اور اسی واقعہ سے سنہ اسلامیہ یعنی سنہ ہجری[6] شمار کیاجاتا ہے

[1] الذین اتینٰہم الکتاب یعرفونہ - کما یعرفون ابناءھم [2] یعنی دوشنبہ و سہ شنبہ و چہارشنبہ و پنجشنبہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۳۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۸۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

[3] تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۱۶ - حاشیہ ۵۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [4] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۸۲ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف - [5] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ - صفحہ ۱۷ - ۲۰ - ملاحظہ ہو - ۱۲ - مؤلف

[6] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۳۵ - اور تاریخ ابو الفداء صفحہ ۳۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

حاشیہ ۱ - متعلقہ باب ۳

سنہ ہجری سترہ برس بعد ہجرت مقدسہ کے خلیفہ ثانی نے جاری کیا تھا مگر یہ سنہ اوسوقت سے نہین لیا گیا ہے جو وقت

سنہ ہجری شروع ہوا ہی اور جس سال یہ سنہ مقرر ہوا تھا اوس سال یکم محرم ۱۵- جولائی کو پڑی تھی ۱۲ مؤلف

حاشیہ ۲- متعلقہ باب ۳

بارہ اسلامی مہینے یہ ہین- محرم الحرام (پاک مہینہ) صفر المظفر (سفر و سیاحت کا مہینہ) ربیع الاول (پہلا مہینہ فصل بہار کا) ربیع الثانی (دوسرا مہینہ فصل بہار کا) جمادی الاول (پہلا مہینہ گرمی کا) جمادی الثانی (دوسرا مہینہ گرمی کا) رجب المرجب (معزز مہینہ) شعبان المعظم (درختون مین کلیان لگنے کا مہینہ) رمضان المبارک (گرمی کا مہینہ) شوال المکرم (ملنے کا مہینہ) ذیقعدہ (استراحت اور صلح کا مہینہ) ذی الحجہ (حج بیت اللہ کا مہینہ) قدیم زمانہ مین عرب سال قمری ۳۵۴- روز ۸- گھنٹہ ۴۸ ثانیہ کا رکھتے تھے اور ہر سال کی تقسیم بارہ مہینون پر کرتے تھے اور مہینہ کبھی ۲۹- دن کا ہوتا تھا کبھی ۳۰ دن کا- اور ہر تیسرے سال ایک مہینہ لوند کا اضافہ کرتے تھے تاکہ اونکا سال رومیون اور یونانیون کے سال شمسی کے مطابق ہوجاے اور تاکہ اونکے مہینے ٹھیک موسم مین پڑا کرین- اس لوند کو نسئی کہتے تھے اور گو یہ حساب ٹھیک نہ پڑتا تھا تاہم اس سے مہینون اور فصول مین ایک توافق رہتا تھا- نسئی اسوجہ سے موقوف کر دیا گیا کہ بعض رسوم مذہبی بت پرستون کے لوند کے برسون مین ہوتے تھے اور جب سے نسئی موقوف ہوا مہینون کے نامون اور فصول مین کچھ نسبت یا علاقہ باقی نہین رہا- ۱۲- مؤلف

چوتھا باب

جسوقت سے آنحضرت صلعم یثرب مین داخل ہوے اوسوقت سے آپ کی سوانح عمری خوب مفصل و مشرح معلوم ہوئی ہین- اوسوقت سے آپ رئیس قوم اور مقنن اور حاکم اعلی ہوگئے اور آپ کی تاریخی حالات اوس سلطنت جمہوری کے حالات کے ساتھ مخلوط ہوگئے جو آپ کے بدولت قائم ہوئی تھی-

بنی اوس اور بنی خزرج یہ دو قبیلے اپنے کہنہ اور خونریز لڑائیون کو اسلام کے برادرانہ لطف و محبت کے جذبہ مین بھول گئے اور علم اسلام کے گرد جمع ہوکر ایک

اوس سلطنت جمہوری کے مرکز بنگئے جو تفرقہ اونمین قدیم سے چلا آتا تھا وہ بالکل رفع ہوگیا

اور لقب انصار سے وہ سب بزرگوار ملقب ہوے جنھون نے مصیبت کے وقت اسلام کی اعانت کی تھی اور وہ وفادار گروہ جسنے اسلام کی محبت مین اپنے وطن مالوف کو ترک کیا تھا اور ہر ایک رشتہ محبت کو قطع کرکے جلاء وطن اختیار کیا تھا مہاجرین کے لقب سے ملقب ہوا - مہاجرین وانصار مین زیادہ موافقت پیدا کرنے کے لیے آنحضرت نے صیغہ اخوت اونمین قائم کیا جس سے وہ رنج وراحت مین ایک دوسرے کے وابستہ ہوگئے -

اب یثرب کا قدیم نام بدل گیا اور مدینۃ النبی یا فقط مدینہ کہلانے لگا - اور فوراً ایک مسجد بنائی گئی جسکی تعمیر مین خود آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے مدد دی - اور مہاجرین کے رہنے کے لیے برابر مکانات بننے لگے - جس زمین پر مسجد بنی ہے وہ دو بھائیون کا مال تھا اونھون نے اوسکو ہبہ کرنا چاہا - مگر چونکہ وہ دونون یتیم تھے لہذا آنحضرتؐ نے اونکو وہی قیمت عنایت کی جو قرار پائی - اس مسجد کی عمارت اور قطع سادی تھی اور اوس بے ریا دین کے لیے موزون ومناسب تھی جو آپ نے اپنی امت کو تلقین فرمایا تھا - اوسکی دیوارین اینٹ اور گارے کی تھین اور اوسکے سقف لیف خرما کے تھے - ایک حصہ اوس مسجد کا اون لوگون کے لیے مخصوص کردیا گیا جو گھر بار نہ رکھتے تھے -

اس بے تصنع عبادت گاہ مین جملہ امور نہایت سادگی سے برتے جاتے تھے آنحضرتؐ بے فرش زمین پر استادہ ہوکر یا درخت خرما پر تکیہ کرکے موعظہ فرماتے تھے اور آپؐ کی جان بخش وجان فزا کلام کو سنکر اصحاب وفادار وجد کر جاتے تھے آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ وہ جو شخص بندگان خدا سے اور اپنی اولاد سے محبت نہ کرے خدا اوسکو

خداوند عالم اوسکو اسیری محبت سے محفوظ فرمائیگا۔"

ایک خطبہ مین آپ نے انفاق فی سبیل اللہ یعنے خدا کی راہ مین دینے کا
ثواب یہ بیان فرمایا۔ "جب خدا نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ڈگمگانے لگی اوسوقت
اوسنے پہاڑون کو پیدا کر کے زمین کو قائم کیا۔ تب فرشتون نے پوچھا خداوندا
تیری خدائی مین کوئی چیز پہاڑون سے بھی قوی ہے خداوند عالم نے جواب دیا
کہ لوہا پہاڑ سے بھی قوی ہے کہ اوسکو کاٹ ڈالتا ہے۔ پھر ملائکہ نے پوچھا خدا
کیا تیری مخلوقات مین کوئی چیز آہن سے بھی زیادہ قوی ہے۔ ارشاد ہوا ہان
آتش آہن سے بھی قوی ہے کہ اوسکو پگھلا دیتی ہے۔ پھر اونھون نے پوچھا کہ
کوئی چیز تیری خدائی مین آگ سے بھی قوی ہے۔ فرمایا ہان پانی آگ سے بھی
زبردست ہے کہ اوسکو بجھا دیتا ہے۔ اونھون نے عرض کی بار الہا پانی سے
زبردست کوئی چیز تیری خدائی مین ہے۔ فرمایا ہان ہوا پانی پر بھی غالب آکر
اوسکو حرکت دیتی ہے۔ اونھون نے عرض کی الٰہی ہوا سے بھی کوئی چیز قوی تر
تیری خدائی مین ہے۔ ارشاد ہوا ہان وہ مرد نیک جو زکات دیتا ہے۔ اگر وہ اپنے
داہنے ہاتھ سے میری راہ مین دے اسطرح سے کہ بائین ہاتھ کو خبر نہو تو وہ سب
چیزون پر غالب آجاتا ہے۔"[1] آپ نے جو نیکی کی تعریف کی ہے اوسمین ہر قسم کی
مہربانی عموماً داخل ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ہر ایک نیک کام نیکی مین داخل
ہے۔ کسی برادر مومن کو دیکھکر مسکرا دینا یہ بھی نیکی ہے۔ اپنے ہمجنسون کو امور نیک
کرنے کی ترغیب دینا زکات دینے کے برابر ہے۔ گمراہ کو راہ راست بتا دینا نیکی ہے
اندھون کو مدد دینا نیکی ہے۔ راستہ سے پتھر اور کانٹے اور اور موانع کو ہٹا دینا نیکی ہے

[1] یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے مشکات کتاب ۲۲۔ باب ۳۔ جز ۱۔ مین مروی ہے ۱۲۔ مؤلف

نیک کو پانی پلاتا ہی ہے ۔،،

دوسری حدیث مین آپ نے فرمایا ہے کہ "آدمی کا سچا ذخیرۂ آخرت وہ نیکی ہے جو دنیا مین اپنے ہمجنسون سے کرتا ہے۔ جب وہ مرجاتا ہی تو پوچھتے ہین کہ کیا مال چھوڑ کر مرا ہے۔ لکن نکیرین قبر مین اوس سے یہی سوال کرتے ہین کہ کیا نیک کام تو دنیا[1] مین کر کے آیا ہے۔،،

ایک صحابی نے عرض کی "یارسول اللہ میری مان اُمّ سعد مرگئی ہے سب سے عمدہ صدقہ اوسکی بخشش کے لیے کیا دون۔ آنحضرتؐ نے ریگستان کی شدید گرمی کا تصور کر کے فرمایا "پانی،،۔ ایک کنوان اوسکے نام سے کھدوا اور پیاسون کو پانی پلوا،، اوس شخص نے اپنی مان کے نام سے ایک کنوان کھدوا کر کہا "یہ کنوان میری مان کے نام کا ہے اسکا[2] ثواب اوسکی روح کو پہونچے،،

آنحضرتؐ نے زبان سے کلمۂ خیر کہنے کی بھی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ ایک شخص ابوجاریہ نامی بصرہ کا رہنے والا مدینہ مین آیا اور آپ کو نبی برحق یقین کر کے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے کہ اوسپر عمل کرون۔ آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ "کسیکی غیبت نہ کیا کر،، ابوجاریہ کہتا ہے کہ اوسوقت سے مین نے کسی شخص کو بُرا نہین کہا خواہ وہ حُر ہو خواہ عبد،،

اسلام کے احکام معمولی اخلاق پر بھی حاوی ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

---

[1] اس حدیث کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہین ۱۲۔ مؤلف [2] یہ حدیث مشکات کتاب ۲۲۔ باب ۲۳۔ جزو ۳۔ مین ابوہریرہ سے مروی ہے ۱۲۔ مؤلف [3] اس حدیث کو سورہ ھل اتیٰ کے اس آیت سے ملائو ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا

"جب کسی گھر مین داخل ہو یا باہر نکلو تو صاحب خانہ کو سلام کرو۔ دوست آشنا
اور راہ چلتون کے سلام کا جواب دو۔ سوار کو چاہیئے کہ پیدل پر سلام مین تقدم
کرے اور چلنے والا آدمی نشستہ کو سلام کرے اور چھوٹا گروہ بڑے گروہ کو اور خرد
بزرگ کو سلام[2] کرے۔"

پانچوان باب

سنہ ہجری یعنے از ۱۹ - اپریل سنہ ۶۲۲ع تا ۔ مئی سنہ ۶۲۳ع

مدینہ اور اوسکے قرب وجوار کے یہودیون سے اس نئی سلطنت اسلامیہ
کو بڑا خوف رہتا تھا۔ پہلے ان یہودیون کو یہ امید ہوئی تھی کہ محمد
وہ نبی آخر الزمان ہین جنکے بدولت ہمارے صدہا سال کی آرزوئین بر آئینگی
یعنے وہ مسیح آپ ہی ہین جسکی خبر توراۃ مین دی ہے اور آپ ہی ظالمون سے
ہمارا انتقام لینگے۔ مگر آپ کے دین کی آزادی دیکھکر اونکو یاس ہو گئی اور
طیش آگیا۔ اور آپ کے عدوے جان ہو گئے۔ مدینہ مین آنحضرت کی تشریف آوری
سے خلائق ایسی بر انگیختہ ہوئی کہ چند مدت تک یہودیون نے بمجبوری آپ کے ساتھ
دوستانہ برتاؤ رکھا آپ نے چاہا کہ اونکو اپنا شریک اور ہمدرد بنا لین

[1] اس حدیث کو اس آیہ وانی ہدایہ سے ملائی واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا
او ردوھا اور ان آیات کو بھی ملاحظہ کیجئے یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر
بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا
فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو
ازکی لکم واللہ بما تعملون علیم فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ
مبارکۃ طیبۃ کذلک یبین لکم اللہ ایاتہ لعلکم تعقلون

[2] یہ حدیث مشکاۃ کتاب ۲۳ - باب ا - جزو ا - مین ابو ہریرہ سے مروی ہے اور کتاب المستطرف
مین صحاح ترمذی ومسلم وبخاری سے اسکو نقل کیا ہے۔ مجالس الابرار بھی ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

آئندہ واقعات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کوتاہیون کی قساوت قلب دفع کرنے

مین آپؐ کسقدر کامیاب ہوے۔

مدینہ مین داخل ہوتے کے ساتھی آنحضرتؐ نے ایک فرمان عام یہود کے نام جاری کیا اور اونکے تمام ملکی حقوق کو قائم رکھا اور اپنے رسوم واعمال مذہبی کو بجالانے کی پوری آزادی اونکو بخشی۔ ابتک تو ناظرین نے ملاحظہ کیا کہ آنحضرتؐ صرف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیت رکھتے تھے مگراب دیکھیے کہ آپ نے حقوق و فرائض عباد کو خواہ وہ شخصی ہون خواہ نوعی ایسی حذاقت کے ساتھ مقرر فرمایا جس سے ثابت ہوگیا کہ آپؐ کی عقل اکمل عقول تھی اور نہ صرف اپنے زمانہ مین آپ خیر البشر تھے جیسا سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانون مین تھے۔ اس فرمان کے مضامین عجیب وغریب ہین۔ کچھ قواعد عامہ اسمین سے منتخب کرکے درج ذیل کیے جاتے ہین "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ فرمان محمد رسول اللہؐ نے تمام مسلمین کو خواہ وہ قریش ہون خواہ اہل یثرب اور سب لوگون کو چاہیے کسی قوم اور مذہب کے ہون جنھون نے مسلمانون سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے" بعد اوسکے دیت یعنی خون بہا کے شرائط بیان کرکے اور چند حکیمانہ قواعد اس باب مین مقرر فرماکر کہ مسلمانون کو ایک دوسرے کی نسبت کیا فرائض ادا کرنے چاہئین فرمایا ہے کہ "صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانون کے لیے عام ہوگی اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے برادران ایمانی کے دشمنون سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہین تمام ذلتون اور اذیتون سے بچائے جائینگے۔ اور ہماری

حاصل رہیگا - یہود ان بنی عوف و بنی نجار و بنی حارث و بنی جشم و بنی ثعلب
و بنی اوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانون کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھی جائیگی
اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجالائینگے جیسے مسلمان
اپنے رسوم دینی کو ادا کرتے ہین - اور یہود کی حفاظت و حمایت مین جو لوگ ہین
یا جو اونسے دوستی رکھتے ہین اونکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہیگی - مجرمون
کا تعاقب کیا جائے گا اور اونکو سزا دیجائیگی - یہود و مسلمانون کی شرکت یثرب کو
سب دشمنون سے بچانے مین کرینگے - اور وہ سب لوگ جو اس فرمان کو قبول
کرینگے یثرب مین محفوظ و مامون رہینگے - مسلمین اور یہود کے دوست آشناؤن کا بھی
ویسا ہی اعزاز کیا جائیگا جیسا خود اونکا کیا جائیگا - سب سچے مسلمان اوس شخص
سے بیزار رہینگے جو کسی گناہ یا ظلم و ناانصافی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا اور
کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نکریگا گو وہ اوسکا کیسا ہی عزیز قریب ہو" اسکے
بعد کچھ احکام حکومت جدید اسلامیہ کی اندرونی انتظام کی نسبت لکھکر اس
عجیب و غریب فرمان کے آخر مین یہ فقرہ لکھا ہے "آیندہ جو تنازعات درمیان
اون لوگون کے ہونگے جو اس فرمان کو قبول کرینگے اونکا فیصلہ خداوند عالم کے
حکم کے موافق رسول اللہ صلعم فرمائینگے"

اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگیا جو اب تک عرب مین جاری تھا کہ
مظلوم ظالم سے انتقام لینے مین اپنی ذاتی قوت یا اپنے اعزاء کی طاقت پر بھروسا
کرتا تھا اور دادرسی اور عدل گستری جنگ و جدل پر موقوف تھی - اس فرمان کی رو
سے آپ حاکم اعلی اپنے قوم کے بنگئے اور یہ منصب حکومت آپ کو بحیثیت نبوت و رسالت کے

پانچوان باب

سنہ ۲ ہجری یعنی از ۷ - مئی سنہ ۶۲۳ع تا ۲۶ - اپریل سنہ ۶۲۴ عیسوی

پہلے اس فرمان مین یہ تین قبائل یہود یعنی بنی نظیر اور بنی قریظہ اور بنی قینقاع داخل نہ تھے جو مدینہ کے گرد و نواح مین رہتے تھے - مگر چند مدت کے بعد اونھون نے بھی بطیب خاطر ان شرائط کو قبول کر لیا -

آنحضرتؐ کی اس عنایت اور فیاضی سے یہود کو کچھ تسکین نہین ہوئی اور اونکو جو ایک عداوت قلبی آپؐ سے تھی اوسمین کچھ خفت نہین ہوئی -

علاوہ یہود کے آنحضرتؐ کو اور آپؐ کے اصحاب کو مدینہ کے اندر منافقین کا خوف لگا ہوا تھا - عبد اللہ ابن اُبی کا فریق جو کسی زمانہ مین دعوی پادشاہت کا رکھتا تھا ایک اجنبی گروہ کو اپنے مین شامل دیکھکر ہمیشہ خار کھاتا تھا اور بت پرستون یعنی مشرکین قریش کے ساتھ شریک ہوکر ہمیشہ یہی کوشش کرتا تھا کہ پیغمبر اسلام کے عالی حوصلون کو خاک مین ملا دی - وہ منافقین[1] مشرکین مکہ سے ہمیشہ نامہ و پیام رکھتے تھے اور جو کچھ مدینہ مین گذرتا تھا اوسکی اطلاع اونکو برابر دیتے تھے اور مشرکین قریش کو خوب معلوم ہوتا جاتا تھا کہ اب مسلمانون کی تعداد کتنی ہے اور یہ بھی وہ خوب جانتے تھے کہ یہود نے صرف مصلحت وقت دیکھکر آنحضرت سے صلح کر لی ہے اور اونکو یقین کلی تھا کہ جو ہین وہ ہمکو زیر دیوار مدینہ دیکھین گے آنحضرتؐ سے منحرف[2] ہوکر ہمارے شریک ہو جائین گے -

---

[1] یعنی اتباع عبد اللہ ابن اُبی ۱۲ - [2] اللہ اکبر - جب ان یہودیون سے پوچھا گیا کہ دین اسلام کو پسند کرتے ہو یا شرک و بت پرستی کو تو اونھون نے بے ساختہ جواب دیا کہ بت پرستی ہمکو گوارا ہے مگر پیغمبر اسلام کے احکام

ہماری کاروان باہر سے واپس آئین یا یکایک مدینہ پر دھاوا کردین - اونھون نے پہلے
شق پر عمل کرنا منظور کیا - لہٰذا آنحضرتؐ پر فرض ہو گیا کہ ایسی تدبیر کرین کہ مشرکین
قریش مدینہ پر دفعتہً حملہ نہ کر سکین - اب آنحضرتؐ صرف اپنی امت کی ناصح ہی نہ تھے
بلکہ اونکی جان و مال کے حافظ بھی تھے اور آپؐ کی بربادی عین اونکی بربادی تھی
پس آپ پر فرض تھا کہ غنیم کو روکنے کی تدبیر کرین قبل اسکے کہ صدہا قبائل مشرکین
یکبارگی مسلمانون پر حملہ آور ہون پس اس غرض سے اور اسواسطے بھی کہ غنیم کے
مورچے جو بیرون شہر تھے اونکو شکست کر کے اون قبائل کو اپنا شریک کرلین جو نواح
مدینہ مین رہتے تھے اور جنسے یہ خوف تھا کہ جب کفار باہر سے حملہ کرینگے تو یہ بھی اونکے شریک
ہو جائینگے آنحضرتؐ نے اپنے چچا حمزہ ابن عبد المطلب اور اپنے چچازاد بھائی عبیدہ
ابن حارث اور اور چند سردارون کو تھوڑی فوج لیکر روانہ کیا -

لہ اس مقام پر مین اس قول مشہور کو اختیار کرتا ہون کہ قریش نے مسلمانون پر حملہ کرنے مین اوسوقت تک
توقف کیا جبتک کہ اونکے کاروان شام سے واپس آئین کیونکہ وہ سوچے کہ اوسوقت جو سب ملکر حملہ کرینگے تو
مسلمانون کو بالکل تہس نہس کر دینگے - میرے نزدیک قریش ایسے غریب و مسکین اور بردبار نہ تھے جیسا اونکو بعض
جنبہ دارون نے مثل میور صاحب و ویل صاحب و سپرنگر صاحب کے بیان کیا ہے - قرآن مجید سے زیادہ سچی تاریخ اوس
زمانہ کی کوئی نہین ہے - سورۃ ۹ - آیت ۱۳ - مین لکھا ہے کہ "وہ لوگ جنھون نے خود بخود تمپر حملہ کیا" اس آیت مین
صلح حدیبیہ کیطرف اشارہ نہین کیا ہے کیونکہ حدیبیہ مین تو کفار نے صرف نقض عہد کیا تھا نہ یہ کہ اہل مدینہ پر حملہ کیا ہو
بلکہ الجبائی کا قول صحیح ہے کہ اس آیت مین مشرکین قریش کا مسلمانون پر حملہ آور ہونے کا ذکر ہے - علامہ زمخشری
کی تفسیر کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱۴ - اور تفسیر حسینی صفحہ ۳۰۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ٢لہ یعنی بنی ضمرہ اور بنی
مدلج اور اور شعبے قبیلہ کنانہ کے جو کفار قریش کے شریک ہو کر حملہ کرتے تو سارے مدینہ کو غارت کر ڈالتے ۱۲ - مؤلف

مقابلہ ہوا لیکن کبھی کشت وخون کی نوبت نہین آئی بلکہ رجز خوانی کرکے یا چند تیر مارکے
دونو لشکر علیحدہ ہو گئے۔ مگر اتنی مدت بیکار پڑے پڑے قریش بہ تنگ آ گئے۔
وہ اپنے ارادہ کی اطلاع اسطرح مسلمانون کو دیچکے تھے کہ اونکے مشہور سردار
کرض[۵] ابن جابر فہری نے مدینہ کی سرحد پر حملہ کیا تھا اور شہر کی دیوار تک آکر
لوٹ مار کی تھی اور بہت سے اونٹ پکڑ لے گیا تھا۔ مسلمانون نے اوسکا تعاقب بمقام صفوان
تک کیا جو قریب چاہ بدر کے تھا مگر وہ غارت گر مال غنیمت کو لیکر حدود مکہ مین جا پہونچا[۶]۔
سال آیندہ ماہ رجب مین (نومبر ۶۲۳ء) مدینہ مین خبر آئی کہ اہل مکہ سامان
جنگ کر رہے ہین۔ مسلمانون مین سے عبد اللہ ابن جحش کہ بڑا دلیر شخص تھا آٹھ
آدمیون کے ساتھ دشمن کے سراغ رسانی کو فوراً بھیجا گیا۔ اوس سے زبانی صرف
اتنا کہدیا گیا کہ مکہ کی سمت چلے جاؤ اور ایک سر بمہر خط دیکر اوس سے کہدیا کہ اثنائے
راہ مین اسکو کھولکر پڑھنا اور جو اسمین لکھا ہو اوس پر عمل کرنا۔ جب شہر مدینہ سے
دور نکل گیا تو عبد اللہ ابن جحش نے اوس خط کو کھولکر پڑھا اوسمین لکھا تھا
کہ اپنی فوج کو نخلہ تک لیجانا جو نصف راہ پر مابین طائف اور مکہ واقع تھا اور وہان
دشمن کے حرکات وسکنات کی نگران رہو اور اوسکے ارادون کو دریافت کرو[۷]۔ عبد اللہ
نے مقام نخلہ مین ایک جگہ پوشیدہ ہوکر دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کاروان چلا جاتا ہے
وہ اپنی ہمراہی عربون کی شرارت کو روک نہ سکا اونھون نے اوس قافلہ پر حملہ کرکے
ایک آدمی کو قتل کیا اور دو آدمیون کو گرفتار کرکے مع مال غنیمت مدینہ لیگئے

---

[۵] تاریخ طبری صفحہ ۱۲۶۸۔ اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۳۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [۶] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۳۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [۷] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۳۔ اور تاریخ الکامل ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۷۔ اور تاریخ طبری

اس فعل سے آنحضرت کو بڑا ملال ہوا اور آپ نے عبد اللہ کو سخت ملامت کی اور فرمایا
کہ "تو نے ایسی حرکت کیون کی - مین نے تجھکو حکم کیا تھا کہ لڑنا نہین" عبد اللہ ابن
حجش نے جو کفار پر یہ زیادتی کی تو یہود اور مشرکین کو آنحضرتؐ کی غیبت و بدگوئی کرنیکا
ایک حیلہ[1] ہاتھ آگیا - جو مسلمان ابتک قریش کے قبضہ مین تھے اونھون نے آنحضرتؐ سے
پوچھوایا کہ اس بدگوئی کا کیا جواب دیا جائے آپؐ نے اسکے جواب مین یہ آیت تلاوت
فرمائی - "وہ[2] تجھسے مقدس مہینون کے باب مین پوچھتے ہین - کہہ تو کہ ان مہینون مین
لڑائی لڑنا بڑا گناہ ہے مگر لوگون کو خدا کی راہ سے بہکانا اور خدا پر ایمان نہ لانا اور اوسکے
بندون کو اوسکے گھر سے نکالدینا اوسکے نزدیک اس سے بھی زیادہ گناہ ہے" وہ دونو قیدی
فوراً رہا کردیے گئے - اس عرصہ مین قریش مسلمانون پر یکبارگی حملہ کرنے کا سامان
کررہے تھے - مکہ کے کاروان سوئے وطن مراجعت کرچکے تھے اور اثنا راہ مین تھے
سب سے بڑا کاروان شام کا مال اور روم سے اسباب جنگ لیکر عنقریب

[1] جیسا اس زمانہ مین مورخین عیسائی کے ہاتھ آیا ہے ۱۲ - مؤلف [2] یسألونك عن الشهر الحرام
قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج
اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم
عن دينكم ان استطاعوا ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فاولئك حبطت
اعمالهم في الدنيا والاخرة واولئك اصحاب النار هم فيها خالدون قرآن مجید سورۃ البقر آیت ۲۱۴
اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۵ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۷۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] عبد اللہ ابن حجش کے
اس معاملہ مین کچھ اور بھی عرض کرنا ضرور ہے - وہ خط اوسکو اسلیئے دیا گیا تھا کہ جس رستہ سے وہ گیا تھا اوسکی خبر کفار کو
نہوجائے جیسا کہ خود میور صاحب نے تسلیم کیا ہے (تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۳ صفحہ ۱۰ حاشیہ ملاحظہ ہو) اگر آنحضرتؐ نے عبد اللہ
کو کاروان قریش پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہوتا تو عبد اللہ پہلے مشورہ کرکے نہ لڑتا بلکہ صرف آنحضرت کے حکم کی پابندی کرتا[4]

[4] مگر حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت نے ابن حجش کو لڑنے کی ممانعت قطعی کی تھی جیسا تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۷۴ مین لکھا ہے ۱۲ - مؤلف

... وہ عقل حیوانی جو آدمی کو اپنے نفس کی حفاظت
پر آمادہ کرتی ہے مسلمانون کو اسکا باعث ہوے کہ اونھون نے چاہا کہ یہ کاروان
ہمارے دشمنون تک کسیطرح نہ پہونچنے پائے چونکہ اہل مدینہ اہل مکہ کو اپنا رقیب[1]
جانکر اونکی ترقی تجارت پر حسد کرتے تھے لہذا اونھون نے اس موقع کو غنیمت
سمجھکر چاہا کہ ملک شام کی تجارت ہمارے شہر مین آجائے پس اہل مکہ کے ارادون
کو باطل کر دینے مین اونھون نے دل سے مسلمانون کی اعانت کی - اس کاروان
کا قافلہ سالار ابو سفیان ابن حرب تھا اور اسمین ہزار اونٹ تھے - تین سے
چودہ آدمی مدینہ سے روانہ ہوے کہ اس کاروان کو راہ مین روکین - مگر
ابو سفیان کو اوسیوقت خبر مل گئی اور اوسنے مکہ سے کمک منگوائی حسب الطلب
اوسکے ایک ہزار جوان خوب مسلح و مکمل ہوکر مکہ سے روانہ ہوا -

اوس کاروان اور اوسکے محافظون کی اُمید مین مسلمان وادی بدر تک چلے گئے
مگر اونکی آمد کی خبر سُنکر ابو سفیان مکار اوس راہ کو چھوڑکر دوسرے رستہ سے
بحفاظت تمام مکہ پہونچ گیا - وہان سے اوسنے ابو جہل کو جو شجاعان مکہ کا افسر
تھا ایک قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ اب وہ کاروان معرض خوف مین نہین ہے
لہذا تیرا پھر آنا مصلحت ہی - ایک فریق نے قریش کے ابو سفیان کی اس مشورہ کو
بگوش ہوش سُنا مگر ابو جہل مغرور نے کہا کہ پھر جانا کیسا جبتک محمد کو خاک مین نہ ملا دینگے

[1] جیسے آنحضرت کے جد امجد ہاشم ابن عبد مناف نے یہ رسم قرار دیا تھا کہ دو بڑے بڑے قافلے علاوہ چھوٹے
چھوٹے قافلون کے تجارت کرنے کے لیے ہر سال جایا کرین یعنے موسم سرما مین ایک قافلہ یمن کو جایا کرے
اور موسم گرما مین دوسرا قافلہ شام کو جایا کرے تب سے قریش کی تجارت مین بے انتہا ترقی ہوئی تھی - ۱۲ - مؤلف

اور اپنی شجاعت و جوانمردی کو اخلاف و آیندگان کے لیئے یادگار نہ چھوڑینگے

تب تک یہان سے قدم نہ ہٹائینگے - پھر ابوجہل نے کہا کہ "بدر کو بڑھ چلو اور

چاہ بدر کے قریب تین[۱] روز قیام کرو اور خوب کھاؤ پیو تاکہ تمام عرب کو یہ معرکہ معلوم

ہو جاے اور سب ہمسے ہمیشہ خائف و ترسان رہین" اسطرح سے اپنے فتح کا یقین

کر کے وہ بدر پر پہونچا اور وہان اون لوگون کو جما ہوا پایا جو مکہ سے بھاگ

آئے تھے - جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ لشکر کفار اپنے کثرت پر نازان آگے بڑھتا

چلا آتا ہے تو آپؐ نے دست دعا سوے آسمان بلند کیئے جیسا آپ سے پہلے انبیاء

بنی اسرائیل نے کیا تھا اور دعا کی کہ "خداوندا اس فوج قلیل کو قتل نہونے دے

یا اللہ اپنے وعدۂ نصرت کو فراموش نکر - خداوندا اگر یہ فوج قلیل ہلاک ہوجائیگی

تو کوئی تیری عبادت خالص کرنیوالا زمین[۲] پر باقی نہ رہیگا"

تین شخص قریش مین سے آگے بڑھے اور عرب کی رسم کے موافق مبارز طلبی

کی یعنی تین شخصون کو فوج اسلام سے اپنے مقابلہ کے لیئے طلب کیا - حمزہ ابن

عبد المطلب اور علی ابن ابیطالبؓ اور عبیدہ ابن حارث اونکے مقابلہ کو میدان مین

آئے اور مظفر و منصور پھرے - بعد اوسکے جنگ مغلوبہ ہوئی - پہلے تو فتح مذبذب رہی

مگر آنحضرتؐ نے ایسی فصیح و بلیغ تقریر سے مسلمانون کو جوش دلایا کہ آخر وہی غالب

آئے - اوس روز بڑی سخت آندھی آئی اور ایک جھکڑ ہوا کا اس زور سے آیا

کہ معلوم ہوا کہ مسلمانون کیطرف سے فرشتے آسمان سے اُترکر لڑ رہے ہین -

فی الواقع آنحضرتؐ کو اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو اوس جوش و ولولہ کے عالم مین

---

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۳۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۲ - ملاحظہ ہو - تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۹۰ ۴ مین دس روز لکھے ہین ۱۲ مؤلف [۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۴۴ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۰ - ۱۲ مرتب

... جھکڑ ... اور ... گرد و غبار کا تیمہ ہوتا کہ گویا عناصر دشمنان خصم اسیی کر رہے
تھے یہی معلوم ہوا کہ گویا ملائکہؑ ہوا کے گھوڑون پر سوار کفار نا ہنجار کو رگیدتے
چلے جاتے ہین کیونکہ قدیم عیسائیون کیطرح اوس زمانہ کے مسلمانون کو بھی تمام
نعمات الٰہی اور تعلقات بشری اور انقلاب روزگار اور گردش زمانہ مین خدا کی
قدرت نظر آتی تھی - الغرض مشرکین مکہ نے شکست فاحش کھائی اور بڑا نقصان
اوٹھایا - اکثر سردار اونکے مارے گئے اور ابوجہل علیہ خود اپنے غرور و نخوت کے نذر ہو گیا
بہت سے کفار کو مسلمین نے اسیر کر لیا مگر اونمین سے صرف دو شخص قتل کئے گئے
ان دونون کی عداوت قلبی پیروان مذہب جدید سے مشہور و معروف تھی اور
عرب مین جو دستور لڑائی کا تھا اوسکے موافق وہ اپنے کردار زشت کی سزا کو پہونچے
باقیماندہ اسیران کفار سے مسلمان بڑی انسانیت سے پیش آئے - آنحضرتؐ نے

لہ قد کان لکم اٰیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ یرونھم مثلیھم رای
العین واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار ولقد نصرکم اللہ ببدر
وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم
بثلثۃ الاف من الملائکۃ منزلین بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم
ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسومین وما جعلہ اللہ الا بشری لکم ولتطمئن
قلوبکم بہ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم قرآن مجید سورہ آل عمران آیات ۱۱ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱
اور میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۳ - صفحہ ۱۰۶ - اور حاشیہ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ؎۲ تاریخ
ابن ہشام صفحہ ۴۴۴ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۹۶ - ملاحظہ ہو - سر ولیم میور صاحب نے لکھا ہے کہ جب ابوجہل کا
سر کاٹکر آنحضرتؐ کے سامنے لائے تو آپ نے باواز بلند فرمایا کہ وہ سر مجھکو عمدہ سے عمدہ اونٹ جو تمام عرب مین ہو اوس سے
بھی زیادہ پسند ہے مگر ہمنے کسی کتاب مین آپؐ کا یہ قول نہین دیکھا ہے - جہان کہین یہ قول لکھا ہو غلط اور
مصنوعی ہے - کیونکہ اگر یہ قول صحیح ہوتا تو ابن ہشام اور ابن الاثیر اور ابو الفدا اور طبری انمین سے کوئی مورخ تو اپنی
تاریخ مین اسکو ضرور نقل کرتا ۱۲ مؤلف ؎۳ انمین سے ایک کا نام نظر بن الحارث تھا جسکا ذکر قرآن مجید سورہ ۸ - آیت ۳۲

حکم قطعی فرمایا کہ اِن مصیبت زدون کی عزت کرو اور انکے حال پر رحم کھاؤ جن مسلمانون کے سپرد آپؐ نے اون قیدون کو کیا تھا اونھون نے اونکے بارے مین آپؐ کے حکم کی تعمیل دل سے کی یعنے اپنا خاص کھانا اونکو کھلایا بلکہ اپنی غذا مین سب سی اچھی روٹیان اونکو کھلادیتے تھے اور خود چند دانہ خرما پر قناعت کرتے تھے - اونمین سے جو لوگ متموّل تھے اونھون نے قسم کھائی کہ اب مسلمانون سے کبھی نہ لڑین گے اور وہ بھی رہا کر دیئے گئے - آنحضرتؐ کے ارشاد کے بموجب اونمین سے جو لوگ کسیقدر ذی علم تھے وہ اس شرط سے رہا کر دیئے گئے کہ اطفال مدینہ کو تعلیم دیا کرین - مال غنیمت کے تقسیم پر لشکر اسلام مین بڑا جھگڑا ہوا - اوسوقت تو آنحضرتؐ نے رفع نزاع اسطرح کر دیا کہ سب پر مال غنیمت برابر تقسیم کر دیا - مگر چونکہ ایک غدار قوم مین اس نزاع سے لامحالہ خرابیان پیدا ہوئین لہذا آنحضرتؐ نے ایک خاص قانون اموال غنیمت کی تقسیم کے نسبت جاری کیا جو سورۂ انفال مین لکھا ہے تاکہ آیندہ اسمین کبھی جھگڑا نہو - اس قانون کے بموجب مال غنیمت کو تقسیم کرنا رئیس قوم کی رلے پر موقوف رہا اور خمس یعنے اوسکا پانچوان حصہ بیت المال کے لیے رکھا گیا - اس خمس سے جسمین رسول اللہ کا حق بھی داخل ہے کہ آپؐ سرداراست تھی

سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۵۹ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ - صفحہ ۷۹ ملاحظہ ہو - میور صاحب فرماتے ہین کہ "بہ تعمیل حکم آنحضرتؐ اشراف مدینہ نے اور جن مہاجرین پاس مکانات تھے اونھون نے اسیران کفار کو اپنے گھرون مین رکھا اور بڑی خاطر و مدارات کی - چند روز کے بعد اونمین سے ایک قیدی نے کہا کہ خدا آباد رکھے اہل مدینہ کو کہ اونھون نے ہمکو سواری پر چڑھایا اور خود پیدل چلے اور ہمکو گیہون کی روٹی کھلائی اور خود خرما پر قناعت کی" میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۳ - صفحہ ۱۲۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف سلہ سیل صاحب اس مقام پر لکھتے ہین کہ یہ عجیب بات ہو کہ پیغمبر اسلام کی اصحاب مین جنگ بدر کے مال غنیمت پر بھی ویسی ہی نزاع پیدا ہوئی جیسی حضرت داؤد کی فوج مین عمالقہ کے مال غنیمت پر جھگڑا ہوا تھا - جو لوگ لڑائی مین شریک ہوی تھے اونھون نے یہی اصرار کیا کہ جو لوگ اپنی گھرون مین بیٹھے رہے اونکو مال غنیمت مین کچھ حصہ نہ ملنا چاہیے - اور دونون صورتون مین یہی

فیصلہ کیا گیا کہ دونون کا حصہ برابر ہے اور یہ فیصلہ بنی اسرائیل کے لئے قانون ہو گیا - ۱۲ مؤلف

غربار ومساکین اور اتیام اور مسافرون کی پرورش کیجاتی ہے۔

لہ واعلموا انما غنمتم من شی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علے عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علے کل شے قدیر

سورۃ انفال آیت ۴۲۔ ہرچند مال غنیمت کو تقسیم کرنا رئیس قوم کی راے پر موقوف رکھا گیا تھا لکن چند رسوم کا ہمیشہ لحاظ رکھا جاتا تھا جو خلفار راشدین کے عہد مین نظیرین ہو گئین اور جیسے یہ خمس کا قاعدہ اور زیادہ محدود ہو گیا۔ ایم کوبری صاحب مورخ فرانسیسی کی تاریخ جزر ا صفحہ ۳۲۵ مطبوعہ شہر پارس ۱۸۶۸ع) ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

حاشیہ متعلقہ باب ۵

قرآن مجید کے بعض آیات مین یہ مضمون کہ ملائکہ فوج خدا یعنے لشکر اسلام کی کمک کو آسمان سے نازل ہوئی ایسی خوبصورتی اور بلاغت سے لکھا ہے کہ زبور کی بلیغ ترین آیات سے بلاغت مین کسیطرح کم نہین ہے۔ فی الواقع ایک ہی مذاق شاعری دونوں آسمانی کتابون کے ان آیات مین پایا جاتا ہے۔ زبور داؤد آیت ۲۸ ملاحظہ ہو۔ غالباً آنحضرتؐ کو بھی مثل حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیار مصلحان نبی آدم کو وجود ملائکہ کا انکار کیا ہے تو خدا اور انسان کے درمیان پیامبری کرتے مین۔ اگر اس زمانہ کے عقلار نے وجود ملائکہ کا انکار کیا ہے تو اونکا انکار کرنا اسکی دلیل نہین ہوسکتی کہ ہم اپنے اسلاف اور بزرگان دین کے اعتقادات کی توہین کرین۔ ہماری یہ بد اعتقادی بھی اوسیطرح وہم اور وسوسہ کی مصداق ہوسکتی ہے جسطرح اونکو اس اعتقاد کو ہم وہم و وسوسہ کہتے ہین۔ صرف فرق اتنا ہے کہ ہمارا وہم عدم وجود ملائکہ پر جما ہوا ہے اونکا وہم اونکے وجود پر قائم ہو گیا تھا جن چیزونکو ہم اس زمانہ مین اصول طبیعی سمجھتے ہین ا‌نھین کو اوس زمانہ کے لوگ ملائکہ اور پیامبران آسمانی خیال کرتے تھے عقل بشری اس امر کے ادراک سے قاصر ہے کہ آیا خدا اور انسان کے درمیان بھی کچھ چیزین اوسیطرح متوسط ہین جیسا لاک صاحب حکیم کا قول ہے کہ انسان اور حیوانات کے درمیان متوسط چیزین موجود ہین۔

غالباً آنحضرتؐ بھی مثل حضرت عیسیٰؑ کے اوس بانی شر یعنے شیطان کے وجود خارجی شخصی کا اعتقاد رکھتے تھے مگر آپ کے کلام پاک کو امعان نظر سے دیکھیے تو اوس سے شیطان کا صرف وجود ذہنی مفہوم ہوتا ہے جسکو آپ نے ایسی مناسب و موزون الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ بمفاد **کلموا الناس علی قدر عقولھم**

[illegible]

آپ نے فرمایا انسان کے دل مین ۔

وجود ملائکہ اور وجود شیطان کے اعتقاد سے عجیب وغریب قصص وحکایات دین اسلام اور دین مسیحی دونون مین پیدا ہو گئے ہین ۔ عیسائیون کیطرف سے اولیاء مسیحی اور ملائکہ آسمان سے اوتر کر لڑے اور مسلمانون نے حتی الامکان اولیاء کو تو بالاے طاق رکھا صرف ملائکہ کی حمایت کو دنیاوی لڑائیون مین قبول کیا ۔ عیسائی راویون نے اوس یہود فریسی کو جسنے حضرت عیسیٰ کو ورغلانا تھا شیطان مجسم وحقیقی قرار دیا ہے ۔ گو بعض جرمنی مورخون نے اوس مغوی کو سردار علماء یہود لکھا ہے اور ملمین صاحب انشب نے اوسکو سردار علماء یہود اور شیطان لعین دونون بیان کیا ہے مگر یہ حکمت کی ہے کہ ناظرین پر چھوڑ دیا کہ جو چاہو سمجھ لو ۔ علی ہذا القیاس روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ محراب کعبہ مین نماز پڑھ رہے تھے اور کفار آپ کو بہت ستا رہے تھے اور آپ سورہ **والنجم** کے تلاوت کرتے کرتے اس آیت پر پہونچے **افرأیتم اللات والعزی ومنات الثالثة الاخری** اوسوقت کئی مشرک موجود تھے ۔ اونمین سے ایک نے باین خیال کہ مبادا آنحضرتؐ ہمارے بتون کی ہجو کرین یہ کلمات کہے کہ یہ بت ہمارے خدای بزرگ ہین اور انکی شفاعت ہمارے کام آئیگی ۔ مسلمانون کو اوسوقت یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ کلمات کون کہہ رہا ہے بس وہ سمجھے کہ یہ شیطان لعین ہے جسکی مذمت قرآن مجید مین اکثر مقامات پر کی ہے ۔ محدثین اسکو بھول گئے کہ جس چیز کی مذمت آنحضرتؐ نے کی ہے وہ نفس امارہ ہے جو مبدا ہر شرور ہے اور جو اوس مشرک کو ان کلمات کے کہنے کا باعث ہوا تھا اور یہی قرار دے لیا کہ وہ شخص آدمی نہ تھا بلکہ شیطان تھا سید احمد خان صاحب کی الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ صفحہ ۴۶ ۔ ۴۷ خطبہ ۶ ۔ ملاحظہ ہو ۔

کتاب تھیولوجی آن دی اپاسٹولک ایج صفحہ ۴۰۱ ۔ ۴۰۴ ۔ جلد ۱ ۔ مین باسناد کثیرہ لکھا ہے کہ حوارین اور تابعین حوارین حضرت مسیح اعتقاد کامل ملائکہ اور شیاطین کے وجود خارجی شخصی کا رکھتے تھے اور کسیقدر اونکے اجسام کو نوری یا ناری جانتے تھے مگر ہمہ وجوہ انسان سے مشابہ سمجھتے تھے ۔ یہ اعتقاد حوارین کو لامحالہ خود حضرت مسیح سے پہونچا ہو گا جنکی نسبت رینن صاحب مورخ فرانسیسی لکھتے ہین کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اعتقاد ان امور کی نسبت اوس زمانہ کے لوگون سے مختلف نہ تھا ۔ رینن صاحب کا تذکرہ حضرت مسیح علیہ السلام صفحہ ۲۶۷ مطبوعہ ۱۸۶۳ء ملاحظہ ہو ۔ ۱۲ مولف ۔

حاشیہ ۲ متعلقہ باب ۵

یہ روایت بالکل غلط ہے کہ جب عقبہ ابن ابو سعیط کو قتل کرنے لے چلے اور اوسنے فریاد کی کہ میرے بال بچونکی اب کون خبر لیگا تو آنحضرتؐ نے یہ جواب ترش دیا کہ ” آتش جہنم “ ۔ یہ روایت فی نفسہ خلاف عقل ہے اور آپ کے آداب اخلاق کے ایسی خلاف ہے کہ اسکی صحت وصلیت کی تحقیق کرنا کچھ ضرور نہین ہے کیونکہ

کی اور اونکی حفاظت وحراست کرنے کو فرض عین قرار دیکر ہمیشہ تاکید اکید اوسکی فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ خدا کو یہ فعل بہت پسند ہے - مگر چونکہ مورخین عیسائی اس روایت پر انگشت بدندان ہین لہذا اسکی اصل کا پتا لگانا ضرور ہے - اسکی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے عقبہ کے لڑکون کو صبیان النار فرمایا تھا - اسکی وجہ یہ ہے کہ عقبہ قبیلہ بنی عجلان سے تھا جسکی ایک شاخ بعض گھاٹیون مین قریب صفراء کے رہتے تھے اور وہ شاخ بنو النار کے لقب سے مشہور تھی - غالباً عقبہ کی اولاد کو صبیان النار آپ نے اسیوجہ سے فرمایا تھا -

ایک اور روایت کو بھی معاندین نے بگاڑ کر لکھا ہے - وہ یہ ہے کہ جب مشرکین قریش کی لاشین دفن ہونے لگین اوسوقت آنحضرتؐ نے اونکی بڑی تفضیح کی - طبری نے اس روایت کو یون لکھا ہے کہ آنحضرتؐ اوس گڑھے کے قریب بیٹھ گئے جسمین کفار کی لاشون کو دفن کرنا قرار پایا تھا اور ایک ایک مشرک کی لاش اوسمین ڈالتے جاتے تھے اور اوسکا نام لیتے جاتے تھے اوسوقت آنحضرتؐ نے یہ کلمات فرمائے کہ " اے بنی عم تمنے مجھے جھوٹا کہا درحالیکہ اور لوگ میرا ایمان لاچکے تھے - تمنے مجھکو میرے گھر سے نکالدیا درحالیکہ اور لوگون نے مجھکو قبول کرلیا - بس دیکھو تمھارا کیا انجام ہوا - افسوس کیا ہے خدا کا وعید پورا ہوا " ان الفاظ سے رحم اور ترس ظاہر ہے مگر معاندین نے انکو بغض و عداوت پر محمول کیا ہے ۱۲ - مؤلف

چھٹا باب

سنہ ۲ ہجری مطابق سنہ ۶۲۴ عیسوی

کامیابی ہمیشہ ایک بہت بڑا معیار سچائی کا ہوتا ہے اور یہ کچھ اجلاف پر منحصر نہین ہے - دین مسیحی کے ابتدا مین بھی ایک عالم یہود نے یہی کہا تھا کہ " ان عیسائیون کو انکے حال پر چھوڑ دو اگر یہ جھوٹے ہین تو یہ خود فنا ہوجائنگے ورنہ تم خود غارت ہوجاؤگے " اگر قسطنطین اعظم کو جو سب سے پہلا عیسائی بادشاہ تھا یہ وہم نہ ہوا ہوتا کہ مین نے آسمان پر ایک نور کی صلیب دیکھی ہے اور اگر اوس صلیب کی برکت سے

اوس کی ہوئی اور اوسکو شکست ... کیا ہوتا تو خدا جانے دین مسیحی کا
کیا انجام ہوتا۔ غزوہ بدر کا فتح ہونا اسلام کے حق مین ویسا ہے اکسیر اعظم ہوگیا
جیسا جنگ[۱] ملوین برج کا فتح ہونا دین مسیحی کے فروغ کا باعث ہوا تھا۔ اوسیوقت
سے دین مسیحی قیاصرہ روم کے تخت سلطنت پر متمکن ہوکر حکمرانی و فرمانروائی
کرنے لگا۔

فی الواقع مسلمانون کو جنگ بدر کا فتح ہونا بہت مبارک ہوا۔ اسمین کچھ تعجب
کا مقام نہین ہے کہ نبی اسرائیل اور قدیم عیسائیون کیطرح مسلمانون کو بھی بت پرستون
پر فتح مبین حاصل کرنے مین خدا کی قدرت دکھائی دیتی تھی۔ اگر مسلمان شکست
کھاتے تو فرمایئے اونکا کیا انجام ہوتا۔ سب کے سب مار ڈالے جاتے۔

ہنوز آنحضرتؐ اس جہاد مین مصروف تھے کہ آپ کے ایک صاحبزادی حضرت
رقیہ نے انتقال کیا جو عثمانؓ سے منسوب تھین جنکو حبش سے مراجعت کئے ہوئے
چند ہی مدت گذری تھی۔ مگر مشرکین قریش کی آتش غضب ایسی افروختہ تھی اور
خواہش انتقام ایسی شدید تھی کہ آپ کو رقیہ کا ماتم برپا کرنے کی مہلت نہ ملے۔
جوہین اسیران قریش اپنے وطن مین صحیح سلامت پہونچے ابوسفیان دو سو
سوار جرار لیکر بعزم پیکار مکہ سے نکلا اور قسم کھائی کہ اب مکہ مین پھر کر نہ آونگا تاوقتیکہ
محمد اور اونکے مہاجرین وانصار سے مقتولین بدر کا انتقام نہ لے لونگا۔ ابوسفیان

[۱] یہ لڑائی ۳۱۲ء مین قسطنطین اعظم اور میگزنٹیس قیصر مین ہوئی تھی اور قیصر مذکور کو جو اسمین شکست
ہوئی اوسکو عیسائی فتح مبین اپنے دین کے سمجھتے ہین۔ گبن صاحب مورخ مشہور نے تاریخ زوال سلطنت روم
جلد ۳۔ باب ۲۰ مین اس جنگ صلیبی کی خوب ہجو بلیغ کی ہے اور بڑی طبع آزمائی اور خامہ فرسائی اسکے بیان مین
کی ہے۔ یہ یادگار لڑائی اوائل قرن مسیحی مین مقام سکیسا ربرا پر ہوئی تھی جو روم قدیم سے نو میل کے فاصلہ پر
ایک چھوٹی سی ندی کریمرا نامی پر واقع تھا جسپر ایک پل بنا ہوا تھا جسکا نام ملوین برج تھا ۱۲ مولف

غافل پاکر حملہ کیا اور لوگون کو قتل کیا اور کھیتون کو تاراج کیا اور نخلہاے خرما کو
جلادیا جو عرب کی خاص غذا تھی - اہل مکہ نے بورون مین ستو بھر کے رکھ لیا تھا
کہ لڑائی مین کام آئیگا - جو ہین مسلمانون نے مدینہ سے نکلکر چاہا کہ قاتلون سے انتقام
لین مشرکین مکہ گھوڑون کی باگین موڑ موڑ کر بھاگے اور ستو کے بورون کو پھینکدیا
کہ گھوڑون کا بوجھ کم ہوجاے - لہذا مسلمانون نے مضحکہ کی راہ سے اِس
لڑائی کا نام غزوۃ السویق رکھا ہے -

واشنگٹن ارونگ صاحب مورخ کے استاد کے موافق اِس زمانہ مین ایک واقعہ
ایسا گذرا جس سے ثابت ہوا کہ آپؐ بڑے کریم النفس ہین ایک روز آپؐ ایک درخت کے
نیچے اپنے لشکر سے دور تن تنہا سو رہے تھے کہ ایسا غل ہوا کہ آپؐ بیدار ہوگئے تو دیکھا
کہ ایک کافر جو آپؐ کا جانی دشمن تھا شمشیر برہنہ لیے ہوئے آپؐ کے سر پر کھڑا ہوا ہے
اور کہہ رہا ہے کہ اے محمد اب آپ کو کون بچا سکتا ہے - آنحضرتؐ نے فرمایا خدا بچائیگا -
اوسوقت اوس کافر پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اوسکے ہاتھ سے تلوار گر پڑے اور آنحضرتؐ
نے اوسکو اوٹھا کر گھمایا اور فرمایا کہ اب تجھکو کون بچائیگا اے کافر - اوسنے کہا افسوس ہے
میرا بچانیوالا کوئی نہین ہے - آپؐ نے ارشاد کیا کہ - خیر - رحم کرنا مجھسے سیکھہ لے -
یہ فرماکر آپؐ نے اوسکی تلوار اوسکو پھیر دی - اوس سنگدل کا دل آپؐ کے اِس
رحم سے موم ہوگیا اور بعد اوسکے وہ مدت العمر آپؐ کی وفاداری وجان نثاری مین
سرگرم وثابت قدم رہا -

یہ خفیف لڑائی جو مسلمین وکفار مین ہوئی صرف ایک مقدمہ تھا اوس
جنگ عظیم کا جو عنقریب ہونیوالی تھی - مشرکین مکہ انتقام لینے پر ہمہ تن آمادہ تھے

اور اینت اور عبث کا نشانہ کر رہے تھے - اونکے قاصدون نے قبیلہ بنی تہامہ اور بنی
کنانہ کو بھی اپنا شریک کرلیا - اب افواج کفار کی تعداد تین ہزار تک پہونچ گئی تھی
اور سب سپاہی مسلح و مکمل تھے اور اونمین سات سئے سوار زرہ پوش تھے اور سب کو
یہی خواہش تھی کہ مسلمانون سے کسیطرح انتقام لیجیے - یہ فوج باقاعدہ چھوٹے چھوٹے
قبائل عرب کے لیے اوسیطرح بلاے بے درمان تھے جسطرح اردشیر بادشاہ فارس
کا بے انتہا لشکر یونانیون کے لیے ایک آفت عظیم تھی - وہ فوج قاہرہ
بسرداری ابوسفیان لعین بڑھتے چلے آئے اور کسی نے اوسکو نہین روکا یہانتک
کہ اونسنے مدینہ کے شمال و مشرق مین ایک مقام پر خوب مضبوط مورچہ باندھلیا
اور اونمین اور شہر مدینہ مین صرف کوہ اُحد اور اوسکی گھاٹی حد فاصل رہگئی
اِس مقام پر بحفاظت تمام مورچہ باندھکر فوج کفار نے اہل مدینہ کے کھیتون اور
باغون کو تاراج کرنا شروع کیا -
اہل مدینہ کو اپنے باغات وغیرہ کے تاراج ہونے سے بہت غصہ آیا اور صحابہ
رضوان اللہ علیہم کو بھی حمیت اسلام دامنگیر ہوئی - اون سب نے ایسا اصرار و الحاح
کیا کہ آنحضرتؐ ہزار آدمی کو ساتھ لیکر کفار کے مقابلہ کو مدینہ سے باہر نکل آئے -
یہود نے اپنی عداوت کو ہزار چھپایا مگر نہ چھپ سکے - آخر کو عبد اللہ ابن اُبَی سردار
منافقین تین سّو منافقین کو لشکر اسلام سے جدا کر کے لیگیا - اونکے جانے سے
آنحضرتؐ کی فوج مین گھٹکر کُل سات سے آدمی رہگئے جنمین کُل دو گھوڑے تھے تاہم گروہ
مجاہدین برابر قدم بڑھائے چلا گیا - اور نخلہاے خرما مین سے گذر کر کوہ اُحد پر پہونچ گیا
رات بھر فوج اسلام اوس پہاڑ کے کھو مین پڑی رہی صبح کو نماز فجر ادا کر کے میدان
مین چلی آئی - آنحضرتؐ نے کوہ اُحد کے نیچے فوج کو صف آرا کیا اور چند کماندارون کو

عقب لشکر ایک بلندی پر تعینات کرکے اونکو حکم قطعی دیا کہ جو کچھ ہو سو ہو خبردار تم اپنی مقام سے نہ ہٹنا۔ بلکہ فوج مخالف کے سوارون کا مقابلہ کرنا اور لشکر اسلام کے میمنہ اور میسرہ کو اونکے حملون سے بچانا۔ مشرکین مکہ کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا اور اپنے تبون کو قلب لشکر مین رکھکر وہ فوراً امید ان مین چلے آئے۔ اور اونکے سردارون کی بیبیان لڑائی کے گیت گاتی[1] جاتی تھین اور ڈھول بجاتی جاتی تھین پہلے تو قریش نے بڑے زور وشور سے حملہ کیا مگر مسلمانون نے بڑی بہادری سے اونکو پس پا کر دیا۔ حضرت حمزہ لشکر کفار کو منتشر و پریشان دیکھکر مسلمانون کو لیکر اونکے قلب لشکر مین گھس گئے اور خوب تلوار چلی۔ مسلمانون کے فتح گویا ہو چکی تھی کہ وہ کماندار آنحضرت کے حکم کو فراموش کرکے اور کفار کے فرار کو غنیمت جانکر مال غنیمت کے طمع مین مورچہ چھوڑکر چلے[2] گئے۔ خالد ابن ولید سردار قریش فوراً اونکی اس غلطی سے آگاہ ہو گیا اور سوارون کو سمیٹ کر فوج اسلام کے عقب[3] پر آکر گرا۔ اور لشکر قریش کے پیادے بھی پھر ٹرے اور مسلمانون کو روا و پشت دونون طرف سے گھیر لیا اور جنگ عظیم ہوئی اور بعض شجاع ترین سرداران فوج اسلام قتل ہوے۔ یعنے حضرت حمزہ اور اور کئی بہادر مارے گئے۔ حضرت علیؓ جنھون نے مشرکین کے پہلے رجز کا جواب دیا تھا اور جناب عمرؓ اور

---

[1] ابن ہشام نے اپنی تاریخ صفحہ ۵۶۲ مین یہ گیت نقل کیے ہین۔ اونمین سے بعض کا ترجمہ یہ ہے۔ "شاباش اے بنی عبد الدار شاباش اے حامی و مددگار عورتون کے۔ اپنی تلوار و سے دشمن کو قتل کرو" دوسرا شعر کیا خوب کہا ہے "ہم بیٹیان ہین سہیل صبح کی۔ ہم مخمل کے فرش کو اپنے پائے نازک سے روندتے ہین مگر دشمن کا مقابلہ مردانہ وار کرو تو ہم تمکو گلے سے لگائین گے اور جو بھاگوگے تو ہم تمسے بیزار ہو جائینگے اور تمسے نفرت کرینگی" تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۸۔ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [2] اسی نافرمانی کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ ثم صرفکم عنہم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین

قرآن مجید [3] تاریخ ابن الاثیر جلد [illegible]

ابو بکرؓ بھی زخمی ہوے - مگر کفار کو اصل مطلب آنحضرتؐ کی ذات خاص سے تھا اور اب چند ہی اصحاب آپؐ کے گرد رہگئے تھے اور قلب لشکر سے آپؐ بالکل جدا ہوگئے تھے - پس کفار نے متواتر اور شدید حملے کرنے آپؐ پر شروع کیئے اصحاب وفادار جلد جلد شہید ہوکر آپؐ کے سامنے گرتے جاتے تھے - گو آپ کے زخمون سے برابر خون جاری تھا مگر اون جان نثارون کو اوس عالم مین بھی آپؐ نہین بھولے اور اوس وفادار کو دعاے خیر دی جسنے آپؐ کی پیشانی مبارکؐ سے خون کو پاک کیا - لکن خدا نے فضل کیا کہ حضرت علیؓ چند بہادرون کو لیے ہوے عالم ہراس مین قلب لشکر مین لڑ رہے تھے اور لڑتے لڑتے اوس پہاڑی پر ایسی مقام پر پہونچے جہان دشمن کے حملون سے محفوظ تھے اور چونکہ اونکو گمان تھا کہ ہمارے آقا شہید ہوگئے ہین لہذا اضطراب اونکو تھا - مگر جب اونھون نے دیکھا کہ ہمارے بھائی بند میدان جنگ کے دوسری سمت اب تک لڑ رہے ہین تو وہ قلب لشکر کفار مین گھس گئے اور وہانتک گھسے چلے گئے جہان پر بعض مجاہدین جان باز اب تک آپؐ کو کفار کے حملون سے بچا رہے تھے آنحضرتؐ کو زندہ دیکھکر اونکی جان مین جان آئی اور بڑی جانبازی

ل۱ طبری نے لکھا ہے کہ طلحہ ابن عبد اللہ علمدار لشکر کفار کہ نہایت مرد شجاع تھا حضرت علی ابن ابیطالبؓ کے سامنے اکر اور شمشیر آبدار کو گھما کر کہنے لگا کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ ہمارے مقتولین جہنم مین جائینگے اور تمھاری مقتولین بہشت مین دیکھو اب مین تمکو بہشت مین بھیجے دیتا ہون " اسکا جواب حضرت علیؓ نے یہ دیا کہ - " بسم اللہ ایسا ہی کر " اور اون دونون مین تلوار چلنے لگی اور طلحہ زمین پر گرا - اور چلایا کہ اے میرے چچا کے بیٹے اب میرے حال پر رحم کر " حضرت علیؓ نے فرمایا مین تجھپر رحم کرونگا اور تجھکو واصل جہنم نہ کرونگا " تاریخ طبری جلد ۳ - صفحہ ۲۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ل۲ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۱۱۴ - اور تاریخ ابو الفدار صفحہ ۴۴ - مین جنگ احد کی تاریخ ۷ - شوال لکھی ہے اور ابن ہشام نے ۱۵ - شوال لکھی ہے اور اور بعض مورخین نے ۱۱ - شوال لکھی ہے - مگر کاسن ڈی پرسول نے اپنی تاریخ عرب جلد ۳ - صفحہ ۹۶ مین ۱۱ شوال

ر کے وہ آپ کو کوہ احد کے اوپر چڑھا لیگئے - اور وہان پہونچ کر بھر دم لیا - حضرت علیؑ[1]
اپنے سپر مین ایک جھیل سے پانی لائے اور آنحضرتؐ کی روے مبارک برادر
زخمون پر چھڑکا اور آپ نے اصحاب کو نماز ظہر بیٹھے بیٹھے پڑھائی - مشرکین قریش
لڑتے لڑتے ایسے تھک گئے تھے کہ اپنی فتح کی تکمیل نہ کرسکے یعنے نہ مدینہ پر حملہ کرسکے
نہ مسلمانون کو کوہ اُحد سے نکال سکے - آخر شہیدون کی لاشون کو بڑی بیرحمی سے
پامال کر کے وہ مدینہ کی سرحد سے چلے گئے - ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان
اور اور نسوان قریش نے بڑی بیرحمی و سنگدلی سے مسلمانون سے انتقام لیا یعنی
وہ ملعونہ حضرت حمزہؓ کے جگر کو چیر کر کھا گئے اور شہدار کے گوش و بینی کو کاٹ کر اور
اونکے ہار بنا کر اپنے گلے مین پہنے -

یہ بے ادبیان جو اون اشقیار نے شہدار کی لاشون سے کین تو مسلمانون کی
آنکھون مین خون اُتر آیا - یہانتک کہ خود آنحضرتؐ پر ایسی رقت طاری ہوئی اور ایسا
غیظ آیا کہ آپ نے مسلمانون کو حکم دیدیا کہ اب جو تمھاری فتح ہو تو تم بھی کفار قریش
کی لاشون کے ساتھ یہی سلوک کرنا - مگر آپ ایسے رحمدل تھے کہ آپ کی
طبیعت نے اِس بیرحمی کو ہرگز گوارا نہ کیا اور جب وہ غصہ جاتا رہا تو یہ

---

[1] شاید بعض ناظرین کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آنحضرتؐ خود کبھی کفار سے نہین لڑے - کیونکہ آپ اپنے منصب رسالت کی ذلت اِسمین سمجھتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے کسی کو لڑائی مین قتل کرین - چنانچہ غزوات مین اپ اپنے جھنڈے کے ساتھ رہے اور صرف اتنا کیا کہ زخمیون کو میدان جنگ سے اوٹھا لائے - بعد ازان جو لڑائیان مسلمین اور کفار مین ہوئین گو اون لڑائیون مین لشکر اسلام کی افسری خود آنحضرتؐ نے کی اور کیسی کیسی سخت اور خونریز لڑائیون مین آپ کیسے ثبات و استقلال کے ساتھ کھڑے رہے مگر آپ نے خود کبھی تلوار نہین کھینچی - جنگ اُحد مین جسوقت حضرت علیؑ اور بعض مجاہدین آپ کو مجروح اور خستہ حال دیکھکر میدان جنگ سے اوٹھا لیجانے لگے اوسوقت ایک کافر نیزہ تانکر آنحضرتؐ کیطرف دوڑا - گو آپ بہت ضعیف و ناتوان تھے آپ نے اوس شقی کے ہاتھ سے نیزہ چھین لیا - اور وہ شقی گھوڑے پر سے گر پڑا اور خود اوسی کا نیزہ اوسکے لیے تیر اجل ہوگیا ۱۲ - مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۰ و تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ - ۱۲۶ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲ - اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۴۴

الہامی کلمات آپ کے زبان مبارک پر جاری ہوے "ظلم پر صبر کرو بحقیق صبر کرنیوالے رستگار ہونگے" پس اوس روز سے لاشون کو پامال کرنے کا رسم قبیح جو اگلے زمانہ مین سب قومونؑ مین جاری تھا مسلمانون مین قطعاً حرام ہوگیا۔

مدینہ مین مراجعت کرنیکے تھوڑے عرصہ کے بعد آنحضرتؐ نے اصحاب وفادار کو جمع کرکے دشمن کا تعاقب کیا تاکہ کفار کو معلوم ہو کہ مسلمانون مین اتنی قوت ہے کہ دشمن کو سزا دے سکتے ہین۔ ابوسفیان یہ سنکر مکہ کی سمت بھاگ گیا مگر راہ مین دو شخصون کو اہل مدینہ مین سے قتل کرتا گیا۔ پھر اوس شقی نے آنحضرتؐ سے کہلا بھیجا کہ مین عنقریب پھر آکر آپ کو اور آپکے پیروان حق بین کو قتل و قمع کرونگا۔ آنحضرتؐ نے کیا جواب دندان شکن دیا ہے کہ توکلت علے اللہ

اس خونریز لڑائی کا اثر فوراً ظاہر ہوگیا کہ قرب وجوار کے اعراب نے مدینہ کی سرحد پر حملہ کرکے لوٹنا شروع کیا۔ گو آنحضرتؐ نے تدبیر کرکے اون غارتگرون کو جلد دفع کیا مگر ادنمین سے بعض قبائل بعض صحابہ کو اس حیلہ سے لیگئے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام لائینگے اور اون بیچارون کو قتل کرڈالا چنانچہ ایکمرتبہ ستر مسلمان سبطرح ایک چشمہ کے قریب جسکو بئر المعونہ کہتے ہین قبیلہ بنی عامر اور قبیلہ بنی سلیم کی عملداری مین شہید ہوے۔ ان شہیدان راہ خدا اور مقتولین

لہ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔ قرآن مجید سورۃ النحل آیت ۱۲۷۔ اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۸۴-۵۸۵۔ اور تفسیر کشاف علامہ زمخشری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۴۶۔ لہ خطہ ۲ ۱۲ مؤلف لکھ یہود اپنے قیدیون کو زندہ جلادیتے تھے اور مقتولین کی لاشون کو بڑی بیرحمی سے پامال کرتے تھے اور رومیون اور یونانیون اور فارسیون مین بھی یہی رسم قبیح جاری تھا۔ دین مسیحی نے بھی اس ہولناک دستور مین کوئی اصلاح نہین کی اور سولھوین صدی عیسوی تک عیسائی زندہ آدمیون کے اعضا کو کاٹ کاٹ کر اونکو مارڈالا کرتے تھے ۱۲ مؤلف۔ ۳۴ہ

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا و قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل [illegible]

ایک نے راستہ مین دو عربون کو دیکھا اور اونکو اپنا دشمن سمجھکر قتل کرڈالا - یہ دونون عرب
بنی عامر سے تھے اور رسول اللہ اونکو امان دیچکے تھے مگر یہ امر اوس مرد مسلمان
کو معلوم نہ تھا - پس جب اوسنے مدینہ مین پہونچکر یہ قصہ آنحضرت صلعم سے بیان کیا
تو آپ کا دل بھر آیا اور آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ اون دونون عربون کو مین نے
امان دی تھی پھر تو نے اونکو کیون مار ڈالا - اوس مسلمان نے عرض کیا یا
رسول اللہ مین اِس سے واقف نہ تھا[۱]۔

بنی عامر نے آنحضرت سے کہلا بھیجا کہ ہمارے اہل قبیلہ جنکو آپ کے صحابی
نے قتل کیا ہے اونکے دیت یعنی خون بہا ہمکو دیجئے - آنحضرت صلعم جانتے تھے کہ
میرے اصحاب پر اور اون لوگون پر جنھون نے اوس فرمان[۲] عام کو قبول کرلیا ہے
دیت کا روپیہ دینا واجب ہے - پس مسلمین کے ساتھ بنی نظیر اور بنی قریظہ اور دیگر
قبائل یہود کو بھی یہ دیت کا روپیہ[۳] دینے مین شرکت کرنا لازم ہوا - آنحضرت چند
اصحاب مخصوصین کو ہمراہ لیکر پہلے بنی نظیر پاس تشریف لیگئے اور اونسے اونکا
حصہ خون بہا کا طلب کیا - اونھون نے ظاہر مین آپ کے ارشاد کو قبول کرکے
عرض کیا کہ کچھہ دیر توقف فرمائیے - آنحضرت ایک مکان کی دیوار سے لگے

---

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۵۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ - ۲۳۱ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۴۸ ملاحظہ ہو ۱۲
مؤلف [۲] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ - ملاحظہ ہو - ۱۲ مولف [۳] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ - اور تاریخ
طبری جلد ۴ صفحہ ۵۰ - ملاحظہ ہو - میور صاحب اور اسپرنگر صاحب نے اِس واقعہ کو خوب نگاہی - میور صاحب کو کوئی
سند اس قول کی نہین ملی ہو کہ یہود پر اس فرمان کے بموجب اس دیت مین شریک ہونا واجب تھا - الحمد للہ کہ مین اونکو
اِسکی سند بتلائے دیتا ہون - تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ - مین صاف لکھا ہو
کہ بیشک یہودان بنی نظیر و بنی قریظہ کو اس دیت مین شریک ہونا واجب تھا - ۱۲ - مؤلف -

بیٹھے ہوے تھے کہ آپ نے ایسے آثار بدمشاہدہ فرمائے کہ آپ فوراجان گئے کہ یہ اشقیا

میرے قتل کے درپے ہین۔

ہمکو احوال سابق کا اعادہ کرنالازم ہے تاکہ یہود کی عداوت کے وجوہ معلوم ہوجائین۔ سابق مین بیان کیاگیاکہ جب سے آنحضرت مدینہ مین تشریف لائے تھے اوسوقت سے یہود آپ سے عداوت قلبی رکھتے تھے اور آپ کے تاک مین رہتے تھے اونھون نے چاہاکہ آپ کے اصحاب مین نفاق ڈالدین اور آپ کی اور صحابہ کی غیبت وبدگوئی کیاکرتے تھے۔ چنانچہ لکھاہے کہ وہ اشقیا قرآن مجید کے الفاظ کو اسطرح زبان دباکر اور توڑ پھوڑکر پڑھتے تھے کہ اونسے مکروہ معنی پیدا ہوتے تھے اور صرف اتنی ہی شرارت نہ کرتے تھے بلکہ چونکہ وہ اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ اور عقیل تھے اور فرقہ منافقین سے اتفاق رکھتے تھے اور خود اونمین خوب اتفاق تھا (برخلاف عرب کے جنمین باہم سخت نااتفاقی تھی) لہذا وہ ایک نہایت خطرناک قوم اوس سلطنت جمہوری مین تھی جو شارع اسلام کے زیرحکومت قائم ہوئی تھی۔ تاثربیت یافتہ قومون مین شاعرون کا وہی مرتبہ ہوتاہے اور ویساہی اقتدار رکھتے ہین جیسا اہل اخبارات اس زمانہ مین رکھتے ہین۔ شعراے یہود چونکہ نہایت ذی علم وذی شعور تھے لہذا اہل مدینہ پر خوب حاوی ہوگئے تھے۔ اور اِسی قوت کو اونھون نے اِسمین صرف کیاکہ مسلمانون مین نفاق ڈالنے لگے اور اونمین اور فریق مخالف مین بغض وعداوت کو بڑھانے لگے۔ جنگ بدر مین مشرکین مکہ کا شکست کھانا جیسا اہل مکہ کو شاق گذرا تھا ویساہی یہود کو بھی سخت ناگوار ہوا تھا۔ اس لڑائی کے بعد ایک معزز یہودی کعب ابن اشرف کہ قبیلہ بنی نظیر

اور وہان کے لوگون کو عالم غیظ مین اور کمال ملول و مخزون دیکھ کر کوئی دقیقہ اونکی تقویت و تحریص کرنے مین فرو گذاشت نہین کیا۔ اوسنے آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی ہجو کے اور جو اہل مکہ جنگ بدر مین قتل ہوے تھے اونکی مدح و ثنا کی اور اپنے پرتاثیر کلام سے قریش کی خواہش انتقام کو ایسا برانگیختہ کیا کہ جنگ احد مین اونھون نے مسلمانون سے انتقام لیا۔ جب اوسکا مطلب حاصل ہو گیا تو وہ اپنے وطن کو پھر آیا۔ جس سلطنت جمہوری کا وہ شریک تھا اوسی کے خلاف اوسنے علانیہ کارروائی کرنی شروع کی حالانکہ وہ اوس قبیلہ سے تھا جسنے مسلمانون کے ساتھ عہد کیا تھا اور جسنے یہ حلف کر لیا تھا کہ اس سلطنت کو اندرونی اور بیرونی خطرہ سے بچائینگے۔ جب یہ دغاباز منافق مدینہ مین پہونچا تو قتل کیا گیا۔ ایک اور یہودی ابو رافع نامی بھی قتل کیا گیا جو قبیلہ بنی نظیر سے تھا اور جسنے مدینہ کے نواح کے قبائل کو مسلمانون کے خلاف بھڑکایا تھا۔

ان دونون منافقون کے قتل ہونے سے اور اونکے برادران دینی یعنے قبیلہ بنی قینقاع کے مدینہ کی سرحد سے نکال دیے جانے سے یہودان بنی نظیر کو آنحضرتؐ سے سخت عداوت ہو گئی۔ بنی قینقاع کے جلاوطن ہونے کا احوال ایسا عجیب ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اس مختصر تذکرہ مین اوسکا ذکر کرنا مناسب ہے۔ اور قبائل یہود تو زراعت پیشہ تھے مگر قبیلہ بنی قینقاع ایک کھیت یا نخیل خرما بھی نہ رکھتا تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ اکثر اہل حرفہ تھے اور سب قسم کے صناع اور کاریگر تھے۔ اسکندریہ کے یہود کیطرح یہودان بنی قینقاع بھی ٹہرے

ل۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۴۰ ۔ اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷ ۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱ ۔ اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۸۰ ۔ اور حاشیہ ۲ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ مولف ۔ ۲ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸ اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۷۹ ۔ ۸۰ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف ۔

شریر اور غدار اور نہایت فاسق و فاجر تھے - ایک روز ماہ شوال سنہ ۲ ہجری (مطابق فروری سنہ ۶۲۴ع) مین ایک نوجوان لڑکی مدینہ کے بازار مین دودھ بیچنے کو آئی - نوجوان یہود نے حرمت نسوان اور مہمان نوازی کے اصول کو بالای طاق رکھکر اوس نوجوان عورت کی ہتک حرمت اور آبروریزی کی - ایک مسلمان راہگیر اوس عورت کا شریک ہوگیا اور خوب مارپیٹ ہوئی اور جو یہودی اوسکی آبروریزی کے درپے تھا وہ مارا گیا - تب تمام یہودیون نے جو وہان موجود تھے اکٹھا ہوکر اوس بیچارے مسلمان کو قتل کرڈالا - غرض ایک ہنگامۂ عظیم برپا ہوا - اور مسلمانون کو اپنے برادر ایمانی کے شہید ہونے سے ایسا غیظ آیا کہ تلوارین لیکر دوڑے اور بہت خونریزی ہوئی اور طرفین کے بہت سے لوگ مارے گئے - جوہین آنحضرتؐ نے اس فساد کی خبر سُنی فوراً اوس مقام پر خود تشریف لیگئے اور آپؐ کی تشریف آوری سے مسلمانون کا طیش کم ہوگیا آپؐ فوراً سمجھ گئے کہ اگر ایسے ہنگامے اور فسادات جائز رکھے جائینگے تو اِسکا انجام بُرا ہوگا - اور مدینہ ایک جنگ گاہ ہوجائیگی جسمین مخالف فرقون کے لوگ بلا مزاحمت اور بلا عقوبت ایک دوسرے کو قتل کرینگے - یہود نے صریحاً اور عمداً شرائط معاہدہ کے خلاف ورزی کی تھی - پس اِس پیمان شکنی کا مواخذہ کرنا واجب تھا ورنہ امن و امان اور حفظ مال و جان بخیر تھا - لہذا آنحضرتؐ فوراً محلہ بنی قینقاع مین تشریف لیگئے اور یہود سے فرمایا کہ یا اسلام قبول کرکے امت مرحومہ مین داخل ہو یا مدینہ سے نکل جاؤ - یہود نے بہت سخت جواب دیا - اونھون نے عرض کیا[۱] کہ "ای محمدؐ اپنی قوم

---

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۴۵ - ملاحظہ ہو - طبری نے جو تقریر بنی قینقاع کی لکھی ہے اوسمین اور اِس کلام مین کچھ تھوڑا سا فرق ہے - مگر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ بنی قینقاع کی تقریر خشونت آمیز اور ملال انگیز تھی نہین معلوم گبن صاحب مورخ نے ایسی نرم تقریر جیسی اونکی تاریخ مین لکھی ہے کہان سے نقل کی ہے - مؤلف -

(قریش) کو شکست دیکر نازان نہ ہو - آپ کو ایسے لوگون سے سابقہ پڑا جو ہنر حرب سے محض ناواقف تھے - اگر آپ ہمسے بھی ویسا ہی برتاو کیا چاہتے ہین تو ہم آپ کو دکھا دینگے کہ لڑنیوالے ایسے ہوتے ہین "تب اونھون نے قلعہ بند ہو کر آنحضرتؐ کی حکومت کو کچھ نہ مانا - اونکو محکوم و مطیع بنا لینا فرض عین تھا لہذا اونکے قلعون کا محاصرہ فوراً کیا گیا - پندرہ روز کے بعد وہ صلح پر راضی ہوے - پہلے یہ صلاح ٹھہری کہ انکو سخت سزا دینی چاہیے مگر آنحضرتؐ کا خلق طبیعی اور رحم جبلی مقتضی عدل و انصاف پر غالب آگیا اور بنی قینقاع صرف جلا وطن کر دئیے گئے۔

یہ سب واقعات یہود ان بنی نظیر کے دل مین کھٹک رہے تھے - اب وہ اس فکر مین تھے کہ موقع ملے تو پیغمبر اسلام سے کسیطرح اپنا بچھا چھڑائین - پس آنحضرت کے مدینہ مین داخل ہونیکو وہ بہت غنیمت سمجھے - مگر اونکی نیت فاسد کو آنحضرتؐ اپنی چشم بصیرت سے فوراً پہچان گئے جیسا سابق مین بیان کیا گیا اور فوراً وہان سے چلے گئے اور اسطرح تشریف لیگئے کہ یہود کو کچھ شبہ نہین پیدا ہوا اور نہ وہ آپ کو اور صحابہؓ کے قتل کی تدبیر کر چکے تھے۔

اب بنی نظیر کی بھی بعینہ وہی کیفیت ہو گئی تھی جیسے پہلے بنی قینقاع کی تھی اونھون نے خود اپنے اعمال زشت سے اپنے تئین اوس فرمان عام کے دائرہ سے

لہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی التجا سے آنحضرتؐ بنی قینقاع سے چند شخصون کو سزاے موت دینے سے باز رہے - مگر یہ امر طے نہین ہوا ہے گو بعض مورخین نصاری نے اسمین بہت قیل و قال کی ہے ۱۲ - مؤلف عہ اگر آنحضرت یا اصحاب وفادار ذرا بھی شک یا بدگمانی ان یہودیون کی نسبت ظاہر کرتے تو وہ اپنی جان پر کھیل جاتے اور جو کرنا تھا وہ کر گذرتے لہذا آنحضرتؐ تنہا چلے گئے اور صحابہ کو وہین چھوڑ گئے جس سے یہود کو گمان ہوا کہ آپ بہت دور نہین گئے ہین اور جلد ہی آ جائینگے ۱۲ مؤلف

خارج کر دیا تھا - لہذا مدینہ مین داخل ہوتے کے ساتھہی آنحضرتؐ نے اونکو وہی پیغام

کہلا بھیجا جو بنی قینقاع کو کہلا بھیجا تھا - منافقین اور عبد اللہ ابن ابی کی حمایت پر

بھروسا کر کے بنی نظیر نے جواب ترش دیا - مگر جب عبد اللہ ابن اُبی کی مدد سے اور

یہودان بنی قریظہ کی کمک سے یاس ہوگئی تو بنی نظیر پندرہ روز کے محاصرہ[1] کے بعد

صلح کے ملتجی ہوے - جو پیغام اونھون نے پہلے بھیجا تھا وہی پھر دوبارا بھیجا

اور اقرار کیا کہ مدینہ کی سرحد سے باہر چلے جائین گے - اونکو اجازت دی گئی

کہ سواے آلات حرب کے اور سب مال منقولہ اپنے ساتھہ لیتے جائین - مدینہ سے

جانے کے پیشتر اونھون نے اپنے مکانات کو منہدم کر دیا تاکہ مسلمان اونمین[2] رہ سکین -

آنحضرتؐ نے اونکے اراضی کو اور اسباب جنگ کو جسے وہ اپنے ساتھہ نہ لیجا سکے تھے

انصار کی رضامندی اور استحسان سے مہاجرین مین تقسیم کر دیا جنکے رزق کا دارومدار

اسوقت تک اہل مدینہ کی فیاضی پر تھا - باوجودیکہ مہاجرین وانصارین باہم

برادرانہ لطف ومحبت تھی مگر آنحضرتؐ خوب جانتے تھے کہ اہل مدینہ کی امانت

سے اونکی بسر اوقات نہین ہوسکتی - لہذا آنحضرتؐ نے انصار کو جمع کر کے پوچھا

کہ تم مجھکو اجازت دیتے ہو کہ یہود کے مال کو تمھارے غریب ونادار بھائیون پر

تقسیم کردون جو مکہ سے میرے ہمراہ آئے ہین - اون سب نے بالاتفاق عرض

کیا " یا رسول اللہ - یہود کا مال ہمارے بھائیون کو دیدیجئے بلکہ ہمارے مال کا

ایک جزو بھی اونکو دیدیجئے - ہم برضا ورغبت آپ کو اجازت دیتے ہین -"

پس آنحضرتؐ نے وہ مال مہاجرین پر تقسیم کر دیا اور انصارین سے بھی دو شخصون کو

---

[1] طبری نے گیارہ روز کا محاصرہ لکھا ہے (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۴ ۵ - ملاحظہ ہو) ۱۲ - مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام

کو دیا جو بہت مفلس تھے -

بنی نظیر کی جلاوطنی ماہ ربیع الاول سنہ ۴ ہجری مین وقوع مین آئی - باقیماندہ یہ سال اور سال آیندہ کا بیشتر حصہ اسمین صرف ہوا کہ اعراب صحرائی جو مسلمانون پر حملے کیا کرتے تھے اور مدینہ کی سرحد کو لوٹا کرتے تھے اونکو مسلمانون نے زیر و زبر کیا -

اس عرصہ مین آنحضرت کے دشمن بیکار او غافل نہین رہے - مشرکین مکہ نے چارون طرف قاصد بھیجے تھے کہ قبائل عرب کو مسلمانونسے مخالفت پر آمادہ کرین - یہود نہایت سرگرمی سے یہ کوشش کر رہے تھے - بعض یہودان بنی نظیر خیبر کے قریب رہ گئے تھے اور مسلمانون سے انتقام لینے کی امید مین ایک اور سازش کر رہے تھے - اس کوشش مین انکو ایسی کامیابی ہوئی جسکی امید نہ تھی - الغرض - ایک جماعت کثیر متفق ہو کر مسلمانونسے مقابلہ پر آمادہ ہوئی اور دس ہزار فوج جرار بہ سرداری ابوسفیان لعین مدینہ کی سمت روانہ ہوے

---

۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۵۴ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۴ - ملاحظہ ہو - اوسوقت سے یہ اصول قائم ہو گیا کہ جو مال لڑائی مین نہ حاصل ہوا ہو وہ سلطنت یا رئیس سلطنت کا مال ہی اور جسطرح چاہیے وہ اوسکو صرف کر سکتا ہے - (کو یری صاحب کی تاریخ اہل اسلام صفحہ ۲۳۷ - ملاحظہ ہو) ۱۲ - مولف

۲ یہ قول ابن ہشام صفحہ ۶۵۳ - اور ابوالفدا صفحہ ۹۴ - کا ہی مگر طبری نے جلد ۳ صفحہ ۵۵ مین ماہ صفر لکھا ہی ۱۲ - مولف

۳ اسی قسم کی لڑائی مسلمانون اور عیسائی عربونسے مقام دومۃ الجندل مین ہوئی جو بقول ابوالفدا دمشق سے سات روز کی راہ پر جنوب مین واقع تھا - ان عرب نصاری نے اہل مدینہ کی تجارت ملک شام سے بند کر دی تھی اور مدینہ پر حملہ کرنیکی دھمکی دی تھی - مگر جسوقت مسلمان وہان پہونچے اوسیوقت وہ غارتگر بھاگ گئے اور آنحضرت نے اونکے رئیس سے مصالحہ کر کے اوسکو اجازت دی کہ اپنے مواشی وغیرہ کو مدینہ کی سرحد مین چرایا کرے بعد اسکے مدینہ کو مراجعت فرمائی - تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۶۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

۴ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۶۹ - اور تاریخ

اُثنار راہ مین کوئی اونکا مانع ومزاحم نہ ہوا اور مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر کوہ اُحد کی
اُس سمت جدھر سے مدینہ مین باسانی تمام حملہ ہو سکتا تھا لشکر کفار نے پڑاؤ ڈالا - اس
فوج کثیر کے مقابلہ کو صرف تین ہزار مسلمان جمع ہوئے[1] - مسلمانون نے دیکھا کہ ہماری
تعداد قلیل ہے اور مدینہ کے اندر منافقین[2] ہمارے مقابلہ کو موجود ہین لہذا ہمکو جنگ
مین سبقت نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنی حفاظت کی فکر کرنی چاہیے - پس اس خیال سے انھون
نے ایک عمیق خندق شہر مدینہ کے غیر محفوظ محلون کے گرد کھودا اور اپنے عیال و
اطفال کو محصور و محفوظ مکانات مین رکھکر بیرون شہر خندق کے سامنے آکر پڑاؤ ڈالا
اور مدینہ کی دوسری سمت کی حفاظت کا اونکو یہ خیال رہا کہ بنی قریظہ جنکی چند گڑھیان
تھوڑے فاصلہ پر جنوب و مشرق مین تھین اور جنکو اوس معاہدہ کی رو سے جسکا ذکر
سابق مین مکرر کیا گیا مسلمانونکی حمایت کرنا ہر حال مین اور ہر دشمن کے مقابل مین واجب
تھا اگر ہماری اعانت وحمایت نہ کرینگے تو ہمارے دشمن کی شرکت تو یقیناً نہ کرینگے
مگر یہودان بنی قریظہ کو مشرکین قریش نے سمجھا بجھا کر عہد شکنی پر آمادہ کیا اور اپنا شریک
کر لیا - جوہین آنحضرتؐ نے بنی قریظہ کے منحرف ہوجانیکی خبر سنی اوسیوقت آپ نے
سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ انسے منت وسماجت کرکے

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۷۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] اسی واقعہ کیطرف ان آیات مین اشارہ ہے

واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غروراً
واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق
منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا
فراراً ولو سئلوا الفتنۃ لاٰتوھا وما تلبثوا بھا الا یسیراً

قرآن مجید سورۃ الاحزاب آیات ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ - ۱۲ مؤلف

راہ برلاؤ۔ بنی قریظہ نے نہایت درشت جواب دیا اور کہا کہ "محمد کون ہین اور رسول اللہ
کیا چیز ہین کہ ہم اونکی اطاعت کرین۔ ہمسے اور اونسے کوئی عہد و پیمان نہین ہوا ہے۔"[1]

چونکہ یہ یہود اوس مقام خاص کی کیفیت سے خوب واقف تھے اور محاصرین کو
شہر کے غیر محفوظ مقامات بتا سکتے تھے لہذا مسلمانونکو نہایت انتشار و اضطرار لاحق
ہوا اور ادھر منافقین کی کثرت شہر کے اندر ہوتی جاتی تھی جس سے مسلمانون کو
اور زیادہ خوف و ہراس ہوتا جاتا تھا۔

جب مشرکین قریش اور یہود کی کوئی کوشش اس باب مین کارگر نہ ہوئی کہ
مسلمان کھلے میدان مین آکر لڑین یا یہود جاسوسون کی ہدایت سے شہر پر شب خون مارین
تو اونھون نے یکبارگی حملہ کرنیکا قصد کیا۔ اب محاصرہ کو بیس روز ہو چکے تھے اور قبائل
عرب صحرائی جنھون نے مال غنیمت کی طمع سے مشرکین قریش اور یہود کا ساتھ دیا تھا اس
طولانی محاصرہ سے ہمت ہار گئے تھے۔ ایسے کٹھن وقت مین محاصرین کے سردارون نے
کوشش بلیغ کی کہ خندق کو پھاند کر مسلمانونکی فوج قلیل پر یکبارگی ٹوٹ پڑین۔ مگر آنحضرتؐ کی
بیدار مغزی سے اونکی کوئی کوشش نہ چلی اور محاصرین پر یہ خدا کی مار پڑی[2] کہ اونکے گھوڑے

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۷۵ - اور سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۳ صفحہ ۲۵۹ - ملاحظہ
ہو ۱۲ - مولف - [2] یہ سارا قصہ ایسی فصاحت و بلاغت سے سورہ احزاب مین بیان کیا ہے کہ چند
آیات اوس سورہ کی نقل کرنا ضرور ہے یا ایہا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم
جنود فارسلنا علیہم ریحا وجنودا لم تروہا وکان اللہ بما تعملون بصیرا اذ جاؤکم
من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون
باللہ الظنونا ہنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا واذ یقول المنافقون
والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا

مرنے لگے اور رسد کی قلت ہونے لگی - اور اونمین نفاق پیدا ہوا - اور اِس
نفاق کو مسلمانون کے دور اندیش سردار نے اپنے بے مثل و نظیر عقل سے
اتنا بڑھایا کہ آخر کار کفار مین تفرقہ پڑ گیا - الغرض - وہ جماعت کثیر کفار کی
جس سے مسلمانون کو خوف ہلاکت و بربادی تھا دفعۃً مثل حباب شکست ہو گئی -
اور اوس شب تیرہ و تار مین جب کہ طوفان کی شدت اور بارش کی طغیانی
تھی ابوسفیان اور اوسکی فوج کثیر اسطرح بھاگی کہ اونکے خیمے اولٹ گئے اور چراغ
گل ہو گئے - اور باقیماندہ مفرورین نے بنی قریظہ[1] سے جا کر امان لی - شب کو
آنحضرتؐ نے اصحاب سے کفار کے فرار کی پیشین گوئی کی تھی اور صبح کو آپؐ کی
پیشین گوئی پوری ہوئی اور مسلمان[2] شادان و فرحان مدینہ مین پھر آئے -
مگر مسلمانون کی راے مین یہ فتح اوسوقت تک پایۂ اعتبار مین نہ تھی جب تک
کہ بنی قریظہ مدینہ سے اسقدر قریب تھے - اِن اشقیا رنے عہد شکنی کی تھی
اور مسلمانون کو دغا دی تھی اور مدینہ پر شب خون مارنے کی فکر مین تھے جسمین
ہر ہر متنفس قتل ہو جاتا - لہذا مسلمان قرین مصلحت اِسی کو سمجھے کہ یہودان
بنی قریظہ پر ایک وار کرین قبل اِسکے کہ وہ اپنا جعل و فریب پھر پھیلائین -
الغرض - آنحضرتؐ کی ہدایت کے بموجب مسلمان یہود کی گڑھیون پر
دفعۃً چڑھ دوڑے اور پچیس روز کے محاصرہ کے بعد بنی قریظہ نے اونھین شرائط
سے اطاعت قبول کرنے کو کہا جن شرائط سے بنی نظیر نے صلح قبول کی تھی
یہ عرض اونکی نامنظور ہوئی اور اونسے کہا گیا کہ بلاشرط اطاعت قبول کرو

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۸۳ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف -

[2] تاریخ اسلام مین اِس لڑائی کا نام غزوۂ خندق ہے ۱۲ مولف

بنی قریظہ نے اپنے قدیم دوست بنی اُوس کی سفارش پر بھروسا کرکے باین شرط اطاعت قبول کی کہ ہمارے تعذیر سعد ابن معاذ رئیس قبیلہ اُوس کی راے پر موقوف رکھی جاے۔ مگر غضب یہ ہوا کہ چونکہ یہ شخص بنی قریظہ کے فریب و دغا سے بہت جھلّایا ہوا تھا اور اونکو دشمن قوی دین اسلام کا سمجھتا تھا لہٰذا اوسنے نہایت سخت سزا کا حکم دیا۔ یعنے یہ حکم دیا کہ جو لوگ اِنمین سے مسلمانون سے لڑے ہین وہ قتل کیے جائین اور اونکی اولاد و ازواج مع تمام مال کے مسلمانون کے تصرف مین آئین۔ اِس لائق افسوس حکم کی تعمیل پوری پوری ہوئی۔

حواشی متعلقہ باب ۶

ابن ہشام نے (صفحہ ۵۸۰) ایک عجب عبرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ جب شہداے اُحد کی نعشہاے مقدس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ مع اعوان و انصار مدینہ مین داخل ہونے لگے تو اوسوقت ایک عورت بنی دینار مین سے سامنے آئی۔ اونھون نے اوس سے کہا کہ تیرا باپ اور بھائی اور شوہر سب اِس لڑائی مین رسول اللہ پر تصدق ہو گئے۔ اوس نیک بی بی نے پوچھا کہ خود رسول اللہ کیسے ہین۔ اونھون نے جواب دیا الحمد اللہ خیریت سے ہین اوسنے کہا مجھے اونکی خدمت مین لے چلو۔ لوگ اوسکو آپ کی خدمت مین لیگئے تو اوسنے چلا کر کہا کہ یا رسول اللہ آپ سلامت ہین اب مجھے کچھ غم نہین ہے جنگ اُحد مین ایک سانحہ ایسا گذرا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شعرا کا کلام

سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۸۶-۶۹۰- اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲- صفحہ ۱۴۱- اور تاریخ طبری

غیر ترقی یافتہ قومون پر کیا تاثیر کرتا ہے -

منقول ہے کہ جب قریش اس یادگار لڑائی کا سامان کر رہے تھے تو اونھون نے ایک شاعر ابو عزہ نامی سے کہا کہ قبائل صحرائی مین جا کر گشت کر اور اپنے اشعار اور غزلون سے اونکو مسلمانون سے برانگیختہ کر اور اونکو سمجھا بجھا کر اوس سازش مین شریک کر جو اہل مکہ نے محمدؐ اور اونکے اصحاب کو غارت کرنے کے لیے کی ہی - اس شخص کو مسلمانون نے جنگ بدر مین گرفتار کر لیا تھا مگر آنحضرتؐ نے اس سے یہ عہد لیکر رہا کر دیا تھا کہ اب کبھی اہل مدینہ سے آمادۂ جنگ نہ ہوگا - باوجود اس عہد کے لوگون کے اغوا سے اوسنے پیمان شکنی کی اور قبائل عرب کو اپنی غزلون سے مسلمانون سے افروختہ کرتا پھرا - اور منقول ہے کہ اوسکو خوب کامیابی حاصل ہوئی - بعد جنگ احد کے اوسکو مسلمانون نے پھر گرفتار کرکے قتل کیا۱؎ -

کعب ابن اشرف اور ابو رافع سلمی کے قتل کو مورخین نصاریٰ نے "خون ناحق" کے لفظ سے مطعون کیا ہے - غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلمانون نے جوری یا کورٹ مارشل کا ڈھکوسلہ نہین کیا - یہ مورخین نصاریٰ اس امر کو بھول گئے ہین کہ اوس فرمان عام مین جسکی رو سے رعایا کی ملکی اور مذہبی آزادی کا تحفظ کیا گیا تھا صاف یہ شرط لکھی تھی کہ "ہر ایک مجرم کا تعاقب کرکے اوسکو سزا دیجائیگی" - جب کوئی باضابطہ سرکاری جلاد موجود نہ ہو تو ہر شخص قانوناً جلاد بنسکتا ہے - لہٰذا وہ دونون یہودی جنکو خود اونکی قوم نے دغاباز اور مکار تسلیم کر لیا تھا تعاقب کیے گئے اور اونکو سزا دی گئی - یہ عیسائی مورخ یہ تاریخی واقعہ بھی بھول گئے ہین کہ خود شولن نے جو ایک بہت بڑا مصلح اور مقنن خطہ یونان مین گذرا اپنے شہر کی

۱؎ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۵۱ - اور تاریخ کاسین ڈی پرسوال جلد ۳ صفحہ ۹۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

حفاظت کے لیے شہر ایتھنس کے باشندون پر فرض کر دیا تھا کہ جلاد بنا اختیار
کرین اور مفسدون کو تلاش کر کے قتل کرین اور جب کوئی غدر یا ہنگامہ برپا ہین
ہو تو فریقین مین سے ایک فریق کیطرف ہو جائین - اور یہ بھی وہ بھول گئے ہین
کہ انگلستان تو ایک عیسائی ملک ہے پھر اوسکے قوانین کے بموجب ہر شخص
کیون اسکا مجاز ہے کہ ہر ایک مفسد و غدار کو پکڑ کر مار ڈالے -

انسان کی طبیعت کا خاصہ یہ ہے کہ چاہے کوئی شخص کیسے ہی جرائم و معاصی
کا مرتکب ہوا ہو جب اوس سے کوئی ایسا سلوک کیا جاتا ہے جو ہمارے نزدیک
سختی اور بیرحمی ہے تو اوسوقت ہمکو خواہ مخواہ ایک نفرت و کراہت معلوم ہوتی ہر
اور ہمارے دل مین عدل کی جگہ رحم لے لیتا ہے - اسمین شک نہین ہے کہ
ہماری نظر سے دیکھا جاے تو بنی قریظہ کو جو تعذیر دی گئی وہ نہایت شدید
و سنگین تھی - لکن گو ہمکو کیسا ہی افسوس ہو کہ اون کمبختون کو ایک پُر غیظ
سپاہی کے بس مین چھوڑ دیا - اور گو خود اونکی درخواست سے ایسا کیا گیا
تھا اور اگرچہ ہمکو کیسا ہی افسوس ہو کہ اوس سپاہی کے حکم کی تعمیل
بلا عذر لیگئی مگر رحم کی خاطر سے ہمکو عدل و انصاف اور ارتکاب جرم سے
درگذر نہ کرنا چاہیے - بلکہ ہمکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ یہودی کیسے کیسے شدید جرائم
کے مرتکب ہوے تھے - اونھون نے مسلمانون کو دغا دی تھی اور علانیہ اونسے عداوت
کرتے تھے اور اوس عہد و پیمان کو عمداً شکست کیا تھا جسکی پابندی اونکو حلفاً و
ایماناً فرض تھی اور مسلمانون کی رفاقت ترک کر دی تھی - قطع نظر اسکے یہ بھی تو
خیال کیجئے کہ حالانکہ یہ یہودی خدا پرستی کا دعوی کرتے تھے اور توحید کا دم بھرتے

بعض مسلمان بھی اوس عیسائی واعظ کے ہم مشرب ہونگے جسکا یہ قول ہے کہ "
شریر آدمیون کا سو مرتبہ قتل ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ بیگناہون کو اغوا کر کے
اپنا شریک کرلین[1]" ہمارے برادران اہل اسلام بھی عصابۂ اہل کتاب کو بعینہ یہی جواب
دینگے صرف اتنی بات اسمین اور بڑھا دینگے کہ " ذرا اپنے دل مین سوچیے تو سہی کہ ہم مسلمانون
کا بلکہ روے زمین پر ہر قوم کا اس زمانہ مین کیا حال ہوتا اگر عرب[2] کی تلوار کفار کے قتل مین
قصور کرتے عرب کی تلوار نے گو کیسی ہی خونریزی کی مگر وہ کارنمایان کیا جو دنیا کے سب
ملکون کے لیے ابد الآباد تک اکسیر اعظم ہوگیا" اگر عیسائیون کی یہ دلیل صحیح ہے اور خلاف
مروت نہین ہے تو مسلمانون کی دلیل ہرگز ایسی نہین ہے ۔ تاہم بعض مسلمان بنی قریظہ
کی اس شدید تعذیر کو بعینہ ویسا سمجھینگے جیسا کارلائل[3] صاحب مورخ نے کرامول[4] کے
اوس حکم کی نسبت لکھا ہے جسکے بموجب آیرلینڈ مین شہر ڈروہیڈا کے سب باشندے
بلا فرق و امتیاز تہ تیغ بے دریغ کیے گئے ۔ مورخ موصوف لکھتا ہے کہ " کرامول ایک ہتھیار بند
سپاہی تھا جسکو اپنے دلمین منجی من اللہ یقین کلی تھا کہ مین خدا کی راہ مین جہاد کر رہا ہون اور
یہ یقین ایسا ہی کہ خدا کرے سب سپاہیون بلکہ تمام بندگان خدا کے دلمین پیدا ہو ۔ اوسکا قہر

ف[1] ارنولڈ صاحب کے مواعظ مین موعظہ ہے جسمین بنی اسرائیل کے جدال و قتال کا حال بیان کیا ہے صفحہ ۲۴ و ۲۶۳ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ ۔ مؤلف ف[2] یہ بھی ایک عالم عیسائی کا قول ہے اور اصل مین عرب کی جگہ بنی اسرائیل کا لفظ لکھا ہے ۱۲ ۔ مؤلف ف[3] اس مورخ کو انگلستان کا شیخ سعدی سمجھیے شاید فرق اتنا ہی کہ یہ شاعر نہ تھا اور سعدی شاعر بھی تھے ۔ ۱۲ ۔ مترجم ف[4] یہ ایک بڑا شخص انگلستان مین گذرا ہے جسنے بادشاہ چارلس اول کو قتل کر کے اوس ملک مین سلطنت جمہوری قائم کی اور بخطاب حافظ الملک سالہا سال اوس ملک مین حکمران رہا ۔ یہ شخص اور اسکے اصحاب اور اہل فوج بڑے عابد و زاہد عیسائی اور بڑے خدا ترس

قہر خدا اور عذاب الٰہی تھا اور اوسنے دشمنان خدا کو عذاب خدا مین مبتلا کیا۔"

یہودان بنی قریظہ کے سزا کی نسبت یہ دو قول نقل کیے گئے مگر مین ان دونو سے اتفاق نہین کرتا۔ بلکہ میری راے یہ ہے کہ یہ فعل جو مسلمانون نے کیا تو اون قوانین جنگ کی بالکل موافق کیا جو اوس زمانہ کی قومون مین جاری تھی اور بقول ایک انگریز مورخ[1] کے اونھون نے اوس زمانہ کی لڑائیون کے دستور کا ٹھیک ٹھیک برتاؤ کیا ان یہودیون نے خود اپنے ہاتھہ سے اپنا خون کیا۔ اگر سعد ابن معاذ کے حکم کے بغیر بھی وہ قتل کیے جاتے تو بھی اونکا قتل ہونا اوس زمانہ کے اصول جنگ کے بالکل موافق ہوتا۔ مگر اونھون نے خود سعد ابن معاذ کو اپنا قاضی اور مفتی قرار دے لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ سعد کا حکم قوانین مسلمہ جنگ کی ہرگز خلاف نہین ہے پس اونھون نے کچھ شکایت نہین کی۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر ہم فتحیاب ہوتے تو اپنے دشمنون کو ضرور تہ تیغ بیدریغ کرتے۔ حضرت داؤد[2] نے جو قتل و قمع کیا اوسمین لوگ یہ تاویل کرتے ہین کہ اوس زمانہ مین یہی دستور تھا۔ خود عیسائیون نے جو اوائل قرن مسیحی مین شدید خونریزیان کین اونمین بھی تاویلین کی ہین۔ پھر مسلمانون نے جو اوس زمانہ مین کفار سے جہاد کیے اونمین وہ تاویلین کیون نہین ہوسکتین۔ مگر جو کچھ تاویل کیجاے ہر غیر متعصب آدمی فوراً سمجھ جائیگا

---

[1] گروٹ صاحب کی تاریخ یونان قدیم جلد ۶ صفحہ ۴۹۹۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] زبور داؤد باب ۱۲ آیت ۸۔ مین لکھا ہے کہ۔ دو داؤد نے امونیون کو شکست دیکر بڑا ظلم عظیم اونپر کیا۔ اون مین سے بعض کو کلھاڑیون سے اور آرون سے چروا ڈالا اور بعض کو اینٹ کے پجاوے مین زندہ بھنوا ڈالا میٹلینڈ صاحب کی تاریخ علوم یہود صفحہ ۲۱۔ اور اسٹینلی صاحب کے خطبے دین یہود پر جلد ۲ صفحہ ۹۹

کہ بنی قریظہ کے قتل کا الزام مسلمانون پر ضرور عائد ہوتا ہے۔

اب مقتولین کی تعداد کو دیکھیے تو فوراً معلوم ہوتا ہے کہ اسمین مبالغہ کیا گیا ہے۔ بعض مورخین نے مقتولین بنی قریظہ کی تعداد ۴۰۰ لکھی ہے۔ بعض نے اس سے بھی ترقی کر کے ۹۰۰ لکھی ہے۔ مگر عیسائی مورخون نے اونکی تعداد ۷۰۰ سے ۸۰۰ تک لکھی ہے۔ میرے نزدیک یہ بالکل مبالغہ بیجا ہے۔ ۴۰۰ بھی مبالغہ ہے۔ محدثین کا اتفاق ہے کہ بنی قریظہ کے اسباب جنگ مین ۳۰۰ زرہین اور ۵۰۰ برتلے اور ۱۵۰۰ تلوارین تھین۔ غالباً مال غنیمت کو زیادہ کرنیکے لیے ان محدثین نے اس تعداد مین مبالغہ کیا ہے۔ لیکن اگر یہی تعداد فرض کیجاے اور یہ خیال کیا جاے کہ آلات جنگ لڑنے والون کی تعداد سے ہمیشہ زیادہ رکھے جاتے تھے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لڑنے والون کی تعداد ۲۰۰ - یا ۲۵۰ سے زیادہ نہ تھی۔ شاید اس غلطی کا سبب یہ ہوا ہو کہ جتنے یہودیون کو مسلمانون نے گرفتار کر لیا تھا اون سب کے مجموع کو مقتولین مین محسوب کر دیا۔

منقول ہے کہ بقیۃ السیف یہود جب مسلمانون پر تقسیم کیے گئے تو ایک زن یہودیہ ریحانہ نامی آنحضرتؐ کے حصہ مین آئی۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ پہلے ہی سے آپؐ کے لیے مخصوص کر دیگئی تھی۔ عیسائی مورخ تو ہمیشہ اسی فکر مین رہتے ہین کہ ذرا سا حیلہ بھی ملجائے تو پیغمبرؐ اسلام پر اعتراض کر بیٹھین۔ چنانچہ اس روایت پر اونھون نے بہت گرفت کی ہے۔ بردہ فروشی یعنے لونڈی غلام بنانے کی مسئلہ کی تحقیق کو باب آئندہ پر موقوف رکھکر اس مقام پر مین صرف اتنا فرض کرتا ہون کہ ریحانہ کا آنحضرتؐ کے حصہ مین آنا چونکہ اوس زمانہ کے دستورات مسلئہ جنگ کے بالکل موافق تھا لہذا مورخین نصاریٰ کے اعتراضات بیجا ہین

…قصے بنیادہین - …کے نزدیک ریحانہ کے ازواج پیغمبر مین داخل ہونے کی روایت مصنوعی ہے - علی الخصوص جب یہ دیکھا جاے کہ اِس سانحہ کے بعد پھر اوسکا ذکر کہین تواریخ مین نہین ہے حالانکہ دیگر ازواج مطہرات کا احوال مشرح مفصل تواریخ مین لکھا ہے - مولف

ساتوان باب

سنہ ۶ ہجری مطابق ۲۳ - اپریل سنہ ۶۲۷ع سے ۱۲ - اپریل سنہ ۶۲۸ع تک

وہ ہولناک سازش جو یہودان بنی نظیر و بنی قریظہ نے مشرکین قریش کے ساتھ کرکے چاہا تھا کہ مدینہ کی اِس سلطنت کو خاک مین ملا دین خود خاک مین مل گئی - اور مسلمانون کا یہ کہنا بجا ہے کہ معجزہ ہوا - مگر مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل صحرائی اوسکی سرحد کو ابتک نہب و غارت کرتے اور مسلمانون کو قتل کرتے تھے بس اِس غدر و فساد کو رفع کرنے کے لیے بہت سخت تدارک کرنا پڑا - ان غارتگرون کے مقابلہ کو کئی مرتبہ فوج کشی ہوئی مگر وہ اعراب صحرائی مسلمانون کے پہونچتے ہی غائب ہو گئے - بنی لحیان نے آنحضرتؐ سے کہلا بھیجا تہا کہ چند اصحاب کو بھیجدیجیے تو ہمین احکام دین اسلام تلقین کرین - جب چھ اصحاب اونکی سرحد مین پہونچے تو تین کو اونھون نے مار ڈالا اور تین کو اہل مکہ کے ہاتھ بیچ ڈالا - ان اشقیاء یعنے بنی لحیان کو ابتک کچھ سزا نہ ملی تھی - مگر آپ اونسے انتقام لینے کا وقت آگیا تھا - ماہ جمادی الاول سنہ ۶ ہجری مین آنحضرتؐ خود کچھ فوج لیکر بنی لحیان کے مقابلہ کو روانہ ہوے مگر وہ غارتگر آنحضرتؐ کی

مدینہ کو پھر آ گئے۔

اس واقعہ کو چند ہی روز گذرے تھے کہ سردار قبیلہ بنی فزارہ (بنی فزارہ ایک شعبہ خیل الغطفان کا تھا اور یہ ایک گروہ اعراب صحراے کا تھا) کچھ لوگ لیکر سواد مدینہ پر دفعتہً ٹوٹ پڑا اور بہت سے اونٹ پکڑ لے گیا اور شتربان کو قتل کرکے اوسکی زوجہ کو پکڑ لے گیا۔ مسلمان فوراً اوسکے تعاقب مین روانہ ہوے اور چند اونٹ رہا کر لائے مگر وہ اعراب صحرائی اوس مال غنیمت کے جز کثیر کو لیکر صحرا مین چلے گئے۔

انسان کی طبیعت کا خاصہ ہو کہ جب کوئی شخص بُرائی کے بدلے بُرائی کرنے پر قادر ہو مگر عفو و درگذر جو صفات الٰہی مین سے ہے نہ صرف لوگون کو تلقین کرے بلکہ خود بھی اوسکو عمل مین لائے تو ایسے شخص کی عظمت و جلالت کے سب قائل ہو جاتے ہین۔ آنحضرتؐ کہ اپنے ملک کے پادشاہ اور اپنی امت کے جان و مال اور عزت و آبرو کے حافظ تھے جب عدل کرتے تھے تو بمقتضی انصاف ہر شخص کو جو کسی جرم کا مرتکب ہوتا تھا سخت سزا دیتے تھے۔ آپؐ نے بیشک بنی آکرم اور مصلح عالم اور فخر بنی آدم تھے اور عدل و انصاف کے ساتھ ہی آپؐ کا خلق اور رحم ایسا وسیع تھا کہ جو سب سے زیادہ آپؐ کے دشمن تھے اونپر بھی لطف و عنایت فرماتے تھے۔ آپؐ کی ذات قدسی صفات مین دو صفتین ایسی جمع تھین جنسے اعلیٰ و افضل کسی صفت کا ادراک عقل انسانی نہین کر سکتے۔ یعنے عدل اور رحم۔

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۷۰۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۳۔ اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۲۲۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف۔

اعراب صحرائی سے جو لڑائیان ہوئین اونمین سے ایک لڑائی مین مسلمان ضمامہ ابن اثحل
رئیس قبیلہ بنی حنیف کو گرفتار کرکے مدینہ مین لائے آنحضرتؐ کے لطف و عنایت کا اثر
اوسکے دل پر ایسا ہوا کہ یا تو وہ آپ کا عدو جانی تھا یا اب مشرف باسلام ہوکر بڑا دوست
صادق و جانباز آپ کا ہوگیا۔ جب وہ اپنے قبیلہ مین پھر گیا تو یمامہ سے مکہ کو بنی حنیف رسد
لیجاتے تھے اوسکو اوسنے روک دیا۔ چونکہ اہل مکہ اکثر اشیاء ضروری یمامہ سے لایا کرتے تھے
لہذا ضمامہ نے جو اونکی رسد بند کردی تو اونکا حال بہت سقیم ہوگیا۔ جب بنی حنیف سے
کہتے کہتے تھک گئے اور اونھون نے کچھ نہ سُنا تو آخر اہل مکہ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا
کہ خدا کے واسطے ہماری شفاعت بنی حنیف سے کیجیے کہ رسد کو بند نہ کرین۔ آنحضرت کو
اونکے حال پر رحم آگیا اور آپ نے ضمامہ سے فرمایا کہ اہل مکہ کو جس چیز کی ضرورت ہو اونکو
لیجانے دو۔ پس آپ کی حسب الارشاد اونھون نے اہل مکہ کو پھر یمامہ سے رسد لیجانے دی[1]۔

ایک قبیلہ اعراب نصاری کا یعنے قبیلہ بنی کلب جو مقام دومۃ الجندل کے قریب
بسا ہوا تھا لوٹتا مارتا ہوا مدینہ کی سرحد پر آپہونچا۔ کچھ فوج اسلیے بھیجی
گئی کہ اونکو اسلام کی طرف دعوت کرے اور اونکے اعمال قبیحہ کو اونسے
ترک کرادے۔ جب آنحضرتؐ نے اِس فوج قلیل کے سردار کو احکام جنگ دیے
تو ممانعت قطعی کی کہ خبردار فریب و دغا ہرگز ہرگز نہ کرنا اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا[2]۔

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۹۶-۹۹۷- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۹۲- ملاحظہ ہو یہ حکم پیغمبر عربی کا
اور ایک اور حکم جو اوس فوج کو دیا تھا جو نصاری روم کے مقابلہ کو بھیجے گئے تھے اور نیز وہ یادگار حکم جو ابو بکرؓ نے یزید
ابن ابی سفیان کو دیا تھا ان سب احکام کا مقابلہ انبیاے بنی اسرائیل کے احکام سے نظر انصاف سے کرکے دیکھیے کہ ظلم
کسنے کیا پیغمبر اسلام نے یا انبیاے بنی اسرائیل نے صحیفہ صموئیل باب ۱۵- آیت ۳- مین لکھا ہے کہ "رب الافواج فرماتا ہے
کہ تو جاکر عمالقہ کو قتل کر اور جو کچھ اونکا ہے سب اوسکو بالکل فنا کردے اور کسیکو زندہ نہ چھوڑ۔ بلکہ زن و مرد اور طفل شیرخوار اور

اسی سال ماہ شعبان (ماہ نومبر و دسمبر ۶۲۶ع) مین کچھ فوج بنی مصطلق کے مقابلہ کو روانہ کی گئی - یہ لوگ اتبک تو مسلمانون سے موافق رہے تھے مگر اب چند روز سے اونکے رئیس حارث ابن ابو ضرار نے اونکو اغوا کر کے مسلمانون سے منحرف کر دیا تھا اور اونھون نے مدینہ کی سرحد پر لوٹ مار شروع کر دی تھی اس لڑائی مین لشکر اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی اور چند کفار کو گرفتار کیا جنمین جویریہ دختر حارث بھی تھی[1] -

اب چھہ برس گذرے تھے کہ مہاجرین نے اپنے گھر بار اور عزیز و اقارب کو صرف اپنے دین کی خاطر سے اور اوس شخص کی محبت مین جسنے اونکے تاریک دلون مین نور ایمان ڈالدیا تھا اور اونہین باہم محبت و اتفاق اور شفقت برادرانہ کا سبق دیا تھا چھوڑ دیا تھا - اب یہ کیفیت تھی کہ لوگ تمام اطراف و اکناف عرب سے جوق جوق چلے آتے تھے کہ اوس عجیب و غریب آدمی کے کلام کو سنین جس نے ایسا کار نمایان کیا تھا اور روزمرہ کے معاملات مین بھی اوس سے اسطرح مشورہ لیتے تھے جسطرح کسی زمانہ مین بنی اسرائیل اوس نبی جلیل صموئیل[2] سے صلاح پوچھا کرتے تھے - یا وہ لوگ صرف آپ کی زیارت کو اور آپ سے کلام کرنے کو آتے تھے -

مگر مہاجرین کے دل اپنے وطن کے اشتیاق مین اتبک بیچین رہتے تھے - وہ اپنے وطن سے نکالدیے گئے تھے اور اونکے شہر کا رقیب جو شہر تھا اوسمین اگر پناہ لی تھی - اور یہ بھی قلق اونکو رہتا تھا کہ اوس کعبہ شریف کے حدود تقدس سے

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۲۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۱۴۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

[2] اسٹینلا صاحب کے خطبات علماے یہود جلد ۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

ہمکو نکالدیا جو ہمیشہ ہمارا قومی معبد اور مرجع خاص و عام اور قبلۂ انام رہا ہے اور چھہ برس سے ہم حج بیت اللہ سے مشرف نہین ہوے ہین حالانکہ یہ رسم حج قدیم الایام سے چلا آتا ہے اور ہمارے اسلاف اسکو کیسا مقدس سمجھا کیے ہین - خود آنحضرتؐ کو بھی اپنے مولد شریف کے دیکھنے کا کمال اشتیاق تھا - کعبہ کل قوم عرب کا مال تھا اور قریش صرف اوسکے خدام اور کلید بردار تھے اور اوس ملک کے قانون کے بموجب اسکی مجاز نہ تھے کہ دشمن کو بھی وہان آنے سے مانع ہون بشرطیکہ وہ نیت خالص سے آتے اور شر و فساد کے ارادہ سے نہ آئے اور اوسکا مقصود صرف ایک مذہبی فرض[1] کو ادا کرنا ہو -

اب حج کی فصل آگئی تھی لہذا آنحضرتؐ نے حج کو تشریف لیجانے کے ارادہ کا اظہار فرمایا - اوسی وقت ہزارہا آدمی مستعد ہو گئے اور سامان حج جلد جلد ہونے لگا - الغرض آنحضرتؐ سات سے[2] مہاجرین و انصار کو جنمین سے کوئی کسی قسم کا ہتھیار نہ باندھے تھا ہمراہ لیکر حج کو روانہ ہوے مگر قریش کی عداوت ابتک موقوف نہ ہوئی تھی - فوج کثیر لیکر مکہ سے چند میل آگے بڑھکر اونھون نے مسلمانون کو روکا مگر پھر پیچھے ہٹکر شہر مین چلے آئے تاکہ مسلمانون کو کسی طرف سے شہر مین داخل نہ ہونے دین - مشرکین قریش نے قسم کھائی کہ اصحاب رسولؐ کو خانہ کعبہ مین داخل نہونے دینگے اور جو قاصد اونکے پاس بھیجا گیا کہ مسلمانون کو مقامات مقدس کی زیارت سے مشرف ہونے دین اوسکو اونھون نے بہت ذلیل کیا - اور ایک گروہ اہل مکہ کا آنحضرتؐ کے لشکر کی

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۸۰ - اور تاریخ کاسن ڈبی پرسول جلد ۳ صفحہ ۱۸۱-۱۷۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

[2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۵۰ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۸۰ ملاحظہ ہو تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ -

گرد آوری کرنے کو گیا کہ جو مسلمان لشکر سے باہر نکلے اوسکو غافل پاکر قتل کرڈالین
بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ اونھون نے آنحضرتؐ پر پتھر اور تیر مارے[۱]۔ جب
آنحضرتؐ نے دیکھا کہ کفار کسی طرح راضی نہین ہوتے تو آپ نے چاہا کہ مسلمانون
اور قریش مین رفع فساد کرادین اور آپ نے فرمایا کہ جن شرائط سے اہل مکہ
مصالحہ منظور کرین ہم اونکو قبول کرلینگے۔ الغرض بڑی مشکل سے مصالحہ
ہوا اور یہ اقرار ہوا کہ دس برس تک جدال وقتال بالکل موقوف رہی
اور جب کوئی شخص قریش مین سے بلا اجازت اپنے ولی یا سردار کے آنحضرت
کی خدمت مین چلا آئے تو وہ قریش کو واپس کردیا جاے اور جو شخص مسلمانون
مین سے قریش کی طرف چلا جاے وہ اونکو دے نہ ڈالا جاے اور جو قبیلہ
قریش کا مسلمانون کا شریک ہونا چاہیے وہ بلا مزاحمت ایسا کرسکتا ہے اور
بالفعل مسلمان پھر جائین اور آگے قدم نہ بڑھائین اور سال آیندہ اونکو
اجازت دیجاے کہ مکہ مین آکر تین روز قیام کرین مگر اسطرح سے کہ اونکی تلوارین

[۱] جب انمین سے بعض اشقیا کو گرفتار کرکے آنحضرتؐ کی خدمت مین لائے تو آپ نے
اونکے قصور کو معاف فرماکر اونکو رہا کردیا۔ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۵۔ ملاحظہ ہو۔ اسی
موقع پر مسلمانون نے رسول اللہ سے وہ بیعت کی جسکو بیعت الرضوان اور بیعت الشجرہ بھی کہتے ہین۔
جب عثمان رض کو قریش پاس بھیجا کہ پھر اونسے کہین کہ مسلمانون کو حج بیت اللہ سے مشرف ہونے دین
تو اونھون نے عثمان کو پکڑ رکھا مسلمانون کو عثمان کے مارے جانے کا ایسا خوف ہوا کہ آنحضرتؐ کے
گرد آکر جمع ہوگئے اور حلف کیا کہ خون عثمان کا انتقام لینگے۔ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۶، اتخذوا
ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین قرآن مجید سورہ مجادلہ
آیت [illegible] صاحب کا تذکرہ [illegible] اسلام جلد ۲ صفحہ ۳۲۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مولف

نیام مین رہین -

آنحضرتؐ نے اس صلح مین ایسی نرمی اور عالی ظرفی ظاہر فرمائی کہ اصحاب مین سے اون لوگونکی خلاف گذرا جو زیادہ تنگ مزاج تھے اور جنکے دلون مین قریش کی زیادتیان اور بیرحمیان ابتک کھٹک رہی تھین - اس مصالحہ کے تیسری شرط یہ تھی کہ جو کافر بلا اجازت اپنے ولی یا سردار کے مسلمانون کا اگر شریک ہوجاے وہ قریش کے حوالہ کردیا جایگا - پس اس شرط کے بموجب قریش نے کئی شخصونکو اصحاب فادارین سے طلب کیا اور آنحضرتؐ نے فوراً اونکی یہ درخواست منظور کرلی گو بعض مسلمانون نے اسکی شکایت بھی کی -

مدینہ مین مراجعت فرمانے کے بعد آنحضرتؐ کے دل مین یہ آرزو پیدا ہوئی کہ یہ دین مبین تمام بنی آدم اور کل نوع انسان پر حاوی ہوجاے اور اس خیال سے آپ نے گرد و نواح کے بادشاہون اور قومون پاس قاصد بھیجے کہ ظلمت کفر سے نکلکر نور اسلام قبول کرین اور رسول عربی نے آب حیات جاودانے کا جام

لہ اس صلح کا نام صلح الرقیب ہے - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۷ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۰ - اور مشکاۃ شریف کتاب ۱۷ - باب ۱۰ - جزء ۱ - ملاحظہ ہو - اسی صلح کے زمانہ مین یہ واقعہ گذرا کہ جب قریش کا قاصد لشکر اسلام مین آیا اور اوسنے دیکھا کہ اصحاب فادار کسقدر اعظام و اکرام آپ کا کرتے ہین اور کیسے عاشق زار آپ کے ہین تو اوسکو کمال تعجب ہوا اور جب قریش مین پھر گیا تو اوسنے کہا کہ مین نے خسرو ایران اور قیصر روم اور نجاشی حبش کو کیسی کیسی تزک و احتشام شاہانہ سے دیکھا ہے مگر مین نے کبھی کسی شہنشاہ کو نہین دیکھا کہ اوسکی رعیت اوسکی ایسی تعظیم و تکریم اور ایسی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہو جیسے رسول عربی کی امت اونکی بزرگداشت اور فرمانبرداری کرتی ہے - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۰۷ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۶۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

کہ چونکہ اس صلح مین عورتین داخل نہ تھین لہذا کفار قریش نے مسلمان عورتون کو جو طلب کیا تو انکار قطعی کیا گیا کہ عورتین تمکو ہرگز نہ ملین گی ۱۲ - مؤلف

سہ آیات ذیل مین اسکی تصریح موجود ہے - قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ہو یحیی و یمیت فامنوا باللہ و رسولہ

جو اونکو عنایت فرمایا ہے اوسکو نوش فرمائین - چنانچہ دو قاصد بہت مشہور
ہین - ایک قاصد ہرقل قیصر روم پاس اور ایک خسرو پرویز بادشاہ فارس
پاس بھیجا - اوس زمانہ مین خسرو پرویز رومیون پر فتوح حاصل کرکے
بادۂ غرور و نخوت سے مست تھا - پس جب اوسنے اوس خط مین آنحضرتؐ
کے اسم مبارک کو اپنے نام پر مقدم[1] دیکھا تو اوسکو اپنی کسرشان سمجھکر بہت
غصہ ہوا اور اوس خط کو چاک کر ڈالا جب اِس توہین کی خبر آنحضرت کو پہونچی
توآپ نے چپکے سے فرمایا کہ "اسی طرح کسریٰ کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگی"
اِس پیشین گوئی کی تکمیل لوح تاریخ پر کندہ ہے - ہرقل قیصر روم نے خواہ
بمصالح ملکی خواہ تعظیماً و تکریماً آنحضرت کے قاصد کا بہت اعزاز و اکرام کیا
چند مدت کے بعد ایک اور قاصد امیر قبیلہ بنی غسان پاس بھیجا گیا جو ہرقل
قیصر روم کا تابع تھا اور مقام بصرہ مین دمشق کے قریب رہتا تھا - بجاے
اِسکے کہ اوسکو ایلچی سمجھکر اوسکی عزت و توقیر کرتے اوس قاصد بیچارے
کو ایک اور امیر بنی غسان عامر نامی نے قتل[2] کرڈالا جو ایک عیسائی امیر تھا
اور قیصر روم کا تابع تھا - یہ بے باکانہ اور گستاخانہ اہانت و استخفاف اون
فرائض کا جو ایک قوم کو دوسری قوم کی نسبت ادا کرنی چاہئیین اوس محاربہ
کا باعث ہوا جس سے تمام ممالک عیسائی اسلام کے دشمن ہوگئے اِسکا
ذکر آیندہ کیا جائیگا -

[1] منقول ہے کہ اوس خط کی ابتدا مین یہ لکہا تھا - بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد
رسول اللہ الی خسرو پرویز ملک الفارس الی آخرہ ۱۲ - مؤلف -

[2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ و ۳۲۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

حواشی متعلقہ باب ۷

حاشیہ ۱

ین مورخین عیسائی نے رسول عربیؐ کا تذکرہ لکھا ہے اونپر نصرانیت کا ایسا غلبہ ہوا ہو کہ مجرمون
کو جو آنحضرتؐ نے سزائین دی ہین اون سزاؤن کو اونھون نے قتل عمد - اور - سفک دمار
اور - ظلم وجور" ایسے ایسے مکروہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے جنسے ناظرین کو خواہ مخواہ ایک کراہت
شدید معلوم ہوتی ہے قبل اسکے کہ ان مورخین کی راست بیانی اور صاف گوئی کو جانچنے کا موقع
اونکو ملے - حقیقت حال یہ ہے کہ ایک شخص مسلمانون کی زیر حفاظت تھا اوسنے لوگون کو لغاوت
پر آمادہ کیا یا خود مسلمانون مین نفاق پیدا کیا وہ قتل کیا گیا - بس ان مورخین کے نزدیک
یہ قتل عمد ہوا - ایک عورت کو جو لٹیرون کے ایک گروہ کے سردار تھے اور جنسے بڑے بڑے
ظلم اور بیرحمیان کی تھین مسلمانون نے گرفتار کر لیا - اصحاب رسولؐ مین سے بعض ناشایستہ
لوگون نے جنکے خیالات تعذیرات کے شدید یا خفیف ہونے کی نسبت اوس سے زیادہ
شایستہ نہ تھے جیسے اوس زمانہ کے مہذب رومیون یا فارسیون یا ہندؤن کے تھے
اوس عورت کو بیرحمی سے قتل کر ڈالا اور آنحضرتؐ کو مطلق اسکا علم نہ تھا - (یہ واقعہ سر ولیم میور صاحب
کے سواے اور کسی مورخ نے نہین لکھا ہے) یہ فعل متعصبین نصاری نے پیغمبرؐ اسلام کے سر
تھوپا ہے اور آپؐ کو اسکا شریک لکھا ہے - اس مورخ نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ اس عورت کے
قتل ہونے کا علم آنحضرتؐ کو نہین ہوا اور پھر آپؐ کو اوسکے قتل مین شریک گردانتا ہے -
اس سزا کی سنگینی کے بارے مین ہم اس مورخ کو یاد دلاتے ہین کہ انگلستان جو عیسائیون کا
ملک ہر اوسمین اٹھارہوین صدی عیسوی کی اوسط تک یہ ظلم ہوتا تھا کہ چند آنہ کے چرانے
کی سزا مردون اور عورتون کو پھانسی دیجاتی ہے - اور یہ مورخ اس یادگار واقعہ کو بھی بھول

مار ڈالا - مگر ام قرفہ پر عذاب شدید کرنے کی روایت ہمارے نزدیک خلاف قیاس ہے - اِس عورت کے قتل ہونے مین تو کچھ شک نہین لکن یہ ممکن نہین ہے کہ اوسکو دو اونٹون سے پھڑوا ڈالا - کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو جلاد موجود تھے حالانکہ یہ تسلیم کر لیا گیا ہو کہ ایک ہی جلاد تھا - اوس جلاد کا نام قیس ابن محسن نہ تھا جیسا سر ولیم میور صاحب نے لکھا ہو بلکہ قیس ابن مصحر تھا - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۸۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف -

حاشیہ ۲

جب سرداران فوج اسلام کو آنحضرت صلعم کفار سے لڑنے کے باب مین ہدایت فرماتے تھے تو تاکید اکید فرماتے تھے کہ خبردار ضعفا یعنی کمزورون کو نہ ستانا - چنانچہ جب مسلمانون نے رومیون کی فوج کشی کی تو سپہ سالار لشکر اسلام سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "جب تو اون ایذاؤن کا انتقام لے جو مسلمانون کو کفار کے ہاتھ سے پہونچے ہین تو خبردار پردہ نشین اور بیگناہ عورتون کو نہ ستانا بلکہ اونکو ضعیف سمجھکر درگذر کرنا اور شیرخوار بچون اور بیمارون کو بھی ایذا نہ پہونچانا اور جو لوگ تمسے مقابلہ پر آمادہ نہون اونکے مکانات کو منہدم نہ کرنا اور اونکے رزق کو اور اونکے میوہ دار درختون کو غارت نہ کرنا اور اونکے درختہاے خرما کو ہاتھ نہ لگانا" خلیفہ اول ابوبکر صدیق رض نے بھی اپنے پیغمبر صلعم کی اقتدا کر کے سردار لشکر اسلام کو یہ ہدایت کی کہ "اے یزید خبردار اپنے لوگون پر ظلم نہ کرنا نہ اونکو بیچین کرنا بلکہ کل معاملات مین اونسے مشورہ کرنا اور خبردار وہی بات کرنا جو امر حق اور قرین انصاف ہو کیونکہ جو لوگ خلاف حق کرتے ہین وہ سرسبز نہین ہوتے جب دشمنون سے مقابلہ ہو تو آدمیت سے نہ گذر جانا اور اپنی پیٹھ نہ موڑنا اور جب تمھاری فتح ہو تو چھوٹے چھوٹے بچون اور بڈھون اور عورتون کو قتل نہ کرنا اور درختہاے خرما کو غارت نہ کرنا نہ اناج کے کھیتون کو جلا دینا - اور میوہ دار درختون کو نہ کاٹ ڈالنا نہ معاشی کو ضرر پہونچانا سواے اون حیوانات کے جنکو کہانے کی ضرورت سے ذبح کرنا پڑے - جب تم کوئی عہد

رہتے ہین اور اپنے زعم مین عبادت خدا کیا کرتے ہین - خبردار اونکو نہ چھیڑنا اور اونکے خانقاہون کو منہدم نہ کرنا "۔ رل صاحب کی تاریخ اسلام صفحہ ۴۵ و ۴۶ - ملاحظہ ہو - پیغمبر اسلام اور خلیفہ اول کے ان احکام کا مقابلہ ہر سہ فرق نصاری یعنے رومن کیتھولک و پروٹسٹنٹ و گریک کے مقدسین و اولیا کے ملفوظات کے ساتھ کیجیے - ۱۲ - مؤلف

آٹھوان باب

سنہ ۷ ہجری مطابق ۱۲ - اپریل سنہ ۶۲۸ء لغایت یکم مئی سنہ ۶۲۹ء

قبائل یہود باوجودیکہ کیسی کیسی شکستین کھاچکے تھے لکن اتبک اونسے اندیشہ کا مقام تھا - اور اتبک وہ مسلمانون کو غارت کرنے کی تدبیرین کر رہے تھے - مدینہ کے شمال و مشرق مین تین چار روز کی راہ پر اونکا کچھ ملک تھا جسمین چند مستحکم قلعے تھے - اونمین سب سے زیادہ مضبوط قلعہ القموص تھا جو ایک بے گذر پہاڑی پر واقع تھا - ان قلعون کے مجموع کا نام خیبر تھا - اس لفظ کے معنی لغوی ایک مستحکم مقام ہین - خیبر کی آبادی مین چند شعبے بنی نضیر اور بنی قریظہ کی بھی داخل تھے جنھون نے وہان بھاگ کر پناہ لی تھی - یہودان خیبر نے آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام سے عداوت قلبی پر کمر باندھی تھی - اور جب سے بنی نضیر اور بنی قریظہ مسلمانون سے شکست کھا کر اونمین جا کر شامل ہوگئے تھے اوسوقت سے اونکی عداوت اور زیادہ شدید ہوگئی تھی - یہودان خیبر اور بنی غطفان اور اور قبائل صحرائی مین قدیم زمانہ سے اتفاق چلا آتا تھا اور یہ سب ہمیشہ اسی فکر مین رہتے تھے کہ ایک اور سازش عظیم مسلمانون کے بیخکنی کے لیے قائم کرین مسلمان خوب جانتے تھے

کہ قبائل صحرائی ہمکو گزند پہونچانے پر قادر ہین پس بہت جلد تدارک کرنا چاہیے کہ
یہود اور مشرکین دوبارا سازش کرکے مدینہ پر پھر چڑھائی نہ کرین - لہذا اوائل
ماہ محرم سنہ ۷ ہجری مین ... ۱۴ سپاہ ساز و سامان سے خوب درست خیبر پر
روانہ کئے گئے - اوسوقت یہود نے اپنے شرکا سے مدد طلب کی اور بنی فرازہ اونکی
کمک کو آئے مگر بایں خوف کہ مبادا ہماری غیبت مین مسلمان آکر ہماری بھیڑ بکریون
کو لوٹ لیجائین وہ بہت جلد پھر گئے - پس اب لڑائی کا سارا بار اکیلے
یہودیون پر آپڑا - مسلمانون نے اونکو صلح کا پیغام بھیجا مگر اونھون نے صلح
نہ منظور کی - باوجودیکہ یہود نے مقابلہ شدید کیا مگر اونکے سب قلعے یکے بعد
دیگرے مسلمانون نے مسخر کر لیے - سب کے بعد قلعہ القموص کی نوبت آئے جو
سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا - جنگ عظیم کے بعد یہ قلعہ بھی مسلمانون نے
فتح کر لیا - چونکہ یہ سب سے بڑا قلعہ تھا لہذا اسکے مسخر ہوجانے سے باقیماندہ
قبائل یہود کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمانون سے مقابلہ کرنا محض بیکار ہے اور
اونھون نے عفو قصور چاہا اونکی خطا معاف ہوئی - اونکی اراضی اور جائداد
غیر منقولہ کی ضمانت کی گئی - (بشرطیکہ اونکا کردار نیک رہے -) اور اپنے
رسوم مذہبی ادا کرنے کی اجازت اونکو دی گئی اور چونکہ اونسے کوئی باضابطہ
ٹیکس نہ لیا جاتا تھا اور سلطنت کے خرچ مین شرکت کرنا اونپر فرض نہ تھا جیسا
مسلمانون پر فرض تھا لہذا آنحضرتؐ نے اوس حفاظت کے معاوضہ مین
جو اب اونکو حاصل ہوے تھے ایک محصول بقدر نصف پیداوار اونکی
اراضی کے اونپر مقرر کیا - جو جائداد منقولہ اون قلعون مین تھی جنکو مسلمانون نے
لڑ لڑ کے اور محاصرہ کرکے فتح کیا تھا وہ ضبط ہو کر لشکر اسلام مین علی قدر مراتب

غازیون پر تقسیم کردی گئی یعنے تین تین حصے سوارون کو اور ایک ایک حصہ پیادونکو ملا

آخر سنہ ہجری مین رسول اللہ اور اصحاب پاک اوس مصالحہ کے شرائط کی بموجب جو سال گذشتہ مشرکین قریش سے ہوا تھا اپنی تمنای دلی کو برلائے یعنی حج بیت اللہ سے مشرف ہوے۔ اس حج کا نام مورخین اسلام نے احتراماً حجۃ التکمیل رکھا ہی۔ اور عمرۃ القضا بھی اوسکو کہتے ہین۔ بہ تعمیل شرائط مصالحہ مسلمان تین ہی روز قیام کرکے مکہ[۲] سے چلے آئے۔ مسلمانونکی ایسی دلی آرزو کے برآنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ قریش مین سے مشرف باسلام ہوے۔ آنحضرتؐ کی رحمدلی اور خلق ومروت اور کریم النفسی کا اثر اونکے دل پر ایسا ہوا کہ بہت سے صنادید قریش نے جو ہمیشہ آپ سے برسر پیکار رہے تھے اور آپ کی ہجو ومذمت کیا کرتے تھے بڑے خضوع وخشوع سے اسلام قبول کیا۔

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۶۴ و ۷۷۳۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۹۔ ملاحظہ ہو۔ یہ روایت غلط ہی کہ کنانہ پر سخت عذاب کیا گیا کہ پوشیدہ خزانہ کو بتادے قریب اسی زمانہ کے متواتر کوشش آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی کیگئی جب آپ خیبر مین داخل ہوے تو ایک یہودیہ نے براہ بغض وعناد غذای مسموم آپؐ کے اور اصحاب کے آگے رکھی چنانچہ ایک صحابی تو ایک ہی لقمہ کھاکر جان بحق تسلیم ہوئے خود آنحضرتؐ کی جان تو بچ گئی مگر وہ زہر آپؐ کی رگ وپی مین ایسا دوڑ گیا کہ مدت العمر آپ کو اوسکی شکایت رہی اوس یہودیہ کے ایسے جرم عظیم کو بھی آنحضرتؐ نے معاف فرمایا اور اوسکو اوسی کے خویش واقربا مین چھوڑ آئے اور کچھ مواخذہ اوس سے نہین کیا۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۰۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [۲] ایک عجیب وغریب حکایت مورخین اسلام نے لکھی ہے جس سے قریش کی عداوت مسلمانون سے ظاہر ہوتی ہے۔ تین روز تک مسلمان مناسک حج بجالانے مین مصروف رہے چوتھے روز قریش نے آنحضرتؐ سے کہلا بھیجا کہ جلد مکہ سے چلے جائیے۔ آنحضرتؐ نے چاہا کہ قریش کی دعوت ودستانہ کرین۔ اونھون نے کہا اسکی کچھ ضرورت نہین ہے آپ فوراً مکہ سے چلے جائین۔ اونکے اصرار سے آنحضرت اوسی روز مکہ سے روانہ ہوے اور شہر سے چند میل کے فاصلہ پر قیام فرمایا۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۴۔ اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۹۰۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۴۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [۳] مثلاً خالد ابن ولید جو غزوہ احد مین سپہ سالار لشکر کفار تھا اور عمرو ابن عاص شاعر ۱۲۔ مولف لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحا قریبا

قیصر روم کے ایک صوبہ دار[1] نے جو مسلمانون کے سفیر کو قتل کر ڈالا تو اس ظلم کا مواخذہ کرنا اوس سے واجب ہوا - تین ہزار آدمی کی فوج روانہ کی گئی کہ سردار قبیلہ بنی غسان سے اس جرم کے مکافات طلب کرے - قیصر روم کے سرداران فوج نے اس جرم کا انکار نہین کیا بلکہ اقرار کیا اسوجہ سے مسلمانون مین اور خود قیصر مین لڑائی پڑ گئی - قیصر نے اپنی فوجون کو جمع کر کے مسلمانون پر بمقام موتے پر حملہ کیا - موتی ایک دیہ قریب بلقع کے ملک شام مین تھا جہان مسلمانون کا قاصد قتل کیا گیا تھا - انجام یہ ہوا کہ رمیون کی فوج پسپا ہوئی - مگر چونکہ اونکی فوج کثیر تھی اور لشکر اسلام بہت قلیل تھا اسوجہ سے مسلمانون نے مدینہ کو معاودت کی - قریب اسی زمانہ کے قریش اور اونکے شرکا نے شرائط صلح حدیبیہ کے خلاف ورزی کر کے بنی خزاعہ پر حملہ کیا اور بنی خزاعہ مسلمانون کے زیر حفاظت اور اونکے شریک تھے - اونھون نے بہت سے لوگون کو بنی خزاعہ مین سے قتل کر ڈالا - اور باقیماندہ کو نکالدیا - بنی خزاعہ نے اس ظلم کی شکایت آنحضرتؐ سے کی اور دادرسی چاہی - اب مکہ مین ظلم و بدعت بہت مدت تک رہ چکی تھی اور خود اہل مکہ نے نقض عہد کیا تھا اور بعض روسار مکہ بنی خزاعہ کے قتل مین شریک ہوے تھے الغرض آنحضرتؐ نے دس ہزار آدمی کی فوج مشرکین مکہ کے مقابلہ کو فوراً روانہ کی - صرف عکرمہ ابن ابو جہل اور صفوان ابن امیہ نے اپنے اپنے قبیلہ کو ساتھ لیکر مسلمانون کا کچھ خفیف سا مقابلہ کیا اور چند مسلمان شہید ہوے باقی کسی نے مقابلہ نہین کیا اور[2] آنحضرتؐ بلا مزاحمت داخل مکہ ہوے -

[1] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ مین اس سردار کا نام شراجیل ابن عمرو ہے نہ عمرو ابن شرجیل جیسا ابوالفدا نے لکھا ہے ۱۲ - مؤلف

[2] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۲۱۱ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۰ - ۱۵۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

[illegible] ظلم و ستم
کفار کے ہاتھہ سے اوٹھا چکے تھے۔ یہانتک کہ ہجرت اختیار کی تھی۔ اب آپ
پھر اوسی شہر مین آئے تاکہ اپنی رسالت کو بندگان خدا پر رحم کرکے ثابت
کرین۔ آپ نے جو حکم اصحاب وفادار کو دیا تھا کہ اہل مکہ سے نرمی کرنا اوسکی
تعمیل بخشنہ[1] کی گئی۔ جن اشقیاء نے مسلمانون پر نہایت شدید ظلم کیے تھے
اون مین سے صرف چھہ مرد اور چار عورتین جلاوطن[2] کیے گئے اور انہین سے
صرف چار شخص قتل کیے گئے باقی اہل مکہ سے نرمی اور عفو و درگذر کیا گیا
حالانکہ وہ ہمیشہ مسلمانون کو ستایا کرتے تھے اور چند ہی روز ہوے تھے کہ
اونھون نے مسلمانون کو دغادی تھی۔ مگر اہل مکہ کے بتون کو مسلمانون
نے توڑ ڈالا اور ذرا بھی رحم اونپر نہ کیا۔ کفار مکہ اپنے معبودون کا شکست
ہونا کیسی نظر یاس سے دیکھہ رہے تھے مگر دم نہ مار سکتے تھے آخر الامر حق
اونپر ثابت ہوگیا اور اونھون نے دیکھہ لیا کہ ہمارے معبود بالکل مجبور و معذور
ہین کہ اتنے مین اوس شخص کی صدا اونھون نے سُنی جسپر وہ ہمیشہ تمسخر یہ
اور استہزا کیا کرتے تھے کہ بتون کو توڑتا جاتا ہے اور بآواز بلند یہ کہتا جاتا ہے
جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا ان قدیم بتون کو
نیست و نابود کرکے اور تمام رسوم مشرکین کو دفع کرکے آنحضرتؐ نے ایک خطبہ اون
لوگون کے سامنے پڑھا جو اوسوقت جمع تھے۔ اس خطبہ مین پہلے تو آپؐ نے یہ
ارشاد فرمایا کہ سب بندگان خدا ابن ایک طبیعی مساوات[3] اور مواخات ہے

---

[1] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲۔ صفحہ ۱۰۸۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] تاریخ طبری جلد ۳۔ صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲

جیسا قرآن مجید مین لکھا ہے بعد اوسکے فرمایا کہ " ای اولاد قریش تمھارے نزدیک
مجھکو تمسے کیا سلوک کرنا چاہیے " اونھون نے عرض کیا " اے ہمارے شفیق
بھائی اور بھتیجے ہمپر مہربانی کر اور رحم کر " طبری لکھتا ہو کہ قریش کے اِس
کلام کو سنکر آنحضرت آبدیدہ ہوے اور فرمایا " مین تمسے اوسیطرح بات کرونگا جسطرح حضرت
یوسف نے اپنے بھائیون سے کلام کیا تھا۲؎ آج مین تمکو ملامت نکرونگا - خدا تمھارے
گناہون کو بخشدے کہ وہ رحمن و رحیم ہے " اوسوقت وہ تماشا نظر آیا جو ابتداء خلقت عالم
سے اوسوقت تک کسی نے کبھی نہ دیکھا تھا - لوگ جوق جوق آآکر اسلام سے مشرف
ہونے لگے - اوسوقت رسول اللہ کوہ صفا پر تشریف رکھتے تھے اور
لوگون سے وہی عہد لیتے جاتے تھے جو سابق مین اہل مدینہ سے لیا تھا کہ " وہ سوائے خدا اس
یگانہ و برحق کے کسی چیز کی پرستش نہ کرینگے اور سرقہ و زنا اور قتل اطفال شیرخوار کے مرتکب
نہ ہونگے - اور جھوٹ نہ بولینگے - اور عورتونکی مذمت نہ کرینگے۳؎ - " پس قرآن مجید مین جو
پیشین گوئی کی گئی تھی وہ اسطرح پوری ہوئی " جب۴؎ خدا کی مدد اور فتح آئی اور تو نے دیکھا
کہ لوگ گروہ گروہ دین خدا مین آتے جاتے ہین پس حمد و ستایش بجالا تو خدا کی اور طلب آمرزش
کر اوس سے تحقیق کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے " اب آنحضرت کی رسالت کی تکمیل ہوگئی

۱؎ یا ایہا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا
ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر - قرآن مجید سورۃ الحجرات آیت ۱۳
۲؎ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۸۲۱ - اور تاریخ طبری جلد ۳ - صفحہ ۱۶۴۲ - ملاحظہ ہو قال لا تثریب علیکم
الیوم یغفر اللہ لکم و ہو ارحم الراحمین - سورہ یوسف آیت ۹۲ - مولف
۳؎ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۱۹۲ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ - صفحہ ۲۳۴ - ملاحظہ ہو
۱۲ - مولف ۴؎ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ
افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا

بعض اصحاب کبار تمام اطراف داکناف مین بھیجے گئے کہ قبائل صحرائی کو دین اسلام
کیطرف دعوت کرین اور اونکو حکم قطعی دیا گیا کہ سب کو صلح اور نیکی تلقین کرین۔ البتہ جب
کوئی اونپر تشدد اور دست درازی کرے تب اپنے تئین اوسکے شر سے بچائین۔
اس حکم کی اطاعت سب نے کی سوائے ایک شخص کے۔ خالد ابن ولید نے جسنے چند روز
ہوئے تھے کہ اسلام قبول کیا تھا قبیلہ بنی خزیمہ کے بعض اعراب صحرائی کو مسلمانون سے
آمادہ جنگ دیکھکر حکم دیدیا کہ ان سب کے سر کاٹ ڈالو۔ اوسکی بعض اتباع نے اونمین سے چند
اعراب کو قتل کرڈالا مگر اور مسلمانون نے بیچ بچاؤ کرکے قتل عام نہ ہونے دیا۔ جب اس ظالمانہ
خونریزی کی خبر آنحضرت کو پہونچی تو آپ کو صدمۂ عظیم ہوا اور دست مبارک سوئے آسمان بلند
کرکے فرمایا کہ "خداوندا جو کچھ خالد نے کیا اوس سے مین بے قصور ہون۔" آنحضرت
نے حضرت علیؑ کو فوراً روانہ کیا کہ جہانتک ممکن ہو بنی خزیمہ سے اوس ظلم کے مکافات
کردو جو اونپر خالد نے کیا ہے۔ یہ کام ایسا تھا کہ حضرت علیؑ کی طبیعت کی بالکل موافق
تھا اور اونھون نے اسکی تعمیل ایمانداری سے کی۔ یعنے ہر شخص کے نقصانات کو
تحقیق کرکے پورا معاوضہ اوسکو دیا۔ اور جب ہر ایک نقصان کا معاوضہ دیچکے
تو جو روپیہ حضرت علیؑ اپنے ساتھ لائے تھے اوسمین سے جو کچھ بچا اوسکو مقتولین
کے اقربا اور دیگر بنی خزیمہ پر تقسیم کر دیا۔ راوی کہتا ہو کہ حضرت علیؑ کے اخلاق
اور جود وسخا سے ہر شخص کا دل خوش ہوا۔ اور سب نے اونکو دعائے خیر دی اور
جب حضرت علیؑ وہان سے پھر کر رسول اللہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آنحضرت
نے بھی نہایت مدح وثنا کی اور بہت شکریہ ادا کیا[1]۔

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۸۳۴-۸۳۵- اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۵- اور تاریخ طبری جلد ۳

-بعض قبائل صحرائی مثل بنی ہوازن اور بنی ثقیف اور دیگر قبائل کے جو مکہ کی سرحد
پر اپنے گلے چرایا کرتے تھے اور بعض اور قبائل بھی جو مضبوط و مستحکم قلعے مثل طائف
کے رکھتے تھے اِسکے متحمل نہوے کہ مسلمانون کی اطاعت بے لڑے بھڑے قبول
کرین - پس اِن سب نے باہم سازش کر کے چاہا کہ مسلمانون پر یکبارگی حملہ کرین
قبل اِسکے کہ مسلمان اونکے حملہ کو روکنے کا سامان کرین - مگر آنحضرت کی بیدار مغزی
سے کفار ہار گئے - مقام حنین مین جو ایک عمیق اور تنگ وادی مکہ کے شمال و شرق
مین دس میل کے فاصلہ پر تھا جنگ عظیم ہوئی اور مشرکین نے شکست فاحش کھائی
اور نقصان عظیم اوٹھایا - فوج کفار منتشر اور پریشان ہوگئی اور اوسکے ایک
ٹکڑے نے جسمین اکثر بنی ثقیف تھے شہر طائف مین جاکر پناہ لی اور طائف وہ
غدّار شہر تھا کہ آٹھ نو برس کا عرصہ گذرا تھا کہ وہان کے لوگون نے آنحضرت
کی توہین کر کے آپ کو شہر سے نکالدیا تھا - باقیماندہ لشکر ہزیمت اثر نے جاکر
وادی اوطاس مین مورچہ بندی کی - مسلمانون نے اونکے مورچہ کو توڑ کر تمام
بنی ہوازن کو مع اونکے مال و اسباب اور گلہاے گوسفند وغیرہ کے گرفتار کرلیا
بعد اوسکے طائف کا محاصرہ کیا مگر چند ہی روز کے بعد آنحضرت نے محاصرہ کو اوٹھالیا
کیونکہ آپ خوب جانتے تھے کہ مشرکین پر ادبار آیا ہے چند روز مین اہل طائف خو

له لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیٔا
وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل الله سکینته علی رسوله و
علی المؤمنین وانزل جنودا لم تروها وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین
قرآن مجید سورہ توبہ آیت ۲۵ و ۲۶ -

ﮯ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۴۸۲ - ملاحظہ ہو - قاموس مین حنین کو لکھا ہے کہ مکہ اور طائف
کے مابین اثناے راہ مین واقع تھا - مگر روڈول صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن مجید مین صرف تین میل کا
فاصلہ لکھا ہے - یہ یقیناً غلط ہے ۱۲ - مؤلف -

ہماری اطاعت قبول کر لیںگے پھر خونریزی کرنا کیا ضرور ہے۔ جب آنحضرت اوس مقام پر واپس آئے جہان اسیران بنی ہوازن مقید تھے تو آپ نے دیکھا کہ اس عظیم الشان قبیلہ کے چند اشخاص منتظر کھڑے ہین کہ آپ سے عرض کرین کہ ہمارے عیال و اطفال کو ہمین پھیر دیجیے۔ چونکہ آنحضرتؐ خوب جانتے تھے کہ اکثر اصحاب بڑے تنک مزاج اور زود رنج ہین لہذا آپ نے سفیران بنی ہوازن سے فرمایا کہ ہم مسلمانون پر جبر کر کے مال غنیمت تمکو واپس نہین دلا سکتے اگر تمکو اپنے عیال و اطفال کا واپس کر لینا منظور ہے تو اقل مراتب اپنے مال و اسباب سے تو دست بردار ہو۔ وہ لوگ اسپر راضی ہو گئے اور دوسرے روز رسول اللہ نماز ظہر[1] پڑہ رہے تھے اور اصحاب با وفا صف بستہ آپ کے عقب مین ستادہ تھے کہ وہ لوگ حاضر ہوے اور اونھین کلمات سے التجا کی جیسا آنحضرتؐ نے اونکو سمجھا دیا تھا کہ یہ کلمات اوسوقت کہنا۔ "ہم رسول اللہ سے التجا کرتے ہین کہ ہماری شفاعت مسلمانون سے کرین اور ہماری عورات و اطفال کو واپس دلاوین۔" آنحضرت نے اسکی جواب مین فرمایا کہ: "اسیران بنی ہوازن مین جو میرا حصہ ہے اور بنی عبد المطلب کا حصہ ہے وہ مین تمکو واپس کرتا ہون۔"[2] پس اصحاب نے اپنے مقتدا کے اقتدا کر کے چھ ہزار اسیران کفار کو ایک لمحہ مین رہا کر دیا۔ رسول اللہ اور اصحاب پاک کے اس جود و کرم سے بنی ثقیف[3] کے دل بھی موم ہو گئے اور اونھون نے آنحضرتؐ

---

[1] طبری نے نماز صبح لکھی ہے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۵۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مولف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۸۷۷ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۶۔ اور تاریخ طبری جلد ۳ ۱۵۵۳۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [3] اہل طائف کو بنی ثقیف بھی کہتے تھے۔ میور صاحب نے اپنے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ مین جو ایک عجیب و غریب روایت آنحضرت کی طرز معاشرت کے باب مین لکھی ہے وہ مصنوعی ہے اسواسطے کہ اولاً تو یہ ملاحظہ کیجیے کہ اس لڑائی مین جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا وہ تقسیم نہین ہوا تھا پس آنحضرتؐ اوسکا کوئی جز کسی کو کیونکر دے سکتے تھے۔ ثانیاً آنحضرتؐ صرف اپنی ذاتی حصہ کو ہبہ کر سکتے تھے مگر تقسیم ہونے سے پیشتر ہی آپ اپنا حصہ بنی ہوازن کو بخش چکے تھے۔ لہذا یہ روایت محض لغو ہے ۱۲۔ مؤلف

اطاعت قبول کر لی اور بڑے پکے مسلمان ہوے۔

جب بنی ہوازن کی بھیڑین اور بکریان مسلمانون پر تقسیم ہوئین تو جدید الاسلام اہل مکہ کو اہل مدینہ کے بہ نسبت زیادہ حصے ملے۔ بعض انصار نے اِسکو جنبہ داری تصور کر کے شکایت کی اور جب اونکی شکایت آنحضرتؐ کے گوش حق نیوش تک پہونچی تو آپؐ نے حکم فرمایا کہ سب مہاجرین و انصار جمع ہون۔ جب وہ جمع ہوے تو آپؐ نے اونسے خطاب کر کے فرمایا کہ "اے گروہ انصار۔ جو تقریر تم آپس مین کیا کرتے ہو اوسکو مین نے سُنا۔ جب مین تم لوگون مین آیا تو تم ظلمت کفر مین مبتلا تھے پس خداوند عالم نور اسلام سے تمکو راہ راست پر لایا۔ تم مصیبت مین مبتلا تھے اونے تمکو راحت بخشی۔ تم مین باہم عداوت تھی اوسنے تمھارے قلوب مین برادرانہ لطف و محبت القا کی۔ تمھین بتاؤ کہ یہ ہوا یا نہین"۔ اونھون نے عرض کیا "بلے یا رسول اللہ جو آپؐ فرماتے ہین وہی ہوا۔ فضل و کرم خدا اور اوسکے رسول کا حصہ ہے"۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا "لا واللہ۔ تم یہ جواب دے سکتے تھے اور تمھارا یہ جواب سچا ہوتا اور اوسکی سچائی پر مین خود گواہی دیتا اگر تم یہ کہتے کہ آپ ہم لوگون مین اسطرح تشریف لائے کہ لوگ آپ کو مکار سمجھکر آپ کے رسالت سے منکر ہو چکے تھے مگر ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ مکہ سے ہجرت فرما کر ہمارے شہر مین تشریف لائے ہمنے آپ کی اعانت کی۔ آپؐ غریب الدیار اور آوارہ وطن تھے ہمنے آپ کو پناہ دی۔ آپ بے قرار تھے ہمنے آپ کو تشفی اور دلاسا دیا۔ اے گروہ انصار مال دنیا کے لیے اپنا دل کیون کڑھاتے ہو۔ تمھاری تسکین کو یہ امر کیا کم ہے کہ اور لوگ تو بھیڑین اور بکریان پائینگے مگر تم سب خود میرے ہمراہ اپنے وطن کو

...اور انصار دوسری سمت

تو انصار ہی کا ساتھ دونگا - خدا تم پر رحم کرے اور تمھاری اولاد اور اولاد کی اولاد اور اوسکی اولاد مین برکت عطا فرماے -" راوی کہتا ہے کہ اِن کلمات کو سُنکر انصار رضؓ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ اونکے محاسن شریف آنسوؤن سے تر ہو گئے اور سب نے بالاتفاق عرض کیا - "یا رسول اللہ ہم اپنے اپنے حصون سے خوب راضی ہین - یہ عرض کر کے وہ سب جان نثار خوش اور مسرور ہو گئے - [1]

اِسکے تھوڑی مدت کے بعد آنحضرتؐ نے مدینہ مین مراجعت فرمائی -

نوان باب

سنہ ۹ ہجری مطابق ۲۰ - اپریل سنہ ۶۳۰ء لغایت ۹ - اپریل سنہ ۶۳۱ء

سال نہم ہجرت مقدسہ اسلیے مشہور ہے کہ اِس سال مختلف بلاد عرب سے قاصدون اور سفیرون نے آآ کر دین حق قبول کیا اور شارع اسلام علیہ الوف التحیہ والسلام سے بیعت کی -

فتح مکہ سے بت پرستی کا خاتمہ سرزمین عرب مین ہو گیا اور مشرکین کے اعمال و رسوم قبیحہ بھی اوسکے ساتھ دفع ہو گئے - جو لوگ ابتک لات و عزی کی پرستش مین منہمک تھے اپنے اِس حصن حصین کے مسخر ہو جانے سے وہ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوے - اہل مکہ اور بنی ثقیف کے مطیع اسلام ہو جانے کا نہایت قوی اثر قبائل صحرائی پر ہوا - تمام اطراف و اکناف سے قاصد آنے لگے اور جو قبائل وحشی اسلام کے عدوے جان تھے اونکی اطاعت اور شرکت کا پیام [2] لانے لگے - چنانچہ

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۸۸۶ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ - اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۸۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

سر ولیم میور صاحب اپنے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۱۸۱ - مین لکھتے ہین کہ - "

ان قاصدون اور سفیرون کو آنحضرت نے صناد ید اہل مدینہ کے گھرون مین اتارا

اور وہان اونکی بڑی خاطر و تواضع ہوئی - اور جب وہ رخصت ہوتے تھے تو اونکو ایک رقم

معتد بہ زاد راہ کے لیے دیدی جاتی تھی اور اونکے درجہ کے موافق کچھ اور تحفہ بھی اونکے نذر

کیا جاتا تھا - اکثر ایک عہد نامہ لکھکر اونکو دیدیا جاتا تھا جسمین اوس قبیلہ کے موجب و حقوق

کی ضمانت کیجاتی تھی اور اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ ایک معلم اون قاصدون کے ہمراہ کردیا جاتا

تھا کہ جدید الاسلام لوگون کو فرائض و احکام دین تلقین کرے اور یہ دیکھتا رہے کہ بت پرستی

کا کہین نام و نشان بھی نہ باقی رہنے پائے -

اس زمانہ مین رومیون کو بلاد عرب کی تسخیر کرنے کا ویسا ہی خیال خام ہوا جیسا

بانی سلطنت رومۃ الکبری کو ہوا تھا جسنے اوس ملک کو فتح کرنے کے لیے فوجین

بھیجی تھین - ہرقل قیصر روم فارسیون پر فتوح حاصل کرکے خوش و خرم

اپنی سلطنت مین پھر آیا تھا - غالباً وہ اون عجیب و غریب واقعات سے لاعلم

اور غافل نہ تھا جو ملک عرب مین گذر رہے تھے - اور شاید اوسکو وہ شکست فاحش

فراموش نہین ہوگئی تھی جو اوسکی فوج کثیر کو چند عربون نے دی تھی - جب تک

قیصر موصوف کا قیام ملک شام مین رہا اوسنے اپنے صوبہ دارون کو حکم دیا کہ ایک

فوج کثیر عرب کو فتح کرنے کے لیے جمع کرین ادھر مدینہ مین یہ خبر پہونچی کہ قیصر روم

---

[۱] یعنی اغسطوس قیصر جسکے عہد مین رومیون نے عرب پر فوج کشی کی تھی ۱۲ - مولف [۲] اس سے روم قدیم

یعنے اطالیہ مراد ہے جسکا دار السلطنت روم جو کسی زمانہ مین تقریباً ایک ثلث دنیا کا پایہ تخت تھا اب تک موجود ہے

روم جدید یعنے ٹرکی مراد نہین ہے جسکا پایہ تخت قسطنطنیہ قسطنطین اعظم کا بنایا ہوا ہے اور مسلمانون کی

اصطلاح مین سلطنت روم کہلاتی ہے ۱۲ مترجم

مسلمانون پر فوج کشی کرنے کا سامان کر رہا ہے۔ پس آنحضرت نے حکم دیا کہ افواج قاہرہ روم سے مقابلہ کی تیاری کیجائے ماہ رجب (اکتوبر ۶۳۰ء) مین رومیون سے لڑائی ٹھہری۔ چونکہ گرمی بہت شدید پڑتی تھی اور صعوبات سفر بہت اوٹھانے پڑتے لہذا اکثر لوگون کا جی نہ چاہا کہ اوس فوج مین شریک ہون جو رومیون کے مقابلہ کو بھیجی جاتی تھے۔ منافقین نے بھڑکا بھڑکا کر مسلمانون کو اس سفر سے اور زیادہ بیزار کر دیا۔ لکن خیر۔ کوشش بلیغ کرکے تھوڑی سی فوج تیار کیگئی۔ یہ فوج قلیل آنحضرتؐ کے ہمراہ رکاب سرحد کی طرف روانہ ہوئی۔ اثنار راہ مین مسلمانون پر گرمی اور پیاس کی طغیانی ہوئی اور ایک سفر پر خطر اور دور و دراز کرکے وہ مقام تبوک[1] مین پہونچے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان نصف راہ پر واقع تھا اور وہان اونھون نے قیام کیا۔ مقام تبوک پر پہونچکر آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ قیصر روم کو اپنے ہی ملک مین اتنے مہم سر کرنے ہین کہ مسلمانون پر فوج کشی کا وہم و گمان بھی اوسکو نہین ہے اور چونکہ اوسوقت کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوتی تھی جس سے مدینہ کی سلطنت کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہوتا لہذا آنحضرتؐ نے حکم فرمایا کہ لشکر اسلام مراجعت[2] کرے الغرض۔ مقام تبوک مین جہان پانی بھی بافراط ملا اور جانورون کے لیئے چارہ وغیرہ بھی بکثرت میسر آیا بیس روز قیام کرکے مسلمانون نے ماہ رمضان[3] مین مدینہ کو مراجعت کی۔ آنحضرتؐ کے مدینہ مین داخل ہونے کے چند روز کے بعد طائف کے سفیرون نے

---

[1] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۰۴ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۵۔ اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۹۵۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [3] بقول کاسن کاسن ڈی پرسول مورخ کے اوس سال ماہ رمضان وسط دسمبر ۶۳۰ء مین واقع ہوا مقام تبوک مین بہت سے

آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر اہل طائف کی اطاعت کا اظہار کیا اور اوسوقت تک
مسلمانون کی عداوت مین جو اونکو اصرار رہا تھا اوسکی معافی چاہی- مگر اس مقام پر
اون واقعات کی کچھ کیفیت لکھنی ضرور ہی جنکے باعث سے اہل طائف کی راے مین
یہ تغیر واقع ہوا- اہل طائف کا سردار عروہ جو حدیبیہ کے معاملہ مین قریش کا سفیر
رہا تھا اوسکو دین اسلام کے برحق ہونے کا ایسا یقین ہوگیا اور بانی اسلام کے
حلم اور شفقت وعنایت نے اوسکے دل پر ایسی تاثیر کی کہ مسلمانون کے مدینہ مین مراجعت
کرنے کے تھوڑے روز کے بعد وہ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر اسلام سے مشرف
ہوا- چنانچہ سر ولیم میور صاحب تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴- صفحہ ۲۰۳- و ۲۰۴ مین
لکھتے ہین کہ وہ پہلے عروہ کے دل مین یہ آیا کہ طائف کو پھر جاے اور اپنے
اہل وطن سے کہے کہ اون نعمات و برکات مین شریک ہون جو اس دین جدید
نے بندگان خدا کو بخشی ہین- آنحضرت چونکہ اہل طائف کے تعصب اور جہالت
سے خوب واقف تھے لہذا آپ نے عروہ کو ہر منع فرمایا کہ خبردار طائف مین نجانا
مگر عروہ یہ سمجھکر کہ اہل طائف مجھسے بہت راضی ہین اپنے عزم پر قائم رہا وہ شام کے
وقت طائف مین پہونچا اور اوسیوقت اپنی تبدیل مذہب کرنے کا اعلان کیا اور
اہل طائف کو بھی اپنا ہم مذہب بنالینا چاہا- دوسرے روز صبح کو اوسنے پھر
اہل طائف کی دعوت دین اسلام کیطرف کی مگر اوسکے کلام سے اون جہال کو
ایسا طیش آیا کہ اوس بیچارہ کو شہید کر ڈالا- اوسوقت عروہ نے کہا کہ مین نے اپنی جان
اپنے آقا پر اپنی قوم کے لیے تصدق کی- شکر کرتا ہون اوس خدا کا جسنے مجھے خلعت
شہادت سے مخلع کیا اور مسلمانون کی سنت کی کہ مجھے شہداے حنین کے پہلو مین دفن کرنا

آگئے تو اونھون نے وہ سفیر آنحضرت کی خدمت مین بھیجے جنکا ذکر سابق مین کیا گیا کہ عفو تقصیر کرائین اور اونکے دائرۂ اسلام مین داخل ہونے کی التجا کرین۔ تاہم اونھون نے اپنے بتون کے لیے چند مدت کی امان مانگی۔ پہلے دو سال کی مہلت طلب کی پھر ایک سال کی پھر چھ مہینہ کی۔ مگر یہ التجا اونکی ہرگز نہ قبول ہوئی۔ تب اونھون نے پھر استغاثہ کیا کہ ایک مہینہ کی مہلت تو ہمکو ضرور عطا ہو۔ مگر آنحضرتؐ نے یہ بھی نہ منظور فرمایا۔ کیونکہ اسلام اور شرک کا اجتماع غیر ممکن تھا۔ تب اونھون نے عرض کیا کہ نماز ہاے یومیہ سے ہمکو بری فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ بغیر عبادت کے دین کوئی چیز نہین ہے[1] آخر کو اونھون نے ملول و محزون ہوکر ان سب تکالیف کو گوارا کر لیا۔ مگر اس تکلیف سے وہ بری کر دیے گئے کہ اپنے بتون کو اپنے ہاتھ سے توڑین اور اس کام پر ابو سفیان ابن حرب اور مغیرہ ابن شعبہ مقرر کیے گئے ادھر تو یہ دونو شخص بتون کو توڑتے جاتے تھے اودھر طائف کی عورتین چلا چلا کر رو رہی تھین اور سر پیٹ رہی تھین کہ ہای ہمارے معبودون کو ستیاناس کیے ڈالتے ہین۔

قریب اسی زمانہ کے قبیلہ بنی طے بغاوت پر امادہ ہوا اور اونکے بت پرست مُلّاؤن نے اونکی آتش عناد کو اور زیادہ افروختہ کیا۔ کچھ تھوڑی فوج حضرت علیؓ[2] کے ہمراہ روانہ کیگئی کہ اونکو مطیع اسلام کرلین اور اونکے بتون کو توڑ ڈالین۔ اوس زمانہ مین قبیلہ بنی طے کا سردار عدی ابن حاتم طائی تھا اور حاتم طائی وہ مشہور و معروف شخص ہی جسکی جود و سخا کی مدح سرائی تمام مشرقی ملکون مین شعرا نے کی ہی

---

[1] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ - ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۱۷ اور تاریخ طبری جلد ۳ - صفحہ ۲۶۱ - ۲۶۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

جب حضرت علی ؓ وہاں پہونچے تو عدی ملک شام مین بھاگ گیا۔ مگر اوسکی بہن اور چند اشراف بنی طے مسلمانون کے ہاتھ لگے۔ بڑی عزت و توقیر سے اونکو مدینہ مین لائے اور آنحضرت نے دختر حاتم اور اوسکے ہمراہیون کو فوراً رہا کر دیا اور بہت سے بیش بہا تحائف اونکو عنایت فرمائے۔ دختر حاتم نے ملک شام مین جاکر اپنے بھائی عدی سے آنحضرت کی کریم النفسی کی تعریف کی۔ اوس تعریف کا اثر عدی کے دل پر ایسا ہوا کہ فوراً مدینہ کو روانہ ہوا۔ اور وہان پہونچکر آنحضرت کا شکریہ ادا کیا اور مشرف باسلام ہوا۔ پھر جب اپنے قبیلہ مین پھر آیا تو اہل قبیلہ کو سمجھایا کہ بت پرستی سے باز آؤ۔ آخر الامر بنی طے جو اب تک بڑے پکے مشرک تھے بڑے پاک اعتقاد مسلمان ہو گئے[1]۔

اس سال کے آخر مین ماہ ذیحجہ مین ابوبکر رضؓ مناسک حج ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ گئے اور حضرت علی ؓ بھی حجاج کے ساتھ رسول اللہ کا یہ حکم لیکر روانہ ہوے کہ مکہ مین جاکر منادی کراؤ کہ مشرکین کعبہ شریف کی حدود مقدسہ مین قدم نہ رکھنے پائین کہ یہ گھر خدائے پاک کا ہے۔ عید الاضحیٰ کو جسے یوم النحر بھی کہتے ہین حضرت علی ؓ نے ایک مجمع کثیر مین وہ کلام معجز نظام پڑھا جس سے بت پرستی اور اوسکے ذمائم ورذائل کی بیخ کنی ہو گئی۔ وہ کلمات یہ ہین "اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ ہو کر طواف حرم کرے۔ جس شخص سے رسول اللہ نے کوئی عہد و پیمان کیا ہے وہ عہد اوس وقت تک نافذ و قائم رہیگا جبتک کہ اوسکی میعاد ختم ہو۔ باقیماندہ لوگون مین سے

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۴۸-۹۴۹- اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲- صفحہ ۲۱۸- اور تاریخ طبری جلد ۳- صفحہ ۱۷۱-۱۷۲- ملاحظہ ہو- عدی ابن حاتم طائی ماہ ربیع الثانی سنہ ۹ ہجری (جولائی و اگست سنہ ۶۳۰ء) مین مسلمان ہوا لہذا اوسکا ذکر قبل جنگ تبوک کے کرنا چاہیے تھا- مگر مین نے اس کتاب کی ترتیب مین مورخین عرب کی تقلید کی ہے۔ شیخ سعدی شیرازی نے بوستان مین چند اشعار آبدار مین دختر حاتم طائی کی حکایت نظم کی ہے جو مولف

ہر شخص کو چار مہینہ کی مہلت دیجاتی ہے کہ اپنے ملک مین پھر جائے۔ اس میعاد
کے بعد کسی شخص کا کوئی فرض رسول اللہ صلعم پر نہ باقی رہیگا سوائے اون لوگون
کے جنسے معالحہ کرلیا گیا ہے [۱]،،

یہ فرمان عام رسول اللہ کا مورخین اسلام کی اصطلاح مین ابرا نامہ کہلاتا ہے
اور اس سے آنحضرت کی حکمت اور دوراندیشی ظاہر و باہر ہے۔ جو تمدنی اور اخلاقی
حالت عرب کی اوسوقت موجود تھی اوسکا اب باقی رہنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ مشرکین
ہر سال حج کے زمانہ مین مسلمین کے ساتھ خلط ملط ہوتے تھے۔ پس اگر مشرکین
کو اونکے اعمال خبیثہ اور رسوم قبیحہ کے بجالانے کی اجازت دیجاتی تو جو اصلاح اعتقادات
اور اخلاق عامہ مین آنحضرت نے ایسی مشقت و جانکاہی کرکے فرمائی تھی وہ جلد
ضایع و برباد ہو جاتے۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ایک برگزیدہ مگر ناشائستہ
شعبہ [۲] اوسی قوم کا جس قوم سے عرب تھے مشرکین مین آکر بس چکا تھا اور اوس
شعبہ کے پیشواؤن نے بعل کے پوجنے والون کو قتل و قمع کرکے یہواہ [۳] کی پرستش
قائم رکھی تھی۔ مگر وہ فرقہ بالکل محروم و ناکام رہا تھا۔ بنی اسرائیل پر نہ صرف
قرب و جوار کے مشرکین کی مصاحبت و موانست کا اثر ہوا تھا بلکہ بنی اسرائیل ایسی
ایسے قبیح و مکروہ حرکتین کرتے تھے کہ مشرکین سے بھی بدتر ہو گئے تھے۔ پس ہم
پوچھتے ہین کہ کیا مقتضی عقل سلیم یہ تھا کہ آنحضرت ان قدیم بنی اسرائیل کی تقلید
کرتے یا پیروان دین مسیح کی روش اختیار کرتے جنکی سخافت و خرافت کا
یہ حال تھا کہ صرف اتنی بات پر آپسمین لڑے مرتے تھے کہ ساری دنیا کو یہ اعتقاد

---

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۲۱ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۲۲۲ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۸۶

[illegible]

ہو جاتے کہ ایک پادری کی دعا پڑھنے سے روٹی اور شراب منقلب المائیت
ہو کر حقیقۃً لا مجازاً گوشت اور خون حضرت مسیح کا ہو جاتا ہے - نعوذ باللہ من ذالک
رسول اللہ نے اپنی طبیعت الہامی سے وہ وسائل اختیار کیے جو بادی النظر
البتہ سخت تھی مگر جنکا نتیجہ اور مآل بندگان خدا پر فضل و رحم ہوا - الغرض
مجمع کثیر حجاج کا حضرت علیؓ کی اس پُر تاثیر تقریر کو سُنکر اپنے اپنے وطنوں کو
اور ہنوز یہ سال ختم نہ ہوا تھا کہ اکثر لوگ اونمیں سے مسلمان ہو گئے -

حاشیہ متعلقہ باب ۹

یہ گمان کرنا بالکل غلط ہے کہ اس موقع پر حضرت علیؓ نے کوئی سورہ قرآن مجید کا تلاوت کیا تھا
غالباً اس فرمان یا ابرا نامہ کے مضامین کا ماخذ بعض آیات سورۂ توبہ ہین - مگر اس سورہ مین
مختلف واقعات کا ذکر ہے جو مختلف زمانون مین ہوئے تھے لہذا قیاس اسکا مقتضی نہین
حضرت علیؓ نے اس سورہ سے اپنی تقریر اخذ کی تھی - سر ولیم میور صاحب اس برا نامہ کو عزم جنگ
کا اعلان قطعی سمجھے ہین - مگر اس مؤرخ کو اسلام سے ایسا تعصب شدید ہی اور غلبہ نصرانیت
اسقدر ہے کہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ بعض امور مین اسنے عرب کی شرک عظیم کو اسلام پر ترجیح
دی ہے - چنانچہ اس موقع پر یہ مورخ لکھتا ہی کہ "وجب پیغمبر اسلام صحف سماویہ یعنی توریت
انجیل سے اپنا اعتقاد ظاہر کرکے یہود و نصاری کو مدت تک فریب دیچکے تو آخر کار اونسے علحدہ
ہو گئے" اسی زمانہ مین آنحضرتؐ نے اوس زمانہ کے یہود و نصاری کی بدعتون اور شقاوتون
سخت لعن و طعن کی تھی اور اونکے رہبان و قسیسین کو قرآن مجید مین بہت درست و صحیح لکھا
کہ اِنھم یاکلون اموال الناس ظلماً سبحان اللہ - اس راست گوئی کو سر ولیم میور صاحب
فرماتے ہین کہ یہود و نصاری کو فریب دیا اور آخر کو اونسے قطع تعلق کیا - معاذ اللہ اس
تعصب کا کچھ ٹھکانا ہے ۱۲ مؤلف -

دسوان باب

سنہ ۱۰ ہجری مطابق ۹ - اپریل ۶۳۱ء لغایت ۲۹ - مارچ ۶۳۲ء

سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی صدہا سفیر عرب کے ہر صوبہ سے مدینہ مین آئے اور اپنے قبائل اور سرداران قبائل کی اطاعت کا اظہار آنحضرت سے کیا ان اصحاب کو آپ نے مختلف صوبجات مین تعلیم و تلقین خلائق کے لیے بھیجا انکو ہمیشہ یہی حکم دیا کہ وہ لوگون سے نرمی کرنا سختی نہ کرنا - اونکی دلجوئی کرنا اور اونکو فضیحت نہ کرنا - اور تمکو بہت سے اہل کتاب[۱] ملین گے اور وہ تمسے پوچھین گے کہ بہشت کی کنجی کیا چیز ہے - تم اونکو یہ جواب دینا کہ کلیہ حق بوجود باری تعالے کی گواہی دینا اور اعمال نیک کرنا[۲] ہے - ۱۲

آنحضرت کی رسالت کی تکمیل اب ہوگئی تھی - ایک ایسی قوم مین جو جہالت و ضلالت مین ڈوبے ہوئے تھے ایک نبی مبعوث ہوا تھا جسنے اونکو خدا کی نشانیان پڑھکر سُنائین تاکہ وہ پاک ہوجائین اور اون لوگون کو کتاب مقدس اور علم سکھایا جو پیشتر بالکل تاریکی مین گھرے ہوے تھے[۳]" اوس پیغمبر نے اپنی امت کو ایک نہایت ذلیل اور خونخوار شرک و بت پرستی مین مبتلا دیکھا اور اوسنے اونکے قلوب مین خداے برحق و یگانہ کا اعتقاد ڈالدیا - اوسنے اونمین باہم نفاق اور ہمیشہ جنگ و جدل دیکھا اور اونمین برادرانہ لطف و محبت پیدا کرکے سب کو ایک

---

[۱] یعنی یہود و نصاری اور غالبًا مجوس بھی ۱۲ - مولف [۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۰۷ - ملاحظہ ہو اس مورخ نے آنحضرت کی اس ہدایت کا صرف ایک جز لکھا ہے ۱۲ - مؤلف [۳] ھو الذی بعث فے الامیین رسولًا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا

[illegible] کر دیا۔ چنانچہ [illegible]
کہ مکہ اور تمام جزیرہ نمائی عرب ایک سکتۂ روحانی کے عالم مین مبتلا ہو گیا تھا شریعت
موسوی اور دین مسیحی اور فلسفہ یونان کا اثر عرب کے نفوس پر ایسا ہوا تھا جیسے
کسی جھیل کے پانی کے سطح پر کبھی کبھی کوئی لہر آجاتی ہے۔ مگر پانی کے نیچے کہین
ذرا سی بھی حس و حرکت نہین معلوم ہوتی۔ الغرض۔ عرب کے لوگ کفر و ضلالت اور
بیرحمی اور بد اعمالی کے دریا مین غرق تھے۔ چنانچہ یہ رسم قبیح اونمین جاری تھا
کہ سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کے ازواج کو اپنے ترکہ مین محسوب کر کے اونسے شادی
کر لیتا تھا۔ اور اونکے غرور و نخوت سے دختر کشی کا رسم اونمین بھی اوسیطرح جاری
ہو گیا تھا جسطرح فی زماننا ہنود مین جاری ہے۔ وہ یہ نہ جانتے تھے کہ آخرت بھی کوئی
چیز ہے اور نیکی کی جزا اور بدی کی سزا عقبی مین ضرور ملیگی۔[۱] آنحضرت کی بعثت کے
چند ہی سال پیشتر تو عرب کی یہ حالت تھی۔ مگر اللہ اکبر اسی چند سال کے عرصہ مین
کیا انقلاب عظیم واقع ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی فرشتہ نے آسمان پر سے
نازل ہو کر اون لوگون کے دلون مین جو پیشتر نہایت اعمال زشت اور نیم وحشیانہ
افعال مین منہمک رہتے تھے برادرانہ محبت و شفقت ڈالدی جو ملک پہلے مکارم
اخلاق سے بالکل معرا تھا اور جہان تمام قوانین اخلاقی اور احکام ربانی کی توہین
اور مخالفت عمداً اور بلا تردد کیجاتی تھی وہی ملک اب منقلب الماہیت ہو کر ایک
خارزار سے گلزار بنگیا۔ شرک و بت پرستی اور جو فسق و فجور اوس سے پیدا ہوا تھا
وہ سب بالکل دفع ہو گیا۔ شریعت موسوی اور دین مسیحی مدت سے کوشش کر رہی تھی
کہ قبائل عرب سے اونکے خبیث اور شیطانی رسوم ترک کرا دین مگر جب اونھون نے

---

[۱] اس رسم قبیح کو قرآن مجید مین نکاح المقت یعنی حرام نکاح کے لفظ سے تعبیر کیا ہی ۱۲ – مؤلف

اونھون عربی نے پر تاثیر اور ولولہ انگیز کلام کو سنا تب ہی اونکو اوس خداے برحق
و یگانہ کے وجود کا ادراک ہوا جسکی قدرت اور رحمت تمام عالم پر محیط ہے۔ اور تب ہی
اونکو یہ خیال آیا کہ ہمارے اغراض صرف اس دنیاے فانی سے متعلق نہین ہین
بلکہ قبر کے اندر بھی کوئی شے نہایت برگزیدہ اور پاک و پاکیزہ ہے جو ہمکو عدل و احسان
اور عمل نیک کرنیکا حکم کرتی ہے۔ ہمارا خدا وہ خدا نہین ہے جو آج ہے اور کل فنا
ہو جائیگا اور جو پتھر اور لکڑی کو تراش کر بنایا گیا ہے بلکہ ہمارا پروردگار
قادر مطلق رحمن و رحیم غیر مرئی اور خلاق عالم ہے۔ اس جدید خیال اور اس
تازہ ادراک کا باعث خداوند عالم کے حکم سے آنحضرت ہی ہوے اور عرب کو
حیات ابدی اور نعمات بہشت کی امید اور عقوبات دوزخ کے بیم آپ ہی کے بدولت ہوئی
پس اونھون نے ویسی اطاعت اور وہ احترام آپ کا کیا جسکے لائق و سزاوار آپ
تھے۔ اب اونکے دل مین صرف ایک خواہش پیدا ہوئی وہ یہ کہ خدا کی عبادت
سچے دل اور خالص نیت سے کرین اور تمام معاملات دنیا مین اوسکی شرایع و
احکام کی پابندی کرین۔ وہ سچی باتین اور ٹھیک اصول اور عمدہ نصیحتین جو اس
بیس سال کے عرصہ مین آنحضرت نے اپنے پیروان پاک اعتقاد کو وقتاً فوقتاً کی تھین
اونکے دلون مین مخزون تھین اور اونھین اصول پر اونکا ہر فعل مبنی ہوتا تھا
شرع اور اخلاق عامہ متحد کر دی گئی۔ چنانچہ سر ولیم میور صاحب تذکرہ پیغمبر اسلام
جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ مین فرماتے ہین کہ "جب دین مسیحی نے دنیا کو خواب غفلت سے
بیدار کیا تھا اور شرک و بت پرستی سے جہاد عظیم کیا تھا اوسوقت سے حیات روحانی
کبھی ایسی برانگیختہ نہوئی تھی اور نہ ایسا غلو کسی مذہب مین ہوا تھا جیسا دین اسلام

ایمان کی خاطر سے اوٹھائے اور اون نقصانات کی تلافی مین مال غنیمت کو
خوشی سے لے لیا"۔ الغرض - اب آنحضرتؐ کی رسالت کی تکمیل ہو چکی تھی
اور آپؐ کی حین حیات اس کار عظیم کا انجام پا جانا صاف اس امر پر دال ہے
کہ تمام انبیاے بنی اسرائیل اور عقلاء ہند و مصر و فارس اور حکماء و فلاسفۂ
یونان پر آپؐ شرف و فضیلت رکھتے ہین - یعنے موسیٰؑ اور عیسیٰ اور زردشت[1] اور
ساکیامُنی اور افلاطون ان سب کے خیالات ربُّ العالمین کے باب مین جداگانہ
تھے اور سب کے مزعومات و مظنونات اس باب مین مختلف تھی کہ نفس انسانی سے
رذائل کو دفع کر کے ایک تازہ حیات روحانی بخشنے کی کیا سبیل ہے - مگر یہ سب
اس دنیاے فانی سے اسطرح سے رحلت کر گئے کہ انکے عالی حوصلے پورے ہوے اور
انکی بلند امیدین نہ برائین بایہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے ہمجنسون کو اعلیٰ مدارج انسانیت
پر پہونچا دینے کا کام اپنے خونخوار[2] و سفاک مریدون اور اپنے شاگرد بادشاہون پر
موقوف رکھکر اس دنیا سے چلے گئے - یہ بات شارع اسلام ہی کے لیے مخصوص
ہے کہ آپؐ نے اپنی رسالت کی بھی تکمیل کی اور اپنے متقدمین کے رسالت کو بھی
کامل کر دیا - اور صرف آپؐ ہی کے واسطے یہ ہوا ہی کہ آپؐ کی حیات مین اصلاح
بنی آدم کا کام ختم ہو گیا - کوئی بادشاہ آپؐ کا مرید بنکر آپؐ کی حمایت کے لیے
نہین آیا اور آپؐ کے احکام کو فرامین شاہی کے ذریعہ سے نافذ نہین کیا -
پس کیا مسلمانون کا یہ کہنا بیجا ہے کہ یہ سارا کام خود خداوند عالم نے انجام دیا -
جب تمام اطراف واکناف عرب سے لوگ جوق جوق آکر مشرف باسلام ہوے

[1] زردشت بانی دین مجوس اور ساکیامنی یعنی گوتم بانی مذہب بودہ تھا ۱۲ مترجم [2] جیسے بنی اسرائیل مین

موت قریب ہی لہذا آپؐ نے آخری حج یعنے حجۃ الوداع کا عزم فرمایا۔
۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ کو رسول اللہؐ ایک انبوہ کثیر مسلمانون کا ہمراہ لیکر مدینہ سے روانہ ہوے۔ اور جب مکہ مین پہونچے تو مناسک حج ادا کرنے سے پیشتر آنحضرتؐ نے جبل العرفات سے مجمع حجاج کیطرف خطاب فرماکر وہ خطبہ پڑھا جسکے کلمات سب مسلمانون کے دلون پر نقش کالحجر ہین۔

"ایہا الناس۔ میرا کلام بگوش ہوش سُنو۔ اسواسطے کہ مین نہین جانتا کہ مجھے دوسرا سال بھی دیکھنا نصیب ہوگا"۔

"تمہاری جان اور مال محفوظ ہے اور ایک کا مال دوسرے پر حرام ہے تاوقتیکہ تم خداوند عالم سے ملاقات کرو۔ جسطرح آج کا دن اور یہ مہینہ سب کے لیے حرمت کا مہینہ ہے۔ اور یہ یاد رکھو کہ تمکو خدا کے روبرو حاضر ہونا پڑیگا اور وہ تمسے تمہارے افعال کی بازپرس کریگا۔ ایہا الناس۔ تمہارے حقوق تمہاری بیبیون پر ہین اور تمہاری بیبیون کے حقوق تمپر ہین۔ اپنی بیبیون سے مہربانی کے ساتھ پیش آؤ۔ بتحقیق کہ تمنے خدا کو ضامن دیکر اونکو لیا ہے اور اونکے نفسون کو خدا کے کلام کے بموجب اپنے اوپر حلال کر لیا ہے۔ اب رہے تمہارے لونڈی غلام۔ پس اونکو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی کپڑا پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اور اگر وہ کوئی ایسا قصور کرین جسے تم معاف کرنا نہ چاہو تو اونکو آزاد کردو کیونکہ وہ خدا کے بندے ہین اور اونسے بدرشتی نہ پیش آنا چاہیئے"۔

"ایہا الناس۔ میرے کلام کو توجہ سُنو اور اوسکو سمجھو۔ تمکو معلوم ہو کہ سب

مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں تم سب ایک برادری ہو اور کوئی چیز دوسرے
شخص کی ہو وہ اوسکے بھائی پر حلال نہین ہے الا اینکہ وہ برضا و رغبت خود اوسکو
بخشدے - ناانصافی اور حق تلفی کرنے سے اپنے نفس کو بچاو[1]،،

"جو شخص یہان موجود ہے وہ اوس شخص سے کہے جو یہان موجود نہین ہے
شاید جس شخص سے یہ کلام نقل کیا جائے وہ اوس شخص سے زیادہ اسکو یاد
رکھے جسنے اسکو خود سُنا ہے -،،

اس خطبہ کے آخر مین جب آنحضرتؐ نے سامعین مین سخت جوش وخروش
دیکھا تو آپؐ پر بھی رقت طاری ہوئی اور آپؐ نے بآواز بلند فرمایا - "خداوندا
مین نے اپنی رسالت کو ادا کر دیا اور اپنے کام کو ختم کر چکا -،، اوس انبوہ کثیر نے
جو اوسوقت جمع تھا بالاتفاق چلاکر کہا "بلی یارسول اللہؐ آپؐ تبلیغ رسالت
فرما چکے ہین -،، تب آپؐ نے فرمایا - "خداوندا مین تجھسے التجا کرتا ہون کہ
اسپر گواہ رہنا -،،

ان کلمات پر آنحضرتؐ نے خطبہ تمام کیا - منقول ہے کہ یہ خطبہ طویل تھا
اور نہایت فصیح و بلیغ اور پُرجوش تھا -

اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مناسک حج کو بجالاکر آنحضرتؐ نے مدینہ کو مراجعت فرمائی -
آنحضرتؐ کی زندگی کا آخری سال مدینہ منورہ مین بسر ہوا - اس سال کے
ابتدا مین آپؐ نے اون صوبجات کے انتظام کو درست کیا اور اون قبائل عرب کو
مرتب کیا جنسے سلطنت اسلامیہ مرکب ہوئی تھی - یہ بھی تیاری ہونے لگی کہ رومیون
سے تلافی اوس سفیر اسلام کے خون ناحق کے طلب کیجائے جسکو اونھون نے ملک شام

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۶۸ و ۹۶۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

...آپکے ... نہیں ہوئے اور ایسے آثار و علامات
نبوت آپ پر طاری ہوے کہ یہ مہم معطل رہا اور اون چند کاذبین کو سزا
دینا بھی ملتوی رہا جو بعض صوبجات مین رسالت کے مدعی ہوے تھے اور اپنی
فسق و فجور اور نہب و غارت کو نبوت کہتے تھے - ایک یہودیہ نے جو آپ کو
خیبر مین زہر دیا تھا وہ آپ کے جسم شریف مین ایسا سرایت کر گیا تھا کہ اوسکا
اثر اب محسوس ہوا -

آنحضرت صلعم کے آخر ایام زندگانی مین یہ بات یادگار ہے کہ آپ کا نفس مطمئن
رہا اور ہوش و حواس بجا رہے اور باوجود شدت ضعف و نقاہت کے اپنی وفات
سے تین روز پیشتر تک آپ نماز جماعت پڑھایا کیے - ایک روز نصف شب کو
آپ اوس مقام پر تشریف لیگئے جہان بعض انصار دفن تھے اور اونکی قبرون
پر فاتحہ پڑھکر آپ بہت روئے اور اونکی مغفرت کی دعا مانگی - جبتک آپ بیمار
رہے مسجد نبی صلعم کے قریب حضرت عائشہ رض کے گھر مین آپ نے قیام فرمایا جبتک
قوت نے وفا کی نماز جماعت پڑھایا کیے آخر مرتبہ جو آپ مسجد مین تشریف لیگئے
تو آپ صلعم کے دو چچا زاد بھائی یعنے علی ابن ابیطالب اور فضل ابن عباس آپکا
ہاتھ پکڑ کر لیگئے - اوسوقت حاضرین مجلس نے ایک عجیب کریمانہ تبسم آپ کے
چہرے مبارک پر ملاحظہ کیا - آپ نے منبر پر تشریف لیجا کر اور حمد خدا بجا لاکر
حضار محفل سے خطاب کرکے فرمایا "اے مسلمانون - اگر مین نے تم مین سے
کسی شخص کا کچھ نقصان کیا ہے تو مین اوسکی جوابدہی کو موجود ہون - اگر مین کسیکا
قرضدار ہون تو جو کچھ میرے پاس ہے وہ اوسکا مال ہے - " اوسوقت

ان کاذبین کا پورا حال تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ مین لکھا ہے ۱۲ - مؤلف -

ایک شخص نے اوٹھکر عرض کیا یارسول اللہ میرے تین درہم آپ پر آتے ہیں
جو آپؐ نے فلان سائل کو دلوائے تھے - وہ درہم اوسکو فوراً دیدیے گئے اور
آپؐ نے فرمایا "وہ اس دنیا کی ذلت گوارا ہے عاقبت کی رسوائی گوارا نہیں ہے"
تب آنحضرتؐ نے حضار مجلس کے لیے دعاے خیر کی اور اون لوگون پر رحمت خدا
بھیجی جو دشمنان دین کے ہاتھ سے شہید ہوے تھے اور سب لوگون کو فرائض
دینی بجالانے اور صلح و آشتی اپنا شعار رکھنے کی تاکید فرمائی - اور کلام کو
ان آیات قرآن مجید پر ختم فرمایا "وہ اور زندگانی آخرت[1] ہم اون لوگون کو
بخشین گے جو اس دنیا مین بلند مرتبہ ہوتا نہین چاہتے ہین اور جو ظلم نہین
کرتے ہین تحقیق پرہیزگارون کا انجام بخیر ہوگا -"
اسوقت کے بعد پھر آنحضرتؐ کبھی نماز جماعت پڑھانے نہین تشریف لیگئے اب
آپؐ کی قوت بہت جلد زائل ہونے لگی اور ۱۲- ربیع الاول مطابق ۸- جون ۶۳۲ء
دوپہر کے وقت آپؐ نے چپکے سے کچھ دعا پڑھی اور روح مبارک خلد برین[2] کو پرواز کرگئی
مورخین عرب نے محمد ابن عبد اللہ کے اوصاف حمیدہ اور کمالات عقلی کو بڑے
فخر و مباہات سے بیان کیا ہے - بڑے آدمیون سے آپؐ اخلاق فرماتے تھے

---

[1] قرآن مجید سورہ ۲۸ - آیت ۸۳ - اور تاریخ ابن الاثیر صفحہ ۲۴۱ - اور تاریخ طبری صفحہ ۲۰۷ - جلد
ملاحظہ ہو - طبری اور ابن الاثیر دونون کا قول ہے کہ اس کلام کا آخری جزو آپؐ نے اون لوگون سے خطاب
کرکے فرمایا تھا جو عائشہ کے گھر مین آپؐ کے عیادت کو آتے تھے - ابن ہشام اور بعض دیگر مورخین اسلام
جنکی تقلید مورخین یورپ نے بھی کی ہے لکھا ہے کہ یہ تقریر آنحضرتؐ نے اوسوقت فرمائی تھی جبکہ آپؐ نماز جماعت
پڑھانے کے قابل نہ رہے تھے اور آپؐ نے حضرت ابوبکر کو نماز جماعت پڑھانے کے لیے بھیجا تھا ۱۲- مؤلف

[2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۰۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۲۴۲ - اور تاریخ ابو الفداء ۹۱ - اور تاریخ

کرسن ڈی پرسول جلد ۳ - صفحہ ۳۲ - ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف

اور غریبون سے حلم و فروتنی اور متکبرون سے بزرگانہ برتاؤ - یہی وجہ تھی کہ
سب لوگ آپؐ کا احترام کرتے تھے اور آپؐ کے مداح و رطب اللسان رہتے تھے -
آپؐ کے نیک نہادی اور دریادلی چہرۂ مبارک سے عیان تھی - گو آپؐ نبی امّی تھے
یعنے علوم رسمی سے ماہر نہ تھے مگر حقائق اشیاء اور اسرار کبریا سے خوب واقف
تھے خداوند عالم نے یہ کرامت آپؐ ہی سے مخصوص فرمائی تھی کہ عالم و جاہل دونون
پر آپؐ کے کلام اور صحبت کا اثر برابر ہوتا تھا - اور ساتھ ہی اسکے آپؐ کے چہرۂ مبارک
پر ایسا رعب و دبدبۂ شاہانہ تھا اور ایسے آثار عظمت و جلالت عیان تھے
کہ جو لوگ آپؐ سے مشرف ہوتے تھے خواہ مخواہ آپؐ کا احترام کرتے تھے
اور آپؐ سے محبت کرنے لگتے تھے -

دنیاداری کی باتون سے آپؐ بالکل ناواقف تھے مگر نہایت طبع رسا
اور ذہن عالی رکھتے تھے اور بڑے نازک خیال اور بلند پرواز اور باریک بین
تھے - اور آپؐ کو لوگ کہتے تھے کہ پردہ نشین عورتون سے بھی زیادہ حیا رکھتے ہین
اپنے خردون کا نہایت پاس و لحاظ فرماتے تھے اور اپنے پستہ قد اور بدقوارہ
غلام پر بھی کبھی خفا نہ ہوتے تھے گو اوسنے کیسا ہی قصور کیا ہو - چنانچہ انس ابن
مالکؓ کا قول ہے کہ مین دس برس رسول اللہ کی خدمت مین حاضر رہا مگر آپؐ نے
کبھی مجھے اُف تک نہین کہا - اپنے اہلبیتؓ سے آپؐ بہت محبت رکھتے تھے
ایک صاحبزادہ آپؐ کا اپنے انّا کے گھر مین جہان دھوان بہت ہو رہا تھا آپؐ کے
سینہ پر مر گیا اور وہ انّا ایک لہار کی بی بی تھی - آپؐ بچون کے عاشق زار تھے

لہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۰۶ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۲۴۴ و ۲۴۵ - اور تاریخ ابو الفدا
صفحہ ۱۰۰ - اور تاریخ کاسیز ڈی رسول جلد ۳ صفحہ ۲۲۲ - اور حاشیہ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

راہ مین بچون کو ٹھہرا کر اونکے رخسارون پر دست شفقت پھیرتے تھے۔ آپ نے
عمر بھر کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہین مارا۔ جب آپ کسی سے کلام کرتے تھے
تو سب سے بدتر کلمات جو آپ کی زبان مبارک سے نکلتے تھے یہ تھے کہ "وہ اسکو کیا
ہوگیا ہے خدا کرے اسکی پیشانی مٹی سے آلودہ ہوجاوے"۔ کسی شخص نے عرض
کیا کہ فلان شخص پر لعنت کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ "مین بندگان خدا پر لعنت
کرنے کو نہین مبعوث ہوا ہون بلکہ رحم کرنے کو آیا ہون۔"

"آپ بیمارون کی عیادت کو تشریف لیجاتے تھے اور جو جنازہ راہ مین ملتا تھا
اوسکی مشایعت فرماتے تھے اور غلام کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے اور اپنے کپڑے
اپنے ہاتھ سے سیتے تھے اور بکریون کا دودھ خود دوہتے تھے اور سارا کام اپنا خود کرتے
تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ کو دوسرے شخص کے ہاتھ سے کبھی پہلے نہین کھینچا اور
جبتک دوسرا شخص منھ نہ پھیر لیتا تھا آپ کبھی منھ نہ موڑتے تھے"۔ دوسری حدیث
مین وارد ہوا ہے کہ آپ صلعم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جری اور سب سے
زیادہ صادق القول تھے۔ اور سب سے زیادہ متدین محافظ اون لوگون کے
تھے جو آپ کے زیر حفاظت تھے اور سب سے زیادہ خوش تقریر اور سحر بیان تھے
جو لوگ آپ کو دیکھتے تھے فوراً آپ کا احترام کرتے تھے اور جو لوگ آپ کے قریب
آتے تھے آپ سے محبت کرنے لگتے تھے اور جو لوگ آپ کی کیفیت بیان کرتے تھے
یہی کہتے تھے کہ ہمنے آپ کا مثل و نظیر نہ کبھی دیکھا ہے نہ دیکھین گے۔ آپ
اکثر ساکت رہتے تھے اور جب بات کرتے تھے تو قوت اور متانت کے ساتھ

مؤلف ۔

... اور آپ کے قول کو کوئی کبھی نہ بھولتا تھا ،، اور شفقت اور صبر و تحمل

اور نفس کشی اور جود و سخا آپ کے محاسن اخلاق مین داخل تھا اور یہ اوصاف

حمیدہ سب کے دل کو آپ پر فریفتہ کر لیتے تھے - ماتم دارون اور غم زدون کے ساتھ

آپ نہایت شفقت و ہمدردی فرماتے تھے اور گرانی غلہ کے زمانہ مین بھی آپ اورون

کو اپنے کھانے مین شریک کر لیتے تھے - اور ہر شخص کی راحت و آرام کا آپ کو بہت

خیال رہتا تھا - آپ غربار و مساکین سے اُنس رکھتے تھے اور اونکی عزت کرتے تھے

اکثر وہ لوگ جو گھر بار نہ رکھتے تھے شب کو آکر اوس مسجد مین سوتے تھے جو آپ کے

بیت الشرف کے متصل تھے - آپ کا دستور تھا کہ ہر روز شام کو آپ اونمین سے

بعض غربار کو طلب فرما کر اپنے نان جوین مین شریک کر لیتے تھے - اور باقیماندہ غربار

صحابۂ کرام کے مہمان ہوتے تھے - جو آپ کے جانی دشمن تھے اونکی ساتھ بھی آپ

رفق و مدارا فرماتے تھے - البتہ جو لوگ سلطنت اسلام کے دشمن تھے اونپر آپ سختی بھی کرتے تھے مگر کیا کیا ذلتین اور اہانتین اور ظلم و ستم آپ پر ہوے اور کیسی کیسی سخت آزمائشین

آپ کی ہوئین جب ادبار دفع ہوا اور اقبال کا زمانہ آیا تو اون سب شدائد اور ظلمون کو

آپ نے اپنے دل سے بھلا دیا اور سب سے بدتر مجرم کے جرم کو بھی معاف کر دیا - ،،

لہ یہ احادیث ہمنے دوش صاحب کی رسالہ سے جو اونھون نے اسلام پر لکھا ہی اور جو اخبار کوارٹرلی ریویو نمبر ۲۲۸

مین چھپ گیا ہی نقل کیے ہین اور اسوجہ سے نقل کیے ہین کہ ان احادیث کو مصنف مذکور نے نہایت فصیح و بلیغ

عبارت مین لکھا ہی اور یہ بھی ہمکو بیان کرنا منظور تھا کہ اس مورخ کی راے آنحضرت کی باب مین کیا ہی کہ یہ اعاظم و

اجلاے محققین یورپ سے ہے - ان احادیث کی تصدیق بھی ہمنے کر لی ہے اور جن کتابون سے نقل کیے گئے ہین اونکا

حوالہ بھی جا بجا دیدیا ہی - تاریخ ابوالفدا صفحہ ۹۰ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۲ سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام

آپ کے عادات مین غایت درجہ سادگی تھی - آپ کے ماکول ومشروب اور لباس اور اثاث البیت مین مرتے دم تک وہ سادگی رہی جو اولیاء و انبیاء اور خاصان خدا کا شعار تھا - ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکثر اوقات بے طعام رہتے تھے اور چند دانہ خرما اور ایک کاسہ آب پر قناعت فرماتے تھے - آپ کی معاش ایسی قلیل تھی کہ مہینون گھر مین آگ نہ سلگتی تھی - چنانچہ مورخین اسلام کا قول ہے کہ خداوند عالم نے تمام خزائن دنیا کی کنجیان آپ کو عنایت کین مگر آپ نے اونکو نہ قبول کیا -

گیارھوان باب

اصول اولیہ دین اسلام کو کماحقہٗ سمجھنا اسپر موقوف ہے کہ لفظ اسلام کے معنی حقیقی بیان کیے جائین - کیونکہ علم دین جس چیز کا نام ہے اوسکے اہم مسائل اسی لفظ پر موقوف ومبنی ہین - پس واضح ہو کہ اسلام سلم سے مشتق ہے اور سلم کے پہلے معنے لغوی بے فکر ہونا - چین سے رہنا - اپنا فرض ادا کر دینا صلح کامل کی حالت مین رہنا ہے[۱] اور دوسرے معنی یہ ہین کہ اپنے تئین اوسکے سپرد کر دینا جسکے ساتھ صلح ہوئی ہے - اس سے جو اسم نکلا ہے اوسکے معنی صلح - خوشخبری - سلامتی - نجات ہین - اور اس لفظ کے معنی اصطلاحی خدا کی مرضی پر بالکل چھوڑ دینا ہے اور لفظ مسلم سے اصطلاحًا وہ شخص مراد ہے جو اپنی ذاتی قوت سے حق کا جویا اور طالب ہو - اصول اولیۂ اسلام کا محصل اور لب لباب سورۂ بقر کے ابتدائی آیات مین موجود ہے[۲]

ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون الصلوة ومما رزقناهم ينفقون والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالاخرة هم يوقنون اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون

[۱] قاموس دیکھیے ۱۲ - مؤلف [۲] قرآن مجید سورۂ بقر آیت ۱ - ۶ - ۱۲ - مؤلف -

اس کتاب مین کچھ شک نہین ہے - ہدایت ہی واسطے پرہیزگارون کے جو
بے دیکھے چیز کا یقین کرتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور خیرات دیتے ہین اوس چیز
سے جو ہمنے اونکو بخشی ہے - اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہین اوس چیز پر جو تجھپر
نازل کی گئی ہے اور اوس چیز پر جو تیرے پیشتر نازل کیگئی تھی اور جو روز قیامت
کا یقین کرتے ہین بتحقیق کہ وہ رستگار ہین " پس تمام سلسلۂ قوانین اسلامیہ
ان اصول ضروریہ پر مبنی ہے -

(۱) اعتقاد کرنا توحید باری تعالے کا اور اوسکے مجرّد عن المادہ اور قوی و
قادر اور رحمٰن و رحیم اور رزاق ہونے کا -

(۲) بندگان خدا سے نیکی کرنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا -

(۳) نفس امارہ یعنے خواہشہاے نفسانی کو مغلوب رکھنا -

(۴) خداوند عالم کے نعمات متکاثرہ کا شکر بخضوع و خشوع بجالانا -

(۵) اپنے اعمال و افعال کا عاقبت مین ذمہ دار اور جواب دہ ہونا -

قرآن مجید مین خداوند عالم کی قدرت اور لطف کے مضامین لطیف و عالی
کو کس خوبی سے بیان کیا ہے جسکا عدیل و نظیر نہین ہے - سب سے زیادہ
فصیح و بلیغ اور ولولہ انگیز وہ آیات ہین جنمین توحید باری تعالے اور جسم و جسمانیت
اوسکا بری ہونا اور احکم الحاکمین اور ارحم الرّاحمین ہونا بیان کیا گیا ہے یہ آیات
روحانیت اور نور عرفان سے مملو و مشحون ہین - مگر انمین ادلۂ حکمیّہ و منطقیّہ
کا کہین نام و نشان بھی نہین ہے بلکہ فقط حس قلبی اور ادراک باطنی اور
وجدان سلیم کا حوالہ دیا ہے -

زمانہ مین عرب مین رائج تھے فائدہ سے خالی نہوگا تاکہ بخوبی واضح ولایح ہوجائے
کہ پیغمبر اسلام نے جو کچھ حقیقت اور صفات باری تعالے کے باب مین فرمایا ہی
اوسمین اور دیگر بانیان مذاہب کے اقوال مین کیا فرق ہے -

پس واضح ہو کہ مشرکین عرب مین الوہیت کا اعتقاد ہر شخص یا ہر قبیلہ کی
تہذیب و شائستگی کے اعتبار سے مختلف تھا - بعض لوگ عجائب مخلوقات کو
خدا جانتے تھے اور بعض نرے بت پرست ہی تھے اپنے آسے اور لکڑی اور پتھر کے
تیلون کی پرستش کرتے تھے - بعض آخرت کا اعتقاد رکھتے تھے اور بعض یہی نجانتے
تھے کہ عقبیٰ کیا چیز ہے - اہل شام اور اہل فلیٹیہ کیطرح مشرکین عرب بھی درختون
کو پوجتے تھے اور درختون سے اخبار غیب پوچھتے تھے اور اونکے تنخانون کے
خدام عورتین ہوتی تھیں - فحش آمیز پرستش بھی اونمین رائج تھی (جیسا بعض ہنود
مہادیو کا لنگ پوجتے ہین) اور اجرام فلکیہ کیطرح قوی طبیعیہ کی تصویرین بھی پتھر
اور لکڑی کی بنا بنا کر اونکو پوجتے تھے - مگر اوس زمانہ مین بھی اعراب صحرائی کا یہ
خیال اسکا رہتا تھا کہ ایک دست غیب اون طوفانہائے عظیم کو ہنکاتا ہے جو
بڑے بڑے وسیع قطعات زمین کو بہا لیجاتے ہین یا کوئی دست غیب اون اغوال
بیابانی کو بناتا ہے جو صحرا مین مسافرون کو بہکا کر ہلاک کرتے ہین - مگر ان سب
چیزون سے بہتر و برتر وہ ایک خدا کو جانتے تھے اور اوسکو رب العالمین سمجھتے تھے
گو اونکا یہ اعتقاد نہایت مبہم اور ضعیف[1] تھا

غالباً اس اعتقاد مین مشرکین کے معین یہود ہوے ہون کیونکہ عموماً مورخین
کے نزدیک توحید کا اعتقاد اگر باقی رہا تھا تو یہود مین باقی رہگیا تھا - مگر یہود کے

---

[1] شہرستانی کے ملل نحل اور تاریخ کاسن گری پرسول صفحہ ۲۲۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

افعال سے خود ثابت ہو لیا کہ کیا انقلاب عظیم اوس قوم کے خیالات مین واقع
ہوتا ہے جسکے عقائد مذہبی مین عقل اور نقل دونوکو دخل نہین ہوتا۔ یہود متواتر
انقلابات کی وجہ سے باوقات مختلفہ عرب مین چلے آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب مختلف
گروہ یہود کے جلاء وطن گوارا کرکے عرب مین آکر عافیت گزین ہوئے اور اوس ملک
مین بستیان بسائین تو اونکے خیالات مین بھی اختلاف عظیم ہوگا۔ اور جن[1] لوگون کو
اہل بابل نے مارکر نکالدیا تھا اونکے اعتقادات مین باری تعالے کا بہ شکل انسان
مجسم ہونا یا خواہشہاے نفسانی بشری رکھنا زیادہ تر داخل ہوگا بہ نسبت اون لوگون کے
خیالات کے جنکو وسپیشین یا ٹریجن یا ہیڈریَن[2] قیصران روم نے بھگا دیا تھا
بنی اسرائیل کے خواص طبعی کچھ ایسے تھے کہ جس زمانہ مین انبیاء و مرسلین اونکی تنبیہ[3] کو
موجود تھے اور جب وہ اپنے وطن[4] اصلی مین تھے تب بھی وہ کئی بار مرتد ہوگئے تھے اور
بت پرستی اختیار کی تھی پس ایسے لوگون سے کیونکر توقع ہو سکتی ہے کہ مشرکین عرب کی
بت پرستی نے اونپر اثر نہ کیا ہوگا۔ البتہ ابراہیمؑ کے خدا کا اعتقاد وہ رکھتے تھے مگر اوس خدا مین
ایک قسم کی مادّیت بھی شریک کردی تھی۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اونہون نے ایک تصویر حجری
حضرت ابراہیمؑ کی اور قربانی کے دنبہ کی بناکر عین کعبہ[5] مین رکھے تھے۔
سب کے بعد جو یہود عرب مین آکر بسے اونمین فرقہ شمعی کے لوگ بکثرت تھے۔
ان لوگون نے شریعت موسوئؑ کی پابندی کو بت پرستی کی حد تک پہونچا دیا تھا اور انکی

[1] یعنے یہود ۱۲۔ مترجم [2] یہ تینون قیصر رومتہ الکبرے کے بادشاہ تھے اور بت پرست تھے اور عیسائیون
پر انھون نے بڑے بڑے ظلم کیے اور بڑی بڑی اذیتین پہونچائین جسکی کیفیت دیکھنے سے عبرت ہوتی
ہے ۱۲۔ مترجم [3] یعنے یہودیہ یا کنعان یا فلسطین ۱۲۔ مترجم [4] مولوی سید احمد خان صاحب کی
الخطبات الاحمدیہ [illegible]

احبار اور ربانیین گویا الوہیت کا دعوی کرنے لگے تھے - ان علماے یہود کو یہ یقین تھا کہ اولیاء امت اور حافظ تورات و احادیث موسوی ہمین ہین - اور حضرت موسیٰ کی امت مین ائینہ شریعت نما ہمین ہین اور ہمارا ہی طرز معاشرت شریعت موسوی کے بالکل موافق ہے - اور اس امت کی جان و روح اور مایہ و لبساط ہمیں ہین اور عوام کے زعم ناقص مین بڑے خدا رسیدہ اور غیب دان تھے - فی الواقع یہ علماء یہود اپنے تئین مقربان خدا اور خاصان کبریا سمجھتے تھے اور اونکے پیروان خاص بھی اونکو ایسا ہی جانتے تھے - چنانچہ یوسفس مورخ یہود لکھتا ہے کہ یہودی حضرت موسیٰ کا احترام اسقدر کرتے ہین کہ خدا کے بعد بس اونھین کو مانتے ہین - مگر پادشاہان کیانی کے عہد سلطنت مین یہ احترام اونھون نے حضرت موسیٰ سے سلب کر کے عزرا نبی کیطرف منتقل کر دیا اور اونکو اپنی قوم کا مصلح اور شریعت موسوی کا محیی یعنے زندہ کرنے والا سمجھنے لگے -

قطع نظر اسکے عوام یہود نے غالباً طرافیم کی عبادت کبھی نہین ترک کی اور طرافیم ایک قسم کا دیوتا بہ شکل انسان تھا جس سے وہ تمام اوقات مین تفاول اور استخارہ کرتے تھے اور جسکو شاید وہ اپنا حافظ و نگہبان بھی سمجھتے تھے - اس دیوتا کی پرستش مشرکین عرب کی مخالفت سے اور زیادہ مضبوط ہو گئی تھے -

مگر عیسائیون کا ہادی و رہنما اس سے بہتر و برتر تھا - نبی ناصری کے احکام و ہدایات اونکے پاس موجود تھے - پس چاہیے تھا کہ اونکا اعتقاد باری تعالے

---

[1] قرآن مجید مین اسی کی طرف اشارہ ہے اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله - مترجم [2] ڈوانیر صاحب کی تاریخ مشرکین و یہود جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] یوسفس کی تاریخ یہود جلد ۱۷ صفحہ [illegible] ... [4] تورت کتاب القضات باب ۱۷ ...

... میں ... اور پاک و پاکیزہ ہوتا۔ لیکن حضرت عیسیٰ کو چھ سو برس
گذر چکے تھے اور اس عرصہ مین ایسے ایسے افسانے اور حکایات گڑھ لیے گئے
جو خود حضرت مسیح ؑ کے کلام کی مخالف تھے اور جنسے وہ حضرت نہ صرف مظہر کبریا
بلکہ شریک الوہیت و کبریائی قرار دیے گئے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کالانعام
نے جب فیثا غورث اور افلاطون اور دیگر فلاسفہ یونان اور علمار یہود کے اقوال
کو حضرت عیسیٰؑ کے احکام کے ساتھ مخلوط دیکھا اور اس عجیب و غریب مسئلہ تثلیث
کی فہم و ادراک سے قاصر ہوے تو اونھون نے حضرت مسیح اور حوارئین کے تبرکات
کی پرستش شروع کردی اور مادر عیسیٰؑ کی تصویر[1] کو گوٹے کے کپڑے پہنا کر پوجنے لگے۔ مگر
صرف نصاریٰ عرب ہی کی عقل اس تثلیث مین خبط نہین ہوگئی تھی بلکہ جب قسطنطین قیصر کے
عہد مین سرآمد علمائے نصاریٰ کی مجلس بمقام نیس پر منعقد ہوئی اور مسئلہ تثلیث مین
کئی روز تک نہایت شدید و غلیظ مباحثہ و مطارحہ رہا اور حضرت عیسیٰؑ کی ماہیت مشخص
و معین کردی گئی تو بعض حضرات پادرئین اوسوقت ایسے بھی تھے جنکی یہ راے قرار
پائی کہ خدا کے علاوہ جو باپ ہے اور دو خدا بھی ہین یعنے مسیح ؑ اور مریم ؑ۔

---

[1] فرقہ کالرڈین حضرت مریم کو خدا کا قائم مقام گردانکر اونکی پرستش کرنے لگے اور ایک قسم کی شیرمال اونپر نذر چڑھاتے تھے
سیل صاحب کی تمہید ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۳۵ – اور گبن صاحب کی تاریخ جلد ا صفحہ ۲–۴ – ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2]
موشیم صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ا صفحہ ۴۳۲ – مین لکھا ہے کہ فرقہ رومن کیتھولک یعنی نصاریٰ قدیم ابتک مادر عیسیٰ
کو تتمہ ماہیت تثلیث سمجھتے ہین – اور ہالیم صاحب کی تاریخ انگلستان باب ۲ صفحہ ۷۸ – بھی ملاحظہ ہو – متن کی عبارت سے
ظاہر ہے کہ علمار نصاریٰ کا یہ قول کچھ بھی سچا ہے کہ اسلام مین جتنی باتین اچھی ہین وہ سب یہود و نصاریٰ کے مذہب سے
اخذ کرلی ہین – چنانچہ ڈرشیح صاحب مورخ فرماتے ہین کہ اب یہ دستور ہوگیا ہے کہ جو بات اسلام مین اچھی ہے اوسکو دین مسیحی
کیطرف منسوب کردیتے ہین – مگر ہمارے نزدیک یہ قول متعصبین نصاریٰ کا اون نتائج کے خلاف ہے جو بعد تحقیق و تنقید متقدمین
و متاخرین کے اقوال سے نکالے گئے ہین – اسواسطے کہ پیغمبر اسلام کے زمانہ مین جو حال دین مسیحی کا عرب مین تھا وہ ناگفتہ بہ ہے
چنانچہ ایک عالم کا قول ہے کہ عرب مین ...

آنحضرتؐ کی کوشش مرتے دم تک یہی رہی کہ ان واہیات و خرافات باتون کو
دفع کرین جنکا ذکر سابق مین کیا گیا - اوس صداے حقانی سے جو خداوند عالم کے ساتھ
تقرب کامل سے پیدا ہوئی تھے آنحضرتؐ نے ایک جانب بت پرستان عرب سے اور
دوسری جانب یہود و نصاری سے جو اپنی اصلی دین سے گمراہ ہو گئے تھے خطاب فرمائے
ایسی فصیح و بلیغ تقریر فرمائی کہ آپؐ کو افصح العرب سچ کہا ہے مگر کسی تقریر مین آپؐ نے
کوئی امر کبھی خلاف عقل نہین بیان فرمایا بلکہ یہود و نصاری کے اعتقادات کی
خرافت و سخافت ثابت کرکے اونکو شرمندہ و سرنگون کر دیا - وہ رسول جلیل
جسنے باری تعالی کی توحید کو دنیا کے پردہ پر قائم کیا صفحہ تاریخ پر عجب شان سے
نظر آتا ہے کہ مشرکین کو توحید کا راستہ بتا رہا ہے اور انسان ضعیف البنیان
نے جو خالق عالم و عالمیان کے ساتھ اور چیزون کو شریک گردانکر ترقی معکوس
کی تھی کس شان و شوکت سے اوس سے لڑ رہا ہے

اکثر آیات قرآن مجید مین کس جوش و ولولہ سے توحید باری تعالے کو ثابت اور
تثلیث کو رد کیا ہے - انھین سے چند آیات تمثیلاً نقل کیے جاتے ہین -

والٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم ان في خلق السموات والارض و
اختلاف الليل والنهار والفلك التي تجري في البحر بما ينفع الناس وما انزل
الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل

[1] اصل اصول دین مسیحی کا حضرت عیسیٰؑ کا شریک الوہیت اور ابن اللہ ہونا ہے - اس مہمل و مزخرف عقیدہ
کی تردید جو آنحضرتؐ نے اس شد و مد سے کی ہے تو آپؐ کو یہ تنقیح کرنا کچھ ضرور نہ تھا کہ آیا خدا اور انسان کے درمیان
کسی تیسرے شخص کے واسطہ ہونے کی ضرورت ہے یا نہین ہے اور وہ تیسرا شخص اقنوم ہے یا کلمہ ہے - یہ کلمہ ایک عجیب مجہول
مجہول الحقیقت چیز ہے بلکہ مجموعہ اضداد ہے یعنے بشریت اور الوہیت اور افسانہ و درایت یہ سب اضداد اسمین جمع کر دیے

فی البحر وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایات لقوم یعقلون ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ ولو یری الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعا وان اللہ شدید العذاب

ان آیات سے کیسی ہمدردی اون گمراہوں کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے پھر یہ آیات ملاحظہ کیجئے۔ ھو الذی یریکم البرق خوفا وطمعا وینشئ السحاب الثقال ویسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال لہ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشئ الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وما ھو ببالغہ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرھا وظلالھم بالغدو والاصال قران مجید سورہ رعد خلق السموات والارض تعالی عما یشرکون خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین و الانعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تاکلون ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس ان ربکم لرؤف رحیم وسخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلک لایات لقوم یذکرون وھو الذی سخر البحر وتری الفلک مواخر فیہ لتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ان اللہ لغفور رحیم واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات

الغرض - اس کتاب مقدس مین اکثر آیات ایسے ہین جن مین بت پرستون کے اعتقادات
کی سخافت وخرافت کو انسان کے ادراک باطنی اور حسّ قلبی پر اور اوس قوت مدرکہ
پر جو خیر وشر مین تمیز کرتی ہے مُحَوّل کر کے ثابت کیا ہی - کوئی آیت کلام مجید مین
ایسی نہین ہے جسمین باری تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ اور توحید کو نہایت
جوش وخروش کے ساتھ نہ بیان کیا ہو - اور بعض مقامات پر یہود ونصاری کو
اون رسوم باطلہ اور اعمال قبیحہ کی وجہ سے جو برخلاف احکام انبیائی پیغمبرون کے
وہ عمل مین لاتے تھے زجر وتوبیخ کی ہے - وہ حرارت اور جوش مذہبی جو شعیاہ
اور یرمیاہ نبی کے دلمین پیدا ہوا تھا اوسنے بمراتب بہتر اور بزرگتر پیغمبر کی قلب
مین دوبارہ اشتعل ہوا - پیغمبر آخرالزمانؐ نے تخویف وتنذیر کی ہے اور
انسان کی خباثت وشقاوت پر جزع وفزع کیا ہے مگر ساتھی اسکے انسان کو حیات
ابدی اور راحت جاودانی کی امید بھی دلائی ہے -

قرآن مجید مین یہود کو سخت ملامت کی ہے کہ جھوٹے معبودون اور بتون کی
پرستش کرتے ہین یعنی طرافیم کو پوجتے ہین جسکا ذکر سابق مین کیا گیا اور عزرا نبی
کی تعظیم اور احترام مین بہت مبالغہ کرتے ہین - اور نصاری کو بھی ملامت کی ہی
کہ حضرت عیسیٰؑ اور اونکی والدہ کی پرستش کرتے ہین - آیات ذیل اس باب مین تمثیلاً
نقل کیے جاتے ہین - الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب یؤمنون بالجبت
والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین امنوا سبیلاً[1]
وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ ذلک
قولھم بافواھھم

[1] قرآن مجید سورہ النساء آیت ۵۴ - ۱۲ مؤلف

ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحداً لا الٰہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون[1] وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ و احبّاءہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء و للہ ملک السموات والارض وما بینھما والیہ المصیر[2] ودّ کثیر من اھل الکتاب لو یردّونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدًا من عند انفسھم من بعد ما تبیّن لھم الحق فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ علی کل شئ قدیر وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصاریٰ تلک امانیّھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون[3] یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ فامنوا باللہ ورسلہ ولا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرًا لکم انما اللہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد لہ ما فی السموات وما فی الارض وکفی باللہ وکیلًا لن یستنکف المسیح ان یکون عبدًا للہ ولا الملائکۃ المقربون[4]

آیات ذیل سے ظاہر ہے

کہ ایسے مذہبی اعتقادات کسقدر قبیح سمجھے جاتے تھے۔

---

[1] قرآن مجید سورۃ التوبہ آیت ۳۰-۳۲-

[2] قرآن مجید سورۃ المائدہ آیت ۲۱-

[3] قرآن مجید سورۃ البقر آیت ۱۰۳-۱۰۵- [4] قرآن مجید سورۃ النساء آیت ۱۶۹ و ۱۷۰-

وقالوا اتخذ الرحمن ولدًا لقد جئتم شیئًا اداً تکاد السموات
یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا ان دعوا
للرحمن ولدًا وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدًا ان کل من السموات
والارض الا اتی الرحمن عبدًا لقد احصٰنھم وعدّھم
عدًّا قرآن مجید سورہ مریم آیت ۹۱-۹۴- مگر اوس
ناصح امین نے جسکو الہام ہوتا تھا نیک اور بد مین تمیز کی ہے کیونکہ جس کام
پر وہ بھیجا گیا تھا وہ اظہار و اعلان حق تھا پس اوسکو لازم تھا کہ سب
بندگان خدا کے باب مین کلمہ حق زبان پر لائے- چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آیات
ذیل مین بعض اہل کتاب کی تعریف بھی کی ہے- لیسوا[۵۱] سواء من اھل
الکتاب امۃ قائمۃ یتلون ایات اللہ اٰناء اللیل وھم یسجدون
یؤمنون باللہ والیوم الاخر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر
و یسارعون فی الخیرات واولٰئک من الصلحین غرضکہ اور مضامین عالیہ کہ جنسے قرآن مجید
مملو ومشحون ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر جہان جہان کیا ہے نہایت کی تعلی اور
بلند پروازی کی ہے- چنانچہ لفظ الرحمن کہ باری تعالیٰ کے اسماء ذات مین سے ہے
اور اکثر ادعیہ مین مستعمل ہوا ہے ایسا پر معنی لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
خدا کی رحمت کا اعتقاد انسان کے رگ و پے مین سرایت کر گیا ہے- آیات ذیل تمثیلاً

عرض کیے جاتے ہین- وللہ ما فی السموات وما فی الارض یغفر لمن یشاء
و یعذب من یشاء واللہ غفور رحیم الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو
شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا وھو الذی

[۵۱] قرآن مجید سورہ آل عمران آیت ۱۰۹-۱۱۰-

لکم اللیل والنهار لتسکنوا فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون له ما فی السموات وما فی الارض وهو العلی العظیم تکاد السموات یتفطرن من فوقهن و الملائکة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض و الله هو الغفور الرحیم

بارھوان باب

آنحضرت نے بعض فرائض کو ادا کرنا دین اسلام مین اسلیے واجب کر دیا کہ اس امت مرحومہ کو اپنے دین کا دل سے پاس و لحاظ رہی جو اور امتون مین اکثر نہین پایا جاتا - پس فرائض ضروریہ اسلام جنکو فروع دین بھی کہتے ہین یہ ہین

(۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکات (۴) حج بیت اللہ -

انسان کو ایک ادراک قلبی اس امر کا ہوتا ہی کہ ایک خالق زمین و آسمان ہے جو قادر مطلق اور حاضر و ناظر ہے اور جسکی قدرت کاملہ کل اشیا مین طاری و ساری ہے - اور یہ بھی وہ جانتا ہی کہ مین اس عالم کون و فساد کے انقلابات مین ہمیشہ مجبور و معذور ہون - اور یہ بھی اوسکو خیال ہے کہ خداوند عالم نے کیسی کیسی نعمتین مجھے عطا فرمائی ہین - پس ان سب خیالات سے جب اوسکا دل بھر آتا ہی تو وہ اپنے جوش و خروش قلبی کا اظہار حمد و ستایش یا توبہ و انابت کے ساتھ اوس وحدہ لاشریک لہ سے کرتا ہی جو عالم الغیب اور رحمن و رحیم ہے - نماز یا دعا صرف اظہار اوس جوش و خروش کا ہی جو انسان کے دل مین ہوتا ہی مگر یہ سارا جوش و خروش تکمیل و تصفیہ نفس سے پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہی کہ

جب وحشی آدمی اپنے دیوتا سے کوئی التجا کرتا ہے اور وہ التجا نہین قبول ہوتی
تو وہ اوس بت کو سزا دینے پر آمادہ ہوتا ہے - تمام مذاہب وادیان نے جنمین
کچھ ترتیب وانتظام کو دخل ہے دعا کی تاثیر کو تسلیم کرلیا ہے چاہے کسی صورت
اور کسی شکل سے دعا کیجاے - بعض ادعیہ مین مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات
زیادہ ہوتی ہے اور اخلاقی مضامین کم ہوتے ہین اور بعض ادعیہ مین کوئی خلاقی
مضمون بالکل نہین ہوتا -

پیروان زردشت یعنی مجوس اور صابئین یعنے ستارہ پرست ہروقت دعا مین
سرشار رہتے تھے - مجوس کا یہ حال تھا کہ جب چھینکتے تھے دعا پڑھتے تھے اور جب
ناخن کاٹتے تھے اوسوقت بھی دعا پڑھتے تھے اور کھانا کھانے اور چراغ جلانے
کے وقت اور اور اوقات مین بھی شب وروز دعا پڑھا کرتے تھے - اور پہلے
ہرمز سے دعا مانگتے تھے بعد اوسکے نہ صرف زمین و آسمان اور عناصر اربعہ اور
کواکب سے دعا مانگتے تھے بلکہ درختون سے علی الخصوص ہُوم درخت سے جسکو
ہنود سُوم کہتے ہین اور جانورون سے بھی مناجات کرتے تھے اور اکثر بارہ بارہ ہزار[۱۲۰۰]
مرتبہ منتر یا اشلوک یا تسبیح پڑھتے[لہ] تھے - اگرچہ بعض ان ادعیہ مین خالص اخلاقی
مضمون بھی ہوتا تھا مگر وہ عوام الناس کے ذہن سے نکل جاتا تھا - اور کہین
کہین جو تقوی وطہارت پایا جاتا تھا تو صرف علماء دین مین پایا جاتا تھا لکن
علماء دین کو ایک خاص قسم کا تقدس ایسا حاصل تھا کہ عوام الناس اونسے مستفید

لہ ڈالنجر صاحب کی تاریخ مشرکین ویہود جلد ا صفحہ ۳۹۰ - مین لکھا ہے کہ آتش پرستون کی مذہبی
کتاب زندا وستا مین ہزارہا دعائین اور بھجن اور مناجاتین ہزارہا دیوتاؤن سے کیے ہین جنمین ہرمز سب کا سردار ہے
فی الواقع زندا وستا ایک دعاؤن کی کتاب ہے - کلارک صاحب کی تاریخ جسمین دنیا کے بڑے بڑے راہبون کے حالات

کلمۃ الحق صفحہ ۱۸۶ - اور ۲۰۲ - ملاحظہ ہو ۱۱ - مؤلف

دستفیض نہ ہو سکتے تھے اور عمدہ ترین لذات روحانی یعنے عبادت وغیرہ سے
محروم وناکام رہتے تھے - مجوس مین دو قسم کی عبادت جاری تھی یا یہ کہیے کہ دو
طریقون سے وہ اپنے معبودون کو پہچانتے تھے - ایک طریقہ عبادت مخفی کا تھا
جو صرف علماء دین سے مخصوص تھا اور دوسرا طریقہ مشہور تھا اور صرف اسی
طریقہ عبادت مین عوام الناس شریک ہو سکتے تھے -

شریعت موسوی مین احکام نماز نہین تھے - صرف اوسوقت ایک خاص دعا
پڑھی جاتی تھی جسوقت علماء دین کو عُشر یعنے مال کا دسوان حصہ دیا جاتا تھا اور
جسوقت پلوٹھی کے لڑکے کو ہیکل مقدس مین لاکر نذر دیتے تھے اوسوقت اوس
لڑکے کا باپ تمام احکام شرعی کو بجالاکر یہواہ یعنے اللہ سے دعا مانگتا تھا کہ
اس اسرائیلی لڑکے کو ویسی ہی برکت دے جیسے تونے اسکے اباء واجداد پر برکت
نازل کی تھی - لیکن جب یہود اور اونکے علماء کا اعتقاد باری تعالےٰ کی نسبت
زیادہ تر معقول اور پاک و پاکیزہ ہو گیا اور خداوند عالم کے شکل بہ شکل انسان
ہونے کا عقیدہ فاسدہ دفع ہونے لگا تب نماز یا دعا کی حقیقت واقعی اونکی سمجھ
مین آنے لگی کہ نماز انسان کے لیئے وسیلۂ تقرب درگاہ الٰہی ہے - مگر چونکہ
شریعت موسوی مین کوئی خاص قاعدہ نماز کا مقرر نہ تھا لہٰذا روایت اور رواج
مدار رہا اور بقول ڈالنجر صاحب مورخ کے یہود بھی ایک نماز گذار قوم ہو گئی
اور ہر روز تین گھنٹے عبادت خدا کے قرار دیے گئے یعنے نو بجے اور بارہ بجے اور
تین بجے - مگر چونکہ نماز مین مجتہدین کی ضرورت ہوتی تھی اور اسکا علم قطعی نہ تھا
کہ خود شارع یعنے حضرت موسیٰ کیونکر نماز پڑھتے تھے لہٰذا اکثر اوقات یہود کی نماز

صرف ایک مصنوعی فعل ہوتا تھا۔ حضرت عیسٰی کے زمانہ میں یہود میں دعا تعویذ کا بہت چرچا تھا اور قرآن مجید میں اونکو سخت ملامت کی ہے کہ وہ خدا کی آیتوں کو بیچتے ہیں[1]۔

حضرت عیسٰی کے احکام چونکہ اوس دین کے مظہر تھے جسکی تکمیل حضرت موسے کے بہت مدت بعد ہولی تھی لہذا اون احکام سے سچی حقیقت نماز کی ظاہر ہوئی۔ اور خود حضرت مسیح کی نماز پڑھنے سے یہ فعل اونکی امت میں خیر العمل ہوگیا۔ اور حواریین نے اپنے پیغمبر کی تقلید کرکے عبادت خدا اور تسبیح و تہلیل کی تاکید شدید کی۔ مگر چونکہ نصاری میں کوئی محدود و معین قاعدہ نماز کا نہ تھا جسکی پابندی وہ کرتے لہذا چند مدت کے بعد عبادت خدا کا معاملہ بالکل عوام الناس کی رائے پر موقوف ہوگیا اور پادریوں کے اختیار میں رہا جنھوں نے نماز کی تعداد اور مدت اور الفاظ وغیرہ مقرر کرنا اپنی ہی فرقہ پر منحصر کردیا۔ اسیوجہ سے دعاؤن کی کتابیں تصنیف ہوئیں اور قسیسین کی کمیٹیاں اور مجلسیں منعقد ہوئیں تاکہ اصول دین اور ارکان ایمان کو مقرر کریں۔ اور اسیوجہ سے راہبوں نے عجیب پر تکلف طریقہ عبادت کا نکالا اور کنائس اور گرجوں میں ہفتہ وار نماز قرار دیگئی یعنے چھ روز کی غذاے روحانی نہ ملنے کے مکافات صرف ایک روز کی نماز سے کی گئی۔ اور اسیوجہ سے گرجا کا مجاور جو پہلے صرف ایک خادم کلیسا تھا اب اپنے تئین امام زمان اور حضرت مسیح کا خلیفہ سمجھنے لگا۔

---

[1] یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعہدی اوف بعہدکم وایای فارھبون ۝ وامنوا بما انزلت مصدقا لما معکم ولا تکونوا اول کافر بہ ولا تشتروا بآیاتی

الغرض یہ سب خرابیان انتہی کے درجہ کو پہونچ چلی تھین کہ ساتوین صدی
عیسوی مین رسول عربی نے ایک مہذب و معقول مذہب تلقین کرنا شروع کیا۔
آنحضرتؐ نے نماز پنجگانہ کا طریقہ اسلیئے جاری کیا کہ آپؐ خوب جانتے تھے کہ انسان
کی روح حق سبحانہ تعالےٰ کا حمد و ستائش کرنے کے کیسے مشتاق رہتی تھی اور نماز
کی اوقات مقرر کر دینے سے آپؐ نے ایک ایسا مضبوط و مستحکم قاعدہ نماز گذاری کا
معین کر دیا کہ نماز کے وقت انسان کا دل عالم روحانی سے عالم مادی کی طرف
ہرگز متوجہ نہین ہو سکتا۔ جو صورت اور ترکیب آپ نے نماز کی اپنے قول اور
فعل سے مقرر کر دی ہی اوسمین یہ خوبی ہی کہ اہل اسلام اون خرابیون سے محفوظ
رہے ہین جو اوس لڑائی جھگڑے سے پیدا ہوتی تھین جو عیسائیون مین نماز
کی ترکیب پر ہمیشہ ہوا کرتے تھے اور پھر ہر مسلمان کو بہت بڑی گنجائش باقی رہی ہے
کہ بکمال خضوع و خشوع عبادت خدا مین مصروف ہو۔

نماز کی فضیلت باین حیثیت کہ وہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کا ذریعہ ہی
قرآن مجید کی آیت ذیل مین صاف صاف بیان کر دیگئی ہے۔

"پڑھ تو اوس چیز کو جو اس کتاب مین تجہپر وحی کیگئی ہے اور برپا کر نماز کو
تحقیق کہ نماز گناہون اور مکروہ باتون سے بچاتی ہے البتہ خدا کو یاد کرنا بہت
عمدہ کام ہے[1]"

اون مناجاتون سے جو خود آنحضرتؐ پڑھا کرتے تھے احکام و شرایع اسلام کی خلاقی
پہلو ظاہر ہے۔ اونمین سے ایک مناجات مشکات شریف کتاب - باب - جزء ۲ و ۳ مین لکھی ہے

[1] اتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر
ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون سورۂ عنکبوت آیت ۴۴۔

ایک انگریز مورخ لکھتا ہی کہ "فضائل اسلام مین سے ایک فضیلت یہ ہی کہ اسلام کے
معابد ہاتھ سے نہین بنائے جاتے اور خدا کی خدائی مین ہر مقام پر اوسکی عبادت
ہوسکتی ہی - اینما تولوا فثم وجہ اللہ جس مقام پر خدا کی عبادت کیجاے وہی مقام مقدس
ہی اور اوسیکو مسجد سمجھ لیجئے - مسلمان چاہے سفر مین ہو چاہے حضر مین جب نماز کا وقت
آتا ہی چند مختصر اور پرجوش فقرات مین اپنے خالق سے اپنے دل کا حال عرض
کرلیتا ہی - اوسکی نماز اتنی طولانی نہین ہوتی کہ اوسکا جی گھبرا جاے اور نماز مین
جو کچھ وہ پڑھتا ہی اوسکا مضمون ہمیشہ یہ ہوتا ہی کہ اپنی عجز وخاکساری کا اظہار اور
خداوند عالم کی عظمت وجلال کا اقرار اور اوسکے فضل ورحمت پر توکل - عیسائی کیا جانین
کہ اسلام مین عبادت خدا کا مزا کیسا کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہی - حدیث وہ چیز ہی جسمین
مسلمانون کے گذشتہ حالات راست راست لکھے ہوے ہین اور جسکی صحت کی گواہی صدہا
رواۃ ثقات نے دی ہے - چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہوا ہی کہ رسول اللہ نماز
مین خوف خدا سے کیسا زار وقطار رویا کرتے تھے اور آپکے چچازاد بھائی اور داماد
عبادت خدا مین ہمہ تن ایسے غرق ہوگئے کہ اونکے بدن سے حس جاتا رہا اور تیر مسموم
اونکے پاے مبارک سے نکالا گیا اور اونکو ذرا بھی خبر نہوئی -

گو نماز کی صحت بعض رسوم واعمال ظاہری کے بجالانے پر موقوف ہی مگر امام غزالی
نے مستطرف مین کیا خوب لکھا ہی کہ عالم مافی الضمائر انسان کی نیت اور رجوع قلب
دیکھتا ہی - جیسا کہ قرآن مجید مین لکھا ہی کہ "گوشت وخون تمہاری قربانی کا خدا کے
نزدیک مقبول نہین ہی - پھر دوسری جگہ فرمایا ہی کہ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق و

۱؎ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی بغاوت المسلمین صفحہ ۱۷۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ ۲؎ لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن
ینالہ التقوی منکم کذلک سخرها لکم لتکبروا اللہ علی ما ہدىکم وبشر المحسنین

حب ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة
واتی الزکوٰة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصابرین فی البأساء والضراء وحین
البأس اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون سورہ بقر آیت ۱۷۷
عیسائیون مین اصطباغ کا رسم ہمیشہ سے چلا آتا ہی اور یہود اور قدیم مصریون مین
بھی بدن کو پانی سے طاہر کرنا مقدمہ ضروری عبادت اور دیگر اعمال مذہبی کا
سمجھا جاتا تھا بلکہ یورپ اور ایشیا دونون اقلیمون مین مشرکین اور بت پرست
بھی طہارت بدن کو جزء عبادت جانتے تھے پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام قوم
و مذاہب مین طہارت ظاہری مقدمہ ضروری عبادات کا تصور کیجاتی تھی۔ لہذا
آنحضرتؐ نے بھی اس قدیم اور ممدوح رسم کو قائم رکھا اور اسکو مقدمہ عبادت
گردانا یعنے غسل اور وضو کو آپؐ نے خدائے پاک کی عبادت کی شرط قرار دیا۔ مگر
ساتھ اسکے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ صرف طہارت ظاہری یعنے بدن کو پاک کرلینا جوہر عبادت
نہین ہی بلکہ خداوند عالم کا تقرب بندہ کو جبھی حاصل ہوسکتا ہی کہ جب اوسکی عبادت
صفائی قلب اور عجز وخاکساری سے کرے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے
اون لوگون کی تردید مین جو صرف طہارت ظاہری پر مرتے ہین اور جنکے قلوب
کبر وریا سے مملو ہوتے ہین فرمایا ہی کہ رسول اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ سب سے
اہم واعظم طہارت پاک کرنا دل کا ہی تمام بری خواہشون اور بیہودہ رغبتون سی اور
دفع کرنا ہی نفس سے تمام بکروہ ومذموم خیالات کو اور اون تصورات کو جو انسان کی

لہ واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجهر من القول بالغدو
والآصال ولا تکن من الغافلین سورہ اعراف آیت ۲۰۴

دل کو خدا کی یاد سے باز رکھتے ہین-

باین غرض کہ مسلمانون کو اسلام کا مولد و مبدا ہمیشہ یاد رہی آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا کہ سب مسلمان نماز رو بقبلہ[1] ہو کر پڑھا کرین تاکہ اونکو ہمیشہ یاد رہی کہ مکہ معظمہ وہ مکرم و محترم مقام ہے جہان سے آفتاب دین مبین پہلے طلوع ہوا تھا- مگر جو آیت قرآن مجید کی سابق مین نقل کیگئی اوس سے ظاہر ہے کہ استقبال قبلہ مقدمۂ ضروری نماز کا نہین ہے-

علی ہذا القیاس روزہ کا رسم بھی کم و بیش سب قومون مین جاری رہا ہی- مگر یہ کہسکتے ہین کہ قدیم زمانہ مین روزہ سے تو یہ مراد لیجاتی تھی نہ ترک آب و طعام- بلکہ یہود مین بھی صوم نفس کشی کے لیے اخیر زمانہ مین اختراع کر لیا گیا تھا[2]- یہود مین سب سے پہلے فرقہ اسانیہ نے (جو پیروان فیثاغورث سے تعلق رکھتے تھے اور اونکے واسطہ سے ہنود اور دیگر مشرقی قومون کے درویشی اور نفس کشی کا رسم اونمین بھی جاری ہوگیا تھا-) یہ اخلاقی باعث روزہ کے اصول کا تحقیق کر لیا اور غالباً حضرت عیسیٰ نے اور مسائل کیطرح روزہ کا مسئلہ بھی اسی فرقہ یہود سی اخذ کیا- حضرت مسیح نے جو خود روزہ رکھا تو اونکی تقلید سے کلیسائی[3] مسیحی کے فرائض مین یہ فرض داخل ہوگیا- مگر کلیسائے مسیحی کا صوم کے باب مین عموماً یہ اعتقاد تھا کہ یہ ایک قسم کی توبہ یا کفارہ[4] ہی- تکالیف بدنی یا نفس کشی کو عمداً گوارا کرنا دین مسیحی مین بھی

[1] کتاب المستطرف باب ۲- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [2] قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره وان الذين اوتوا الكتاب ليعلمون انه الحق من ربهم وما الله بغافل عما تعملون ولئن اتيت الذين اوتوا الكتاب بكل اية ما تبعوا قبلتك وما انت بتابع قبلتهم وما بعضهم بتابع قبلة بعض ولئن اتبعت اهواءهم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن الظالمين

[3] ڈاکٹر ملنر صاحب کی تاریخ یہود جلد ۲- صفحہ ۲۰۷- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [4] یعنی علمای نصاریٰ ۱۲- مترجم [5] موشیم صاحب کی تاریخ کلیسائی مسیحی جلد ۱- صفحہ ۱۳۱- مین صاف لکھدیا ہی کہ قدیم زمانہ مین صوم کو عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ نہایت موثر ذریعہ شیاطین کو دفع کرنے اور اونکے مکر و کید کو باطل کر دینے کا ہی اور قہر خدا بھی روزہ کی برکت سی کم ہوجاتا ہی ۱۲- مؤلف

اوسیطرح شایع ہی بلکہ اور ادیان مین ہے مگر ایسی تکالیف بدنی کے تحمل کرنے کا نتیجہ ہمیشہ یہ ہوا ہی کہ تمام قوی عقلی اور قوی بدنی زائل اور فنا ہوگئے ہین اور ایک مُفرط فقر در ہبانیت پیدا ہوئی ہی۔ لکن برخلاف اور ادیان کے دین اسلام مین روزہ اس مصلحت سے فرض کیا گیا ہے کہ ایک محدود و معین زمانہ تک ہر روز ترک لذات کیا جائے تاکہ قوی شہوانی مغلوب رہین۔ اور قوی بہیمیہ سے صحیح افعال صادر ہون۔ چونکہ شرع اسلام شریعت سہلۂ سمحہ قرار دیگئی ہے یعنی اس شرع مین تکلیف مالا یطاق نہین جائز رکھی گئی ہے لہذا فقر و رہبانیت یعنی نفس کشی اس دین مین قطعاً ممنوع ہے۔

مگر احکام قرآنی کی حکمت اوامر کے بہ نسبت نواہی سے خوب ظاہر ہے۔ روزہ رکھنا اوسوقت فرض ہوتا ہی کہ جب شرائط ذیل پائے جائین جسسے ثابت ہوتا ہی کہ یہ فرض قوی شہوانے کے روکنے کو اور حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دینے کو کیسا معقول و مناسب ہی۔ وہ شرائط یہ ہین۔ (۱) بلوغ شرعی۔ (۲) صحت نفس و سلامت عقل (۳) صحت بدن۔ (۴) حضر یعنے عالم سفر مین نہونا اور عورتون کے لیے تمام نجاستون سے پاک[1] ہونا۔ آیات قرآن مجید جنمین روزہ فرض کیا گیا ہے یہ ہین۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدی و الفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ و من کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر و لتکملوا العدۃ و لتکبروا اللہ علی ما ھداکم و لعلکم تشکرون

---

[1] نیانڈر صاحب مورخ لکھتے ہین کہ عیسائیون مین جو ہفتہ وار اور سالانہ عیدین ہوتی ہین وہ حضرت مسیح کے مصلوب ہوکر دوبارہ زندہ ہوجانے کی یادگاری مین ہوتے ہین اور چونکہ عیسائی صوم و صلات کو جہاد نفس سمجھتے تھے اور اپنے تئین مجاہدین نفس امارہ جانتے تھے لہذا صوم و صلات کا نام اونہون نے فوج مسیحی کا طلایہ دار رکھا تھا۔ نیانڈر صاحب کی تاریخ کلیسا ... صفحہ ... کتاب کوری ڈراپ مسلمان جلد ا۔

روزہ رکھنے کا حکم دن کو ہے اور رات کو ہر مسلمان کو اجازت ہے بلکہ شاید فرض ہے کہ

اکل و شرب بمقدار معتدل کرے اور اور لذات مشروعہ سے بھی متلذذ ہو - فقہائے اسلام نے

رسول اللہ کی سچی پیروی کرکے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ عالم صوم مین نفس کو تمام مکروہ و قبیح خیالات

سے بچانا بھی ویسا ہی فرض ہے جیسا جسم کو کل ماکولات و مشروبات سے باز رکھنا واجب ہے

اسلام سے پیشتر کسی مذہب مین زکات دینا اور بیوہ اور یتیم اور مسکین کی پرورش

کرنا فرض نہین کیا گیا تھا اور کسی دین مین ان فرائض کے اصول اسطرح نہین

منضبط تھے جسطرح اسلام مین ہین -

قدیم عیسائیون مین جو سُنّتی روزے رکھنے کا رسم جاری تھا وہ ہر شخص کی

مرضی پر موقوف تھا لہذا اوسکا اثر بھی بے قاعدہ اور غیر معین ہوتا تھا - تاریخ اسکی

شاہد ہے کہ اس سُنّتی روزہ کا بے قاعدہ ہونا ہی اسکا باعث ہوا کہ چند روز کے

بعد لوگون نے اسکو ترک کر دیا[۲] - شریعت اسلامیہ کے بموجب ہر شخص پر فرض ہے

کہ ایک جزو اپنے مال کا غربا و مساکین کو دیا کرے - یہ جزو چالیس[۳] مین سے ایک

ہوتا ہے یعنی اڑھائی فیصدی قیمت پر تمام اشیاء اور اسباب اور آلات کے اور

تمام منافع تجارت وغیرہ پر - مگر زکات صرف اوسوقت واجب ہوتی ہے جب مال کی

قیمت ایک مقدار معین تک[۴] پہونچ جاتی ہے اور جب وہ پورے سال بھر ایک شخص کے

---

[۱] امام غزالی کی کتاب المستطرف باب ۱ - فصل ۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [۲] نیانڈر صاحب کی تاریخ کلیسا جلد ۱

صفحہ ۵۰۴ - اور موشیم صاحب کی تاریخ کلیسا جلد ۲ - صفحہ ۵۶ - ملاحظہ ہو - میری غرض یہ نہین ہے کہ عیسائیون مین امور خیر

کا حصر اسی سنتی روزہ پر تھا - بلکہ بیوہ اور یتیم اور مسکین کی پرورش کی تاکید جیسے دین اسلام مین ہے ویسی ہی دین مسیحی مین

ہے - حضرت عیسیٰ نے تو خیرات دینے کا حکم فرمایا تھا مگر اونکے اتباع نے اوسمین چند قیود لگا دیے یعنے اونہون نے یہ حکم دیا

کہ اس بیوہ کو خیرات دو جو ساٹھ برس کی ہو اور جسنے ایک ہی شوہر کیا ہو اور جو عیال کثیر رکھتی ہو - بلنٹ صاحب کی

تاریخ کلیسائی مسیحی صفحہ ۲۷ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف [۳] مثلاً آدمی پر زکات واجب نہین ہے تا وقتیکہ وہ بیس پاونڈ نہ رکھتا ہو ۱۲ - مولف

پاس رہتا ہو۔ یہ اون مواشی پر زکات واجب ہی جنسے کھیتی کا کام لیا جاتا ہو یا جو بار برداری
کے جانور ہون۔ علاوہ اسکے عید الفطر کی صبح کو ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنا اور اپنے عیال
مین سے ہر ہر فرد کا اور اوس مہمان کا جو ماہ رمضان مین اوسکے مکان مین رہا ہو یا اوسکے
یہان افطار کیا ہو ایک مقدار گیہون یا جَو یا خرما یا کشمش یا چاول یا اور کوئی غلہ
یا اوسکی قیمت فطرہ مین دے۔

آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام رضہ کے فعل سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ زکات پانے کے مستحق
یہ لوگ ہین۔ (۱) غربا و مساکین۔ (۲) وہ اشخاص جو زکات واجب کے تحصیل اور
تقسیم مین مدد دیتے ہین۔ (۳) لونڈی غلام جو اپنے تئین آزاد کرا لینا چاہتے ہین
مگر ایسا کرنے کا کوئی ذریعہ نہین رکھتے۔ (۴) قرضدار جو اپنا قرضہ نہین ادا کر سکتے۔
(۵) مسافر[1] اور غریب الوطن لوگ۔ مسلمانون کو عموماً خیرات دینے کا حکم قرآن[2] مجید مین
بڑی تاکید سے کیا گیا ہی۔ مگر اسلام کی فضیلت یہ ہی کہ حضرت عیسیٰ[3] نے تو صرف خیرات
کو مستحب کر دیا ہے لکن شارع اسلام[4] نے اوسکے محدود و معین قواعد بنا دیے ہین

عرب مین سلف سے یہ رسم چلا آتا تھا کہ ہر سال تمام اطراف و اکناف عرب سے
لاکھا آدمی حج خانہ کعبہ کرنے کو مکہ معظمہ مین آیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس دستور کو
اس حکمت اور اس مصلحت سے فرائض دین مین داخل کر دیا کہ ایک مقام پر جمع ہونے سے
مسلمانون کے مخالف فرقون مین ایک برادرانہ لطف و محبت پیدا ہوتی ہی۔ تمام عالم

[1] جامع عباسی اور جامع ترمذی اور مبسوط کتاب الزکات ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] ومثل الذین ینفقون
اموالهم ابتغاء مرضات الله وتثبیتاً من انفسهم کمثل جنة بربوة اصابها وابل فاتت اکلها
ضعفین فان لم یصبها وابل فطل والله بما تعملون بصیر یا ایها الذین امنوا
انفقوا من طیبات کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون الذین
ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرا وعلانیة فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون

کے مسلمانون کی آنکھین اوس مقدس و متبرک مقام پر لگی رہتی ہین جس سے ہر مسلمان

کے دل مین ایک شعلہ اوس نور الٰہی کا روشن رہتا ہے جسنے اوس ظلمت وجہالت

کے زمانہ مین سرزمین عرب سے نکلکر تمام عالم کو منور کردیا۔ اس فریضہ حج مین بھی

شارع اسلام کے حکمت اوامر سے زیادہ نواہی سے ظاہر ہے یعنی اون شرائط سے جنپر

حج کا فرض ہونا موقوف ہے۔ وہ شرائط یہ ہین۔ (۱) کامل العقل اور ذی شعور ہونا

(۲) حریت یعنی بالکل آزاد اور خود مختار ہونا۔ (۳) زاد راہ اور راحلہ پر قادر ہونا

(۴) اتنی معاش رکہنا جو حاجی کے سفر کے زمانہ مین اوسکے عیال کے رزق کیلیے

کافی ہوجاے۔ (۵) سفر دریا[1] کا ممکن اور عمل پذیر ہونا۔

پس آئین و قوانین اسلام فرائض عملی کی نسبت یہ ہین جو بیان کیے گئے ہین۔

موشیم صاحب نے تاریخ کلیسائی مسیحی جلد ۱۔ صفحہ ۱۲۴۔ مین کیا خوب لکھا ہے

کہ "وے ایمان اور احسان یعنی نیکی کرنا اعمال ظاہری اور احکام شرعی کے منافی نہین ہین

بلکہ انسان ناقص العقل ہے لہذا اعمال ظاہری اسلیے ضرور ہین کہ عوام الناس کو پاس

ولحاظ اپنے دین کا باقی رہے"[2] پس اسی مصلحت سے آنحضرت نے اپنے مواعظ و نصائح

مین چند رسوم و اعمال ظاہری بھی شریک کردیے تاکہ عوام الناس اس دین کی حقیقت

کو بخوبی سمجھ سکین۔ خود حضرت عیسیٰ نے دو عمل فرض کردیے ہین۔ یعنی اصطباغ اور

عشاء ربانی۔ اگر حضرت مسیح دنیا مین اور زیادہ رہتے تو غالباً اور زیادہ اعمال کا حکم فرماتے

مگر یہ امر یقینی ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ کو زیادہ مہلت ملتی تو اپنے مواعظ و نصائح کو ضرور مرتب

و منضبط کردیتے۔ چنانچہ یہی عدم انضباط مسائل و احکام دین ایسا نقص عظیم دین مسیحی مین

---

[1] وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ قرآن مجید اور جامع عباسی اور مبسوط کتاب الحج ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

[2] موشیم صاحب کی تاریخ کلیسا صفحہ ۱۲۴۔ جلد ۱۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۲۔ مؤلف۔

کمیٹیاں اور مجلسین منعقد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسپر بھی اونکے معین کردہ عقائد
اور مسائل ایسے ضعیف وخفیف ہوتے ہین کہ حکما اور متشکلین کے ذرا سے اعتراض سے
کافور ہوجاتے ہین۔ الغرض۔ حضرت علیٰؑ کی رسالت غیر مکمل و مختتم رہگئی۔ اور اصول و
قوانین اخلاق کو منضبط کرنا پیغمبر آخر الزمان پر موقوف و منحصر رہا۔ پس شارع اسلام کے
احکام حضرت علیٰؑ کے مواعظ ونصائح کے منافی ہرگز نہین ہین بلکہ اونکے متمم ومعاضد ہین۔
انسان جو تعلقات اپنے خالق کے ساتھ رکھتا ہی وہ اوسکے دین وایمان پر موقوف
ہین مگر جو تعلقات وہ اپنے ہمجنسون سے رکھتا ہے اونکا دارومدار قوانین واحکام پر ہے
پس جو فرائض ایک انسان کو دوسرے آدمی کی نسبت بجالانا لازم ہی اونکی تعمیل اور
بجاآوری کے لیے دین یعنے حکم خدا سے زیادہ اور کیا چیز مستند ہوسکتی ہے۔ دین کو
یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ چیدہ وبرگزیدہ واعظون کے سحر آمیز اور عبرت انگیز موعظون کا نام ہی
یا دین ایک عجیب وغریب مسئلہ عقلی ہے جو وہمی آدمیون کا دل خوش کرنے کے لیے گڑھ لیا گیا ہی
بلکہ دین کے معنے یہ سمجھنے چاہیین کہ دین طرز معیشت اور عنوان معاشرت کے قاعدہ کا نام ہی
اور دین کی غرض اصلی اور علت غائی یہ ہی کہ انسان کو تدریجًا ترقی دیتے دیتے اوس
کمال تک پہونچادی جو اوسکے وجود کی غرض وغایت ہی۔ پس جس دین نے اصول اولیہ
اخلاق کو مرتب ومنضبط کردیا ہو اور اون فرائض اور اعمال کو جو ایک انسان کو دوسرے کی
نسبت بجالانا واجب ہین معین ومشخص کردیا ہو۔ جو دین اعلیٰ واکمل عقول بشری کے موافق
ہو اور جسکی وجہ سے انسان کو واجب الوجود کی ذات جامع الکمالات کے قریب پہونچاتا جاے۔ ہم کہتے
ہین کہ ایسا ہی دین تمام ادیان وملل سے زیادہ اعزاز واحترام کا مستحق ہے۔ خواص اسلام
مین سے ایک خاصہ یہ ہی کہ تمام ملل وادیان کے جلیل ترین فضائل اور جمیل ترین مناقب

جو عقل صایب اور وجدان سلیم کے خلاف نہین وہ سب اس دین حنیف مین جمع ہین

اس دین مین صرف وہی قوانین اخلاق منضبط نہین ہین جو انسان کی ترقی اور تہذیب کی صحیح مفہوم پر مبنی ہین - بلکہ بقول ایک مورخ جلیل کے "اس دین مین بعض اصول ایسے مقرر کر دیے گئے ہین اور تہذیب نفس کے ایسے قواعد معین کر دیے گئے ہین جو انسان کو مختلف مصالح وقت اور حوائج مقام کا تابع کر دیتے ہین" [1] شارع اسلام [2] نے ہزار ہا پیرایون مین اور صدہا طریقون سے لوگون کو یہی سمجھایا ہی کہ باہم برادرانہ خلوص [3] و محبت رکھو کہ یہی اسکی علامت ہی کہ تم اپنے پروردگار کو بھی دوست رکھتے ہو - چنانچہ حدیث [4] صحیح مین وارد ہوا ہے کہ آنحضرت [2] نے فرمایا کہ "جب تم خداوند عالم کے روبرو حاضر ہو گے تو کیا تم جانتے ہو کہ وہ تمکو کیونکر پہچانیگا - وہ تمکو اوس محبت سے پہچان لیگا جو تم اپنے عیال اور اپنے خویش و اقربا اور اپنے ہمسایون اور بندگان خدا سے رکھتے ہو" پھر دوسری حدیث مین فرمایا ہی کہ "اگر تم اپنے خالق کو دوست رکھتے ہو تو پہلے اپنی ہمجنسون سے محبت [4] رکھو" پھر تیسری حدیث مین فرمایا ہے کہ "اگر خداوند عالم سے تقرب چاہتے ہو تو اوسکے بندون کو دوست رکھو اور جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی اونکے واسطے بھی پسند کرو اور اون سے اوسیطرح پیش آو جسطرح تم چاہتے ہو کہ وہ ہمسے پیش آئین -"

اسلام کے احکام کا سب زمانون اور تمام قومون کے موافق و مناسب ہونا اور اونکا بالکل موافق عقل سلیم ہونا اور اس دین مین ایسے مسائل [5] کا نہونا جو صریحا خلاف عقل ہون اور جیسے وہ اعتقادات حقہ جو ازل سے انسان کی لوح خاطر پر کندہ ہین معرض شک

---

[1] یعقوب لمین صاحب نے اپنی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ - صفحہ ۲۰۶ - مین یہی الفاظ بعینہ اپنی دین یعنی دین مسیحی کی نسبت لکھی ہین ۱۲ - مولف [2] انما المومنون اخوۃ الی آخر قولہ تعالے ۱۲ - مترجم [3] مشکات شریف کتاب ۲۲ باب ۱۵ - و ۱۶ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [4] قسطلانی شرح صحیح بخاری جزو ۱ - صفحہ ۷۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [5] یہ مسئلہ تثلیث کیطرف کنایہ ہی ۱۲

[5] یہ اقتباس تمدن عرب سے ہے ۱۲ مترجم

کمال کا ہے جو سب سے آخر زمانہ مین انسان کی عقل سعاد کو حاصل ہوا ہے جن لوگون
نے اس دین مبین کے بعض شرایع و احکام کے مصالح و اغراض واقعی سے چشم پوشی
کی ہے وہ یہ سمجھے ہین کہ ان احکام کا بادی النظر مین سخت ہونا اور اس زمانہ کی خیالات
کے موافق نہونا اسکی دلیل ہے کہ یہ دین تمام عالم مین جاری ہونے کا مدعی ہرگز نہین
ہو سکتا - لکن اگر یہ لوگ قوانین و احکام کے مصالح کو ذرا بھی تحقیق کرتے اور واقعات
تاریخی کو ذرا بھی ایمانداری سے جانچتے تو اونکو بخوبی ثابت ہو جاتا کہ وہ احکام جو اس
زمانہ کے حوائج یا تعصبات کی موافق نہین معلوم ہوتے ہین صرف چند روزہ ہین یعنی اس
زمانہ کے مصالح پر مبنی ہین - اسلام کے متعصب دشمنون نے اس دین حنیف کی آزادی
اور اسکی وسعت و فراخی کو اور اوس رعایت و مروت کو جو یہ دین اور ادیان سے کرتا ہے
جنمین اخلاق عامہ کی پابندی ہو ان سب باتون کو غلط سمجھا ہے اور غلط لکھا ہے یا
بگاڑ کر بیان کیا ہے یا عمداً چھپا ڈالا ہے - چنانچہ قرآن مجید مین لکھا ہے ان الذین
امنوا والذین ھادوا والنصاری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر
وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون [۵۱]

یورپ مین جو ایک معقول پسند مذہب اب نکلا ہے اوسکی تاریخ ایک عالم نے
لکھی ہے - اوس تاریخ مین وہ لکھتا ہے کہ [۵۲] "بعض زمانے ایسے ہوتے ہین جنمین
نیکی کے خیال سے دین پیدا ہوتا ہے اور بعض زمانے ایسے ہوتے ہین جنمین معصیت
کے خیال سے دین پیدا ہوتا ہے" اس قول کے معنی یہ ہین کہ پہلی صورت مین انسان
کو اپنی بزرگی یعنی اپنی اشرف المخلوقات ہونے کا تصور صدور افعال نیک کا باعث ہوتا ہے

[۵۱] سورۃ البقرہ آیت ۵۹ - ۱۲ - مؤلف [۵۲] لیکی صاحب کی تاریخ جسمین یورپ کی معقول پسند مذہب کا حال لکھا ہے
جلد ۱ صفحہ ۳۸۱ - [illegible] - ۱۲ - مؤلف

اور دوسری صورت مین انسان کا معصیت مین بالکل آلودہ ہونے کا تصور محرک اوسکے افعال کا ہوتا ہے - چنانچہ فلسفۂ یونان اور فلسفۂ روم قدیم پہلے اصول پر مبنی تھا اور دین مسیحی[۳] دوسرے اصول پر مبنی ہے -

تمام ملل وادیان مین سے صرف اسلام ہی ایسا دین ہی جسمین یہ دونون اصول جمع ہین - یہ اعتقاد کہ قیامت مین آدمی کا انصاف فقط اوسکے اعمال سے کیا جائیگا ہر مسلمان کو نفس کشی اور سب بندگان خدا سے نیکی کرنے کا باعث ہوتا ہی اور یہ اعتقاد کہ خداوند عالم حاضر و ناظر اور رحمٰن و رحیم اور قادر مطلق ہی اسکا باعث ہوتا ہی کہ وہ رب العالمین کی درگاہ مین عجز و فروتنی کرتا ہے اور جہاد نفس کرتا ہی یعنے صبر و تحمل اور توکل اور مصائب والآلام مین ثبات و استقلال اپنا شعار رکھتا ہی جس سے مخالفین نے اسلام کو یہ الزام دیا ہی کہ "اس[۱] دین مین اعمال نیک نہایت سخت ہوتے ہین" اور بقول لیلی صاحب مورخ کے یہی اعتقاد ہر مسلمان کو اسکا باعث ہوتا ہی کہ عالم خوف و رجا مین وہ اپنے نیت اور اپنے افعال کے اسباب کو دیکھتا رہتا ہی اور اپنی قوت پر بھروسا نہین کرتا بلکہ خیر و شر کے جھگڑے مین ہمیشہ فضل خدا اور رحمت الٰہی پر توکل کرتا ہے[۲] -

پس اسلام مین وہ سب عمدہ ترین اصول جمع ہین جو از آدم تا اینِدم انسان کے نفس پر موثر ہوے ہین -

بعض مذاہب مین وہ احکام جو فرائض و عبادات سے متعلق ہین بالکل عمل پذیر نہین ہین اور اوسنے ثابت ہوتا ہی کہ ان احکام کا واضع انسان کی طبیعت کے خاصہ سے بالکل آگاہ نہ تھا بلکہ مجذوبون کے سے بڑ ہانکا کرتا تھا ایسے احکام کو اس دار الامتحان مین جو دیکھا تو عبث و بیکار[۱] پایا - ہر مذہب کے تمام عالم پر حاوی ہونے کا سچا

[۱] کلارک صاحب کی تاریخ مذاہب عشرہ صفحہ ۲۸۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [۲] اخلاق ملا حسین واعظ کاشفی کی کتاب الاخلاص ملاحظہ ہو

[۳] ارنسٹ ہورڈ صاحب کی نایاب کتاب موسوم بہ اصول دین مسیحی کا دیباچہ صفحہ ۳۹ ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

کے امور پر اور عوام الناس کے قلوب پر ابدی ہوئی ہے یا آئی - کسی مذہب کی
حقیقت چند نفوس قدسیہ کو دیکھنے سے نہین معلوم ہو سکتی ہے - بلکہ عوام الناس
پر نظر کر کے اوسکی حقیقت واقعی دریافت کیجاتی ہے - اور یہ پوچھا جاتا ہی کہ کیا اس
مذہب کا اثر قوی عوام الناس پر ہوا ہے - کیا یہ مذہب اونکی رفعت و بزرگی کا باعث
ہوا ہی - کیا اس مذہب مین عوام کی ہدایت کے لیے خیر و شر حق و باطل مین تمیز کرنے
کے واسطے قواعد منضبط کر دیے ہین - اگر یہ مذہب اقصی جزائر جنوبی مین جاری
کیا جاے یا افریقہ کے وحشیون کو تلقین کیا جاے تو اونکی ترقی و تعلی کا باعث ہوگا
یا تنزل و انحطاط کا سبب ہوگا - اہل بصیرت ہر مذہب کے باب مین یہ سوالات
ضرور کرتے ہین - یہ شرف اسلام ہی سے مخصوص ہی کہ اس دین مین اعلی درجہ کی
عقل نہایت معقول و مناسب عمل کے ساتھ جمع ہی اس دین نے طبیعت بشری
سے کبھی تجاہل نہین کیا اور اون پیچیدہ راہون مین اپنے تئین کبھی نہین پھنسایا
جو واقع اور نفس الامر کی حد سے باہر ہین - اسلام کا مقصود بھی مثل اور ادیان کے
یہی تھا کہ انسان کو ترقی دیتے دیتے کمال محض و مطلق کے درجہ تک پہونچا دے مگر
اسلام نے اس مقصد کو یون حاصل کیا ہے یا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہی کہ اس
قول حق کو خوب سمجھکر تسلیم کر لیا ہے کہ اس عالم فانی مین انسان ہمیشہ ناقص رہا ہی
اور ناقص رہیگا - اگرچہ شارع اسلام کا یہ قول نہین ہی بلکہ بانی دین مسیحی کا ارشاد
ہے کہ "اگر تیرا بھائی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسرا گال بھی اوسکی طرف
پھیر دے" اور اگرچہ شارع اسلام نے اجازت دی ہی کہ جو شخص عمداً کسی پر ظلم کرے[1]

[1] اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولو دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیراً ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز سورہ حج ایت (۴۰) (۴۱)

شارع اسلام نے پرجوش الفاظ مین اور ہزار ہا پیرایون مین یہی تو فرمایا ہی کہ عفو و درگذر اور جود و احسان اپنا شعار رکھو اور بدی کا بدلہ نیکی سے کرو - چنانچہ قرآن مجید مین لکھا ہے - ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی

پھر بہشت کے باب مین فرمایا ہے کہ - وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموات والارض اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون

یہ مقدس احکام جھوٹے زہد اور مصنوعی خدا پرستی کے دام مین نہین پھنسے ہوے ہین بلکہ ہر مسلمان کی زندگانی کے واقعی اور عملی اصول یہی رہین - اور مذاہب کے باخدا لوگون نے جو صبر و تحمل مصائب و آلام مین کیا ہی وہ بھی صفحہ تاریخ پر لکھا ہوا ہے اور اخلاف و آیندگان اون لوگون کی صبر و شکیبائی کی ہمیشہ تعریف کیا کیے ہین - مگر عالم ادبار مین یعنے اوسوقت جب آدمی اپنے دشمن یا ضرر پہونچانے والے سے انتقام لینیکی قدرت نہین رکھتا اوس ضرر کو برداشت کرنا اور ضرر رسان کے قصور کو معاف کر دینا آسان تر ہی بہ نسبت اسکے کہ اقبال کے زمانہ مین کوئی شخص ایسا کرے - چنانچہ امام دوسرا شہید کربلا حضرت امام حسینؑ کے باب مین لکھا ہی کہ ایک مرتبہ آپ کھانا نوش فرمانے کو بیٹھے تھے کہ غلام نے جلتے ہوے کھانے کے قاب آپ پر انڈیل دیے اور فوراً آپؑ کے قدمون پر سر رکھکر یہ آیت پڑھی - والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ مین غصہ نہین ہون - اوس غلام نے پھر عرض کیا کہ

والله یحب المحسنین آپ نے فرمایا جا مینے تجھکو آزاد کیا اور چار سے درہم بھی دیے۔

علامۂ زمخشری نے تفسیر کشاف مین اسلام کے احکام کا ملخص و مآل یہ لکھا ہے "جس شخص نے تجھکو رد کر دیا ہو اوسی سے تو پھر رجوع کر۔ جسنے تجھسے الگ کیا ہو اوسکو تو دے۔ معاف کر اوسکو جسنے تجھے ضرر پہونچایا ہو۔ کیونکہ خداوند عالم اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ اوسکے کمالات کی جڑین تمھارے قلوب مین جم جائین"

ہم اس باب کو آیات ذیل پر ختم کرتے ہین۔ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما انھا ساءت مستقرا ومقاما والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا الا من تاب وامن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا والذین لا یشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما اذا ذکروا بایات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما اولئک یجزون الغرفۃ بما صبروا ویلقون فیھا تحیۃ وسلاما خالدین فیھا حسنت مستقرا ومقاما

لہ یہ روایت سیل صاحب نے باب سوم ترجمہ قرآن مجید مین نقل کی ہے اور گبن صاحب نے بھی اپنی تاریخ زوال سلطنت روم مین اسکو نقل کیا ہے۔ مگر دونون نے اسکو سہوا حضرت امام حسن کیطرف منسوب کیا ہے۔ تفسیر حسینی صفحہ ۱۰۹۔ اور حاشیہ ۳ متعلقہ

حاشیہ ۱-

واضح ہو کہ اکثر وہ قواعد و احکام اور اوامر و نواہی جو ماکولات و مشروبات کے باب مین آنحضرت سے منقول ہین اوس زمانہ کے مصالح اور اوس قوم کے حوائج پر مبنی ہین پس جب وہ مصالح اور وہ حوائج نہ باقی رہے تو اون احکام کی ضرورت بھی نہین باقی رہی - لہذا جو مسلم یہ گمان کرے کہ اسلام مین کل احکام بالضرورۃ تغیر پذیر نہین ہین وہ تواریخ سے چشم پوشی کرتا ہے اور اوس کمال کا خیال نہین کرتا جو عقل انسانی حاصل کر لی جاتی ہے - ایسے حضرات کی خدمت مین میری گذارش ہے کہ ابن خلدون کے قول کو ملاحظہ کیجئے کہ یہ مورخ نہایت جلیل القدر ہے - قولہ "آدمی امر حق بھی دریافت کر سکتا ہے اور سہو اور خطا سے بھی بچ سکتا ہے کہ جب احکام شرع کو خوب نظر تعمق سے دیکھے اور کمال احتیاط سے جاری کرے - اگر صرف اون احادیث پر بھروسا کیا جاے جو پیغمبر خدا یا صحابہؓ سے منقول ہین اور اون تجربہ کو مطلق دخل نہ دیا جاے جو تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہین اور جو اصول اولیہ سیاست مدن سے مستنبط کئے گئے ہین اور اوصاف انسان کے مدارج تہذیب و شائستگی اور دیگر امور کا لحاظ کر کے بنائے گئے ہین - اگر اگلے زمانہ کے حوائج کا قیاس اس زمانہ کی ضرورتون پر نہ کیا جاے اور ماضی کا قیاس حال پر نہ کیا جاے تو آدمی خطا سے نہین بچ سکتا اور راہ حق سے ضرور بہک جائیگا" جو احکام آنحضرتؐ کے ماکل و مشارب سے متعلق ہین بقول حکماء کے اونکی دو قسمین ہین کمی اور کیفی - کہانے پینے اور اور امور مین افراط کرنے کی ممانعت منہیات کمی مین داخل ہے ان احکام کی علت یہ ہوئی کہ عرب مین ایک خاص قسم کی وحشیانہ پرخوری اور عیاشی رائج ہو گئی تھی - اور ان احکام کی علل و اغراض قرآن مجید مین بھی کہین کہین کنایۃً لکھی ہین - یہ ظاہر ہے کہ گوشت خوک کی ممانعت قطعی جو منہیات کیفی مین داخل ہے حفظ صحت کے خیال سے کیگئی ہے اور اس جانور کا گوشت اوس وقت تک ضرور حرام رہیگا جبتک اسکی طبیعت خبیث رہیگی اور اسکے گوشت سے امراض پیدا ہونگے - علی ہذا القیاس رقص و سرود کی ممانعت بھی منہیات کیفی مین داخل ہے اور اسکی علت یہ ہوئی کہ مشرکین عرب اختر و شؔ اور ملخ اور بعل اور لاتؔ و منات و جبل و عُزّیٰؔ کی پرستش مین فحش آمیز ناچ رنگ کرتے تھے -

[a] ان تینون بتون کی پرستش اہل شام اور اہل فنیشیہ کرتے تھے ۱۲- مترجم [b] یہ بت خاص عرب کے تھے - ۱۲ مترجم

حاشیہ ۲ متعلقہ باب ۱۲

جو آیات قرآن مجید ہمنے اس دعوی کے اثبات مین نقل کیے ہین کہ اسلام کل مذاہب اور سب قومون کی بہتری چاہتا ہے - اس آیت کے منافی نہین ہین جو سورۂ آل عمران مین ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ واضح ہو کہ شارع اسلامؐ نے بھی حضرت عیسیٰؑ کیطرح صرف مہذب و مصلح ادیان سابقہ ہونیکا دعویٰ کیا تھا یعنے آپؐ شرایع سابقہ کی تکمیل کرنے کے لیے مرسل ہوے تھے اونکو محو کر دینے کے لیے نہین بھیجے گئے تھے اور جو اصول آپؐ نے تلقین کیے وہ اون اصول کے بالکل موافق ہین جو زمانۂ قدیم کے معلمان دین اور مہذبان اخلاق نے تعلیم کیے تھے - یعنی آنحضرت نے اپنے دین کو ہمیشہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت عیسے

[illegible] اشارہ کرتی ہے اور [illegible] آنحضرت کے ذہن مبارک مین بھی اسلام وہ دین تھا
جسمین تمام فرائض اخلاقی جو عقل صائب اور وجدان سلیم کے نزدیک مستحسن ہین جمع تھے - لہذا اس آیت مین
جو سورہ آل عمران سے نقل کیے گئے اون لوگون کیطرف اشارہ ہے جو ایسے افعال کرتے رکھتے جو احکام حق کے
خلاف اور انسان کی فطرتی حُسن سیرت کے منافی تھے -

قطع نظر اسکے پانچوان سورہ یعنی سورہ توبہ جسمین تمام بندگان خدا کی بہتری چاہنے کے اصول کو نہایت
وسیع طور سے بیان کیا جاے کہ تیسرے سورہ یعنی سورۂ آل عمران مین اسلام کی تخصیص کردی ہے
پس اگر یہ فرض بھی کیا جاے کہ تیسرے یعنے سورۂ آل عمران مین اسلام کی تخصیص کردی ہے
تو بھی یہ تسلیم کر لینا پڑیگا کہ اوسکے بعد جو سورہ نازل ہوا ہی اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ اس باب خاص
مین وحی الہام کی تکمیل و توسیع ہوتی جاتی تھی - آگے چلکر ہم اس دعوی کو ثابت کردینگے کہ کل مصلحان بنی آدم
اور مہذبان اخلاق کے نفوس قدسیہ مین تمام عالم کی بہتری کا خیال تدریجًا پیدا ہوا ہی اور اس کلیہ سے
حضرت محمدؐ اور حضرت عیسیٰؑ یہ دونون بزرگوار مستثنے نہین ہین - ۱۲ مؤلف

حاشیہ ۳ - متعلقہ باب ۱۲

حضرت امام حسینؑ حضرت علی کے صاحبزادے اور رسول اللہ کے نواسے تھے - بنی امیہ کے خدع و فریب سے خلافت
یزید ابن معویہ ابن ابو سفیان کے ہاتھ لگی تھی - اس بدترین اشقیا راست بلکہ شقی ترین بنی آدمؑ نے نیرو اور
ڈامشین اور کیلی گیولا کو بھی مات کردیا تھا - اس شقی کی ہمت ہمیشہ اسی مین مصروف رہتی تھی کہ وہ
قبیح رسوم و عادات اور وہ کثیف طرز معاشرت جو زمانہ جاہلیت مین جاری تھا اور جسکو تھوڑا ہی عرصہ
گذرا تھا کہ رسول اللہ نے کیسی جانفشانی کرکے عرب سے ترک کرادیا تھا دوبارہ مسلمانون مین جاری کرے - اہل کوفہ
کی منت و سماجت سے حضرت امام حسینؑ اس ملعون کو راہ راست پر لانے کو آمادہ ہوے اور میدان کربلا مین جو دجلہ
و فرات کے دوآبہ مین واقع ہی مع خویش و برادر و فرزند شہید ہوے اور اہل بیت مین سے صرف ایک بزرگوار باقی
رہگئے - تاریخ عالم مین صرف ایک معرکہ ایسا نظر آتا ہی جو اون عبرت انگیز اور حسرت خیز واقعات سے کچھہ مشابہت
رکھتا ہی جو میدان کربلا مین گذرے - اور تاریخ عالم مین کوئی شخص ایسا شجاع و جری اور عالی ظرف و بلند ہمت
اور پاک طینت و قدسی صفت نہین نظر آتا جیسے حضرت علیؑ اور حسین ابن علیؑ تھے - اگر معاصی عباد کا فدیہ
اور تقرب خدا کا وسیلہ آدمی کو درکار ہے تو حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے اس مقصد کی تکمیل ہوگئی اور
دین اسلام مین ایک روحانیت اور نظافت پیدا ہوگئی یعنے تمام قبائح دار رجاس سے پاک ہوگیا - فقط

[1] یہ قیاصرہ روما الکبری تھے جنکا ظلم و جور اور فسق و فجور تواریخ مین ضرب المثل اور عبرۃ للناظرین ہی ۱۲ - مترجم [2] انجیل کتاب

[illegible] عنوان باب

چونکہ دین اسلام اس دنیا مین بہت بڑا کار عظیم انجام دیچکا ہی اور ہنوز انجام دنیا باقی ہے لہذا ضرور ہے کہ اس دین کی ترقی و عروج کے اسباب اور بنی آدم کی اصلاح حال مین جو کامیابی اسکو حاصل ہوئی ہے اوسکی وجوہ کی تحقیق کیجائے۔

آنحضرت کی دشمنون نے اکثر یہ طعن کیا ہی کہ آپؐ کا دین بزور شمشیر شایع ہوا اور تلوار ہی کے زور سے قائم رہا اگرچہ تلوار سے پیدا نہین ہوا۔ ہمکو امید ہی کہ شیوع اور فروغ اسلام سے متعلق جو سوانح اور واقعات ہین اونکو بہ تعمق نظر ملاحظہ کرنے سے یہ سب مطاعن مخالفین اسلام کے بالکل باطل و عاطل ہو جائین گے۔

جسوقت سے آنحضرت مدینہ مین تشریف لائے تھے آپؐ کا انجام اور آپؐ کی امت کا انجام یعنے اون لوگون کا انجام جنھون نے بڑی خوشی سے آپؐ کو بلا کر مدینہ مین رکھا تھا ایک ہو گیا تھا۔ آپؐ کا قتل ہونا کل گروہ مہاجرین و انصار کے نیست و نابود ہو جانیکا باعث ہوتا۔ قریش اون لوگون سے انتقام لینے پر ہمہ تن آمادہ تھے جنکو وہ کہتے تھے کہ اپنے آبا و اجداد کے دین سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے ہین۔ مشرکین قریش نے آنحضرت اور صحابہ کرامؓ کی ہجرت پر بھی اکتفا نہ کی۔ بلکہ اونکا مقصود اصلی کل اسلام کو زائل اور فنا کر دینا تھا۔ لہذا مسلمانون کو صرف اپنے نفس کے تحفظ کے لیے یہ حکم دیا گیا[2]

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

جن مورخین عیسائی نے آنحضرت کا تذکرہ یعنی سوانح عمری لکھی ہین آپؐ پر طعن کرنا اونھون نے اپنا شعار کر لیا ہے اور اونکی طعن کی وجہ فقط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دشمنون کے حملون سے آپؐ نے اپنے تئین اور اپنے رفقاء کو بچایا۔

[1] میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام اور ڈیل صاحب کی تاریخ اسلام اس باب مین ملاحظہ ہو۔ ڈیل صاحب نے اس مقام پر نہایت [illegible] ۱۲ مؤلف

[2] سورۃ البقرہ آیت ۱۹۰ - ۱۲ مؤلف

سوء اتفاق اور گردش تقدیر سے مجبور ہو کر خدا کی راہ مین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی
کوشش مین شہید ہوئے ہین۔ اور بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہین جنہون نے
خلل دماغ کیوجہ سے اوس امر کا دعوی کیا جسکی تکمیل اونسے نہو سکی۔ الغرض مخبوط
بھی گذرے ہین اور مجذوب بھی ہوے ہین جنہون نے اپنی مجنونانہ حرکات کی سزا پائی ہے
مگر اس سے یہ کہان لازم آتا ہے کہ مثلاً اگر حضرت عیسی مصلوب ہوے یا مسلیمہ کذاب
اپنی کذابیت اور مجذوبیت کی سزا کو پہونچا تو (معاذ اللہ) آنحضرتؐ کو بھی اونکی تقلید
کرنا فرض تھا اور بے اپنی رسالت کے اتمام و تکمیل کے شہید ہو جانا لازم تھا۔
نہ آپؐ کو عقلاً یہ واجب تھا کہ صرف اوس چیز پر جسکو اس زمانہ مین خیال خام کہتے
ہین اپنی جان عزیز اور اوس سارے گروہ عظیم کی جانین جسکے آپ ہادی و پیشوا
تھے تصدق کر دیتے۔ جسوقت سے آنحضرتؐ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی مشرکین قریش
آپؐ کے اور اصحاب پاک کے قتل پر تلے ہوے تھے۔ اب بے اونسے مقابلہ کیے جانبر
ہونا ممکن نہ تھا۔ اور مسلمانون کو دو باتون مین سے ایک بات ضرور کرنی پڑی۔ یعنی
یا اپنے تئین قتل کروا دین یا جب اونپر کفار حملہ کرین تو اوسکو دفع کرین۔ اونہون
نے اس دوسرے امر کو ترجیح دی اور راہ خدا مین جہاد کرتے کرتے آخر دشمنان خدا کو
زیر کیا۔ اب باقی رہے یہود وہ عداوت قلبی مسلمانون سے رکھتے تھے اوسپر طرہ یہ ہوا کہ دغا
اور بے ایمانی کی اور نہایت مضبوط و مستحکم عہود و مواثیق کو بہم شکست کیا۔ لہذا
مسلمانون کو سوائے اسکے کچھ چارہ کار نہ باقی رہا کہ اپنے قلیل و ضعیف گروہ کی حفاظت
کے لیے ان دشمنان خدا کو بھی انکے کردار زشت کی سزا دین۔
اب ہم اُن لڑائیون کو جو مسلمانون نے محض حفظ جان اور حفظ آبرو کے لیے

مشرکین قریش اور یہود کے حق مین اون ہولناک جہادون کو شمار کیجئے مقابلہ پر

ہین جو یہود اور نصاری بلکہ مجوس نے بھی اپنے اپنے دین کو شایع کرنے کے لئے کیے تھے یہود نے جو اپنے زعم ناقص مین کفار سے جہاد کیے تھے اونمین ایک عجیب صفت یہ تھی کہ مرد و زن اور اطفال شیر خوار اور جانورون تک کو تہ تیغ بیدریغ کیا تو ماجور و مثاب ہوے اور جو کسی جاندار چیز کو بے قتل کیے چھوڑ دیا تو ملعون و معتوب ہوئے -

اب نصاری کو ملاحظہ کیجئے کہ انکی پیغمبر نے جو حلم و خاکساری کا حکم کیا تھا وہ انکی قدما نے نشۂ حکومت مین سب بھلا دیا تھا - جسوقت سے دین مسیحی نے قوت پکڑی اور ایک گروہ کے گروہ نے اوسکو قبول کر لیا بس اوسیوقت سے اس دین نے اور ادیان پر ظلم و تعدی کرنی شروع کر دی بعض مورخین عیسائی نے رسول عربی اور نبی ناصری مین بہت مشابہت و مماثلت پیدا کی ہے - انمین سے جن صاحبون کی دلمین حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت اور ابن اللّٰہی کا اعتقاد سمایا ہوا ہی وہ تو اون دنیاوی وسائل کو جنسے رسول عربیؐ نے اپنی امت کی ترقی اور اصلاح فرمائی ہی (العیاذ باللہ) وسائل شیطانی سمجھے ہین اور حضرت مسیح جو ایسے وسائل کو شاید اسوجہ سے کام مین نہین لائے کہ اسکا موقع اونکو نہین ملا اسکو اونکی الوہیت کی دلیل قطعی جانتے ہین - ہم اس مقام پر بوجوہ و دلائل ثابت کرینگے کہ یہ مشابہت و مماثلت نادرست اور ناجائز ہی کیونکہ اول تو یہ تواریخ کے خلاف ہی دوسرے بشریت کے بھی خلاف ہی

پیغمبر اسلام اور نبی ناصری کی سوانح عمری مین زمین آسمان کا فرق ہے - حضرت عیسے کی مدت العمر مین اونکا دین نفسی چند پر منحصر و محدود رہا اور وہ بھی ازوال مین سے بہت ڈرپوک اور جاہل مطلق تھے یعنے مچھوے تھے - اور اونکا مصلوبؑ[1] ہونے کا باعث یہ ہوا کہ انہون نے

---

[1] یہ مین نے اوس قول کے موافق لکھا ہی جو علماے یورپ کے نزدیک عموماً صحیح و مقبول ہے - آنحضرت کو اوس زمانہ کی روایات کے موافق بھی یقین تھا کہ حضرت عیسیٰؑ معجزہ کی ذریعہ سے غائب ہو گئے - اگرچہ اس روایت کو لوگون نے مصنوعی قرار دیا ہی اور عیسائیون نے
ہو کے متواتر روایات صحیحہ کے خلاف ہی مگر تواریخ کی نظر سے دیکھئے تو دونو احتمال برابر نکلتے ہین اور جیسے حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے کا گمان ہوتا ہی ویسا ہی اونکے غائب ہو جانے کا بھی ظن غالب ہی ۱۲- مؤلف

اور اوس ناخدا ترس قوم یعنے یہود کو اونسے ایسی عداوت قلبی پیدا ہوگئی کہ کسیطرح نہ مٹی

الغرض حضرت عیسیٰؑ کو جب یہود نے صلیب دیدی تو اوسوقت اونکے پیروان خاص نہ تو اتنی کثرت رکھتے تھے اور نہ اتنی قوت رکھتے تھے کہ کچھ احکام اور قوانین شرع کی ضرورت اونکو ہوتی یا باہم متفق ہوکر اپنے پیغمبر کے احکام و نصائح کو شایع کرتے یا فریق غالب یعنے یہود کے ظلم و تعدی سے اپنے تئین بچاتے - چونکہ حواریین مسیح اوس زبردست قوم کی تھی جو صاحب شرع تھے اور محدود و معین قوانین رکھتے تھے جنکی تعمیل اور پابندی حاکم وقت کراتا تھا لہذا حواریین کو اپنے دین کی ترتیب و انتظام کا موقع نہ ملا اور نہ خود حضرت مسیح کو اخلاق عملی کے قواعد بنانے کی ضرورت ہوئی - ایسے قواعد کی ضرورت اوسوقت معلوم ہوئی جبکہ عیسائیون کی زیادہ کثرت ہوئی اور اوسوقت اتباع حواریین مین سے ایک شخص[لا] نے جو افلاطون حکیم کی فلسفہ مین عبور رکھتا تھا اپنی طبع آزمائی اور حکمت نمائی اور فلسفہ پیرائی کرکے اپنی پیشوا کے احکام کی شخصیت اور سادگی کو غارت کردیا۔

حضرت عیسیٰؑ کیطرح حضرت خاتم الانبیاءؐ کے لیے بھی یہی ہوا کہ ابتداء بعثت سے آپکے امت آپؐ کی عداوت اور مقابلہ پر آمادہ ہوگئی - اور ابتداء مین آپؐ کے اصحاب بھی قلیل اور ضعیف تھے - اور آپؐ کے پیشتر بھی ایسے خاصان خدا گذرے تھے جنہون نے بت پرستی کے دام سے اپنے تئین چھڑایا تھا اور اپنے نفس مین خود غور کرکے اپنی خالق کو پہچانا تھا اور آپؐ نے بھی حلم و بردباری اور لطف و احسان اپنی امت کو تعلیم کیا تھا -

مگر آنحضرتؐ اوس قوم مین مبعوث ہوے تھے جو ضلالت مجسم اور جہل مرکب تھی - جسکے رسوم و عادات خبیث اور وحشیانہ تھے - جو جدال و قتال کو حاصل زندگانی سمجھتے تھے اور جسپر اگر یونانیون اور رومیون کے شرک و بت پرستی نے کچھ اثر نہ کیا تھا تو اونکی تہذیب

اوس جاہل قوم نے تمسخر کیا بعد اوسکے اوسکو غیظ آیا اور خواہش انتقام پیدا ہوئی مگر
تاہم آپؐ کے اصحاب کی کثرت ہوتی گئی اور وہ قوت پکڑتے گئے یہانتک کہ جب اہل مدینہ
نے آپؐ کو طلب کیا تو جس کار عظیم پر آپؐ آمادہ ہوے تھے اوسکا انجام بخیر ہوا۔ جسوقت
سے آپؐ نے اوس جاے اہل مدینہ نے آپؐ کو اپنا بادشاہ دین و دنیا دونون قرار دیکر لیا
اوسیوقت سے آپؐ کا اور اونکا حال ایک ہوگیا اور اوسیوقت سے مشرکین قریش اور اونکے
شرکا یعنے یہود کے بغض و عناد سے مسلمانون کو اپنی حفاظت و حراست نہایت
بیدار مغزی کے ساتھ کرنی پڑی سبحان اللہ ایک چھوٹے سے شہر پر ہزارہا قبائل عرب کے
متفق و متواتر حملون کو روکنا پڑا۔ پس ایسے ہنگام مین اکثر سخت تدارک کرنے کی
ضرورت ہوتی تھی تاکہ مسلمانون کے گروہ کا وجود باقی رہے۔ اور جب سمجھانے سے
کام نہ نکلتا تھا تو خواہ مخواہ زبردستی کرنی پڑتی تھی۔ حفاظت نفس کے محرک بھی
عقل حیوانی ہوتی ہے پس وہی عقل حیوانی جو نبی ناصری ؑ کو ایسے محرک تو ے
اس بات کے ہوے کہ اونھون نے حواریین کو حکم دیا کہ آلات حفاظت سے کام لو[1]
مظلوم و ستم رسیدہ مسلمانون کو بھی اسکا باعث ہوے کہ جب بیرحم دشمنون نے
اونپر حملہ کیا تو اونھون نے بھی ہتھیار سنبھالے۔

آخرالامر نرمی اور شفقت اور مشقت و جانکاہی سے قبائل عرب کے متفرق و
منتشر اجزا کو فراہم کرکے ایک قوم اور ایک امت کرلی اور سچے خدا کی عبادت اوسکو سکھائی تب
عرب کی سرزمین مین امن و امان ہوئی۔ آنحضرتؐ اوس قوم مین پیدا ہوے تھے جس سے

---

[1] لوقا کی انجیل باب ۲۲ - آیت ۳۶ - ملاحظہ ہو - ۱۲ - مؤلف -

کیا تھا اس طرح کوئی قوم دنیا مین نہ تھی اور جسکی طبیعت مین آج تک وہی خشونت
اور وہی شدت موجود ہی جو اس زمانہ مین تھے اور جسکی خواہشہاے نفسانی ویسی ہی
تند اور تیز ہین جیسی اوسکے ملک مین یعنے ریگستان عرب مین آفتاب کی تابش ہوتی
ہے ایسی تندخو اور خونخوار قوم کو آپؐ نے صبر و تحمل اور نفس کشی کا ایسا عادی کر دیا
جسکا عدیل و نظیر صفحہ روزگار پر کبھی نہین ہوا اور صفحہ تاریخ پر کہین نہین دکھائی دیتا۔

جس زمانہ مین آنحضرتؐ مبعوث ہوے تھے اوس زمانہ مین مختلف قومون کے باہمی
فرائض کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے ساتھ کیا رعایت
اور کیا سلوک کرنا چاہیے۔ جب مختلف قومین یا قبیلے باہم لڑتے بھڑتے تھے تو نتیجہ یہ
ہوتا تھا کہ قوی آدمی تہ تیغ بیدریغ کیے جاتے تھے۔ اور بیگناہ لوگ لونڈی اور
غلام بنا ڈالے جاتے تھے اور قوم فاتح قوم مفتوح کے معبودون یعنے بتون کو لوٹ لیجاتے تھے
تیرہ ۱۳ سو برس کے عرصہ مین رومیون نے ایک ایسا سلسلۂ قوانین اختراع کیا تھا جو
وسیع بھی تھا اور مضامین عالیہ سے مملو بھی تھا مگر اوس اخلاق کو اور اوس انسانیت
و مروت کو جو ایک قوم کو دوسری قوم سے کرنی چاہیے رومی خاک بھی نہ سمجھے تھے۔ وہ فقط
اس غرض سے لڑائیان لڑتے تھے کہ گرد و نواح کی قومون کو مغلوب و مقہور کرین
اور جب کسی قوم پر فتح پاتے تھے تو اوسکو اپنی مرضی کا تابع بنا لیتے تھے۔ اور اونکے
نزدیک عہد و پیمان کرکے پھر نقض عہد اور پیمان شکنی کرنا کچھ بڑی بات نہ تھی بلکہ مصالح
وقت پر مبنی تھے۔ اور دوسری قومون کی آزادی کو وہ کوئی چیز نہ سمجھتے تھے۔ دین مسیحی[۲]
کے جاری ہونے سے بھی اون خیالات مین کچھ تغیر و تبدل نہوا جو اس دین کے پیروان خاص

---

[۱] یہ واقعہ تاریخی ایسا مشہور و معروف ہی کہ اسکی سند لکھنی کی کچھ ضرورت نہین ہی ۱۲ - مؤلف [۲] جو قومین سام بن نوح کی اولاد سے
[illegible]

قومی فرائض کے باب مین رکھتی تھے- عیسائیون کے زمانہ مین بھی لڑائی مین وہی
بیرحمیان اور وہی قتل وقمع اور لوٹ مار ہوتی تھی جو رومیون کے عہد مین ہوتی تھی
اور فاتحین مفتوحین کو بلا کلفت لونڈی غلام بنا ڈالتے تھے اور عہد و پیمان کرکے پھر
پیمان شکنی کرنا بے ایمان سرداران فوج کی رائے پر موقوف تھا- الغرض دین مسیحی
نے قومی اخلاق کا کچھ تصفیہ نہ کیا اور اس باب خاص مین اس دین کے پیرو معرض
شک وابہام مین پڑے رہے- اس زمانہ کے محققین مسیحی نے اس قومی اخلاق
کے فقدان کو اپنے دین مین ایک نقص عظیم نہین قرار دیا ہے حالانکہ یہ نقص اسوجہ
سے پیدا ہوا تھا کہ اونکا دین ناقص اور ناتمام چھوڑ دیا گیا تھا بلکہ اس نقص کو مٹانے
کی کوشش کی ہے- سبحان اللہ- یہ بھی ایک طرفہ تلبیس عقل بشری کی ہے جس سے
وہ امور جو افراد بشر کے لیے جائز و مباح ہین اقوام کے لیے حرام ہو جاتے ہین اور
اسکے بالعکس ہوتا ہے- دین اور اخلاق یہ دونون لفظ قریب المعنی ہین مگر قانون کے
دائرہ سے یہ دونون خارج رکھے گئے ہین- دین کا یہ تو کام ہی کہ افراد بشر کے باہمی
تعلقات کو قائم اور منضبط کردے مگر یہ کام دین کا نہین ہے کہ انسان کی مختلف جماعتون
اور قومون کی باہمی تعلقات کو شائستہ اور درست کردے- پس دین دین کاہی کو باقی
رہا صرف ایک خواب و خیال ہو گیا یا دین کی حقیقت یہ رہگئی کہ مجالس علمی مین مباحثہ
و مطارحہ کے بعد نعرہ تعریف بلند کرنا کہ سبحان اللہ دین کا کیا پوچھنا ہی دین ایسا
اور دین ویسا اور اسمین کچھ فلسفہ اور اخلاق کو بھی شریک دینا اسکا نام دین ہی
ایک عالم نے کیا خوب فرمایا ہی کہ قومی فرائض کی اصل و بنیاد یہ ہی کہ قومون کو افراد
سمجھکر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اشخاص سے برتاو کا قانون قومون سے سلوک کرنے کے قانون

یونہین جیسے افراد کے مجموع کا نام قوم ہے ویسے ہی اقوام کے مجموع کا نام نوع انسان

ہے۔ پس قومون کے حقوق اور وہ فرائض جو ایک قوم کو دوسرے کی نسبت بجالانے

لازم ہین اون حقوق اور اون فرائض سے علیحدہ نہین ہین جو افراد بشر کو ایک

دوسرے کی نسبت ادا کرنے واجب ہین۔ یہ سچ ہے کہ جب ممالک مغربی[1] مین

کلیسائی روم[2] نے نشو و نما پایا اور اساقفہ[3] روم کا اقتدار زیادہ ہوگیا تو ممالک عیسائی

مین قومی[4] ذمہ داری کا لحاظ کسیقدر ہونے لگا۔ مگر یہ قومی ذمہ داری پیروان کلیسائی

روم پر بالکل محدود و منحصر تھی یا شاید کبھی کبھی تابعین کلیسائی یونان سے کچھ رعایت

قومی کیجاتی تھی۔ سوائے انکے اور تمام دنیا اس ذمہ داری کے فوائد سے محروم کردیگئی

تھی بقول ایک مورخ کے کہ دین کے حیلہ سے اور مذہب کی پردہ مین ضعیف قومون پر

تعدی کیجاتی تھی اور وہ غلام بنا ڈالی جاتے تھے۔ کلیسائی روم نے ہر قسم کے ظلم و جور

کو جائز کردیا تھا اور اگر کسی بندۂ خدا پر نہایت شدید ظلم اور ناانصافی کیجاتی تھی تو پادری صاحب

کی شفاعت سے ظالم داخل جنت ہوتا تھا۔ جس زمانہ مین شارلمین[5] پادشاہ جرمنی

نے کلیسا یعنے علماء دین کی اجازت اور منظوری سے کئی مرتبہ قتل عام کیا تھا اوس

زمانہ سے اوسوقت تک دیکھیے جبکہ امریکا کی قومین بے جرم و خطا قتل کیگئین اور

غلام بنا ڈالی گئین تو اس مدت مدید مین ایک مسلسل سلسلہ فرائض قومی کو غفلت ترک کرنیکا

اور مقتضی انسانیت و مروت کے خلاف کرنے کا پائیگا۔ اہل کلیسا نے خیر و احسان کے اصول

[1] یعنی یورپ ۱۲ مترجم [2] اس سے مراد نصاری قدیم یعنے فرقۂ رومن کیتھولک ہے ۱۲۔ مترجم [3] یعنی بسبب بالائی پادری ۱۲۔ مترجم [4] اس لفظ کے معنی یہ سمجھنے چاہیین کہ وہ آداب و فرائض جو ایک قوم کو دوسری قوم سے برتنے چاہیین قومی اخلاق اور قومی فرائض یہی اسکا نام ہے ۱۲۔ مترجم [5] یہ بڑا نامی گرامی پادشاہ اوس قوم کا گذرا ہے جسکو فرینک یعنی فرنگی کہتے ہین۔ اسکے عہد مین دین مسیحی کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور یہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کا ہمعصر تھا ۱۲ مترجم [6] لیلی صاحب کی تاریخ مذہب معقول پسند جو یورپ مین اب نکلا ہے ملاحظہ کیجیے کہ ایک ساری باب مین کلیسا

اؔولیہ کو بالکل بالاے طاق رکھدیا تھا اور جن عیسائیون کا مسلک اونکے مذہب کی
ذرا بھی خلاف ہوتا تھا اونپر ظلم و تعدی کرتے تھے۔

مذہب پراٹسٹنٹ[1] نے جب فروغ پایا تب بھی علماے مسیحی کے مذہبی تعدی مین
کچھ فرق نہ آیا - اگر وہ جدال و قتال اور ظلم و جور جو عیسائیون کے متضاد فرقون مین باہم
ہوا قلمبند کیا جاے تو ایک ضخیم تاریخ ہوجاے - چنانچہ ہالم صاحب اپنی تاریخ مین لکھتے ہین
کہ "اس دین مہذب[2] کی مختلف شعبون اور فرقون سے اعظم معاصی یہ معصیت سرزد ہوئی
ہے کہ بندگان خدا پر دین مین جبر و اکراہ کرتے ہین اور یہ گناہ ایسا ہی کہ ہر ایک ایماندار
آدمی جتنی زیادہ کتب کی سیر کرتا جاتا ہی اوتنی ہی اوسکو اوسنے کدورت اور نفرت
ہوتی جاتی ہے" الغرض - عیسائیون کے جدید فرقون مین باہم کلیسائی روح ہے
اعتقادات مذہبی اور مسائل دینی مین چاہے کیسا ہی اختلاف عظیم ہو مگر اس باب
خاص مین وہ سب متفق الراے اور متفق اللفظ تھے کہ جو قومین دین مسیحی کے دائرہ سے باہر ہین
اونسے کوئی سلسلہ مواجب و حقوق مشترکہ کا قائم رکھنا یا کسی قسم کے فرائض اونکی نسبت بجالانا
حرام[3] مطلق ہے - برخلاف دین مسیحی کے یہ بات اسلام کی طینت مین داخل نہین ہے
کہ اور اہل مذاہب سے بالکل علیحدگی اور کنارہ کشی اختیار کرے - اوس زمانہ جاہلیت مین
جبکہ نصف دنیا پر اخلاقی اور تمدنی تاریکی چھائی ہوئی تھی آنحضرت نے وہ اصول تمام بنی آدم کی

[1] یعنے مذہب پراٹسٹنٹ ۱۲ مترجم [2] ہالم صاحب کی تاریخ آئین سلطنت انگلستان جلد ۱ - باب ۲ صفحہ ۶۲ - ملاحظہ ہو لیکی صاحب
مورخ لکھتے ہین کہ جب کالون نے سرویٹس کو صرف اسوجہ سے زندہ جلا دیا کہ اوسکے اعتقادات تثلیث کے باب مین جمہور علماء کے
خلاف تھے تو سب پراٹسٹنٹ فرقون نے کالون کے اس فعل کی بڑی تعریف کی - اور ملانکتھن اور بلنجر اور فارل نے
اس گناہ کی تعریف مین نامے لکھے اور بیزائی جو ایک بڑا عالم تھا اس فعل کی تائید مین ایک بڑا رسالہ تصنیف کیا لیکی صاحب
کی تاریخ مذہب معقول پسند جلد ۲ صفحہ ۴۹ - ملاحظہ ہو - ہر ایک صاف قلب آدمی کو اون قوانین انگلستان کے دیکھنے سے
کیسا صدمہ روحانی ہوتا ہی جنمین رومن کتھولک اور دسنٹر اور نان کنفارمسٹ اور اور فرقون کو صرف اختلاف مذہب کی

جو یورپ مین قومی قانون کا بانی ہوا تھا مسلمانون کو اس قانون سے مستثنی کر کے صاف صاف لکھدیا ہی کہ یہ لوگ یورپ کی عیسائی قومون کے ساتھ کسی قسم کے حقوق مشترکہ نہین رکھتے ہین ۱۲ - مؤلف

... اور وہ قوانین

واحکام جاری کیے جو وسعت اور جامعیت اور لطافت و شرافت کے اعتبار سے سب

شرایع پر فوق رکھتے ہین چنانچہ وہ لائق و فائق مورخ جسکا قول ہمنے سابق مین نقل

کیا ہی لکھتا ہی کہ وہ دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا مگر کبھی اونسے جبراً نہین قبول

کرایا گیا اور جس شخص نے اس دین کو بطیب خاطر قبول کرلیا اوسکو وہی حقوق بخشے گئے

جو قوم فاتح کی تھی اور اس دین نے مغلوب قومون کو اون شرائط سے بری کردیا جو ابتداء

خلقت عالم سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کیے تھے -

قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی مذہبی آزادی اور مذہب والون کو بخشی گئی جو

سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے لا اکراہ فی الدین[1] یہ آیت وافی ہدایت

دلیل بین اور برہان قاطع اس دعوی کی ہے کہ اسلام مین اور اہل مذاہب کو مذہبی

آزادی بخشی اور اونکے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے - یہ آیت (معاذ اللہ) کسی بے قابو مجذوب

کے بڑ نہین ہی نہ کسی حکیم فلسفی کا خیال خام ہے بلکہ یہ اوس شخص کا فرمودہ ہی جو ایسی

سلطنت کا بادشاہ تھا جو اتنی قدرت رکھتی تھی اور جسکا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے

اصول کو چاہتے نافذ کرسکتے تھے - دین مین بھی اور سیاست تمدن مین بھی اشخاص

اور فرقون نے مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہی مگر اوسکے عملدرآمد کی تاکید صرف

اوسوقت تک کی ہے جبتک وہ خود بے قابو اور کمزور رہے ہین - لکن شارع اسلام

نے صرف مذہبی آزادی کی ترغیب ہی نہین دی ہی بلکہ اوسکو احکام شریعت مین داخل

کردیا ہی - بندگان خدا پر لطف و شفقت کرنے کا اصول ہر ایک قوم کے ساتھ برتا گیا جو مطیع و

محکوم اسلام ہوئی - اور ہر قوم سے اپنی رسوم و اعمال مذہبی کو بلا مزاحمت بجالانے کا معاوضہ سلطنت

---

[1] لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی الے آخر قولہ تعالی - ترجمہ سیڈ ہالم صاحب کی تاریخ آئین

[illegible]

قوم کے عقائد دینی اور امور مذہبی مین مداخلت بیجا کرنا سراسر خلاف شرع اور حرام مطلق سمجھا جاتا تھا۔ ہم پوچھتے ہین کہ اور مذاہب کی نسبت بھی اتنا کہہ سکتے ہین دیکھیے خود رسول اللہ نے نصارای بنی نجران کو کیا پیغام بھیجا ہے "رسول اللہ نے بنی حارث اور بنی نجران کے اسقف اعظم اور اور اساقفہ کو اور اونکے مریدون اور راہبون کو باین مضمون نامہ لکھا کہ ہر چیز قلیل و کثیر جس حیثیت سے اب تمہارے کنائس اور خانقاہون مین ہے اوسی حیثیت سے وہ تمہارے پاس باقی رہیگی اور تم اوسے اوسیطرح سے کام مین لاؤ جسطرح اب لاتے ہو۔ خود خداوند عالم اور اوسکا رسول عہد کرتا ہی کہ کوئی اسقف اعظم اپنی عملداری سے اور کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور کوئی اسقف اپنی عہدہ سے برخاست نہ کیا جایگا اور اونکی حکومت اور حقوق مین اور کچھ تغیر و تبدل نہ کیا جاے گا اور نہ اوس بات مین کچھ تغیر کیا جاے گا جو اونمین مرسوم و مروج ہو اور جبتک وہ صلح و آشتی اور تدین کو اپنا شعار سمجھینگے اونپر کسی قسم کا ظلم و جور نہ کیا جاے گا نہ وہ کسی پر ظلم و جور کرنے پاینگے[1]"

اس مقام پر ضرور ہی کہ غزوات یعنی اون جہادون کی دوبارہ تحقیق کیجاے جو آنحضرت نے کفار سے کیئے تھے۔ سابق مین ہم بیان کر چکے ہین کہ مسلمانون سے اور گرد و نواح کے قبائل عرب سے جو لڑائیان ہوئی تھین اونکا باعث یہ ہوا تھا کہ مشرکین بغض و عناد سے مسلمین پر بیجا دست درازیان اور بیرحمیان کرتے تھے اور مسلمانون کو اپنی حفاظت ضرور کرتے پڑتے تھے سب سے پہلے غزوہ موتی اور غزوہ تبوک یہ دو لڑائیان ایک سلطنت غیر

[1] میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ — اور کتاب الواقدی ملاحظہ ہو۔ چونکہ میور صاحب نے اوس کی اصلیت و واقعیت کو تسلیم کرلیا ہی اسوجہ سے ہمنے بھی اسکو ایسا ہی سمجھکر اس مقام پر نقل کیا ہی گو ہمکو کتاب الواقدی کی صحت میں کلام ہی

[illegible] - مولف

آزادی دین اور ... جب یہ ہوا تھا کہ یونانیون نے مسلمانون کے سفیر کو مروا ڈالا تھا
وہی اصول جس سے ایک عیسائی بادشاہ کو ایک غیر ملک پر فوج کشی کرنا صرف اسوجہ سے
جائز ہوگیا تھا کہ ایک جاہل سردار یا امیر نے چند گستاخ قاصدون کو پکڑ رکھا تھا
مسلمانون کے اس فعل کے جواز کی دلیل بھی ہے کہ اونھون نے بے ایمان اور دغا باز
یونانیون کو اوس ظلم اور ناانصافی کی سزا دی جسکو سب انصاف پسند لوگ مکروہ
و مذموم جانتے ہین - اگر مسلمان مشرقی عیسائیون کو یعنے نصاری روم کو اوس سفیر کے
خون ناحق کی سزا نہ دیتے تو غالبًا نصاری یہ طعن اسلام پر نہ کرتے کہ یہ دین بزور شمشیر
شایع کیا گیا ہے - غزوۂ موتے ناتمام رہا اور غزوۂ تبوک جسمین شر عیسائیون کیطرف
سے ہوا تھا اور جسمین مسلمانون نے صرف یہ چاہا تھا کہ ہرقل کی افواج کو یکجا نہونے
دین اسکا باعث ہوا کہ اس قومی جرم کی سزا آنحضرت صلعم کی حین حیات رومیون کو کچھ نہین
دیگئی مگر خلفاؓ نے اس جرم عظیم کو فراموش نہین کیا بلکہ جرمانہ سنگین رومیون سے لیا
سلطنت یونانؔ ایسی سلطنت قاہرہ اور وسیع تھی کہ مسلمانون اور عیسائیون سے
اکثر رزم و پیکار کا بازار گرم رہتا تھا - قطع نظر اسکے قیاصرۂ روم کی حکومت کو زوال
آتا جاتا تھا اور اونکے نُظّام و عُمّال جو مختلف صوبجات پر حکمرانی کرتے تھے ایسی خود سر ہوگئے
تھے کہ مسلمانون کو اونمین سے کسی ناظم یا عامل کے ساتھ کوئی عہد و پیمان کرکے اُس ہنگامۂ
جنگ و جدل کو مسدود کرنا محال ہوگیا تھا - ہنوز ایک صوبہ دار مغلوب ہوکر صلح پر
آمادہ ہونے پاتا تھا کہ دوسرا ناظم کوئی ایسی عداوت کی حرکت کر بیٹھتا تھا کہ مسلمانون
کو اوسکی گوشمالی کرنا واجب ہوجاتا تھا - اور بقول ایک مورخ کے کہ وہ ایک صوبہ دار سے

ملاد اوس زمانہ مین یونانیون کی سلطنت روم مین تھی جسکا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا اور ہرقل قیصر کا عہد تھا ۱۲ مترجم ۲ یعنی
... سلطنت ... زوال

کرنی ہوتی تھی تو مسلمانون کو ان ممالک عیسائی سے جو اون زمانہ مین موجود تھے جہاد
کرنا جائز ہوجاتا تھا" عیسائیون مین بھی اور مسلمانون مین بھی اکثر ایسا ہوا ہے
کہ چھوٹے چھوٹے مکار سرداروں اور امیرون نے دین کا حیلہ کرکے اپنے دل کا حوصلہ نکالا ہے
مگر ہماری نظر صرف اون نصایح و احکام کے معنی پر ہے جنسے بہتر آنحضرت نے کوئی نعمت
اپنی امت کے لیئے نہین چھوڑی ہے - شرع اسلام ایک مجموعہ قوانین ہی جسمین احکام دین
اور قومی آئین دونون جمع کردیے گئے ہین - اوروں پر دست تعدی دراز کرنا اسلام
کے خمیر مین داخل نہین ہی - لہذا پیروان اسلام اپنی حکومت اور سطوت کے زمانہ مین بھی
ہمیشہ مخالفین سے یہ کہنے پر آمادہ رہتے تھے کہ " اب ہمسے بغض و عناد مطلق نہ رکھو
بلکہ ہمارے شریک ہوجاؤ - ہم تمسے وفا کرینگے - یا جزیہ دینا قبول کرو تاکہ ہم تمہارے جملہ
حقوق کی حفاظت و حراست کرین - یا ہمارا دین اختیار کرو تاکہ ہر ایک حق جو ہمکو حاصل
ہے وہی تمکو بھی حاصل ہوجاے " شارع اسلام کے اون احکام سے جنپر مسلمانون
کے قوانین جنگ مبنی ہین شرع اسلام کی حکمت اور ملائمت ظاہر ہے - اس باب مین
آیات ذیل ملاحظہ ہون و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لا تعتدوا
ان اللہ لا یحب المعتدین لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر
بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم
سورۃ البقر آیت ۱۸۶ - و ۲۵۷ - سلطنت فارس پر جو مسلمانون نے فوج کشی کی تو
اوس زمانہ کے حالات کا مقتضی یہی تھا - بندر ایک خاندان بادشاہان عرب کا تھا

لہ ارکہارٹ صاحب کا رسالہ نظم الممالک الاسلامیہ ملاحظہ ہو - مین انکا مدعی نہین ہون کہ مسلمانون مین تعدی بیجا اور حرص و طمع
تھی ہی نہین - کیونکہ یہ دعوٰی کرنا میرے نزدیک انسان کے خواص طبیعی سے ناواقفیت محض ظاہر کرنا ہی جب مسلمان اپنے مخالفین اور اعدا پر
ایسی فتح مبین حاصل کرچکے تھے اور قریب جوارکی قومون کی کمزوری سے آگاہ ہوتے جاتے تھے تو ایسے ہنگام مین اونکو جادۂ اعتدال پر

اور اس خاندان کے بادشاہ خسروان فارس کے تابع اور زیر فرمان تھے اور اگرچہ
رومیون سے ملکی امور مین مخالفت رکھتے تھے مگر مذہب اور حقوق مین اونسے موافق
و متحد تھے پس ابتدائی لڑائیان جو مسلمانون اور رومیون مین ہوئی تھین وہی بنی
حیرہ کی مخالفت کا باعث ہوئین اور بنی حیرہ بادشاہان منذر کی رعایا تھی - اور
ایک وسیع ملک پر قابض تھے جو دریاے فرات سے مغرب کی طرف صحراے عراق کو طے
کرکے قبائل غسان کی چراگاہ تک چلا گیا تھا اور قبائل غسان رومیون کے مطیع و محکوم تھے -
مملکت حیرہ بعینہ اوسیطرح خسروان فارس کے زیر حکومت تھی جسطرح صوبہ یہودیہ
(جسکو کنعان اور فلسطین اور بیت المقدس بھی کہتے ہین) اغسطوس اور طبریاس
قیصران روم[1] کا تابع و محکوم تھا جب مسلمانون نے اس مملکت حیرہ کو فتح کیا اوسوقت
بادشاہ فارس کیطرف سے ایک شخص اس ریاست مین حکمرانی کرتا تھا - مگر خسروان
فارس نے اوس سے رشک کرکے ایک مرزبان کو اوسکا شریک ریاست کر دیا - اوسکی
رعایا نے غیر قوم کے حاکم کا محکوم ہونا گوارا نہ کیا اور قرب و جوار کے قبائل پر چھاپے
مارنے شروع کیے اور مسلمانون سے اور اونسے بھی لڑائی بھڑائی ہونے لگی مسلمانون کی
سلطنت قوی اور مضبوط ہو چلی تھی اور ایک ہی شخص اوسکا بادشاہ یا خلیفہ تھا جسکی
حکومت بعد رفع ہونے اون فسادات کے جو آنحضرت کی وفات کی بعد قبائل صحرائی نے
برپا کیے تھے دوچند مضبوط و مستحکم ہو گئے تھے - پس ایسی سلطنت کو یہ گوارا نہوا کہ ایک
ضعیف اور متزلزل سلطنت[2] کا ایک ادنے صوبہ دار اوسکو ذلتین پہونچائے اور وہ
خاموش رہی - الغرض - لشکر اسلام نے حیرہ پر چڑھائی کی اور مرزبان بھاگ کر اپنے
پایۂ تخت طیسفون (دار السلطنت فارس) مین جا کر چھپا اور امیر حیرہ جو عرب تھا لڑے بھڑے

مسلمانون کا تابع ہوگیا۔ اس معرکہ مین فوج اسلام کا سردار خالد ابن ولید تھا۔
جب مسلمانون نے حیرہ کو فتح کرلیا تو خسروان فارس کی سلطنت کی دروازہ پر
پہونچ گئے مدتہاے مدید کے اندرونی جنگ وجدال اور سخت خونریزیون اور شدید
ظلمون کے بعد اب فارس کو یہ دن نصیب ہوا تھا کہ ایک بیدار مغز شخص جسکا نام
یزدجرد تھا اوس ملک کا بادشاہ ہوا تھا۔ اس بادشاہ کے حکم سے ایک نہایت
زرق برق فوج فارسیون کی مسلمانون کے مقابلہ کو آئی۔ یہ واقعہ عہد خلافت خلیفہ ثانی
مین ہوا۔ گو یہ خلیفہ بہ نسبت خلیفہ اول کے زیادہ اولوالعزم اور قوی ومضبوط تھے
تاہم اونھون نے اعتدال کو کام فرماکر اپنے نائبون کے ذریعہ سے شرائط صلح یزدجرد
سے کہلا بھیجے تاکہ لڑائی کی نوبت نہ آجائے۔ وہ شرائط یہ تھے کہ اسلام قبول کرو۔
اور اسلام سے مراد اصلاح اون ملکی خرابیون کی تھی جنکی باعث سے کیانیون کی
سلطنت ایسی ضعیف ہوگئی تھی اور تخفیف اون محصولات سنگین اور انعامات
خطیر اور دیگر مصارف کثیر کے تھے جنھین رعایاے فارس کا خون تک چوس لیا تھا
اور اب وہ جان بلب تھے اور انتظام سلطنت یعنی دادرسی اور عدل گستری موافق
اوس شرع شریف کے تھے جسمین تمام بندگان خدا بلا امتیاز مرتبہ ومنصب ایک ہی
وقت برابر تھے۔ دوسری شق یہ تھی کہ حفاظت جان ومال کے عوض مین جزیہ دینا
قبول کرو۔ ان شرائط کو یزدجرد نے حقارت سے نامنظور کیا۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ
جنگ قادسیہ اور نہاوند کی نوبت آئی۔ ان دونون لڑائیون مین کسری کی سلطنت
ایسی پارہ پارہ ہوگئی کہ پھر کبھی نہ جوڑ سکی اور امراء عجم اور علماء مجوس
جنھون نے اپنے فائدے کے لیے بدنظمی اور ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا

[۵] باستثناء ایک عشر خراج زمین کے اور عکام فیصدی ہر شخص کی استطاعت پر کہ پیغمبر باو کا حق تھا اور اسکی تقرر

سب کے سب مارے گئے اور خود یزدجرد اوسطرح بھاگا جسطرح سکندر سے دارا[1] بھاگ گیا تھا
عموماً اہل فارس مسلمانون کو اپنا نجات دہندہ سمجھکر اونکے آنے سے بہت خوش ہوے۔

فارسیون کا عموماً دین اسلام کو قبول کر لینا اور دین مجوس کا بالکل زائل ہو جانا
ان دونون باتون کو لوگون نے اسلام کے جبر و اکراہ کے دلیل گردانا ہی۔ اور بڑے بڑے
عالمون کی آنکھون کو بھی تعصب نے ایسا اندھا کر دیا ہی کہ اون حالات سی چشم پوشی کی ہی
جن حالات مین مسلمان فارس مین داخل ہوئے تھے۔ اوس ملک کا یہ حال ہو گیا تھا
کہ وہان دینداری اور خدا پرستی کا کہین نام و نشان بھی نہ باقی رہا تھا اور رعایا و برایا
کو بے ایمان علماے دین اور عیش پسند امرا پیسی ڈالتے تھے اور فرقہ مزدقیہ و مانکیہ کی
لغویات سے سارا کارخانہ ابتر ہو گیا تھا اور کوئی تمدنی انتظام ٹھیک نہ رہا تھا کسرے نوشیروان
کے حسن انتظام سے صرف اتنا ہوا تھا کہ کچھ عرصہ تک سلطنت زوال کلی سے محفوظ رہی
پس ان سب بدانتظامیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ہین مسلمان اوس ملک مین داخل ہوے
اور وہان کے لوگون کو قانون اور حسن انتظام کی بشارت دی اون سبنے اسلام قبول
کیا اور اوسوقت سے سلطنت فارس ہمیشہ کے لیے مطیع و محکوم اسلام ہو گئے۔

پس ان واقعات تاریخی کو دیکھکر ہر ایک غیر متعصب اور انصاف پسند محقق اپنے
دلمین خود انصاف کریگا کہ سر ولیم میور صاحب کی تقریر ذیل[2] مین سچی بات کتنی ہے۔
"اسلام کا وجود و بقا اسیر موقوف تھا کہ اور ملکون پر ہمیشہ تعدی اور دست درازی
کیجاے۔ اور اس دین کا تمام عالم مین شایع ہونا اور اس سلطنت کا ساری دنیا مین قایم ہو

---

[1] دارا کیطرح یزدجرد کو بھی خود اوسکی رعایا نے قتل کر ڈالا۔ تاریخ ابن الاثیر اور تاریخ کاسن ڈی پرسول ملاحظہ ہو ۱۲ اسکو تحفہ

[2] مسلمانون کی نیک نیتی ثابت کرنے کے لیے گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم سے عبارت ذیل نقل کیجاتی ہی "مسلمانون

اسپر منحصر تھا کہ یہ دین بزور شمشیر قبول کرایا جائے" اسکا جواب یہ ہی کہ ہر ایک مذہب نے
اپنی ترقی کی کسی نہ کسی درجہ مین اپنے پیروان خاص کی مقتضی طبیعت سے تعدی اور دست درازی
ضرور کی ہے - یہانتک کہ دین مجوس اور دین براہمہ مین بھی ظلم و تعدی ہوئی ہے - یہی حال
دین اسلام کا بھی ہوا - مگر اس امر کا ہم انکار قطعی کرتے ہین کہ اسلام نے کبھی لوگون کو
زبردستی مسلمان کرلینا چاہا ہی یا اور مذاہب و ادیان سے زیادہ تعدی اور دست درازی[1] کی ہے -
مولوی سید احمد خان صاحب نے اپنی نایاب کتاب الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ
مین اس امر کو تسلیم کرلیا ہی کہ "وہ اسلام نے تلوار پکڑ کر توحید باری تعالے کے اعتقاد کو شایع کیا" -
ہم اسکا انکار قطعی کرتے ہین کہ اسلام نے لوگون کو مسلمان کرلینے کے لیے کبھی تلوار پکڑی تھی
بلکہ اسلام نے فقط اپنی نفس کی حفاظت کے لیے تلوار پکڑی اور اسی غرض سے اوسکو پکڑے
رہا - اسلام نے کسی اخلاقی دین کے مسائل اور اعتقادات مین کبھی دست اندازی نہین کی
اور امور دینی مین کسی پر کبھی جبر و اکراہ نہین کیا[2] اور عیسائیون کیطرح ایک دار القصاص[3] مقرر
کرکے اور اہل مذاہب و ملل کو انواع عقوبات سے قتل نہین کیا جیسا ارکھارٹ صاحب مورخ نے
لکھا ہی کہ "وہ عیسائیون کے نزدیک اختلاف مذہب ایک وجہ وجیہ جنگ و جدل کی تھی اور یہ شعار
صرف زمانہ جاہلیت مین متعصبین ہی کا نہین رہا ہی" جیسے قوم سیکسن و فرشین اور دیگر اقوام
جرمنی کو شارلیمین شہنشاہ جرمنی نے قتل و قمع کیا - جس وقت سے صوبہ ہنگری[4] کو اور صوبہ پروشیا مین
لاکھا بندگان خدا تہ تیغ بیدریغ کیے گئے - جس زمانہ سے فرقہ انجلنز فرانسیس مین

---

[1] میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۲۵۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] نیبر صاحب کی تقریر اونکی تاریخ عرب صفحہ ۱۲ مین ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [3] یہ ایک محکمہ پادریون کا ملک اسپین یعنے اندلس مین اس غرض سے مقرر ہوا تھا کہ جتنے فرقے عیسائیون کے دین قدیم یعنے مذہب رومن کیتھولک کی خلاف تھے وہ شدید عقوبات کے ساتھ اس محکمہ کے حکم سے قتل کیے جاتے تھے - اور میری سفاکہ ملکہ انگلستان نے بھی محض تعصب مذہبی سے لوگون کو زندہ آگ مین جلوادیا اور اور ایسے ایسے ظلم اپنے مذہب کے مخالفین پر کیے کہ اوسکا لقب تاریخ مین سفاکہ ہو گیا - ۱۲ مترجم [4] یہ دونون صوبے امیریکا کے جزائر کے ہین اور یہان کے لاکھا باشندون کو اہل اسپانیہ نے صرف اختلاف مذہب

[illegible] اون میں جو تاریخ یورپ میں جنگہاے کروسیڈ
کے نام سے مشہور ہین بڑی بڑی خونریزیان ہوئین - اوسوقت سے اوس زمانہ تک جبکہ
اسکاٹ لینڈ مین پیروان مسلک کالون[1] نے اور انگلینڈ مین تابعان دین لیوتھر نے شدید ظلم
وتعدی کی ایک غیر منقطع سلسلہ جبر واکراہ اور تعصب ونفسانیت اور غلو بیجا کا اوردنیا
مین چلا آیا ہی جو دین مسیحی کے لیے مخصوص ہی اور جس سے اسلام بحمد اللہ ہمیشہ بری رہا ہے -
بعض متعصبین کا قول ہے کہ دین مین جبر کرنا عیسائیون نے قرن اوسط[2] مین مسلمانون سے سیکھا تھا
سبحان اللہ کیا انصاف ہی - دین کے نام سے جسٹنین قیصر روم نے جو قتل وقمع کیا اور پھر دوسرے عیسائی
بادشاہ کلووس نے ہولناک جدال وقتال کیا یہ واقعات پیغمبر اسلام کے زمانہ سے کہین پیشتر ہوئی تھی
پھر ملاحظہ کیجئے کہ غزوات صلیبی[3] مین مجاہدین عیسائی کا کردار مسلمانون کے مقابل مین
کیا رہا - ایک معتبر مورخ لکھتا ہی کہ "جب خلیفہ ثانی ۶۳۷ء عیسوی مین بیت المقدس مین
داخل ہوے تو گھوڑے پر سوار سفرونیوس اسقف اعظم سے بیت المقدس کی عمارات قدیمہ وغیرہ
کی باتین کرتے ہوی شہر کے اندر چلے گئے - اور جب نماز ظہر کا وقت آیا تو خلیفہ نے اوس کلیسائی
بزرگ مین نماز پڑھنا نہ منظور کیا جہان اوسوقت کھڑے ہوی تھے بلکہ ایک اور کلیسا کے زینہ پر
فریضۂ ظہر ادا کیا - اور اسقف اعظم سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر مین اس کلیسائی بزرگ کے
اندر نماز پڑھتا تو آئندہ مسلمان اوس معاہدہ کے خلاف کرتے جو ہمسے اور تمسے ہوگیا ہی اور یہ
حیلہ کرتے کہ جب خود خلیفہ نے اس گرجا مین نماز پڑھی تو پھر ہمکو کون مانع ہی - مگر جب مجاہدین

---

[1] کالون ایک مشہور ومعروف بانی ایک فرقۂ نصاریٰ کا ہی جسکو کالونیہ کہتے ہین اور لیوتھر بانی دین مذہب پراٹسٹنٹ کا ہی
[2] مترجم [2] اس سے وہ زمانہ مراد ہی جو مابین شیوع مذہب پراٹسٹنٹ اور ظہور امریکا منقضی ہوا اور جسکو فقدان علوم اور غلبہ جہل
کیوجہ سے یورپ کا زمانہ جاہلیت بھی کہتے ہین [12] مترجم [3] یہ تو لڑائیان ساتوین صدی عیسوی مین افواج شفقۃ سلاطین یورپ
اور سلطان نورالدین وسلطان صلاح الدین مصری مین فوجی اور شلیم یعنی بیت المقدس مین ہوئی تھین - کئی دفعہ افواج عیسائی
نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور مسلمانون پر بڑے بڑے ظلم کئے مگر ہر دفعہ مسلمان ہی فتحیاب ہوے اور بیت المقدس پر نصاریٰ کا قبضہ

عیسائی نے بیت المقدس پر قبضہ پایا تو ... نے اطفال خورد سال کو دیوارون سے ٹکرا ٹکرا کر
اونکے بھیجے پھاڑ ڈالے اور چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچون کو فصیل قلعہ پر سے نیچے پھینکدیا اور جوانونکو
زندہ بھون بھون ڈالا اور بعضون کے پیٹ چاک کر ڈالے کہ دیکھین سونا تو نہین نگل گئے ہین
اور یہود کو اونکے معابد مین بند کر کے زندہ جلادیا - اور تقریبًا ستر ہزار بندگان خدا کو تہ تیغ بیدریغ
کیا - اس سب پر طرہ یہ ہی کہ خود پاپائی[1] روم کا نائب اس قتل و قمع مین شریک ہوا[2] -
الغرض - اسلام نے اپنے نفس کی حفاظت کیلئے تلوار پکڑی تھی مگر دین مسیحی نے
اس غرض سے شمشیر زنی کی کہ آزادی خیال اور آزادی اعتقاد کو صفحہ روزگار سے
مٹادی - قسطنطین اعظم نے جب دین مسیحی قبول کر لیا تو یہ دین تمام ممالک مغربی مین
غالب ہوگیا - اور اوسوقت سے اس دین کو کسی دشمن کا کچھ خوف نہ باقی رہا مگر جس ساعت
سے اس مذہب کو فروغ ہوا بس اوسی ساعت سے اسکی یہی خاصیت ظاہر
ہونے لگی یعنے اور ادیان سے نفرت و بیزاری کرنے لگا - اور جہان جہان دین مسیحی
شایع ہوا وہان وہان لوگون کو اور کسی مذہب پر چلنا بے ایذا اٹھائے غیر ممکن ہوگیا -
برخلاف عیسائیون کے اہل اسلام صرف صلح و عافیت کی ضمانت طلب کرتے تھے اور
حفظ جان و مال اور مساوات کامل کے عوض مین جزیہ مانگتے تھے - اور مساوات کامل سے
یہ مراد تھی کہ مساوی مواجب و حقوق رکھنا اسلام قبول کرنے سے مشروط تھا - فقط -

چودھوان[14] باب

ابتداء خلقت انسان مین یعنی تمدن کی ابتدائی زمانہ مین جبکہ اوس قوت ناسکہ کی تکمیل نہین

[1] یہ شخص حضرت عیسیٰ کا خلیفہ اور قسیم جنت و نار سمجھا جاتا ہی - زمانہ قدیم مین اسکا اقتدار اتنا تھا کہ تمام بادشاہان
یورپ اسکے مطیع و فرمان بردار تھے اور اسکو خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ المسیح سمجھکر اپنی تاج بخشی کراتے تھے اور مؤید الدین و
ناصر الملۃ کا خطاب اس سے لیتے تھے - چنانچہ ہماری ملکہ معظمہ کے خاندان مین شاہ ہنری ہشتم کے عہد سے خطاب مؤید دین
چلا آتا ہی - مگر اب بیچارے یورپ کا اقتدار پہلے کا عشر عشیر بھی نہین رہا ہی صرف رومن کیتھولک لوگ اوسکو امام زمان سمجھتے ہین ۱۲

متفرق نہین ہونے دیتے اوس زمانہ کے لیے تعدد ازواج ایک اصل الاصول تحفظ نفس کا تھا - انسان کی ترقی وتہذیب کی ان مدارج مین مرد[۵۱] ہمیشہ غالب رہا ہی اور عورت ہمیشہ مغلوب رہی ہے - عورت کا وجود اوس تعلق پر موقوف رہا ہی جو وہ مرد سے رکھتی ہے اور عورتون کی کثرت تعداد سے تعدد ازواج کا رسم پیدا ہوا ہی جسکو اس ترقی وتہذیب کے زمانہ مین ایک قبیح عظیم تصور کرنا بجا ہے - قدیم زمانہ مین تعدد ازواج کا رسم تمام اقوام شرقی مین جاری تھا - جب بادشاہ وقت اس رسم کو عمل مین لاتا تھا اور بادشاہ ہر ملک مین ظل اللہ سمجھا جاتا تھا تو رعایا بھی اس رسم کو مقدس سمجھتی تھی - ہندوستان مین تعدد ازواج کی دونون قسمین سلف سے جاری تھین یعنی[۵۲] ایک شوہر کے متعدد ازواج ہوتی تھین اور ایک زوجہ کی متعدد شوہر ہوتے تھے -

اہل فارس اور اہل میڈیا اور اہل بابل اور اہل عشر ان سب قومون مین تعدد ازواج کا رسم سب فرقون مین جاری تھا اور اسکے ساتھ مستورات کی پردہ نشینی کا رسم بھی ایسا ہی سخت تھا جیسا اہل اتھنس[۵۳] مین تھا - پارسیون کے دین مین تعدد ازواج ایک کار ثواب[۵۴] تھا - ملک شام مین جو قومین رہتی تھین اور جنکو بنی اسرائیل نے مغلوب کر لیا تھا یا قتل وقمع کیا تھا اونمین تعدد ازواج کے رسم سے بھی ترقی کرکے حیوانات سے ارتکاب فعل شنیع کا دستور تھا - اکثر[۵۵] یونانی قومون مین جو یورپ کے مختلف صوبون مین اور مغربی اشیا مین

---

[۵۱] الرجال قوامون علی النساء الی آخر قولہ تعالے ۱۲ - مترجم [۵۲] ملاحظہ ہو ایلیا ئزو ہیلر صاحب کی تاریخ ہندوستان جلد ا صفحہ ۳۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۵۳] یہ یونان کے قدیم پایہ تخت کا نام ہی جو اگلے زمانہ مین معدن علوم وفنون اور ماخذ تہذیب شائستگی تھا ۱۲ - مترجم [۵۴] رالنس صاحب کی تاریخ پانچ قدیم مشرقی سلطنتون کے جلد ۳ صفحہ ۹۰ و ۱۷۱ - ۱۷۷ - اور نیز جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ - اور لنارمنٹ صاحب کی تاریخ ممالک مشرقی قدیم ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۵۵] ڈاکٹر النجر صاحب کی

رہتی تھین تعدد ازواج کا رسم اس کثرت سے جاری تھا کہ اور کسی ملک مین ویسی کثرت نہ تھی۔

یہود مین تعدد ازواج کا رسم صرف پسندیدہ ہی نہ تھا بلکہ خود یہوواہ یعنی خدا نے اس رسم کو مقدس کیا تھا۔ قدیم یونانیون مین تعدد ازواج کا رسم جائز تھا اسکی مثال پلوٹارک شاعر یونانی نے لکھی ہی کہ جب نوجوان آدمی فوج سے علیحدہ ہوتے تھے تو متعدد ازواج کرنے کی مجاز تھی۔ اہل ایتھنس کے نزدیک زوجہ صرف ایک مال تجارت ہوئی تھی اور بازار مین فروخت ہوسکتی تھی اور اور لوگون کیطرف منتقل ہوسکتے تھے اور وصیت کے ذریعہ سے اوسکو منتقل کرنا جائز تھا۔ وہ لوگ زوجہ کو ایک بلا سمجھتے تھے جسکا ہونا امور خانگی کے انتظام اور افزائش نسل کے لیے واجب ولازم تھا۔ اور اونمین سے ہر شخص کو اختیار تھا کہ جتنے ازواج چاہے کرے اور مختلف درجہ اور حیثیت کی بیبیان کرے۔ چنانچہ ڈماستھنس[۵۳] نے بفخر ومباہات بیان کیا ہے کہ ہم لوگ تین قسم کی عورتین رکھتے ہین انمین سے دو قسم کی عورتین شرعی یا نیم شرعی بیبیان[۵۴] ہماری ہین۔

اہل اسپارٹا[۵۵] مین مرد کے لیے تو بجز مخصوص حالات کے ایک زوجہ سے زیادہ جائز نہ تھا مگر عورت کے ایک سے زیادہ شوہر رکھنا ہر وقت جائز تھا اور عورتین ہمیشہ متعدد شوہر رکھتی تھین[۵۶]۔

روماۃ الکبری کی سلطنت ایسی مخصوص حالات مین قائم ہوئی تھی کہ اوس سلطنت مین تعدد ازواج کا رسم مشروع نہو سکا۔ قوم سابیہ کی عورتون سے زنا بالجبر کرنے کا قصہ تواریخ کی رو سے صحیح ہو خواہ غلط مگر اس روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہی کہ قدیم رومیون مین قوانین ازدواج کے علل واسباب کیا ہوا کرتے تھے۔ روم قدیم کے گرد و نواح کی ریاستون مین

---

[۵۱] انسایکلوپیڈیا یعنی مخزن العلوم مین نکاح کا مضمون ملاحظہ ہو اور ڈالنجر صاحب کی تاریخ مشرکین ویہود جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ بھی ملاحظہ ہو۔ ۱۲۔ مؤلف [۵۲] یہ ایک بڑا جلیل القدر خطیب اور مدبر الملک یونان قدیم مین گذرا ہی ۱۲ مترجم [۵۳] ڈالنجر صاحب کی تاریخ مشرکین ویہود جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ - ۲۳۸ - اور انسایکلوپیڈیا مین نکاح کا مضمون ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۵۴] یہ بھی ایک بڑا نامی وگرامی شہر یونان قدیم کا تھا اور یہان کے لوگون کی شجاعت وجانفزی ضرب المثل ہی ۱۲ مؤلف [۵۵]

ملاحظہ ہو تاریخ ... جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

... تعدد ازدواج ایک ممدوح رسم تھا - رومیون کو صدہا
برس اطالیہ کی اور قومون کے ساتھ سابقہ رہا اور بہت مدید تک لڑا بھڑا کئے اور ممالک
کو فتح کیا کئے اور کامیابی سے عیاشی کی عادتین پیدا ہوئین - الغرض - اس سب کا
نتیجہ یہ ہوا کہ رومیون مین نکاح و ازدواج کی کچھ حقیقت نہ باقی رہی - تعدد ازدواج قانوناً
تو جائز نہ تھا مگر بقول ایک جلیل الشان مورخ کے "پیونک لڑائیون[1] کو فتح کرنے کے بعد
روم کے معزز عورتون کو ایک آزاد اور متمول سلطنت جمہوری کے عام فوائد حاصل کرنے کا
حوصلہ پیدا ہوا اور اونکی خواہشون کو اونکے والدین اور اونکے عشاق بر لاتے تھے"[2]
اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیون مین ازدواج تھوڑی ہی مدت مین ازدواج نہ باقی رہا بلکہ
اچھے خاصے تماشبینی یا خانگی پن ہو گیا - اور جب اس خانگی پن کو قوانین سرکاری نے
جائز رکھا تو اسنے ایک آئین ملکی کی قوت حاصل کر لی - عورتون کی آزادی سے اور وہ
رشتہ زوجیت جو شوہر کو اپنی زوجہ سے وابستہ رکھتا ہے اوسکے کمزور ہونے سے اور
اس امر سے کہ اکثر اوقات ازواج کا مبادلہ یا انتقال کیا جاتا تھا صاف ثابت ہوتا ہی
کہ رومیون مین تعدد ازدواج کا رسم ضرور جاری تھا گو دوسرے پیرایہ مین سہی -

اس اثنا مین دین مسیحی کے مسائل دریاے جلیل[3] کے کنارے تلقین کیے گئے مگر تمام سلطنت
قاہرہ روم الکبری پر اونکے شعاع پڑنے لگے یعنی اونکا اثر ہونے لگا - حضرت عیسیٰ کی ہدایات
و احکام سے بالبداہتہ ظاہر ہے کہ اسنیہ نامی ایک فرقہ یہود کا اثر اونپر ایسا ہو چکا تھا او

---

[1] یہ لڑائیان قدیم رومیون اور اہل کارتھیج مین ہوئی تھین اور کارتھیج افریقہ شمالی مین اوس ملک کا نام تھا جو اب ممالک بربر کے نام سے مشہور ہے - ان لڑائیون مین آخر کو رومی فتحیاب ہوے تھے ۱۲ - مترجم [2] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم الکبرے جلد ۴ صفحہ ۲۰۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] یہ دریا صوبہ یہود یعنی فلسطین یا کنعان مین

آسمانی سلطنت کی اونکو ایسی آرزو تھی کہ اونھون نے ازدواج کی مذمت عموماً فرمائی ہے
گو اونھون نے کسی قسم کے ازدواج کی ممانعت قطعی وصریحی کہین نہین فرمائی ہے
پس مختلف زمانون مین پیشوایان دین مسیحی یہی سمجھا کئے کہ تعدد ازدواج نفس الامر
مین حرام یا گناہ نہین ہے - چنانچہ دین مسیحی کے ایک امام اعظم[1] نے فرمایا ہی کہ تعدد
ازدواج اوس ملک مین حرام نہین ہے جہان وہ قانوناً جائز رکھا گیا ہو اور جرمنی مین
جو مصلحان دین پیدا ہوے اونھون نے سولھوین صدی عیسوی تک یہی فتوی دیا کہ
ایک زوجہ کے ساتھ دوسرے بلکہ تیسری زوجہ کرنا بھی اوسوقت جائز ہے جب اولاد
نہوئی ہو یا اور کوئی سبب ہوا ہو - بعض علماے مسیحی[2] نے یہ تو تسلیم کر لیا ہی کہ تعدد
ازدواج عقلاً فعل قبیح نہین ہے اور حضرت عیسیٰ نے اسکی ممانعت قطعی وصریحی کہین
نہین فرمائی ہے مگر اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ ایک زوجہ پر قناعت کرنے کا رسم جو تمام
یورپ مین جاری ہی اسوجہ سے پیدا ہوا ہی کہ اہل جرمن یا اہل یونان و روم کے خیالات
دین مسیحی مین آمیزش ہو گئی ہین - یہ رائے صریحاً خلاف واقع اور مخالف تاریخ ہی اور
لائق اعتبار نہین ہی - اہل جرمنی کی ایک زوجہ پر اکتفا کرنے کا ثبوت فقط ایک یا دو
رومیون کی شہادت پر موقوف ہی جسکی تصدیق کسی مورخ نے نہین کی ہی اور ان رومیون
کی شہادت واقعات کی نسبت بالکل لائق اعتبار نہین ہے کیونکہ انکا فائدہ ایسے
واقعات کے اخفا مین تھا - قطع نظر اسکے یہ دیکھنا چاہیے کہ ٹاسٹیس مورخ رومی
اہل جرمنی کے عادات و اطوار کو اپنی تاریخ مین کس مقصد سے بیان کیا ہی - اوسکا مقصد

[1] یعنی سینٹ اگسٹاین یہ ایک شخص اتباع حوارین مین سے تھے جنھون نے دین مسیحی کو پہلے پہل جزائر برطانیہ مین شائع
کیا - یہ بڑے مقدس آدمی تھے اور ائمہ کلیسائی مسیحی مین سمجھے جاتے ہین ۱۲ - مترجم [2] ہالم صاحب کی تاریخ آئین سلطنت
انگلستان جلد ا صفحہ ۶۲ - ... تھا سینٹ [illegible] عالم فرنسیسی کی رائے یہ ہی کہ ایک زوجہ پر حصر کرنے کا رسم عیسائیون نے یونانیون اور رومیون سے اخذ کیا ہی ۱۲ - مؤلف

صاف یہ تھا کہ اوسنے ایسے اہل وطن کی عیاشی پر اعتراض کیا ہے اور رومیون کے فسق و
فجور کا مقابلہ جرمنی کی وحشیون کی فرضی نیکیون کے ساتھ کر کے چاہا ہی کہ اونکے خیالات کو
رومیون مین جاری کرے - اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جاے کہ ٹاسٹیس کا قول صحیح ہی
تو ہم پوچھتے ہین کہ اسکا سبب کیا ہے کہ انیسوین صدی عیسوی تک بھی جرمنی کے امراء
مین تعدد ازدواج کا رسم جاری رہا - اگلے زمانہ کے رومیون مین جو کچھ رسم رہا ہو
یہ ظاہر ہے کہ رومتہ الکبری کی سلطنت جمہوری کے آخر زمانہ مین اور سلطنت شخصی کے
ابتدائی زمانہ مین تعدد ازدواج آئین و قوانین ملکی مین ضرور داخل تھا یا اقل مراتب
ناجائز تو نہ سمجھا جاتا تھا - اس رسم کا موجود ہونا اور اسکا جاری اور معمول بہ ہونا اوس
فرمان شاہی سے ثابت ہوتا ہی جو اسکی تعمیم کا مانع ہوا - اس فرمان شاہی سے اس
رسم کا انسداد کہانتک ہوا یا راے عوام کہانتک اسکے خلاف ہو گئی یہ اوس توقیع سے
ظاہر ہے جو الونزلیوس اور ارقودیوس قیصران روم نے چوتھی صدی عیسوی کے
آخر مین جاری کی تھی اور خود قسطنطین اعظم اور اونکے خلف الرشید کے فعل سے ظاہر ہی
جو متعدد ازدواج رکھتے تھے - والنطنین ثانی قیصر روم نے ایک فرمان کے ذریعہ سے
تمام رعایاے روم کو اجازت دیدی کہ جسکا جی چاہے بلا تکلف متعدد ازدواج کرے اور
اوس زمانہ کی تاریخ کلیسا سے بھی یہ نہین ثابت ہوتا کہ ائمہ کلیسا اور اساقفہ روم
نے اس فرمان پر کچھ اعتراض کیا - الغرض اس رسم کا انسداد ہرگز نہین ہوا بلکہ تمام
قیاصرہ روم متعدد ازدواج رکھتے تھے اور اونکی رعایا اس امر مین اونکی تقلید کرتی تھی
یہانتک کہ پادریون کی بھی متعدد بیبیان ہوتی تھین -

جسٹنین قیصر کے عہد تک یہی قانون جاری رہا - اس قیصر کے عہد مین یہ ہوا کہ تیرہ سو برس

کے عرصہ مین جو ترقی علوم وفنون اور تہذیب وشائستگی مین ہوئی تھی اور جس ترقی کا
باعث نہ صرف وہ دو مذہب[1] ہوئے تھے جو اولاد سام ابن نوح مین رائج تھی بلکہ وہ بڑی بڑے
جلیل القدر علما و فقہا بھی ہوئی تھی جو بنی سام سے تھی اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجموعہ قوانین
تالیف ہوا جو قوانین جسٹنین قیصر کے نام سے مشہور ہے مگر ان قوانین مین دین مسیحی
سے اخذ کر کے کچھ داخل نہین کیا گیا بلکہ جسٹنین کا بہت بڑا مشیر وصلاح کار ان قوانین
کی تالیف مین ایک دہریہ اور مشرک تھا۔ گو جسٹنین قیصر نے تعداد ازواج کی ممانعت
قطعی کر دی تاہم یہ رسم اوس زمانہ مین جاری رہا۔ اوسکے قوانین سے ترقی تہذیب
وشائستگی ظاہر تھی اور اون قوانین کا اثر چند فہمیدہ وسنجیدہ آدمیون پر ہوا مگر
عوام الناس پر اونکا اثر کچھ خاک بھی نہین ہوا۔

یورپ کے مغربی ملکون مین جاہل اور وحشی قومون نے بڑی بڑے یورش کیے اور
اونکی اخلاقی خیالات اون ممالک کی اصلی باشندون کے خیالات کے ساتھ آمیختہ ہو گئے
اسوجہ سے زن وشوہر مین جو تعلقات ہوتے ہین وہ بھی ذلیل وحقیر ہو گئے بعض
ان وحشی قومون کے وحشیانہ قوانین[2] مین تعداد ازواج کے انسداد کی کوشش کیگئی
مگر فعل کا اثر ہمیشہ قول سے زیادہ ہوتا ہی۔ لہذا جب بادشاہون کے متعدد محلات ہوگئے
تو رعایا اونکی تقلید سے کب چوکتے تھے۔ حالانکہ کلیسا یعنے دین کا حکم پادریون کو تھا
کہ ہمیشہ مجرد رہین اور کبھی شادی نہ کرین مگر پادری لوگ بھی تعداد ازواج کے رسم سے مستفید
ہوتی تھی اور اپنی اسقف اعظم[3] سے اجازت لیکر کئی بیبیان خفیہ کرتے تھے۔
سب سے بڑی خطا اور سب سے زیادہ لائق الزام قصور مورخین عیسائی نے

---

[1] یعنی مذہب یہود اور دین اسلام ۱۲ مؤلف [2] جیسے تھیوڈورک بادشاہ کے قوانین تھے مگر وہ قوانین رومیون کے
خیالات عالی پر مشتمل رہتے تھے ۱۲ مؤلف [3] ہالم صاحب کی تاریخ متوسط انگلستان جلد ۱ صفحہ ۷۱ - اور حاشیہ اور اونکی ۴

۴ تاریخ زنان اوسط جلد ۱ - صفحہ ۱۲ - مؤلف

یہ کیا ہو کہ یہ فرض کر لیا ہے کہ شارع اسلام ؐ نے تعدد ازواج کو اختیار کیا یا جائز کر دیا
یہ پرانا خیال (جس سے اون لوگون کی جہالت و لاعلمی ظاہر ہوتی ہے جو ایسا خیال
رکھتے تھے) کہ یہ رسم شارع اسلام ؐ نے جاری کیا تھا اس زمانہ مین دفع ہو گیا ہے
مگر یہ قول کہ آنحضرت ؐ نے اس رسم کو اختیار کیا اور اسکو شروع کر دیا اکثر عوام کالانعام
مین بلکہ بعض اہل خبرت نصاری کے نزدیک بھی ابتک مسلم و معتبر ہے- اس سے کاذب تر
کوئی قول نہین ہے- شارع اسلام ؐ نے تعدد ازواج کو نہ صرف اپنی قوم مین رائج
پایا بلکہ قرب و جوار کے ملکون مین بھی بعض قبیح ترین اقسام تعدد ازواج کو شایع
دیکھا- سلطنت روم نے جو ایک عیسائی سلطنت تھی قوانین کے ذریعہ سے اس رسم
قبیح کے انسداد کی کوشش کی مگر وہ کوشش کارگر نہین ہوئی- بلکہ یہ رسم اچھی طرح
سے اور بلا تکلف جاری رہا اور سوا بیاہتا بی بی کے جو باعتبار زمانہ ازواج کے
مقدم سمجھے جاتے تھے اور سب کمبخت بیبیون کے ساتھ سخت ناانصافی اور حق تلفی ہوتی تھی
وہ بدنصیب عورتین کسی قسم کے حقوق نہ رکھتی تھین نہ ویسا تحفظ اونکا قانوناً کیا جاتا
تھا جیسا بیاہتا بی بی کا کیا جاتا تھا بلکہ وہ اپنے متلون المزاج شوہرون کی اطاعت
لونڈیون کیطرح کرتے تھے- آنحضرت ؐ کے بعثت کے زمانہ مین فارس مین فسق و فجور کی
کچھ انتہا نہ باقی رہی تھی- اوس ملک مین قانون تناکح و ازدواج نہ تھا اور
اگر تھا تو کوئی اوسکو مانتا نہ تھا- پارسیون کی مذہبی کتاب زند اوستا مین ازواج
کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی لہذا پارسی لوگ بہت سے منکوحات رکھتے تھے ممنوعات یا خانگیون کا
کچھ ذکر نہین- خود آنحضرت ؐ کی قوم مین یعنے عرب مین قبل شیوع اسلام ازواج کی کچھ حد و پایان
نہ تھی- اور ہر شخص کو اختیار تھا کہ جتنی بیبیان چاہے کرے اور جب اور جسکو چاہے طلاق

دیدے اور زن بیوہ اپنے شوہر متوفی کی متروکہ کا ایک جزو اعظم سمجہی جاتی تہی - لہذا اکثر ایسا ہوتا تہا کہ سوتیلی بیٹی اپنی سوتیلی ماؤن کو اپنی بیبیان بنا لیتے تہے اور جب اسلام مین یہ رسم قبیح حرام کردیا گیا تو اسکا نام تو ہینًا نکاح المقت یعنی بے شرمی کا یا مذموم نکاح رکہا گیا - بلکہ بعض قبائل یمن[1] مین جو کسیقدر یہود اور کسیقدر صابئین یعنی ستارہ پرست تہے ایک زوجہ کو متعدد شوہر رکہنے کا رسم بہی جاری تہا -

شارع اسلام اپنی قوم کے شارع و مقنن اور تمام بنی آدم کے محسن تہے آپ کی رسالت کا مقصود اعظم یہہ بہی تہا کہ ان تمام قبیح رسوم کے انسداد کا تدارک کامل فرمائین جو صدہا برس سے جاری چلے آتے تہے - پس آپ نے انکا انسداد کلی اسطرح فرمایا کہ ازواج کی ایک تعداد مقرر کردی اور ازواج کے مواجبات و حقوق اونکے شوہرون پر معین کر دیئے اور شوہر پر فرض عین کردیا کہ سب ازواج سے من جمیع الوجوہ برابر برتاؤ رکہے اور اسکا تحفظ کامل یہی کردیا کہ کسی عیاش اور ناخدا ترس شوہر کی شقاوت سے اوسکے ازواج دربدر خاک بسر ہونے پائین - مگر شرع اسلام کی حکمت بالغہ اوامر کے بہ نسبت نواہی سے زیادہ ظاہر ہے چنانچہ تعدد ازواج مین ایک قید ایسی لگادی ہے جس سے یہ فعل صرف محدود ہی نہین ہوگیا ہے بلکہ جس آیت[2] سے اذن مفہوم ہوتا ہے فی الواقع اوسی آیت سے اسکا انتفاء اور کالعدم ہونا بہی لازم آتا ہے - اوس آیت کے معنے یہ ہوتے ہین کہ کوئی شخص ایک سے زیادہ زوجہ نہ کرے اگر وہ چارون ازواج کے ساتھ برابر اور منصفانہ برتاو نہ کر سکے

---

[1] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ا - صفحہ ۱۱۳ - اور تاریخ ابن خلدون ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

[2] فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ ۱۲ - قرآن مجید

جیسا مولوی سید احمد خان صاحب نے فرمایا ہے کہ "تعدد ازواج مین بہت سی شدید قیود لگا دیے گئے ہین اور بہت سے سخت قواعد مقرر کر دیے گئے ہین جیسا چارون ازواج کے مواجب و حقوق مین مساوات کلی رکھنا اور چارون سے برابر الفت اور محبت رکھنا وغیرہ وغیرہ - اور یہ قیود اسلیے لگائے گئے ہین کہ لوگ اس امر مین افراط نہ کرسکین کہ افراط کل اوقات مین قبیح و مذموم ہے اور یہ یقین ہو جاے کہ جس شخص نے تعدد ازدواج پر جسارت کی ہے وہ ایک ضرورت واقعی کیوجہ سے اس فعل پر مجبور ہو گیا تھا" آیت تحلیل تعدد ازواج کے پہلے جزو سے اذن مطلق مفہوم ہوتا ہے مگر دوسرا جزو پہلے جزو کی شرط واقع ہوا ہے اور فرائض ضروریہ کے قبیل سے ہے پس جو شخص جزو ثانی اور اوسکے لوازم کی تعمیل نہ کرے تو بمفاد اذا فات الشرط فات المشروط اوسنے یقیناً یہ فعل خلاف شرع اسلام کیا اور خدا کا گنہگار ہوا - پس بہر کیف حکم تعدد ازواج کو از قبیل نواہی سمجھنا چاہیے نہ از قبیل اوامر یہ بات ناظرین کے ذہن نشین رہی کہ تعدد ازواج مصالح وقت پر موقوف ہے - بعض زمانون مین اور بعض حالات مخصوصۂ تمدن مین یہ رسم عورتون کو فاقہ کشی اور فقر و فلاکت سے بچانے کے لیے ضروری و لابدی ہو جاتا ہے - یہ ایک امر واقعی ہے لہذا اس سے چشم پوشی نہین ہو سکتی - جب انسان کے خیالات مین ترقی ہوئی اور زمانہ کے حالات بدل گئے تو تعدد ازدواج کی ضرورت نہین باقی رہی اور اب یہ رسم ضمناً متروک ہو گیا ہے یا صریحاً ممنوع ہو گیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جن بلاد اسلام مین وہ وجوہ رفع ہوتے جاتے ہین جن وجوہ سے یہ تعدد ازواج کا رسم ابتدا مین ضروری و لابدی ہو گیا تھا اب ان بلاد مین یہ رسم قبیح

لہ حاشیہ ا - متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۲ہ اگر رپورٹون اور نقشون مین صحیح حساب لکھا ہے تو مین کہہ سکتا ہون کہ نہایت مہذب و شائستہ ممالک یورپ مین اس کثرت اور اس شدت سے فسق و فجور جو ہوتا ہے تو فقط عورتون کے محتاج محض ہونے کیوجہ سے ہوتا ہے ۱۲ - مؤلف ۳ہ پادری ایک صاحب اور لیڈی ڈف گورڈن صاحبہ نے لکھا

سمجھا جاتا ہی اور حکم خدا ورسول کے خلاف تصور کیا جاتا ہی- مگر جن ممالک اسلامیہ مین
حالات تمدن مخصوص اور جداگانہ ہین اور جہان وہ ذرایع معاش موجود نہین ہین جنسی کہ مہذب
وشائستہ قومون مین عورتین اپنی بسر اوقات کر لیتی ہین اون ممالک مین تعدد ازواج
کا جاری رہنا ضروری ہی[له]- قوانین اسلامیہ کا ترقی وتہذیب کی ہر درجہ کے موافق ہونا شارع اسلام
کی حکمت بالغہ پر دال ہے- قوانین کا ملائم ہونا بہت بڑی دلیل اونکی عمدگی اور لطافت کی ہی
یہ صفت شرع اسلام کے لیے مخصوص ہی کہ یہ شریعت سہلہ سمجھہ ہی یعنی اسمین عسر وحرج نہین جایز رکھا گیا ہی[له]
اب ہم اوس امر کی تحقیق کرتے ہین جسکو اکثر اون لوگون نے جو واقعات تاریخی
سے واقف نہین ہین یا جنھون نے اون واقعات کو ایمانداری سے نہین جانچا ہے
شارع اسلام پر طعن کرنے کیوجہ وجیہ گردانا ہی- اس سے مراد آنحضرت صلعم کا متعدد ازواج
کرنا ہی- جن مورخین عیسائی نے آنحضرت پر طعن کیا ہی اونکا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلعم نے
متعدد ازواج کر کے اپنی نفس سے وہ رعایت کی جسکے مستحق آپ شرع شریف کی بموجب
نہ تھے- مگر واقعات تاریخی کو بلا تعصب ونفسانیت دیکھیے اور اس فعل کے بواعث ومحرکات
کو خالص نظر انصاف اور بشریت کی حیثیت سی ملاحظہ کیجیے تو بخوبی معلوم ہو جایگا کہ
یہ مورخین صاف باطنی اور ایمانداری اور عیسائی نیک نہادی[له] سی بالکل مُعرّا ہین-

---

له جو رای مسلمانان ہند کی اس باب مین اب قائم ہوئی ہے وہ اخبار سوشل رفارمر مین خوب بیان کر دی گئی ہی" مؤلف له شاید اسپر یہ اعتراض کیا جاے کہ جب آیت تحلیل تعدد ازواج مین تاویل کرنا ہر شخص کی راے پر موقوف ہوا تو اس رسم کا انسداد کلی بہت مشکل ہی- یہ امر نہین ہے- بلکہ شرع شریف مین ایسے ذرایع موجود ہین جنسے یہ رسم کسی خاص سلطنت اسلامیہ مین بالکل موقوف ہو سکتا ہی- مگر ایسا فتوی جبھی دیا جایگا کہ جب علماء اسلام خیالات کہنہ کے بارے سبکدوش ہون اور واقعات کو اچھی طرح سمجھہ لین اور رسول اللہ کے احکام کو کما حقہ سمجھہ سکین- اب اس نئی روشنی سے آنحضرت کی احکام دیکھے جاتے ہین لہذا اب امید ہی کہ تعدد ازواج کا رسم زائل ہوتا جاتا ہی اور چند روز مین بالکل موقوف ہو جایگا ۱۲- مؤلف له اس مقام پر عیسائی نیک نہادی کے لفظ سی شاید یہ لوگ چڑہین گے اسواسطے کہ انکے نزدیک وہ نیک نہادی جسکا حکم حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا تھا اسکا نام ہی کہ تمام محسنان

له مسلمانان ہند [illegible] ۱۲ مؤلف

جب آنحضرت کا سن شریف فقط پچیس برس کا تھا یعنی عین عنفوان شباب مین
جبکہ آپ کے قوی عقلی اور قوی بدنی بالکل صحیح تھے اوسوقت آپ نے حضرت خدیجہ
سے عقد کیا تھا جو آپ سے سن مین بہت بڑی تہین - پچیس برس تک آپ نے
خدیجہ کے ساتھ کمال وفاداری اور راحت سے بسر فرمائی - خدیجہ ہر عالم مین آپ کے
مونس و غمخوار رہین یعنے اوس عالم مین بہی آپ کی غمخواری کے جبکہ مشرکین قریش نے
کیسی کیسی غلیظ و بدگوئی اور ذلت و اہانت اور ایذا رسانی کی - جب حضرت خدیجہ نے
وفات کی اوسوقت آپ کا سن اکاون برس کا تھا - آپ کے مخالفین اسکا انکار نہین
کر سکتے بلکہ طوعاً و کرہاً اسکو تسلیم کرتے ہین کہ اس تمام عرصۂ دراز مین آپ کے اطوار و
عادات مین ایک بہی اخلاقی عیب نہین دکہائی دیتا - جبتک حضرت خدیجہ زندہ رہین
آپ نے دوسرا عقد نہین کیا حالانکہ اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کی قوم کے نزدیک ایسا
کرنا جائز و مباح تھا - حضرت خدیجہ کے انتقال کے چند مہینے کے بعد جب آپ طائف
سے بیکس و ناچار اور مظلوم و ستم رسیدہ پھرے تو آپ نے سعیدہ سے عقد کیا جو
ایک شخص سقران نامی کی زن بیوہ تھی جسنے اسلام قبول کر لیا تھا اور مشرکین کے
ظلم و ستم سے ملک حبش مین چلا گیا تھا - سقران غریب الوطن ہوا تھا اور اوسکی
زوجہ بے والی و وارث ہو گئی تہی گو اوسکے دو تین عزیز زندہ تھے - پس ہر ایک اصول
فیاضی اور مروت کا مقتضا یہی تھا کہ آپ اوس نیکبخت سے عقد کر لین - کیونکہ اوسکے
شوہر نے اس نئے دین پر اپنی جان تصدق کی تھی اور اسی دین کی خاطر اپنے
عیال اور وطن کو چھوڑ کر مسافرت اختیار کی تہی اور اس آوارہ وطنی مین بار اوسکی زوجہ
اوسکی شریک حال رہی تہی اور اب جو مکہ مین پھر آئی تو بے والی و وارث ہو گئی - جب کوئی

نہین تھا جہان وہ بھیجدیجاتی اور خود آنحضرت کا یہ حال تھا کہ نان شبینہ کو
محتاج تھے اوس عالم مین آپ صلعم نے سعیدہ سے عقد کیا۔

عبداللہ ابن عثمان المکنی یا بی قحافہ جنکا نام تاریخ مین ابوبکر مشہور ہی ایک
صحابی جان نثار آنحضرت کے تھے اور سابق الاسلام تھے اور آپ صلعم سے ایسی محبت دلی
اور خلوص باطنی رکھتے تھے کہ گویا اس امر مین حضرت علیؑ سے مشابہ ہوسکتے ہین۔
حضرت ابوبکر کے ایک چھوٹی سی بیٹی تھین جنکا نام عائشہ تھا۔ اور اونکے والد ماجد کو ہمیشہ
سے یہ آرزو تھی کہ اپنی دختر کو آپ کے حبالۂ عقد مین دیکر اوس رشتہ محبت کو مضبوط کرین
جو اونمین اور اونکے پیغمبر مین تھی جنہون نے اونکو ظلمت کفر سے نکالکر نور ایمان بخشا تھا
اوس لڑکی کا سن کل سات برس کا تھا مگر اوس ملک کے دستور کے موافق اس عمر کی لڑکی
سے شادی کرنا جائز تھا۔ ازواج نبی مین پاکیزہ صرف یہی تھین اسیوجہ سے انکے والد
کی کنیت ابوبکر تھی۔ مدینہ مین تشریف لانے کے چند مدت بعد آنحضرت صلعم نے حفصہ بنت
عمر سے عقد کیا جو بعد ازان خلیفہ ثانی ہوے۔ حفصہ کا شوہر غزوہ بدر مین مارا گیا تھا
اور اپنے باپ کیطرح وہ بھی ایسی آتش مزاج تھین کہ اونکے خواستگارون کو اونسے عقد
کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اونکے والد اونکے اتنی مدت تک بیوہ رہنے سے عاجز آگئے
اور پہلے حضرت ابوبکر کو بعد ازان حضرت عثمان کو پیام عقد بھیجا۔ مگر دونون صاحبون نے
نہ قبول کیا۔ اوسوقت حضرت عمر کو ایسا طیش آیا کہ تمام مسلمانون کو باہمی جنگ و جدل کا
اندیشہ ہوا۔ جب یہ نوبت پہونچی اوسوقت آنحضرت صلعم نے پدر حفصہ کے غیظ کو فرو کرنے کے لیے
اونسے عقد کرلیا۔ ہند ملقب بہ ام سلمہ۔ ام حبیبہ۔ اور زینب ملقب بہ ام المساکین
ان تین ازواج سے جو بیوہ مین تھین آپ نے اسوجہ سے عقد کیا کہ مشرکین کی عداوت سے

اونکا کوئی والی و وارث نہ باقی رہا تھا اور اونکے اعزا اونکا تحمل نہ کر سکتے تھے۔

آنحضرتؐ نے اپنی جانباز و جان نثار دوست اور عتیق زید کا عقد ایک نہایت عالی خاندان عورت زینب کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ بی بی نجیب الطرفین تھیں اور اپنے عالیخاندانی اور حسن و جمال کا خیال کر کے انکو اس بات کا بڑا رنج تہا کہ میری شادی ایک آزاد کردہ غلام کے ساتھ کر دے۔ الغرض۔ دونون مین باہم ملال اتنا بڑھا کہ ایک کو دوسرے سے نفرت ہو گئی۔ شاید زید کی نفرت کا باعث زیادہ تر یہ ہوا تھا کہ زینب نے چند کلمات کو جو آنحضرتؐ کی زبان مبارک پر اوسوقت جاری ہوے تھے جب آپؐ کی نظر اونپر اتفاقاً پڑ گئی تھی ایسے طرز سے مکرر و متواتر کہا کہ اوس طرز کو کچھ عورتین ہی خوب جانتی ہین۔ تفصیل اسکی یہ ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کسی ضرورت سے زید کے مکان پر تشریف لیگئے تھے اور زینبؓ کے چہرہ کو بے نقاب دیکھکر وہ کلمات فرمائے تھے جو فی زمانا ہر ایک مسلمان کسی خوبصورت تصویر یا لعبت کو دیکھکر بے اختیار کہنے لگتا ہی۔ فتبارك الله احسن الخالقين

آنحضرت نے تو یہ کلمات صرف تعریف کی راہ سے فرمائے تھے مگر زینب کو غرور ایسا دامنگیر ہوا کہ اس آیت کو اونھون نے متواتر اپنی شوہر کے سامنے پڑھا تا کہ معلوم ہو کہ ہم ایسی حسین ہین کہ خود پیغمبر خدا نے ہماری تعریف کی ہے۔ اس سے زید کو خواہ مخواہ اور زیادہ ملال ہوا۔ آخر الامر زید نے اپنے دلمین ٹھان لیا کہ اب مین اس عورت کے ساتھ نہ رہونگا اور اونھون نے آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین زینب کو طلاق دینا چاہتا ہون آپؐ نے فرمایا "کیون اوس سے کیا قصور ہوا ہی" زید نے عرض کیا "یا رسول اللہ اوس سے کوئی قصور تو نہین ہوا ہی مگر اب میرا نباہ اوس سے نہو گا" آنحضرتؐ نے تب یہ تاکید فرمایا کہ "جا اور اپنی زوجہ کی حفاظت کر اور اوس سے اچھی طرح پیش آ۔ اور خدا سے ڈر

مگر زید اپنے ارادۂ طلاق سے نہ باز آیا اور باوجودیکہ آنحضرتؐ نے ایسا حکم دیا تھا لیکن سنے او
زینب کو طلاق دیدیا - آنحضرت کو زید کے اس فعل سے خاص کر اسوجہ سی اور زیادہ رنج
ہوا کہ آپؐ ہی نے ان دونوں کی نسبت ٹھہرائی تہی مگر دونوں کے مزاج مین ناموافقت ہوئی
اس واقعہ کے چند مدت بعد زینب نے آنحضرتؐ سی کہلا بھیجا کہ زید نے تو مجھکو طلاق
دیدیا ہی اب میری پرورش آپؐ ہی پر موقوف ہی - پس اسوجہ سے آنحضرتؐ نے اوس سے
عقد کرلیا[1] - ایک اور زوجہ آپؐ کی جویریہ بنت حارث تھین - اور حارث امیر قبیلہ
بنی مصطلق تھا جویریہؓ کو ایک مسلمان نے اوس لڑائی مین گرفتار کرلیا تھا اوس سے
اونسے اقرار کرلیا تھا کہ کچھ روپیہ لیکر مجھے آزاد کردینا - جویریہ نے آنحضرت سی اوتنا روپیہ
طلب کیا اور آپؐ نے اوسکو مرحمت فرمایا - اس عنایت کا معاوضہ اور اپنی رہا ہوجانے کا
شکریہ جویریہ نے یہ ادا کیا کہ آپ سے عقد کرلیا - جو ہین مسلمانون نے اس عقد کا
حال سُنا باہم کہنے لگے کہ اب بنی مصطلق پیغمبرؐ خدا کے اعزا مین داخل ہین پس اونسے
اوسیطرح پیش آنا چاہیئے - لہذا ہر ایک مجاہد نے اون اسیرون کو جلد رہا کردیا جنکو اوسنے
لڑائی مین گرفتار کیا تھا - اور قریب سو آدمیون کے مع عیال و اطفال جب رہا کردیے
گئے تو اونہون نے دعاے خیر دی کہ خدا جویریہ کے عقد کو پیغمبرؐ خدا کے ساتھ مسعود و
مبارک کرے - مجاہدین مین سے ایک صاحب نے جنگ خیبر مین ایک یہودیہ صفیہ نامی
کو بھی گرفتار کرلیا تھا - اوسکو بھی آنحضرتؐ نے اپنی جود و کرم کو کام فرما کر رہا کردیا اور خود

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ - صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہو - اس عقد پر مشرکین قریش نے بڑا غل مچایا - حالانکہ خود اونکا یہ حال تھا کہ اپنی ماؤن
اور خوشدامنون سے شادی کرلیتے تھے مگر آنحضرتؐ نے جو اپنی پسر ربیب کی زوجہ مطلقہ سی نکاح کرلیا تو اونکی زعم ناقص مین گناہ کبیرہ
کیا - بعض آیات قرآن مجید اس غرض سے نازل ہوئی کہ یہ ظن فاسد لوگون کا دفع ہوجاے کہ متبنی سے وہ قرابت پیدا ہوتی ہی
جو شرکت نسب سی ہوتی ہے - ان آیات سی یہ رسم بت پرستون کا دفع ہوگیا کہ اگر کوئی زوجہ یا شوہر بادہ مرد جسکو کسی عورت سی

میمونہ جنسے آپ نے مکہ مین عقد کیا تھا آپ کی عزیز تھین اور پچاس برس سے زیادہ
اونکا سن ہو چکا تھا - اونکا نکاح جو آپ کے ساتھ ہوا تو ایک فائدہ تو اوس سے یہ ہوا کہ ایک
غریب رشتہ دار کی گذران کی صورت نکل آئی - دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ دو مشہور و معروف
شخص اسلام کے شریک ہو گئے یعنے عبد اللہ ابن عباس اور خالد ابن ولید جو احد کی یادگار
لڑائی مین سواران قریش کا سردار تھا اور جسنے بعد ازآن رومیون کو شکست دی -

پس آنحضرت صلعم نے جو نکاح کیے تھے اونکی یہ حقیقت ہے شاید بعض عقد آپ نے اولاد
ذکور کی خواہش سے کیے ہون کیونکہ آپ خدا نہ تھے پس بمقتضی بشریت آپ کو فرزند نرینہ
کی آرزو ہوئی ہوگی - اور دشمنون نے براہ عداوت جو ایک طعن آمیز لقب آپ کا رکھا تھا
اوس سے بھی آپ نے بچنا[له] چاہا ہو گا - لکن واقعات کو بحیثیت کذائی دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ ان نکاحون سے عمدہ نتائج پیدا ہوے یعنے انھین کے بدولت قبائل عرب
مین باہمی جنگ وجدل موقوف ہوا اور گونہ موافقت اور اتحاد پیدا ہوا -

مشرکین عرب مین اخذ ثار کا رسم جاری تھا - اور خانگی لڑائیون مین قبائل عرب
تباہ و برباد ہوئی جاتی تھے - کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جسمین لڑائی جھگڑا نہ رہتا ہو اور مرد
مقتول ہوتے ہون اور عورتین اور بچے لونڈیان اور غلام نہ بنا ڈالے جاتے ہون
حضرت موسی ع کی امت مین بھی اخذ ثار کا دستور جاری تھا اسیب قومون مین بعض

له آنحضرت کے دشمنون نے بڑی شقاوت سے آپ کو الابتر یعنے دم بریدہ کا خطاب اوسوقت دیا تھا جب آپ کے صاحبزادہ
ابراہیم نے انتقال کیا تھا - جیسا اس زمانہ مین ہنود کا اعتقاد ہے ویسا ہی اوس زمانہ مین عرب اولاد ذکور کو نعمت عظمی اور عنایت
خدا سمجھتے تھے اور جو شخص اپنے مرنے کے بعد کوئی بیٹا نہ چھوڑ جاتا تھا وہ بڑا بدنصیب کہلاتا تھا - اسیوجہ سے مشرکین عرب نے آپ کا ایسا
مکروہ نام رکھا جسکا ذکر سورہ کالکوثر مین کیا ہے ان شانئک ھو الابتر اور اسیوجہ سے مشرکین عرب اپنی لڑکیون کو زندہ
دفن کر دیتے تھے جسکی مذمت بڑی زور و شور سے اس آیت مین کی ہے - و اذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت - ۱۲ - مؤلف

مدارج تہذیب نفس و تکمیل عقل مین یہ رسم ہوتا ہی) مگر جب حضرت موسیٰ سی اسکا انسداد
نہو سکا تو اونہون نے معابد کو مامن و ماوی قرار دیکر اس رسم کو جائز رکھا آنحضرت
اس خرابی کے انسداد کی تدبیر اوس سے بہتر سوچ کہ مختلف خاندانون اور زبردست
قبائل عرب مین باہم قرابتین کرکے اور خود اپنے ساتھ تزویج کرکے اونمین موافقت و الفت
پیدا کی - اور آخر زمانہ مین جبل العرفات پر تشریف لیجاکر ارشاد فرمایا کہ "اسوقت سی سب
خانگی لڑائیان موقوف کردی جائین" آنحضرت کی دشمنون نے بد ایمانی اور بغض و
عداوت سے اون اسباب و اغراض کو بگاڑکر بیان کیا ہی جنکو بڑے بڑے انبیاء و اولیاء
اور مقدسین و ابرار نے زمانہ سلف مین جائز قرار دیکر تعدد ازواج کی رسم کو جاری رکھا تھا
اور وہی اسباب و اغراض آنحضرت صلعم کو بھی اس فعل کا داعی ہوئے تھے جس سے غریب و
نادار بیوہ زنون کو جو کوئی ذریعۂ معاش نہ رکھتی تہین رزق میسر ہوا - آنحضرت صلعم نے
اونکو اپنی حرم محترم مین داخل کرکے اونکی پرورش اور دستگیری کی کہ اوس زمانہ اور
اوس قوم کے حالات کے موافق صرف یہی طریقہ اون بیچاریون کی پرورش کا تھا -

یورپ کے لوگ تعدد ازواج کو فی نفسہ ایک فعل قبیح سمجھتے ہین اور اوسکو صرف
قانوناً ناجائز نہین جانتے ہین بلکہ عیاشی اور فسق و فجور کا نتیجہ سمجھتے ہین - وہ لوگ
یہ بھول گئے ہین کہ ایسے سب رسوم و دستورات مقتضی زمانہ اور ضرورت وقت سی پیدا
ہوتے ہین - اور یہ بھی اونکو یاد نہین رہا ہی کہ بڑے بڑے انبیاء بنی اسرائیل اور بزرگان
عبرانی جنکو سب اہل کتاب جو سام ابن نوح کی اولاد سے ہین خیر محض اور تقدس مجسم
سمجھتے ہین تعدد ازواج کو اوس حد تک عمل مین لائے تھے جو اس زمانہ کے خیالات کے
موافق غایت درجہ کی شرعی عیاشی کہی جاسکتی ہے - اون بزرگوارون کی اس فعل سے
شاید ہم درگذر نہین کرسکتے ہین گو قدیم روایات نے اونکو کیسا ہی مقدس و متبرک کردیا ہو

رکھنا لازم بلکہ الزام ہے - غالباً یہ کہا جاوے گا کہ آنحضرت کو یہ نہ چاہیئے تھا کہ کسی ضرورت
سے خواہ وہ کیسی ہی شدید ہو تعدد ازدواج کی رسم قبیح کو خود عمل مین لاتے یا اسکو مباح
کردیتے اور اگر حضرت عیسیٰ نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا تھا تو آپ کو اسکی ممانعت قطعی
کردینا اور اسکو حرام مطلق قرار دینا لازم تھا - مگر ہم کہتے ہین کہ بعض اور رسوم کیطرح یہ
رسم بھی قبیح محض و مطلق نہین ہے - قبیح ایک نسبتی لفظ ہے - ممکن ہے کہ کوئی فعل
یا دستور ابتدائی زمانہ مین اصناف و افراد بشر کے اخلاقی خیالات کے بالکل موافق
رہا ہو مگر ترقی خیالات اور انقلابات زمانہ کی وجہ سے اوس فعل یا دستور کا نتیجہ
کسی قوم کے لیئے خراب نکلے اور رفتہ رفتہ حاکم وقت اوسکو قانوناً ناجائز کردے -
انسان کے خیالات کا ترقی پذیر ہونا ایک بدیہی امر ہے مگر سطحی خیالات کے لوگ
جو دقیق النظر نہین ہین اس امر سے چشم پوشی کرتے ہین کہ جب خیالات مین ترقی
ہوتی ہے تو رسوم و دستورات کا حسن و قبیح زمانہ کے حالات پر موقوف ہوتا ہے اور اسپر
مبنی ہوتا ہے کہ مصالح وقت کے موافق وہ ممدوح ہین یا مذموم -

طلاق کے مقدمہ مین بھی بڑی غلط فہمی اور مباحثہ و مطارحہ ہوا ہے -
خدا معلوم کتنے عرصہ سے طلاق کا حق دنیا کی سب قومون مین قانوناً نکاح کو لازم
چلا آیا ہے - مگر باستثناء چند صورتون کے یہ حق مرد کے فائدہ کے لیے مخصوص رکھا گیا تھا -
چنانچہ یہود کو شریعت موسوی نے طلاق کا حق بخشا تھا اور یہ حق نہ صرف اوسوقت عمل
مین لایا جاتا تھا جبکہ زوجہ اپنے شوہر سے بیوفائی کرکے ہم بستری مین خیانت کرتی تھی
بلکہ جب شوہر زوجہ سے کسی وجہ سے ناراض ہوتا تو اوسکو طلاق دیدیتا تھا - مگر
عورتون کو اسکی اجازت نہ تھی کہ کسی وجہ سے اپنے شوہرون سے طلاق

قوانین الواح[3] دوازدہ گانہ کے بموجب بھی طلاق جائز تھا- اگر رومیہ الکبری یعنے
روم قدیم کی بناء کی پانچ سَے برس بعد تک رومی قانون طلاق کو عمل مین نہین
لائے جیسا اونکے مداحون نے بیان کیا ہے تو اسکی وجہ یہ نہین ہوئی کہ رومی اور
قومون سے زیادہ نیک نہاد اور خجستہ اطوار تھے بلکہ یہ سبب ہوا کہ شوہر کو اختیار تھا
کہ جب زوجہ سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جیسے زہر خوانی یا شراب خواری یا کسی اور کے بچے کو
جھوٹ موٹ اپنا بچہ بنا لینا تو شوہر اوسکو فوراً مار ڈال سکتا تھا- مگر زوجہ کو طلاق چاہنے کا
کوئی حق حاصل نہ تھا اور اگر وہ طلاق کی خواہان ہوتی تھی تو اس بیباکی پر مستوجب
سزا ہوتی تھی- اور روم کی سلطنت جمہوری کے آخر زمانہ مین طلاق کا بکثرت وقوع[4]
مین آنا اخلاق عامہ کے خراب ہو جانے کی دلیل بھی تھا اور سبب بھی تھا اور نتیجہ[5] بھی تھا-
اس جواز طلاق کی بحث مین ہمنے زمانہ قدیم کی دو قومون کو منتخب کر لیا ہے جو سب سے
زیادہ معزز و ممتاز تھین اور جنکے طرز تحلیل کا نہایت قوی اثر اس زمانہ کے خیالات اور
عادات و اطوار پر ہوا ہے- رومیون کے قوانین طلاق سے اونکے خیالات مین ترقی
ظاہر ہوتی ہے یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکی نظر عورتون کی اصلاح حال پر تھی اور یہ
چاہتے تھے کہ عورتون کو اتنا عروج دین کہ مردون کے ہمپایہ ہو جائین- یہ اسکا نتیجہ تھا
کہ انسان کے خیالات مین ترقی ہوئی تھی اور شاید کوئی سبب خارجی بھی اسکا ہوا ہو-

[1] توریت کتاب الخروج باب ۲۱- ۱ اور کتاب الاحکام باب ۲۱- آیت ۱۴- ۱ اور باب ۲۴- آیت ۱ سے ۴ ڈاکٹر النجر صاحب کی تاریخ یہود و شرکین جلد ۲- صفحہ ۳۳۹ و ۳۴۰- اور سلڈن صاحب کا رسالہ تزویج ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [2] یہ قوانین قدیم رومیون نے بنا کر بارہ تختیون پر کندہ کیے تھے اسیوجہ سے یہ تاریخ مین قوانین الواح دوازدہ گانہ کے لقب سے مشہور ہین ۱۲- مؤلف [3] ڈاکٹر النجر صاحب کی تاریخ یہود و شرکین جلد ۲- صفحہ ۲۵۵- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [4] بقول الشبہ مین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۳۶۷ سے

اب حضرت مسیحؑ کے احکام طلاق کو ملاحظہ کیجئے تو ایک جلیل القدر مؤرخ کا قول ہے
کہ وہ حضرت عیسیٰؑ نے طلاق کے باب مین ایسے مبہم و متشابہ کلمات فرمائے ہین کہ ہر شخص کی
عقل مین جو کچھ آئے ویسی تاویل اونمین کرسکتا ہے۔ یہ گمان ہوسکتا ہی کہ جب
حضرت مسیحؑ نے یہ کلمات فرمائے تھے کہ وہ جس چیز کو خدا نے وصل کیا ہی اوسمین بندہ کو فصل
کرنا نہ چاہیئے۔ اوسوقت اونکو اور کسی بات کا خیال نہ تھا بجز اسکے کہ فسق و فجور کا
دریا جوش مار رہا تھا اوسکو روکنا منظور تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے غور و تامل سے ان کلمات
کے نتیجہ کو نہ سوچا تھا کہ آخر زمانہ مین انکا کیا انجام ہوگا۔ بعد ازان جو حضرت مسیحؑ نے وہ
قاعدہ مقرر کردیا جس سے جواز طلاق فقط ثبوت زنا ر پر موقوف و منحصر ہوگیا اوس سے
بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عیسیٰؑ طلاق کی ضرورت کے قائل تھے۔ مگر جو مقننین اونکے
بعد گذرے اونکی عقل اسکی مقتضی نہین ہوئی کہ ایسے قاعدہ کی جاہلانہ پابندی کرین
جو زبانی کہدیا گیا تھا اور جو اوس قوم کے مناسب حال تھا جو گویا ہنوز رحم مادر زمانہ مین
ایک مضغہ کی حالت مین تھے۔ اس قاعدہ کو صرف اتنا سمجھ سکتے تھے کہ ایک عمدہ خیال
اس سے ظاہر ہوتا ہی مگر یہ دعوی کرنا کہ اس قاعدہ کو اصل قانون طلاق سمجھنا چاہیئے
اسکے بطلان کو صرف یہی امر کافی ہے کہ عیسائی ملکون مین صدہا قوانین طلاق ہر زمانہ
جاری ہوا کیے ہین۔ آنحضرتؐ طلاق کے مفہوم ذہنی کو بہت ناپسند فرماتے تھے اور
اوسکے وجود خارجی یعنے عمل کو قالع بنیان تمدن جانتے تھے مگر با این ہمہ ایک حکیمانہ قانون
طلاق منضبط کرکے آپؐ نے اون ضرورتون کا تدارک کامل فرمادیا جو تمام اوقات مین اور
سب خاندانون مین اوسوقت تک ضرور پیش آئینگے جبتک کہ انسان جامۂ بشریت پہنے رہیگا
مولوی سید احمد خان صاحب اس بحث مین فرماتے ہین کہ وہ ہمارے پیغمبرؐ نے طلاق کی قدر

نہین گھٹائی - آپ اپنے اصحاب سے ہمیشہ فرمایا کیے کہ طلاق بہترین فوائد تمدن کے منافی ہے اور اس سے یہ یہ خرابیان پیدا ہوتی ہین اور اونکو ہمیشہ ترغیب و تحریص فرمایا کیے کہ عورتون کی عزت اور اونپر شفقت کیا کرو - باوجودیکہ آنحضرت کو طلاق سے دلی نفرت تھی تاہم آپ نے اوسکو وہ عظمت و وقعت بخشی جسکا وہ عقلاً مستحق و سزاوار تھا اور طلاق کی اجازت اون حالات مین دی جن حالات مین طلاق بیشک ایک نعمت عظمی ہوجاتا ہے اور طلاق سے زن و شوہر کے باہمی رنجش اور خانگی افکار و ترددات یا بالکل رفع ہوجاتے ہین یا بہت کم ہوجاتے ہین اور اگر طلاق نہ دیا جاوے تو سوسائٹی کا نقصان اوس سے بھی زیادہ ہو جتنا اب ہوتا ہے - ایسی صورتون مین طلاق سوسائٹی یعنے تمدن کو مضر ہرگز نہین ہے بلکہ ایک نعمت ہے اور ایک موثر ذریعہ سوسائٹی (یا تمدن) کے اصلاح حال کا ہے - آنحضرت نے صرف اتنی اجازت ہی نہین دی کہ بعض حالات مین طلاق دینا جائز ہے بلکہ طالق اور مطلقہ کے لیے تین زمانے مقرر کر دیے کہ ان زمانون مین مصالحت کی کوشش کرکے مراسم زوجیت کی تجدید و اعادہ کرین - لیکن اگر کوئی کوشش مصالحہ کی کارگر نہ ہو تو تیسرے زمانہ کا انتظار کیا جاے جسمین تکمیل طلاق ہوکر شوہر و زوجہ مین جدائی ہوگی“

ایم سیڈلاٹ صاحب مورخ فرانسیسی جنسے زیادہ کسی مورخ یورپ نے قوانین اسلام مین تحقیق نہین کی ہے طلاق کی بحث مین لکھتے ہین کہ - وہ طلاق کی

---

[1] اس تقریر کی تطبیق اون احادیث پر کرنی چاہیے جو معاذ ابن جبل سے مروی ہین - انہین سے ایک حدیث مین آنحضرت نے فرمایا ہے کہ خدا نے کوئی چیز دنیا مین ایسی نہین پیدا کی ہے جسکو وہ غلام آزاد کرنے سے زیادہ دوست رکھتا ہے - اور نہ کوئی چیز ایسی پیدا کی ہے جسکو وہ طلاق سے زیادہ ناپسند کرتا ہے (مشکات و صحیح بخاری) ایسی ہی احادیث شیعون کی کتابون مین بھی لکھے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کو طلاق مطلق سے نفرت کلی تھی ۱۲ مؤلف [2] حدیث مین وارد

اجازت دیتی مگر ایسی قیود لگادیے تھے جنسے اوس طلاق کا فسخ ہونا جائز ہوگیا جو جلدی
مین بے سمجھے بوجھے دیدیا گیا ہو - طلاق کی تکمیل اور لائق تنسیخ نہونا اسپر موقوف تھا کہ
ایک ایک مہینہ کے فاصلہ سے تین مرتبہ صیغہ طلاق پڑھا جاے یا اعلان طلاق کیا جاے[1]
زوجہ اسکی بھی مستحق تھی کہ شوہر کے ظلم وجور اور نا ساب نفقہ نہ دینے سے اور اور اسباب سے
بھی طلاق طلب کرے[2] - خلع اسیکو کہتے ہین مگر ایسی حالت مین زوجہ کا مہر ساقط ہوجاتا ہے
تاوقتیکہ وہ نہایت عمدہ اور قوی وجود خلع چاہنے کے نہ پیش کرے - بہرکیف جب طلاق کا
طالب شوہر ہوتا تھا تو (سواے اون صورتون کے جنمین زوجہ علانیہ بد وضعی کرے) شوہر کو
ہر ایک چیز زوجہ کو دیدینی پڑتی تھی جو نکاح کے وقت اوسکے لیے معین کردی گئی تھی[3] -

طلاق کے باب مین قرآن مجید مین بتواتر تنبیہ و تنذیر ہونا اور باہمی نا اتفاقی کو سمجھا
کر کے رفع کرنے کی تاکید شدید ہونا اسکی دلیل ہے کہ شارع اسلام عقد نکاح کو نہایت مقدس و
متبرک چیز سمجھتے تھے - چنانچہ آیات ذیل ملاحظہ ہون وان امرأۃ خافت من بعلہا
نشوزا او اعراضا فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحا والصلح خیر واحضرت
الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم
فلا تمیلوا کل المیل فتذروہا کالمعلقۃ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی

[1] للذین یؤلون من نساۂم تربص اربعۃ اشہر فان فاءو فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق
فان اللہ سمیع علیم والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی
ارحامہن ان کن یؤمن باللہ والیوم الاخر وبعولتہن احق بردہن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا ولہن مثل
الذی علیہن بالمعروف وللرجال علیہن درجۃ واللہ عزیز حکیم سورہ بقر آیت ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ - ۱۲ - مؤلف [2] سید لاٹ صاحب کی
تاریخ عرب صفحہ ۵۰۸ اور حاشیہ ۳ - متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] ہدایہ اور مبسوط مین کتاب الطلاق ملاحظہ ہو

بدسلوکی یا نفرت کا خوف رکھتی ہو تو زوجین مواخذہ دار نہ ہونگی اگر وہ مصالحہ کر کی باہم
راضی ہو جائینگی اسواسطے کہ مصالحہ کر لینا سب سے بہتر بات ہی۔ انسان کے نفس پر حرص غالب
رہتی ہی۔ لکن اگر تم مہربانی کروگے اور تقوی کروگے تو تحقیق کہ خدا خوب جانتا ہی تمہارے
افعال کو۔ اور تم اپنے ازواج سے برابر پیش آنے پر قادر نہوگے گو تم ایسا کرنا چاہو
لکن اپنی خواہشون کی کبھی اتنے مرید نہو کہ تمہاری زوجہ حیران و پریشان ہو جاے اور
اگر تم صلح کروگے اور تقوی کروگے تو تحقیق کہ خدا رحمٰن و رحیم ہے [۱] اور اس سے
پیشتر کی آیت مین فرمایا ہے [۲] وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من
اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما ان اللہ کان علیما خبیرا

پس شرع اسلام مین احکام طلاق ایسے ہین۔ ہماری راے مین یہ احکام مکمل و
مختتم بھی ہین اور نتائج کے اعتبار سے موافق عقل سلیم بھی ہین۔ یہی کہا گیا ہی کہ آنحضرت
نے اپنی امت کو علاوہ چار نکاحون کے اجازت دی ہی کہ جتنی لونڈیان چاہو کرو۔ اس بارے
مین جو حکم شرع ہے اوسکو مختصر بیان کرنے سے معلوم ہو جایگا کہ یہ قول سبے احکام
شرع کے کسقدر خلاف ہی۔ اس باب مین حکم شرع یہ ہی جو شخص تم مین سے اتنا مقدور
نہ رکھتا ہو کہ ایک آزاد مسلمہ سے عقد کر سکے تو اوسکو چاہیے کہ اون لونڈیون سے نکاح
کرے جنکو جہاد مین گرفتار کیا ہو۔ اسکی اجازت اوس شخص کو دیجاتی ہی جو ارتکاب
معصیت کا اندیشہ رکھتا ہو۔ لکن اگر تم پرہیز کرو تو تمہارے حق مین بہتر ہوگا [۳]

---

[۱] یہ ایک اور دلیل اون مسلمانون کے خلاف ہی جو کہتے ہین کہ شرع اسلام مین تعدد ازواج مباح ہی اسواسطے کہ جب شارع
نے سب ازواج سے من جمیع الوجوہ برابر برتاؤ کرنے کو شوہر پر فرض عین کر دیا ہی اور یہ بھی فرما دیا ہی کہ ایسا عدل کرنا انسان
کے امکان سے باہر ہے تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ شارع اسلام کا منشا یہ تہا کہ ادنی اصول اعلی اصول کے ساتھ
مخلوط ہو جاے اور تعدد ازواج کا رسم بالکل موقوف ہو جاے کیونکہ بعض حالات تمدن مین یہ رسم ضروری تہا مگر آخر زمانہ مین
جو عقل اور اخلاق مین ترقی ہوئی اوسکی یہ رسم خلاف ہی ۱۲ مولف [۲] قرآن مجید سورۃ النساء آیات ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۳۹۔ ۱۲

لونڈیان رکھنے کو جائز قرار دیا ہی حالانکہ یہ فعل آنحضرت کے احکام کے اصل منشا کے خلاف ہی تاہم اسپر مخالفین اسلام نے نہایت سخت طعن کیا ہی ہم اس مضمون کو اوس باب مین پہر بیان کرینگے جسمین بردہ فروشی کی بح

عورتون کی تمام حالت کی نسبت کہا جاتا ہی کہ اسلام نے جو اصلاح اونکے حال مین کی ہی
اس بات کی دلیل کافی ووافی ہی کہ اس دین سی بہتر اور نافع تر کوئی مذہب دنیا مین
نہین ہی- سابق مین ہم عرض کر چکے ہین کہ زمانہ سلف مین عورتون کی حیثیت مختلف
قومون مین کیا تھی- اب ہم یہ تحقیق کرتے ہین کہ یہود و نصاریٰ مین عورتون کی کیا کیفیت تھی
پس واضح ہو کہ یہود مین ناکتخدا عورتون کا یہ حال تھا کہ اپنی باپ کے گھر مین
لونڈیون کیطرح رہتی تھین اور جبتک نابالغ رہتی تھین اونکے باپ کو اونکے بیچڈالنیکا
اختیار ہوتا تھا اور بھائیون کو اختیار ہوتا تھا کہ جو چاہین اپنی بہن کے ساتھ سلوک کرین
اور سوا کسی خاص صورت کے بیٹی کو کچھ ترکہ باپ کا نہ ملتا تھا- جب زمانہ جاہلیت مین
یعنی اوس زمانہ مین جو بابین زوال سلطنت روۃ الکبریٰ اور حدوث نظام جدید تمدن
منقضی ہوا ممالک یورپ مین دین مسیحی کی برکت سی خانقاہین جاری ہوئین تو اوس سے
کچھ اصلاح عورتون کے حال مین ہوئی- مگر خانقاہون مین بند کرکے عورتون کی
اصلاح حال کرنا صرف اوس زمانہ کے لیے موزون و مناسب تھا جس زمانہ مین لوٹ مار اور
جھوٹ اور ظلم و جور اور شہوت پرستی اور زبردستی ہوتی تھی اور دن دہاڑی عورتون
کو بھگا بھگا لیجاتی تھے اور فسق و فجور اس شدت اور اس کثرت سی ہوتا تھا جیسا شاہ
چارلس دوم کے عہد مین انگلستان مین اور شاہ لوس کوئنز کے عہد مین فرانسیس مین
ہوتا تھا- الغرض اوس زمانہ مین عورتین بہت ذلیل و حقیر سمجھی جاتی تھین علی الخصوص
وضع قوانین مین اونکا کچھ لحاظ نہ کیا جاتا تھا- دین مسیحی نے عورتون کو
ملعون و مطعون کر دیا تھا- قدمای علمای مسیحی نے عورتون کی شقاوتین اور اونکی
برائیان اور اونکی کینہ پروری اور کینہ جوئی پر بہت کچھ لکھا تھا- چنانچہ ٹرٹلین نے

۵۱ توریت سفر العدد باب ۳۰ - آیت ۱۷ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۲ ڈلنی صاحب کی تاریخ یہود و شرکین جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ ملاحظہ ہو

مؤلف ۵۳ اسی صاحب کی تاریخ انگلستان بعہد شاہ جارج سوم جلد ۱ صفحہ ۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۴ ٹرٹلین اور کرائسسٹم قدمای نصاریٰ اور کلیسا مین سے ہین ۱۲ مترجم -

ایک رسالہ قبائح نسوان مین تصنیف کیا تھا اور کرائسٹم نے جسکو عیسائی لوگ ولی سمجھتے

ہین بقول لیکی صاحب مورخ کے "متقدمین علمائے نصاریٰ کی رائے عموماً بیان

کر دی ہے کہ عورت ایک ایسی بلا ہے جس سے گریز ممکن نہین ہی اور ایک قدرتی اغوی

اور ایک مرغوب آفت اور ایک خانگی فتنہ اور ایک مہلک سحر اور ایک رنگین بلا ہی"

سبحان اللہ - یہ کلمات عورت کی شان مین ایک عیسائی ولی نے اوس زمانہ مین فرمائی

ہین جبکہ مادر حضرت مسیح کی عبادت فرائض دینی مین داخل سمجھے جاتے تھے -

شارع اسلام نے عورتون کی عزت کرنے کا حکم قطعی فرمایا ہی - اور اسلام نے اونکو

مواجب وحقوق بخشی اور اونکو مردون کا ہمپایہ کر دیا مگر وہانتک جہانتک جسمانی ممیزات عورت

اور مرد مین ہین - عورتون کے باب مین غیرت وحمیت اسلام ہی نے دنیا کو سکھائی

ہے - اندلس کے عرب عورتون کی کیسی عزت اور اطاعت کرتے تھے اور ممالک

مغربی مین حضرت علی؏ اور اونکے صاحبزادون نے کیسی عالی ہمتی ظاہر فرمائی جسکا

نتیجہ یہ ہوا کہ حرمت نسوان[1] کا ایک غیر مکتوب قانون مسلمانون مین علحدہ مقرر ہو گیا

اکثر صاحب مورخ جرمنی کا قول ہے کہ "غیرت وحمیت کا موجد انتر ہوا - حضرت

علی؏ کی شجاعت - ہمت - مروت - جود وسخا - علم وفضل - کریم النفسی - غیرت وحمیت

پاک طینتی تمام عالم مین ضرب المثل ہے - اونکا نفس جو مظہر اتم نفس رسولؐ کا تھا تمام

عالم کے مسلمانون پر سایہ افگن ہوا اور اوس نفس قدسی کا فیض ہر زمانہ مین جاری

رہا وہ غزوات صلیبی جنکے باعث سے یورپ کی وحشی قومون کو ایشیا کے ممالک اسلامیہ مین

اسلام کی تہذیب وشائستگی سے قرب واتصال حاصل ہوا اور اہل اسلام کی شوکت

---

[1] حاجی برٹن صاحب کا یہ قول ملاحظہ کیجیے "اگر عورت ومرد مین امتیاز تمام عالم مین سب سے اعلیٰ درجہ کی مہذب قومون

مین شایع ہوتا تو مین عشق کی اصل اوس اثر کو قرار دیتا جو عرب کے اشعار اور عرب کی محبت نسوان نے اہل یورپ کے خیالات پر کیا تھا

مع قرن اوسطے کے دین مسیحی کو اسکا باعث نہ سمجھتا - حاجی برٹن صاحب کا رسالہ مسمے بہ حج المکہ والمدینہ صفحہ ۳۲۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

وجبروت اور لطافت و نفاست دیکھکر اون وحشیون کی آنکھین کھل گئین۔ علی الخصوص وہ تاثیرات جو مسلمانان اندلس کی صحبت سے قرب وجوار کے عیسائی ممالک پر ہوئین وہی اسکا باعث ہوئین کہ یورپ مین عورتون کے باب مین غیرت وحمیت پیدا ہوئی۔ فرانسیس کے بڑے نامی وگرامی شاعر جنکی عاشقانہ غزلین اور ولولہ انگیز گیت رجز کے طور پر لڑائیون مین گائے جاتے تھے قرطبہ[ا] اور غرناطہ اور بلاغہ کے شعرائے اسلام کے شاگرد تھے بلکہ پٹرارک اور بوکیسیو شعرائے اطالیہ نے اور ٹاسو شاعر جرمنی نے اور چاسر ابو الشعرائے انگلستان نے بھی شعرائے اسلام کے زلہ خواری اور خوشہ چینی کی ہے۔ مگر یورپ کی وحشی قومون کی درشت عادات اور وحشیانہ خیالات کی وجہ سے اہل یورپ کی غیرت وحمیت مین بھی ایک نوع کی خیانت آگئی ہے[۲]۔

[ا] یہ تینون شہر ملک اسپین یعنے اندلس مین مدتہائے مدید تک یورپ کی دار العلوم اور خلفائے بنی امیہ کی تخت حکومت رہی ہین اور بڑی بڑے جلیل القدر حکماء وعلماء وشعرائے اسلام یہان گذرے ہین جنکا فیض تمام ممالک عیسائی مین پہونچا اور جا اکثر اون علوم کے موجد ہوے جو علوم جدیدہ کی اصل وماخذ ہین۔ شہر قرطبہ مین ایک قدیم عمارت اسلامیہ الحمیرا نامی کے آثار وعلامات ابتک باقی ہین ۱۲ مترجم [۲] عورتون کے مواجب حقوق کے باب مین جو احکام شرع ہین اونکو مجالس الابرار مین دیکھیے ۱۲ مولف

	حواشی متعلقہ باب ۹ حاشیہ ا	

شاید اس کتاب کے ناظرین انگریز اس بات سے واقف نہون کہ ہندوستان مین علی الخصوص ممالک مغربی و شمالی مین تعدد ازواج مسلمانون مین النادر کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے سو مسلمانون مین سے بجانوے ایکہی زوجہ پر حصر کرتے ہین۔ رائے جمہور عموماً دوسری زوجہ کرنے کی مانع ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے ہمچشمون کی رائے اس باب مین کچھ وقعت نہین کرتے اونکو یہ خیال کہ ایک دوسرے گھر کا بار اوٹھانا پڑیگا زوجہ ثانیہ کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ جس عورت سے نکاح کرنا منظور ہوتا ہے اوسکے اعزا یہ تدبیر نہایت موثر کرتے ہین کہ دولہا سے پہلے ہی یہ عہد لے لیتے ہین کہ اور کسی عورت سے کبھی عقد نہ کریگا۔ اور درصورت عہد شکنی کے وہ ایسا مبلغ خطیر دینے کا اقرار کرتا ہے جو اوسکے مقدور سے باہر ہوتا ہے۔ پس اسوجہ سے وہ دوسری بی بی ہرگز نہین کر سکتا۔

بالکل اپنے شوہر کے قابو مین ہوتی ہین اور اوسکی سب تلون مزاجیون کی اطاعت اوسکو کرنی پڑتی ہے مگر وہانتک جہانتک رای جمہور شوہر کو حد اعتدال سے تجاوز نکرنے دی اور زوجہ اپنے مال کی مالک نہین ہوتی - مگر مسلمانان ہند مین زوجہ بجائے خود فاعل مختار ہوتی ہے اور کوئی قانون اونمین ایسا نہین ہے جسسے زوجہ کا مال بعینہ شوہر کا مال ہوجائے یا اوسکی ساتھ مخلوط ہو کر ایک جایداد واحد سمجھی جاے - الغرض مسلمانون مین زوجہ اپنے گھر کی مالک اور بادشاہ ہوتی ہے -

حاشیہ ۲ - متعلقہ باب ۱۳

اناجیل اربعہ مین سے دو انجیلون مین تو اسکی کوئی وجہ نہین لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے اصحاب کو کیون یہ حکم دیا کہ وے اپنی بیبیون کو علیحدہ کردوے (جیسا مرقس کی انجیل باب ۱۰ - آیت ۱۱ مین اور لوقا کی انجیل باب ۱۶ - آیت ۱۸ مین لکھا ہے) - اگر وہ احادیث جو ان دو انجیلون مین منقول ہین اون روایات سے زیادہ معتبر سمجھے جائین جو متی کے انجیل مین مروی ہین تو ہم یہ بحث کرتے ہین کہ بیشک حضرت عیسیٰ نے عمدہ عمدہ خیالات سکھائے اور اعلیٰ درجہ کے اصول اخلاق تعلیم کیے مگر ان الفاظ سے کہ وے اپنی بیبیون کو دور کردوے اونکا مقصود یہ نہ تھا کہ انسے کوئی ایسا قانون مستنبط کیا جاے جو قطعی اور غیر متغیر ہو بلکہ اونکی غرض یہ تھی کہ بدینی اور فسق و فجور کا دریا جوش مار رہا ہے اوسمین کسیطرح خفت ہو - سلڈن صاحب نے اپنے رسالہ ترویج مین لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہ گول گول جواب اسلیے دیا تھا کہ علماے یہود کے دو فرقے جو تھے جنکا نام شمعی اور جلیل تھا اونکو رنج نہو کہ ہمارے احکام کے خلاف اس شخص نے یہ حکم کیون دیا - گبن صاحب مورخ نے تاریخ زوال سلطنت روم الکبریٰ مین کیا عمدہ حاشیہ اوس یونانی لفظ کے معنی پر لکھا ہے جسکا ترجمہ انگریزی مین زنا رغیر محصنہ کیا گیا ہے وہ حاشیہ لائق ملاحظہ ہے ۱۲ - مؤلف

حاشیہ ۳ - متعلقہ باب ۱۴

ایم سیڈلاٹ صاحب مورخ فرانسیسی نے بھی اوس شرط طلاق کو بیان کیا ہے جو اہل سنت کے نزدیک ضروری ہے یعنے طلاق دینے کے بعد عورت کو پھر معتبر ہونا جائز نہین ہے تا وقتیکہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے اور اوس سے دوسرا طلاق نہ لے یہ شرط بہت عمدہ ہے کہ اسکی وجہ سے طلاق کمتر وقوع مین آتا ہے - مگر میور صاحب نے اپنے تذکرہ پیغمبر اسلام (جلد ۳ صفحہ ۳۰۶) مین شارع اسلام پر طعن کیا ہے کہ ایسی شرط کیون مقرر کردی - میور صاحب نے اس امر سے عمداً خواہ سہواً چشم پوشی کی ہے کہ عرب جیسی مغرور اور حاسد اور زود رنج قوم کے لیے ایسی شرط مقرر کردینا واجب تھا کہ یہ بھی ایک قید منجملہ اون قوی قیود کے ہے جنسے زن و شوہر کا اختیار طلاق مقید و محدود ہوگیا ہے - بلکہ جس عربی مثل کو صاحب موصوف نے نقل کیا ہے اوسی سے اونکو معلوم ہوجانا چاہیے تھا کہ وہ شخص کیسا ذلیل و خوار ہوجاتا تھا جو اپنی زوجہ پر ایسی مکروہ آزمایش کرتا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ سر ولیم میور صاحب نے پیغمبر اسلام کی عداوت سے یہ امر بھی فراموش کردیا ہے کہ اس شرط سے یہ مقصود تھا کہ اس سے بھی بدتر دستور جو یہود اور مشرکین عرب مین جاری تھا کہ زوجہ کو ذرا ذرا سی بات مین اور بیہودہ غصہ یا تلون مزاجی سے طلاق دیدیا کرتے تھے یہ دستور مقید و محدود ہوجاے - اس قید کی مصلحت یہ بھی تھی کہ عرب سے زیادہ کوئی نازک مزاج اور غیرت دار قوم روی زمین پر نہین ہے جب اس قید سے اونکی آبرو مین بٹہ لگیگا تو وہ خواہ مخواہ طلاق دینے سے پرہیز کرینگے (سیل صاحب کا دیباچہ ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۱۳۳

...کریم ... ہیں کہ علماے شیعہ کے نزدیک مطلقہ سے دوبارا نکاح کرنا اسپر موقوف نہین ہے کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کر چکی ہو۔ (مالکم صاحب کی تواریخ فارس جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ - اور مبسوط حفظہ) مین اس مسئلہ مین شیعون سے اتفاق رائے کرتا ہون کہ جس آیت مین یہ لکھا ہے کہ "جب تم عورتون کو طلاق دو اور انکو نکالدینے کا زمانہ آجاے تو یا اونکو فیاضی سے اپنے پاس رہنے دو یا اونکو فیاضی سے نکالدو مگر اونکو جبرًا اپنے پاس رکھو تاکہ اونپر ظلم ہو" اس آیت سے اسکے پیشتر کی آیت بالکل منسوخ ہوگئی ہے جسکے بموجب مطلقہ کو ایک شخص ثانی سے نکاح کرکے پھر اوس سے طلاق لینے کے بعد زوج اول سے دوبارا عقد کرنا جائز ہے۔ ۱۲ - مؤلف

پندرھوان باب

بعض اعتبارات سے بردہ فروشی بھی سب قومون مین جاری ہی مگر جب انسان کے خیالات مین تہذیب و ترقی ہوئی یہ رسم بھی خود بخود دفع ہوگیا۔

تعدد ازواج کیطرح بردہ فروشی بھی اون حالات سے خود بخود پیدا ہوگئی ہے جو تکمیل قوی نفسانی اور تکمیل قوی جسمانی کے بعد انسان کے نفس پر طاری ہوے ہین مگر برخلاف تعدد ازواج کے بردہ فروشی مین ابتدا سے ایک باطنی ظلم و ناانصافی چلی آتی ہے۔ بنی آدم کے وجود کی ابتدائی زمانہ مین جب عقل بشری افراد بشر کے باہمی حقوق و فرائض کے ادراک سے قاصر تھی اوسوقت قوانین کو کل قوم کے فوائد کے لحاظ سے نہ بناتے تھے۔ جب ضعفاء کے کل افعال اقویاء کے مرضی کے تابع اور اوسی پر موقوف ہوتے تھے اوس زمانہ مین وہ تفاوت تمدنی یا فرق جسمانی یا نفسانی جو خالق عالم نے افراد یا اصناف بشر مین پیدا کردیا ہی ہمیشہ بندہ گری اور بردہ فروشی کے پیرایہ مین ظاہر ہوتا تھا اور ایسا انتظام پیدا ہوجاتا تھا جس سے قوی ضعیف پر اور اعلی ادنی پر حکومت مطلقہ حاصل کرلیتا تھا۔ جب ضعفاء اقویاء کی بالکل مطیع و منقاد ہوگئے تو اقویاء اپنے خدّام کی ہدایت کے لیے قوانین بنانے کی تکلیف سے محفوظ رہی اور اون آفتون سے بھی

بجگئے جو کسی اگلے زمانہ کے حکیم نے انسان کے سر ڈالی ہے کہ "اپنے عرق جبین سے تو نان جوین کھائیگا یہانتک کہ خاک کا پتلا پھر خاک مین ملجائیگا" جب اقویا کو کچھ محنت نہ کرنی پڑی تو اپنا سارا وقت فرصت اونہون نے عیش و عشرت مین گذارا۔ جیسا ایک مورخ جلیل الشان نے لکھا ہی کہ "بندہ گری کی بنیاد صرف اس امر کی خواہش ہے کہ دوسرے شخص کے قویٰ جسمانی کو کام مین لاکر خود آرام و آسائش کرین۔ یہ لونڈی غلام بنانیکا دستور ابتداء خلقت انسان سے چلا آتا ہی" پس بردہ فروشی کے دستور کو وجود انسان کا ہمعصر سمجھنا چاہیے تواریخ سے اس دستور کے آثار و علامات ہر قوم مین پائے جاتے ہین جسکا حال صحیح صحیح معلوم ہوا ہے۔ یہ دستور سوسائٹی یعنے تمدن کی وحشیانہ حالت سے شروع ہوا تھا اور اوس زمانہ مین بھی یہ رسم جاری رہا جبکہ ترقی خیالات اور ترقی تہذیب و شائستگی سے اسکی کچھ ضرورت نہ باقی رہی تھی۔ زمانہ سلف مین یہود اور یونانی اور رومی اور جرمنی قومون کی بردہ فروشی سب قومون سے زیادہ مشہور و معروف تھی۔ ان سب قومون مین لونڈی غلام بنا لینے کا دستور جاری تھا مگر مدارج شدت مختلف تھی۔

جبسے قوم یہود پیدا ہوے اوسیوقت سے دو قسم کی بردہ فروشی اوس قوم مین جاری ہوئی جب کسی جرم کے مواخذہ مین یا کسی قرضہ کی علت مین غلام بنا ڈالا جاتا تھا تو اوسکی حیثیت غیر قوم کے غلام سے بہتر ہوتی تھی۔ شریعت موسوی کے بموجب اسرائیلی غلام چھہ برس غلامی کرنے کے بعد آزاد کردیا جاتا تھا الا اینکہ وہ خود اپنے اس حق سے متمتع نہو۔ مگر جب بنی اسرائیل بیرحمی سے جدال و قتال کر کے غیر قومون کے لوگون کو گرفتار کر لاتے تھے اور لونڈی غلام بنا ڈالتے تھے یا اونکو فریب سے پکڑ لیتے تھے یا خرید لیتے تھے تو ایسی لونڈی غلام اس انتظام کے فوائد سے بالکل محروم رکھے جاتے تھے کیونکہ یہ انتظام نفسانیت جنبہ داری سے اور غیر قومون سے احتراز کی خیال سے

---

[۵۱] رکنہری مین صاحب کا مجموعہ قوانین سلف صفحہ ۱۰۴ – ملاحظہ ہو ان ۱۲ مؤلف [۵۲] توریت سفر الاوی باب ۲۵ آیت ۴۴ و ۴۵ – ملاحظہ

لیا گیا تھا۔ ایسے لونڈی غلامون پر ہمیشہ بڑے بڑے جفائین ہوتی تھین اونسے کھیتی کرائی
جاتی تھی یا گھر کا کام لیا جاتا تھا اور وہ نہایت ذلیل وحقیر سمجھے جاتے تھے اور اونکے
ناخدا ترس آقا ہمیشہ اونسے بہت سخت مشقت لیا کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کے احکام جو عیسائیون کی روایات مین منقول ہین اونمین بہت کم عبارتین
ایسی ہین جنسے بردہ فروشی کی کراہیت مفہوم ہوتی ہو۔ البتہ حضرت مسیح نے کچھ اس باب
مین فرمایا ہو کہ غلامون کو اپنے آقاؤن کی نافرمانی نہ کرنی چاہیے اور اونکے مالکون کو اونکی
حق رسانی کرنی چاہیئے بلکہ برخلاف اسکے ان عبارات سے یہ ثابت ہو سکتا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ اور اونکے
حواریین کا یہ منشا نہ تھا کہ بردہ فروشی کو انسانیت کے خلاف جانکر اوسکی ممانعت کردین۔

قدیم رومیون مین بردہ فروشی کا دستور ابتدا سے چلا آتا تھا اور ہر قسم کے غلامون کو خواہ
رومی ہون خواہ اور کسی قوم کے اور خواہ لڑائی مین گرفتار کر لیے گئے ہون اور خریدے گئے ہون
اثاث البیت مین داخل سمجھتے تھے اور اونکے آقاؤن کو اونکے مار ڈالنے کا اختیار ہوتا تھا۔
مگر جب رومیون کے قوانین مین تدریجاً ترقی ہوتے ہوتے یہ نوبت پہونچی کہ قوانین الواح
دوازدہ گانہ متروک ہو گئے اور ہیڈرینؒ قیصر نے ایک وسیع اور عظیم مجموعہ قوانین بنایا او سوقت
غلامون کے حال مین کچھ اصلاح ہوئی۔ اور سزاے موت کا اختیار اور سنگین سزاؤن کا
اختیار غلامون کے مالکون سے لے لیا گیا تاہم رومیون کی اصلاح یافتہ قانون کے
بموجب بھی کوئی غلام اسکا مجاز نہ تھا کہ اپنے مالک یا مالکہ سے کوئی معاہدہ کرسکے۔

پس قبل اسکے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نصائح واحکام کی برکت سے دنیا مین سب بنی آدم سے برادرانہ
سلوک کرنے کا مسئلہ جاری ہو مگر افسوس ہو اس مسئلہ عظیم کو اونکے حواریین کچھ خاک بھی نہ سمجھے
سلطنت قاہرہ رومتہ الکبریٰ کے آئین وقوانین متعلقہ بردہ فروشی کی تکمیل بمقابلہ اوس سرسری

طریقہ کے جو اون مہذب و شائستہ قوموں مین جاری تھا جو رومیون سے پیشتر گذری تھین بخوبی ہو چلی تھے

جب سلطنت قاہرہ روشۃ الکبری مین دین مسیحی جاری ہوا تو اس دین کا اثر بردہ فروشی پر

صرف وہانتک ہوا جہانتک علماے دین یعنے پادری لوگ متعلق تھے جب کوئی غلام رہبانیت

اختیار کر لیتا تھا اور تین سال کے اندر اوسکا کوئی دعویدار نہوتا تھا تو وہ آزاد ہو جاتا تھا[51]

مگر عیسائی سلطنت مین بھی لوگون کے گھرون مین لونڈی غلام اونہی مختلف اقسام کے

ہوتے تھے جتنے مشرکین کی عملداری مین ہوتے تھے - اوس مجموعہ قوانین مین جو ایک

عیسائی[52] پادشاہ کے حکم سے تالیف ہوا تھا بردہ فروشی کو لکھا تھا کہ قانون[53] قدرت کے

موافق ہے - اور اس مجموعۂ قوانین مین غلامون کے زیادہ سے زیادہ قیمت اُن پیشون کے

موافق مقرر کی تھی جو پیشے اونسے کرانی منظور ہوتی تھی - لونڈی غلامون مین باہم شادی بیاہ

کرنا جائز نہ تھا اور لونڈی یا غلام کا نکاح آزاد مرد یا عورت کے ساتھ کر دینا حرام مطلق تھا اور[54]

نہایت شدید سزائین اس جرم کے مقرر تھین - اسکا نتیجہ ضروری ولادہری یہ ہوا کہ خانگی پن

بے تکلف ہونے لگا اور خود پادری لوگ حرامکاری کو جائز سمجھکر کرنے لگے -

پس سب سے زیادہ مہذب و معقول قوانین سلف کے بموجب بھی بردہ فروشی کی یہ کیفیت

تھی جیسے بیان کیگئی - یہ قوانین تیرہ سو[13] برس کی عقل و حکمت کے مظہر تھے اور جب درجۂ

کمال کے قریب پہونچے تو ایک نہایت جلیل القدر ناصح[56] اور مصلح بنی آدم کے بعض احکام

کی کچھ خفیف سی فروع و جزئیات بھی انمین شامل کر دیے گئے

---

[51] لیکی صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ا صفحہ ۳۰۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [52] یعنی جسٹینین قیصر ۱۲ مؤلف [53] انتخاب قوانین جسٹینین قیصر ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [54] اس جرم کے متعدد سزاون مین سے ایک سزا یہ تھی کہ اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام سے نکاح کر لیتی تھی تو وہ عورت قتل کیجاتی تھی اور وہ غلام زندہ جلا دیا جاتا تھا - لیکی صاحب تاریخ دین مسیحی جلد ۲ - مین وہ باب ملاحظہ ہو جسمین بردہ فروشی کے جواز کے اعذار بارد ہ بڑے خوبی سے بیان کیے ہین ۱۲ - مؤلف [55] لیکی صاحب

... کی تاریخ دین مسیحی جلد ۲ صفحہ ۳۶۹ - اور دیوکینیج کے رسالہ مین حرام کاری کا بیان ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [56] شاید اس سے حضرت عیسی مراد ہین ۱۲ - مترجم

آکر اوس سلطنت پر تسلط حاصل کیا اور نئی نئی ریاستین بنالین تو ان جدید ریاستون
مین ایک نیا طریقہ رئیسون اور تعلقدارون کی غلامی کا جاری ہوا جو رومیون کو بھی نہ معلوم
تھا - ان چھوٹی چھوٹی ریاستون کے ذرا ذرا سے رئیس جو مختلف حقوق اپنے ماتحتون اور
رعایا پر رکھتے تھے اونھین حقوق سے اونکی شرارت اور بدکرداری اسقدر ظاہر ہے کہ لعنۃ اللہ
ان وحشی قومون کے قوانین بھی رومیون کے قوانین کیطرح غلامی کی حالت ایک معمولی
حالت انسان کی قرار دیگئی تھی اور غلام کا کچھ تحفظ کیا گیا تھا تو صرف اس حیثیت سے
کیا گیا تھا کہ وہ ایک ملکیت یا جائداد اپنے مالک کی تھی اور حاکم وقت کے سوائے اوسکو مار ڈالنے
کا اختیار صرف اوسکے آقا کو ہوتا تھا - پس اس سے ظاہر ہے کہ دین مسیحی بردہ فروشی
کو موقوف کرنے سے یا اوسکے قبایح و اضرار کو کم کردینے سے بالکل قاصر رہا - خود کلیسائے
مسیحی مین غلام موجود تھے اور خود اہل کلیسا اس رسم قبیح کے جواز کے علانیہ قائل تھے -
اسی دین کی برکت سے یورپ کے بڑے بڑے حکام ملکی نے بردہ فروشی کو جائز رکھا ہی
بلکہ اسکو ایک مفید دستور بیان کیا ہے کہ یہ فقر و فلاکت اور سرقہ کا مانع ہوتا ہے - [لہ]

شرع اسلام نے بردہ فروشی کے رسم قبیح پر بھی ایک وار کیا اور یہ وار ضرور چل جاتا اور
جب وہ نسل گذر جاتی جس نسل مین یہ رسم رائج تھا تو یہ رسم بالکل نیست و نابود ہو جاتا اگر اسنے
عرب کے قرب و جوار کے ملکون مین مضبوط جڑ نہ پکڑلی ہوتی اور اگر انسان کا نفس خلقت سے
شرارت اور کجروی کیطرف مائل نہوتا - احکام شرع شریف بردہ فروشی کے باب مین دو طرح
سے لائق غور ہین - ایک حیثیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے اس رسم کو بالکل موقوف

لہ ڈی جولیل مورخ فرانسیسی کی تاریخ اور اسٹیون صاحب کے شروح قوانین انگلستان جلد ۲ - باب ۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

[illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کے [illegible] اور اسکا تخفیف عمل کرد

کہ تدریجاً یہ خود بخود بالکل فنا ہو جاوے - یہ استدلال صحیح ہے کہ چونکہ کل تیئیس[2] برس کے

عرصہ مین تمام قوانین وحدود و احکام اسلام شائع ہوئے تھے لہذا قیاس اسکا مقتضی ہے

کہ اکثر رسوم جو قبل شیوع اسلام یعنے زمانۂ جاہلیت مین جاری تھے اور آخر کو موقوف کردئیے گئے

ابتدا مین اونکی اجازت فحوای دیدی گئی تھی یا وہ صریحاً جائز رکھی گئی تھیں - چنانچہ بردہ فروشی

کا حکم بھی انھین احکام مین داخل ہے - یہ رسم قبیح اوس قوم کی نہایت پوشیدہ تعلقات مین

پیچیدہ ہو گیا تھا جس قوم مین آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تھے - اور اسکو فنا کردینا صرف

حکیمانہ اور رحیمانہ قوانین کے ذریعہ سے ممکن تھا اسطرح ممکن نہ تھا کہ جتنے غلام اوسوقت

موجود تھے وہ سب یکقلم آزاد کردیے جاتے کیونکہ یہ بات عقلاً اور اخلاقاً محال تھی - لہذا صدہا

اوامر و نواہی اس باب مین اس غرض سے جاری کیے گئے کہ بردہ فروشی تدریجاً بالکل موقوف

ہو جاوے - اگر اسکے خلاف حکمت عملی اختیار کی جاتی تو سلطنت اسلامیہ کہ صغیر السن تھی

بالکل فنا ہو جاتی - شارع اسلام صلعم نے اپنے اصحاب کو متواتر ترغیب دی ہی کہ تمکو اوسی خدا کے

پاک کی قسم ہے جسنے مجھے بنی آدم کی اصلاح حال کے لیے مبعوث برسالت کیا ہی غلامون کو

آزاد کردو[3] کہ اس سے زیادہ کوئی فعل خدا کے نزدیک مقبول نہین ہے[4] اور آپ صلعم نے

یہ بھی فرمایا ہی کہ بعض معاصی کا کفارہ عتق رقبات یعنی غلامون کو آزاد کرنا ہی - اور یہ بھی حکم

فرمایا ہے کہ غلام محنت کرکے جو اجرت حاصل کرے اوسکو دیکر اپنے تئین خرید کرسکتا ہی اور اگر

کوئی کمبخت غلام بالفعل کوئی ذریعہ انتفاع کا نہ رکھتا ہو اور کسی اور خدمت کی ذریعہ سے اپنی آزادگی

خریدلینا چاہیے تو اس مضمون کا ایک اقرارنامہ[5] لیکر وہ خدمت اوس سے چھوڑوادیجاوے جو وہ

اوسوقت کر رہا تھا - اور بعض حالات مین بلادست اندازی اپنے مالک کے بلکہ اوسکی مرضی کے خلاف بھی

له تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۵ - رجب ۱۲۸۹ ہجری صفحہ ۱۱۸ - ۲ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵ قرآن مجید سورہ ۲۴ - آیت ۳۳ - وغیرہ ۱۲ مولف

اوسمین غلام کے مطلب کے موافق تاویل کیجاتی تھی اور اوس نے سا اقرار یا وعدہ جو مالک کرلیتا تھا
وہ بھی غلام کو آزاد کرنے کے لیے فرض سمجھا جاتا تھا۔ پس غلاموں کو تدریجاً آزاد کردینے کے
باب مین احکام شرع ایسے تھے۔ اون اخلاقی قواعد مین جو اوس زمانہ کے غلامون سے سلوک کرنیکے
باب مین مقرر کیئے گئے تھے شارع اسلام صلعم نے آقا اور غلام کے باہمی فرائض و تکلیفات کو اوس طرح
نہین مقرر کیا ہے جس طرح اور ملل و ادیان مین ہے کہ صریحاً مالک کی جنبہ داری کیگئی ہے[1]
شارع اسلام صلعم اور سب شارعین کے بہ نسبت انسان کی طبیعت سے صحیح تر اور تمام تر واقفیت رکھتے تھے
لہذا آپ صلعم کو معلوم ہوگیا کہ اون فرائض کو مقرر کرنا ایسا ضرور نہین ہے جو صغار کو اقویار سے
بجالانے چاہئیں جیسا اون فرائض کو مقرر کردینا لازم ہے جو اقویار کو ضعفار کی نسبت
ادا کرنی چاہئین۔ مالکون کو آپ صلعم نے منع کردیا کہ اوس سے زیادہ اپنے غلامون سے کام
نہ لیا کرین جتنا مناسب اور قرین انصاف ہو۔ اور اونکو حکم فرمایا کہ اپنی لونڈی اور غلام
کو عبد یا امۃ یا جاریہ کے لفظ سے نہ پکارا کرو کہ اس سے اونکی توہین ہوتی ہے بلکہ اس شفقت آمیز
نام سے پکارا کرو یا عبد اللہ یا امۃ اللہ۔ اور یہ بھی حکم فرمایا کہ سب غلامون کو وہی کپڑا پہنایا
جائے اور وہی کھانا کھلایا جائے جو اونکے مالک کھاتے اور پہنتے ہون۔ علاوہ اس سب کے
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مائین اپنے بچون سے نہ چھڑائی جائین نہ بھائی بھائی سے چھڑایا جائے
نہ باپ بیٹے سے اور نہ ایک عزیز دوسرے عزیز سے جدا کیا جائے[2]۔ اخبار محمدن سوشل ریفارمر
(مصلح تمدن اہل اسلام) مین ایک لائق و فائق شخص نے یہ مضمون لکھا ہے کہ قرآن مجید کے
الفاظ بردہ فروشی کے باب مین فقط اوس زمانہ کی لونڈی اور غلام بنانے سے متعلق ہین

[1] مکاتیب و اعمال حواریین باب ۲ - آیت ۲۲ - اور باب ۶ - آیت ۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف [2] ان امور پر سند کا نقل کرنا کچھ ضرور
نہیں ہے کیونکہ یہ امور تو روز مرہ کے نزدیک مسلمہ ہین - لیکن اگر ناظرین کو اسناد دیکھنے کا شوق ہو تو مشکوٰۃ اور صحیح بخاری اور

ہین کہ ہمکو یقین واثق ہے کہ احکام مصرحۂ بالا سے اور جس لفظ سے غلام اور غلامی کو تعبیر فرمایا ہے اوس لفظ کے معنی سے بھی بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ خود شارع اسلام اس رسم کو چند روزہ سمجھتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ جب خیالات مین ترقی ہوگی اور زمانہ کے خیالات بدل جاینگے تو یہ رسم بالکل موقوف و معدوم ہو جایگا۔ قرآن مجید مین ہر مقام پر عبید و اماء کو ان کلمات سے تعبیر کیا ہی او ما ملکت ایمانکم یعنی وہ چیز جسپر تمہارا دہنا ہاتھ قابض ہو یا وہ چیز جو تمہارے قبضہ مین آگئی ہو۔ ہم اون نتائج سے تعرض نہین کرتے جو ان کلمات کے معانی مین ادنے تاویل کرنے سے پیدا ہونگے۔ ہماری ذاتی رائے یہ ہی کہ غلامون کی یہ تعریف جو کی ہے کہ وہ لوگ جنپر تمہارے دہنے ہاتھ قابض ہون یا جنکو تمنے گرفتار کرلیا ہو اس سے یہ مراد ہی کہ لونڈیون اور غلامون کے حاصل کرنے کے ذریعہ کو بالکل محدود و مقید کر دیا ہی۔ یعنے صرف ایک طور سے اونکو حاصل کرنا جائز تھا کہ جب جہاد راہ خدا مین اونکو مسلمان گرفتار کرلیتے تھے۔ سب وحشی قومون مین دستور ہوتا ہی کہ اسیرون کو خود غرضی سے رہا کر دیتے ہین یعنے اسلیے کہ اونکی فروخت سے یا اونکی محنت و مشقت سی خاص اوس شخص کے جسنے اونکو گرفتار کیا ہی یا کل قوم کی مال و دولت مین افزونی ہو۔ جیسا اگلے زمانہ کی اور قومون کا دستور تھا اوسیطرح زمانۂ جاہلیت مین عرب کا دستور تھا کہ طمع مال سے اسیرون کی جان بخشی کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے یہ رسم اپنی قوم مین رائج پایا۔ بعوض اسکے کہ آپؐ کوئی عقلی مسئلہ گڑھتے یا کوئی حکم مبہم و متشابہ اس باب مین صادر فرماتے آپؐ نے احکام قطعی اپنی امت کی ہدایت کے لیے مقرر کر دیے اور یہ حکم دیدیا کہ صرف وہی لوگ لونڈی اور غلام بنالئے جائین جو جہاد مین گرفتار کیے گئے ہون اور اوسوقت تک

لہ بشپ لیمن صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۲ صفحہ ۳۸۷ ملاحظہ ہو۔ زمانۂ سلف مین بقینین قیدی کو غلام بنالینے کے حق کو اسکو مارڈالنے کے حق پر مبنی سمجھتے تھے۔ اکثر متاخرین کا بھی یہی قول ہے۔ مانسکیو منجملہ وہ فقیہ ہی جسنے قیدیون کی مار ڈالنے کی اس موہوم حق کا انکار کیا ہی الا اینکہ ضرورت شدیدہ یا حفاظت نفس اس فعل کے داعی ہو۔ ایک مقنن نے اسکا بھی

لونڈی یا غلام رہین جبتک دیت دیکر رہا کرلیے جائین یا قیدی خواہ مرد ہو خواہ عورت
کچھ مزد حاصل کرے اور اوسکو دیکر اپنے تئین آزاد کرالے - لکن جب یہ سب وسائل بہم
پہونچتے تھے تو مسلمانون کے رحم اور خدا پرستی سے استغاثہ کیا جاتا تھا اوسپر طرہ یہ تھا کہ
مالک پر بہت شدید تکالیف اور ذمہ داریان غلام کی باب مقرر کردیگئی تھین اون دونون
باتون کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ غلام آزاد کردیے جاتے تھے - بردہ فروشی یعنے لونڈی غلام کے بیع
وشرا ممالک عیسائی مین جائز رکھے گئے تھے اور یہود مین بھی مقدس و مشروع سمجھے جاتے تھے
مگر شرع اسلام مین مکروہ و مذموم کردیگئی - بردہ فروشی کو انسانیت سے خارج کردیا ہے
بالمعون لکھا ہے عتق رقبات یعنی بردہ کو آزاد کرنا سنت موکدہ اور باعث ثواب عظیم و اجر
جزیل لکھا ہے - اور یہ بھی بہ تاکید اکید لکھا ہے کہ مسلم اور مسلمہ غلام اور لونڈی کبھی نہ بنائے جائین
اکثر مسلمانون پر جو اپنے تئین سنت سنیہ کا پیرو کہتے ہین یہ دھبہ قیامت تک باقی رہیگا کہ
اپنے پیغمبر کے ظواہر احکام پر تو عمل کرتے ہین یا عمل کرنے کی کوشش کرتے ہین مگر بواطن احکام
سے بالکل چشم پوشی کرتے ہین اور بردہ فروشی اور غلامی کو جائز رکھکر صریحاً احکام نبی کی خلاف
کرتے ہین - نصوص قرآنی کے بموجب لونڈی اور غلام رکھنا اس شرط سے مشروط تھا کہ راہ خدا
مین اور حفاظت نفس کے لیے مشرکین و کفار سے بہ نیت خالص جہاد کیا جاے اوسمین جو
کفار گرفتار کیئے جائین وہ بھی اس شرط سے غلام بنائے جائین کہ اونکی حفاظت و حراست
کامل کیجاے - جب وہ جہاد کی حالت نہ باقی رہے جسمین مسلمان ابتدا مین قرب و جوار کی
اقوام اور قبائل کی عداوت کیوجہ سے مبتلا ہو گئے تھے تو بردہ فروشی اور بندہ گری خود بخود
اسطرح سے موقوف ہو جاتی کہ آیندہ لونڈی غلام نہ بنائے جاتے اور جو اوسوقت غلامی کی
حالت مین تھے وہ آزاد کردیے جاتے مگر ایسا نہین ہوا کہ بلکہ یہود و نصاری کیطرح اہل اسلام نے

اور یورپ کی بد اخلاق قومون سے مراسم رہی اور شمال کے وحشی قومون سے تعلقات رہی
جنمین بردہ فروشی کا رسم جاری تھا یا غالباً اسکا سبب یہ ہوا کہ ابھی وہ وقت نہین آیا ہی
کہ ان مفید قوانین و احکام کے پورے نتائج پیدا ہون - اگر وحشی ترکمان بندگان خدا کو
پکڑ پکڑ کر لونڈی غلام بنا ڈالتے ہین تو انکو بھی ویسا ہی مسلمان سمجھنا چاہیے جیسا امریکا
جنوبی مین ایک وحشی قوم جسکا نام گواکو ہے یہی فعل ناپسندیدہ کرتی ہے اور پھر عیسائی
کہلاتی ہے - تعدد ازدواج کی رسم کیطرح بردہ فروشی کا دستور بھی تمام عالم مین انسان کی ترقی
کی کسی نہ کسی درجہ مین ضرور جاری رہا ہے اور اقل مراتب ادن قومون مین جو مہذب و
شائستہ ہونے کی مدعی ہین یہ دستور اون ضرورتون کے رفع ہوجانے کے بعد بھی جاری ہا ہے
جن ضرورتون سے یہ کسی زمانہ مین جائز کر دیا گیا تھا لیکن آئندہ ضرور موقوف ہو جائیگا -
دیر آید درست آید - پس معلوم ہوا کہ اسلام نے بردہ فروشی کو مقدس و متبرک رسم نہین بنایا ہے
جیسا لوگون نے غلطی سے گمان کیا ہے بلکہ اسلام نے اس رسم کو قطعاً موقوف و مسدود کرنے کی
تدارک یہ کیا ہے کہ غلام بنانے کے ذرائع و اسباب کو بالکل محدود کر دیا ہے - اس اہم مسئلہ مین
اسلام نے کچھ تلون و تزلزل نہین ظاہر کیا ہے - اسلام نے نہایت تاکید سے اس امر کا
اعلان کیا ہی کہ سب بنی آدم بالطبع مساوی ہین مگر انجام کار کا خیال کرکے سب مردون اور
عورتون کو قید غلامی سے دفعۃً آزاد نہین کر دیا کیونکہ اس سے اوس زمانہ مین بڑی بڑی
خرابیان پیدا ہوتین جبکہ انسان ایسے عظیم الشان عقلی اور خلاقی آزادی حاصل کرنے کی
قابلیت و استعداد نہ رکھتا تھا - اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ سب بنی آدم کو لازم ہی کہ باواز بلند
کہین کہ غلامی کا رسم چاہیے وہ کسی پیرایہ مین ہو اور کسی لفظ سے تعبیر کیا جاے قطعاً موقوف
کر دیا جاے - علی الخصوص مسلمانون کو اپنے پیغمبر صلعم کی عزت کا خیال کرکے یہ کوشش کرنی واجب ہے
کہ اس سیاہی کو صفحہ تاریخ سے بالکل دھو ڈالین کہ یہ سیاہی کبھی نہ لگتی اگر وہ اپنے پیغمبر کے احکام

کے مصالح کے خلاف نہ کرتے مگر یہ ظلمت بھی اور مذاہب کے زمانۂ اعمال کی تاریکی کے مقابلہ
مین نور ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہی کہ وہ آواز جسنے ساری عالم مین اور تمام بنی آدم مین آزادی
اور برابری اور مواخات یعنی شفقت برادرانہ کا حکم فرمایا تھا اوس تازہ قوت سے سنی جاے
جو اس تیرہ سے برس کے وجود روحانی اور تاثیر قلبی سے اسلام کو حاصل ہوئی ہے۔
ابھی مسلمانون کو یہ کام کرنا باقی ہے کہ اون مطاعن کی تکذیب جو معاندین نے حضرت
اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین صلعم پر کیے ہین اسطرح ثابت کردین کہ بعبارت صریح و واضح اسکا
اعلان کرین کہ ہمارے مذہب مین غلامی ممنوع ہی اور ہماری شرع کے خلاف ہی اس سے
اونکی عظمت اور اونکی پیغمبر صلعم کی جلالت دنیا اور اہل دنیا کی نظر مین اور زیادہ ہو جائیگی
بلکہ اگر انسان کی زبان یارای کرے تو یہ کہنا چاہیئے کہ اوس خالق برحق اور حکیم مطلق
کا عزت و جلال ظاہر ہو جائیگا جسنے شارع اسلام کو ایسی طبع عالی اور عقل کامل عطا
فرمائی تھی جس سے ایسی ایسی حکمت آمیز قوانین و احکام صادر ہوے۔ فقط

حاشیہ متعلقہ باب ۱۵

قرمص ایک شخص دسوین صدی عیسوی مین گذرا ہی جسکو اون مسلمانون نے جو اپنی تئین اہل حق کہتے ہین حق یا ناحق بدنام کر دیا ہے۔ سب سی پہلے اسی شخص سنے سارے دنیا مین مشہور کیا تھا کہ اسلام مین غلامی قطعاً حرام ہی یہ امر مشکوک ہی کہ آیا وہ ایسا ہی خراب آدمی تھا جیسا لوگون نے بیان کیا ہی۔ مگر یہ بات یقینی ہے کہ اکثر اعمال بد اوسکے شاگردون کے جنمین سے ایک حسن صباح تھا اوسکی طرف ناحق منسوب کر دیے گئے ہین۔ قرمص فرقہ باطنیہ سے تھا جسکا یہ قول تھا کہ ادیان سابقہ کیطرح دین اسلام کی بھی دو پیرائے ہین ایک ظاہر شریعت اور ایک باطن شریعت اوسکے اعتقادات کی تفصیل شہرستانی کے ملل نحل صفحہ ۱۴۷ مین ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

سولھوان باب

عقل انسانی یا نفس ناطقہ کے خواص مین سے ایک نہایت تعجب انگیز خاصیت یہی ہی کہ
ایک حیات آخرت کا خیال اوسکو رہتا ہی۔ یعنی وہ حیات جو جسم و روح کی مفارقت کے بعد ہوتی ہی

کہ بعض لوگون کو یہ یقین ہوا ہی کہ یہ اعتقاد ارکان اولیہ وجود انسان مین داخل ہے
اگر نظر غور و تامل سے دیکھا جاے کہ اصناف و اقوام انسان کا عالم طفلی مین کیا حال تھا
تو اوس سن صبی کے واقعات سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ حیات آخرت کا اعتقاد بھی تکمیل عقل اور
تہذیب نفس کے نتائج ضروریہ مین سے ہی۔ وحشی لوگ کسی ایسی حیات کا اعتقاد نہین
رکھتے ہین جو زندگانی دنیا سے علیحدہ ہو۔ چنانچہ جزائر انڈمن کے مردم خوار وحشی مطلق
وجود کا خاتمہ موت کو سمجھتے ہین۔ اسکے بعد دوسرا درجہ تہذیب کا ہی جس درجہ مین انسان کا
نفس وحشت یعنی جہل مطلق کی حالت سی نکل چکا ہی اور اوسکی امیدین اور حوصلے اس
عالم فانی پر محدود و منحصر نہین ہین بلکہ اس زندگانی چند روزہ کے بعد ایک عالم جاودانی
کی بھی امید اوسکو ہوتی ہے۔ مگر اس درجہ تہذیب مین بھی انسان کی عقل اس دنیاے
فانی کے دائرہ سے باہر نہین قدم نکالتے۔ بلکہ موت کے بعد جو زندگی ہوگی اوسکو بھی اسی
زندگانی دنیا کے سلسلہ مین داخل سمجھتے ہین گو اوس زندگی مین قحط کا خوف نہ ہو اور
اکل و شرب با فراط ہو۔ مرنے کے بعد حیات جاودانی کا اعتقاد غالبًا اوس اشتیاق سے
پیدا ہوا ہی جو انسان کی روح کو اوس عالم باقی کا ہوتا ہی جہان ہر شخص کو خواہ جاہل وحشی
ہو خواہ مہذب و شائستہ یہی یقین ہوتا ہی کہ اپنے پیارے دوستون اور عزیزون سے پھر
ملین گے جنکی جدائی کے صدمے اوٹھا چکے ہین۔ اس درجہ تہذیب سے متصل تیسرا درجہ
جسمین انسان کو یقین ہوتا ہی کہ جو کچھ رنج و راحت عذاب و ثواب ہوتا ہی اوسکا خاتمہ
اسی حیات فانی پر نہین ہی اور نہین ہو سکتا ہی بلکہ ایک اور عالم اور ایک اور زندگانی بھی ہے
جسمین سزا و جزا اعمال کے موافق ملتی ہے۔ جب اس درجہ تہذیب پر انسان پہونچتا ہے
تب ایک اصول اور ایک قانون اوسکی ہاتھ آتا ہی عقل بشری آخرت کے اعتقاد سے آگے نہین
بڑھتی بلکہ وہان پر ٹھہر جاتی ہے جن فلاسفہ نے فنا روح کا اقرار اور حیات آخرت کا انکار

[illegible] ملاحظہ ہو ۱۲۱ - مؤلف

یہ بات ... لوگون نے کوئی نئی بات ایجاد نہین کی ہے نہ کوئی نیا اصول قائم کیا ہے بلکہ اونھون
نے صرف ہمارے جاہل و وحشی اسلاف کی تقلید کی ہے جنکو فقط یہی دنیا سوجھتی تھی اور
کوئی عالم نہ دکھائی دیتا تھا۔ بس اسی مقام پر انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔

تاہم یہ مسئلہ بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ تمام وہ خیالات جو مختلف مدارج تہذیب پر دال ہین
ایک ہی زمانہ مین نہ صرف مختلف قومون مین ہوتی ہین بلکہ ایک ہی قوم مین افراد قوم کے
مدارج کمال عقلی کے موافق اون خیالات کا سلسلہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ فکر بس بقدر ہمت او کے
لکھا ہے کہ سب سے پیشتر جو قوم آخرت کی قائل ہوئی تھی یا سب سے پیشتر جس قوم نے انسان
کے چال چلن کے اصول کو اس مسئلہ پر مبنی رکھا تھا وہ اہل مصر تھے۔ وہ لوگ تناسخ
ارواح کے قائل تھے اور اوسکے ساتھ عذاب و ثواب آخرت کے بھی معتقد تھے اونکا اعتقاد
یہ تھا کہ انسان قبر مین صرف اسلیے جاتا ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور جب دوبارہ زندہ ہو چکتا ہے
تو ایک تازہ حیات پاتا ہے اور آفتاب کے ساتھ رہتا ہے جو خالق اشیا اور مسبب الاسباب ہے
اور انسان کی روح کو آفتاب کی مانند غیر فانی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ روح بھی آفتاب
کیطرح دورہ کیا کرتی ہے۔ اونکا اعتقاد یہ تھا کہ تمام اجسام زیر زمین جاتے ہین مگر اونکو
نشور یعنے دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہین ہے۔ اور جو مر جاتا ہے اوس سے بازپرس
اسایرس[1] اور اوسکے بیالیس نائب کرتے ہین۔ اور جو لوگ گنہگار قرار پاتے ہین وہ بالکل
فنا ہو جاتے ہین اور نیک آدمی گناہان صغیرہ سے پاک ہوکر داخل بہشت ہوتے ہین اور اسایرس
کی رفاقت مین طعام لذیذ کھاتے ہین۔ بنی اسرائیل کا قیام مصر مین اتنے عرصہ تک رہا
کہ خواہ مخواہ خیال ہوتا ہے کہ اونمین بھی آخرت کا اعتقاد اور عذاب و ثواب اخروی کا عقیدہ
شائع ہوگا۔ مگر خالص شریعت موسوی مین (یعنے اون احکام مین جنکے مجموعہ کو شریعت موسوی

[1] یہ مصریون کے بڑے دیوتا کا نام ہے۔ لنارمنٹ صاحب کی تاریخ ممالک مشرقی جلد ا صفحہ ۳۱۹ - ۳۲۲ - اور الحصا صاحب کی

کہتے ہین) اس زندگانی دنیا کے سوائے اور کسی حیات کی اعتقاد کا حکم نہین ہے - کل سلسلہ قوانین موسوی کا دار و مدار دنیاوی سزا و جزا[1] پر ہے - حشر و نشر اور اوسکی لوازم کا اعتقاد حضرت موسیٰ کے زمانہ کی بعد یہود نے پیروان زند دشت سی اخذ کیا تھا اور اس اعتقاد کی تصریح خاصتہً صحیفہ دانیال اور صحیفہ خذقیل مین ہوتی ہے - یہود کی قدیم کتابون مین جو ایک مقام کی کیفیت لکھی ہے جسکا نام شیول ہے اور جو نیک و بد سب کی ارواح کا مقر قرار دیا گیا ہی وہ کیفیت بھی عبرانی الاصل نہین معلوم ہوتی اور اولاد سام ابن نوح کے خیالات سے کچھ نسبت اور کچھ علاقہ ہی نہین رکھتے - اس مقام شیول مین انسان تسبیح و تہلیل و تحمید نہین[2] کرسکتا - یہود کے اعتقاد مین عالم ارواح یہی تھا اور مشرکین بھی اسی کے معتقد تھے اور اونکے نزدیک یہ وہ مقام تھا جہان روح غمگین اور سست اور بیچین رہتی ہے اور جن لوگون سے دنیا مین محبت رکھتے تھے اونکا کچھ حال نہین جانتی ہی بلکہ ہمیشہ اپنے ہی حال پر گریہ و زاری کیا[3] کرتی ہی - یہ کیفیت دین یہود کی ابتدا مین تھی - مگر آخر زمانہ مین اس دین مین بھی اعتقاد کامل عقبیٰ کا پیدا ہوا - یہود کی روایات مین جنات عدن کی تعریف اور عذاب جہنم کی مذمت خوب لکھی[4] ہے - دین مجوس کے دوہری تاثیر قوم عبرانی پر ہوئی - یعنے اسی دین کی تاثیر سے یہود کو ادراک روحانی اور اعتقاد خالص آخرت کا ہوا اور اسی مذہب کی باعث سی اخبار یہود کے اعتقادات عذاب و ثواب اُخروی مین مادیت اور جسمانیت کا رنگ پیدا[5] ہوا - زندگانی دنیا کے بعد حیات آخرت کا اذعان و اعتقاد کامل اگر ہوا ہی تو ممالک شرقی مین اقوام ایرین کو ہوا ہی - خاندان ایرین کے

---

[1] الجر صاحب کی کتاب حیات الاخرت صفحہ ۱۵۷ - اور ٹلمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ - صفحہ ۱۲ و ۲۵ و ۷۵ وغیرہ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] زبور دعا ۶ - آیت ۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] صحیفہ ایوب باب ۱۴ - آیت ۲۲ - اور ڈالنجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲ - صفحہ ۳۸۹ - اور الجر صاحب کی حیات الآخرت صفحہ ۱۵۱ و ۱۵۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [4] بشپ ٹلمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۱۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [5] الجر صاحب کی کتاب حیات الآخرت مین وہ باب ملاحظہ ہو جسمین یہ بیان کیا ہی کہ پارسیون کی مذہب کی تاثیر یہود پر کیا اور کیونکر ہوئی - صفحہ ۱۶۵ - ۱۲ مؤلف

... اعتقاد تناسخ ارواح کے پیرایہ مین جاری ہوا ہی جسکا منشا د و مآل یہ ہی
کہ ولادت اور موت کا سلسلہ ہر فرد بشر مین ہمیشہ جاری رہتا ہی یا یہ اعتقاد اس صورت سے
شایع ہوا ہی کہ دنیا دار الامتحان ہی اس دنیاے فانی سے رحلت کرنے کے بعد انسان کی
روح فنا فی اللہ ہو جاتی ہے یا لا شئے محض[1] ہو جاتی ہی - اس خاندان ایرین کی دوسری
شعبہ مین آخرت کا اعتقاد اس پیرایہ مین جاری ہوا ہی کہ عذاب و ثواب کے درجے اوس
معنی سے قرار دیے گئے ہین جس معنی سے اس زمانہ کے عیسائی اور مسلمان انسان کو
مُکلّف یعنی نیک و بد کا ذمہ دار اور جواب وہ سمجھتے ہین - اس باب مین علمار مین بہت
اختلاف ہی کہ آیا پیروان زردشت یعنی مجوس ابتدا سے حشر و نشر جسمانی کے قائل تھے -
ڈاکٹر النجر صاحب اور پرکونٹ صاحب اور علماے یورپ کا قول ہے کہ یہ اعتقاد فی الواقع
پیروان زردشت کا نہ تھا بلکہ یہ اعتقاد اوس زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہی اور شاید عبرانیون
یعنی یہود سے اخذ کیا گیا ہی - خیر[2] یہ تو جو ہو سو ہو - اسمین شک نہین ہے کہ
آنحضرت صلعم کی بعثت کی زمانہ مین مجوس آخرت کا مضبوط اور کامل اعتقاد رکھتے تھے - اونکی
مذہبی کتاب زند اوستا سے جو کچھ اسوقت تک باقی ہے عذاب و ثواب اُخروی کا
اعتقاد صاف ثابت ہوتا ہی - زند اوستا مین جو اعتقادات لکھے ہین اونپر[3] وندیداد

[1] اسپر بھی برہمنون نے عذاب جہنم اور نعمات بہشت کو بڑے شد و مد سے بیان کیا ہی اور مادیات و جسمانیات سے تعبیر کیا ہی - مگر غالباً یہ جسمانی تعریفین بہشت و دوزخ کے عوام الناس کے سمجھانے کیلیے کی گئی ہین اور روحانی تعریفین یعنی مفہوم عقلی جنت و نار کا برہمنون نے اپنے لیے مخصوص رکھا ہے - جو ناظرین زبان عربی سے واقف ہین اونکو مناسب ہی کہ شہرستانی کے ملل و نحل صفحہ ۴۴۶ - مین مذہب بودہ کے اعتقادات جو آخرت کے بارے مین پوست کندہ بیان کیے ہین اونکو ملاحظہ کرین ۱۲ - مؤلف [2] النجر صاحب نے قوی وجوہ اسکے بیان کیے ہین کہ ابتدا مین پیروان زردشت حشر و نشر جسمانی کے قائل تھے - اس قول کے ابطال کی دلیل یہ نہین ہو سکتی کہ مجوس مردون سے کراہیت شدید رکھتے تھے کیونکہ غالباً یہ کراہیت فرقہ مانکیہ یعنی پیروان مانی کی صحبت کے اثر سے پیدا ہوئی تھی - النجر صاحب کی حیات الاخرت صفحہ ۱۳۸ - ملاحظہ ہو - ڈاکٹر النجر صاحب کی تاریخ مشرکین و یہود جلد ۲ - صفحہ ۴۰۹ - مین دیکھیے کہ آنحضرت صلعم کی زمانہ مین پارسی لوگ مردون سے کسقدر کراہت کرتے تھے ۱۲ مؤلف [3] یہ

[illegible] ۱۲ مترجم

بندہش مین اور کچھ اضافہ کیا گیا ہی اور جو پارسی ان دونون کتابون پر عمل کرتے ہین اونکا اعتقاد یہ ہی کہ مرنے کے بعد آدمی کے جسم پر شیاطین مسلط ہوجاتے ہین مگر تیسرے روز آدمی کو ہوش و حواس پھر آجاتے ہین اور جن ارواح نے دنیا مین اغواے شیطانی سے گناہ کیے ہین وہ اوس ہولناک پل سے نہین گذر سکتین جسکا نام چناودہ ہی اور جہان آدمی کے مرنے کے بعد تیسری شب کو اوسکی روح کو لیجاتے ہین - مگر نیک آدمیون کو نیراتاس (جسکو اس زمانہ کے فارسی مین ایزد کہتے ہین) بآسانی اوس پل سے گذر لیجاتا ہی اور داخل بہشت ہوکر وہ ارمزد اور امشاسپندون سے ملاقات کرتا ہی جو تختہاے طلائی پر بیٹھے ہوے حوران بہشت کی صحبت سے محظوظ اور تمام لذات سے متلذذ ہوتے ہین - اور گنہگار آدمی اوس پل سے گرکر نیچے گر پڑتا ہی اور فرشتگان عذاب اوسکو کشان کشان دوزخ مین لیجاتے ہین - اور اسکی عقوبت کی مدت کو ارمزد مقرر کرتا ہی اور بعض گنہگار اپنے دوستون کی التجا یا شفاعت سے بخشدیے جاتے ہین اور آخر زمانہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوگا جو دنیا سے ظلم و شر کو دفع کریگا اور جسکی حکومت مین سب کو راحت[1] ہوگی - اور اسکے بعد تمام عالم مین حشر برپا ہوگا اور اعزاء و احباب سے پھر ملاقات نصیب ہوگی - اس ملاقات سے جو فرحت ہوگی اوسکے بعد نیکون اور بدون مین پھر جدائی ہوجایگی اور گنہگار اور بدین عذاب الیم مین مبتلا ہونگے - اور اہرمن نہایت ملول و محزون پل چناود پر ادھر اودھر دوڑتا پھریگا - اور ایک دم دار ستارہ زمین پر گریگا جس سے ساری دنیا مین آگ لگجایگی اور پہاڑ پگھل پگھل کر مس گداختہ کے مانند بہجائین گے اور تمام بنی آدم چہ نیک و چہ بد اس دریاے آتشین سے عبور کرکے پاک و پاکیزہ نکل آئین گے - یہانتک کہ خود اہرمن بھی بدل جایگا اور دوزخ پاک ہوجایگا - پھر یہ ندی بالکل فنا ہوجایگی اور سب بنی آدم بہ عیش و عشرت تمام بسر کرینگے -

[1] شہرستانی نے ملل نحل مین مجوس کے اس پیغمبر آخرالزمان کا نام اشتدریکا لکھا ہی - مگر مورخین یورپ نے اوسکا نام سوسیک لکھا ہے

بندہش مین اور کچھ اضافہ کیا گیا ہی اور جو پارسی ان دونون کتابون پر عمل کرتے ہین اونکا
اعتقاد یہ ہی کہ مرنے کے بعد آدمی کے جسم پر شیاطین مسلط ہو جاتے ہین مگر تیسرے روز
آدمی کو ہوش و حواس پھر آجاتے ہین اور جن ارواح نے دنیا مین اغواے شیطانی سے گناہ
کیے ہین وہ اوس ہولناک پل سے نہین گذر سکتین جسکا نام چیناوذ ہی اور جہان آدمی کے
مرنے کے بعد تیسری شب کو اوسکی روح کو لیجاتے ہین - مگر نیک آدمیون کو نیر اتاس (جسکو اس
زمانہ کے فارسی مین ایزد کہتے ہین) باسانی اوس پل سے گذر لیجاتا ہی اور داخل بہشت ہو کر وہ
ارمزد اور امشسپند سے ملاقات کرتا ہی جو تختہاے طلائی پر بیٹھے ہوے حوران بہشت کی صحبت
سے محظوظ اور تمام لذات سے متلذذ ہوتے ہین - اور گنہگار آدمی اوس پل سے نیچے
گر پڑتا ہی اور فرشتگان عذاب اوسکو کشان کشان دوزخ مین لیجاتے ہین - اور اس عذاب کی
مدت کو ارمزد مقرر کرتا ہی اور بعض گنہگار اپنے دوستون کی التجا یا شفاعت سے بخشے جاتے
ہین اور آخر زمانہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوگا جو دنیا سے ظلم و شر کو دفع کریگا اور جسکی حکومت
مین سب کو راحت[لہ] ہوگی - اور اسکے بعد تمام عالم مین حشر برپا ہوگا اور اعزاء و احباب
سے پھر ملاقات نصیب ہوگی - اس ملاقات سے جو فرحت ہوگی اوسکے بعد نیکون اور
بدون مین پھر جدائی ہو جایگی اور گنہگار اور بدین عذاب الیم مین مبتلا ہونگے -
اور اہرمن نہایت ملول و محزون پل چیناوذ پر ادھر ادھر دوڑتا پھریگا - اور ایک دمدار
ستارہ زمین پر گریگا جس سے ساری دنیا مین آگ لگجایگی اور پہاڑ پگھل پگھل کر مس گداختہ
کے مانند بہجائین گے اور تمام بنی آدم چہ نیک و چہ بد اس دریاے آتشین سے عبور کرکے پاک و
پاکیزہ نکل آئین گے - یہانتک کہ خود اہرمن بھی بدل جایگا اور دوزخ پاک ہو جائیگا -
پھر یہ ندی بالکل فنا ہو جایگی اور سب بنی آدم بہ عیش و عشرت تمام بسر کرینگے -

لہ شہرستانی نے ملل نحل مین مجوس کے اس پیغمبر آخر الزمان کا نام اشیدریکا لکھا ہی - مگر مورخین یورپ نے اوسکا نام سوسیک لکھا ہی

حکومت مین یونانیت غالب ہوگئی تھی اور اسرائیلیت ضعیف ہوگئی تھی) مسیح کا اعتقاد
تنہا ضعیف اور مبہم ہوگیا تھا یا صرف عوام کالانعام مین باقی رہگیا تھا - مگر بشپ لمین صاحب
نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین فلسطین کے یہود نے مختلف اسباب و علامات کو دیکھکر
یہ پیشین گوئی کی تھی کہ اخیر زمانہ مین ایک مسیح خروج کریگا اور سب خرابیون کی اصلاح دفعۃً کریگا
اور مُردے زندہ ہوجائینگے اور مسیح کی سلطنت تمام عالم مین ہوجاے گی - اور یہ سب
واقعات فوراً وقوع مین آئین گے یا ایک دوسرے کے بعد متواتر واقع ہونگے - اور وہ
مسیح حضرت داؤد کی نسل سے ہوگا اور اسباط بنی اسرائیل کی اولاد احفاد کو ساری دنیا
سے سمیٹ کر یکجا کریگا اور اونکے دشمنون کو نکالدیگا اور فنا کردیگا - اور اوس مسیح کے عہد حکومت
مین اہل قبور زندہ ہوجائینگے اور حشر و نشر ہوگا مگر صرف اتقیا و بنی اسرائیل پر محدود
و منحصر رہیگا - الغرض - اس سب جوش و خروش مین اور ان سب مبہم خواہشون مین
حیات جاودانی اور راحت ابدی کی اُمیدین ضرور آمیختہ تھین - جب یہود پر غایت درجہ
یاس و ہراس طاری ہوا اور بیرونی اعانت و امداد کی امید غالب ہوئی تو ایسے خیالات اونکے
دلمین پیدا ہوے - اور ایک فرقہ کو یہ امید ہوئی کہ ایک آسمانی سلطنت قائم ہوگی جسکا بادشاہ
خود خداوند عالم ہوگا اور بندگان خدا ظلم صریح اور جور شدید سے محفوظ رہکر بآسایش تمام بسر
کرینگے - دوسرے فرقہ کو یہ توقع ہوئی کہ انھین یا ایسے ہی ذریعون سے اغیار اور
کفار قتل کیے جائینگے اور آسمانی سلطنت قائم ہوگی -

مسیح کے باب مین ان پیشین گوئیون کی ابتدا اوسوقت سے ہوئی جبسے یہود پر آفتین آنی
شروع ہوئین - جتنی پیشین گوئیان اس باب مین ہوئی ہین کہ آخر زمانہ مین ایک نجات دہندہ
بنی آدم کا پیدا ہوگا اون سب کی اصل ایک ہی ہے اور ایسی سب پیشین گوئیون کی تکمیل کسی

۵۱ لمین صاحب کی تاریخ دین مسیح جلد ۱ صفحہ ۹۹ - اور حاشیہ ۱ - متعلق ماٹ ۲۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۵۲ عیسائیون کے

ایسے برگزیدہ بندہ مین ہوئی ہے جسنے اپنی عقل وادراک کے موافق اوس فرض کو ادا کیا ہی جو خداوند عالم
نے اوس سے متعلق کر دیا ہی مگر جسنے کچھہ نہ کچھہ اون مبہم پیشین گوئیون کے خلاف بھی ضرور کیا ہے
جو پیشین گوئیون اور غیب دانون نے عوام الناس سے اوس عالم مین کی تھین جبکہ وہ اپنے
اخلاقی اور تمدنی خرابیون پر رو رہے تھے اور خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ ہماری حال پر رحم کر
اوس عالم یاس و ہراس اور ذلت و نکبت مین ایسی بشارتون سے عوام الناس کو بڑی تشفی اور تسکین
ہوئی - الغرض - یہود کا اعتقاد مسیح موعود کی باب مین ایسا تھا جب حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے -
جن روایات مین حضرت مسیح کے احکام منقول ہین اونمین اخراج و انتخاب اس کثرت سے
ہوا ہی کہ اس زمانہ مین یہ کہنا تقریباً محال ہے کہ کون سے الفاظ فی الواقع اونھون نے
فرمائے تھے اور کون سے الفاظ نہین فرمائے تھے[1] - لکن خیر - اناجیل اربعہ جس حیثیت سے
وہ اب موجود ہین اوسی حیثیت سے اونکو دیکھیے اور اوسیقدر اعتبار اونکا کیجے جسقدر اور مذاہب
کی کتابون کا کیا جاتا ہی (مگر اونکے باطن یعنی اصل منشا سے چشم پوشی نہ کیجئے اور بعض عیسائیون
کی اعتقاد کیطرح اونکے معانی مین تاویل کرکے محالات عقلی کا استنباط اونسے کیجئے جیسے وحدت
فی التثلیث اور قلب ماہیت کا مسئلہ ہی[2]) تو اون روایات کے دیکھنے سے جو اناجیل اربعہ اور مکاشفات
حواریین وغیرہ مین منقول ہین صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ ایک آسمانی سلطنت ،،
یعنے روز قیامت کا خیال حضرت مسیح ؑ کے دلمین سب خیالات پر غالب تھا - اونکے کلام
مین جابجا یہی لکھا ہی کہ ابن آدم آیا ہے اور خدا کی سلطنت قریب ہی اور یہ سلطنت اوس
نظام تمدن اور اوس طرز حکومت کے بدلے قائم ہونے والی تہی جسکو حضرت مسیح بالکل ناقص اور قبیح
سمجھتے تھے - اونکے کلام سے اونکے حواریین کو بارہا یہ گمان ہوا ہے کہ یہ نئے پیغمبر اسلیے

[1] حاشیہ ۲ - متعلقہ باب ۱۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] یہ مسئلہ رومن کیتھولک کے اصول اعتقادات مین داخل ہے کہ پادری کی

مبعوث ہوے ہین کہ فقط فقرا و مساکین کو عزت اور راحت بخشین اور جس سلطنت آسمانی کی امید دلاتے ہین اوسمین صرف غریبون ہی کا بھلا ہوگا بلکہ اونھین کی حکومت ہوگی - کیونکہ اغنیاء اور اہل دولت پر حضرت مسیح نے سخت لعنت کی ہے - اور بار ہا حضرت عیسی کے کلام کے معنی حوارئین یہ بھی سمجھے ہین کہ انبیاء اور غیب دانان سلف نے جو پیشین گوئیان مسیح کے باب مین کی ہین وہ بشارتین لفظاً باللفظ پوری ہونگی - اور بعض اوقات حوارئین نے آسمانی سلطنت سے ایک روحانی سلطنت سمجھے ہین اور نجات اُخروی کے معنی صرف یہ سمجھے ہین کہ روح اس دنیاے فانی کے قید حیات سے رہا ہو جائیگی - معلوم ہوتا ہے کہ ان سب تصورات نے حضرت عیسی کے دل مین یکبارگی خطور کیا تھا - مگر جو قوم اوس زمانہ مین حاکم تھی اوسکے تعصب و نفسانیت کے باعث سے اور سلطنت قاہرۂ رومۃ الکبری کے رعب و ہیبت کیوجہ سے حضرت عیسی کے مواعظ سے اوس زمانہ کے نظام تمدن مین کوئی تغیر فوری نہ ہو سکا - اور جب حالت موجودہ کی اصلاح کی امید بالکل منقطع ہو گئی تو آیندہ کے رفاہ و بہبود کی امیدین اور حوصلے لوگون کے دلون مین پیدا ہوے - حضرت عیسی کو معلوم ہوا کہ یہ حالت موجودہ زیادہ عرصہ تک نہ باقی رہیگی - بلکہ بنی آدم کی اصلاح حال کا زمانہ قریب آگیا ہے - یعنے وہ زمانہ قریب آگیا ہے جب خود حضرت عیسی لباس نور سے ملبوس سریر سلطنت پر جلوہ آرا ملائکہ اور حوارئین کے غول مین اور ابر کے سایہ مین آسمان پر ظاہر ہونگے اور اہل قبور زندہ ہو جائینگے اور حضرت مسیح اونکا انصاف اور دادرسی کرینگے - اور خاصان خدا اور برگزیدگان درگاہ کبریا کو ایک

سلہ لوقا کی انجیل باب ۶ - آیت ۲۰ - ملاحظہ ہو متی کی انجیل مین لفظ غربا کی جگہ ”روحانی غربا“ - لکھا ہے مگر لوقا کا قول اسوجہ سے زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ کے امرا اور اہل دول کے ناخداترسی اور عیاشی کے سبب سے حضرت عیسی کو اونسے ضرور نفرت کلی ہو گئی ہوگی - ۱۲ - مؤلف سلہ رینن صاحب کا تذکرہ حضرت مسیح صفحہ ۲۰۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف سلہ متی کی انجیل باب ۱۹ - آیت ۱۹ - ۱۲ مؤلف سلہ متی کی انجیل باب ۱۶ - آیت ۲۷ - اور باب ۲۴ - آیت ۳۰ - ۳۱ - اور باب ۲۵ - آیت ۳۱ - ۱۲ - مؤلف

[illegible] تیار ہے۔

گمراہون بے ایمانون کو آتش جہنم مین ڈال دینگے جو شیطان اور اوسکے حواریون کے لیے ابدالاباد تک مشتعل رہیگی جہان وہ گریہ وزاری کیا کرینگے اور اپنے دانت کٹکٹایا کرینگے اور خاصان خدا کو جنکی تعداد بہت تہوڑی ہوگی ایک عالیشان اور نورانی مکان مین لیجائینگے وہان اونکی دعوتین ہونگی جنمین بنی اسرائیل کے جد اعلی یعنے حضرت ابراہیم اور انبیاء و مرسلین اور شہدا اور صدیقین صدر نشین ہونگے اور جنمین خود حضرت عیسیٰ بھی شریک ہونگے۔ خود حضرت مسیح کے کلام سے ظاہر ہے کہ یہ نئی آسمانی سلطنت قائم ہونا اور اونکا دوبارا زمین پر تشریف لانا اور حشر و نشر برپا ہونا یہ سب واقعات عنقریب وقوع مین آئینگے۔ کیونکہ اونہون نے حوارین کو یقین دلایا ہی کہ خدا کی سلطنت کا زمانہ قریب ہی پس اس حیات چند روزہ کے حوائج و اشغال کی فکر کرنا محض عبث و بیکار ہے

چونکہ یہ کلام حضرت عیسیٰ کا اوس کیفیت کے موافق تھا جو اوس زمانہ کے حالات سے حوارین کے مزاج کی ہو گئی تھی لہذا یہ کلام اونکے دل پر نقش کالحجر ہوگیا اور اونکو یقین واثق اور اعتقاد کامل ہوگیا کہ یہ پیشین گوئی جو حضرت مسیح نے کی ہے کہ آسمانی سلطنت دنیا مین قائم ہوگی اور اوسکا بادشاہ مین ہونگا اور اہل قبور زندہ ہو جائینگے۔ یہ لفظاً بالفظ پوری ہوگی۔ چنانچہ رنین صاحب مورخ فرانسیسی تذکرۂ مسیح صفحہ ۲۸۷ مین لکہتے ہین کہ وہ اگر عیسائیون کے پہلی نسل کو کسی بات کا یقین کلی اور اعتقاد کامل تھا تو اس

سلہ متی کی انجیل باب ۲۵ - آیت ۴۱ - ۱۲ مولف ملہ لوقا کی انجیل باب ۱۳ آیت ۲۳ - ۱۲ مولف ملہ متی کی انجیل باب ۸ آیت ۱۱ - اور لوقا کی انجیل باب ۱۳ - آیت ۲۸ - اور باب ۲۲ - آیت ۳۰ - ۱۲ مولف ملہ متی کی انجیل باب ۱۶ - آیت ۲۹ - متاخرین محدثین مسیحی نے بہشت اور دوزخ کی تعریف اس سے بہی زیادہ لکہی ہے اور بڑے بلند پرواز یان اور نازک خیالیان کی ہین جو وحی والہام کے نام سے مشہور ہین گو بعض فرق نصاری نے اونکو نہین تسلیم کیا ہی - مکاشفات حوارین مین مکاشفہ ۱۲ - آیت ۹ - ۲۱ - اور مکاشفہ ۲۲ - آیت ۲ - ملاحظہ ہو - محدثین مسیحی کی سخافت و خرافت اور مذاہب کے محدثین و رواۃ سے کچھ کم نہین ہی - چنانچہ وہ روایت دیکھیے جو ارینوس نے یوحنا حواری سے نقل کی ہی کہ بہشت کے میوے معجزنما

[illegible] - آیت ۲۲ - ۱۲ - مؤلف

امر کا تھا کہ اس دنیا کا خاتمہ عنقریب ہوگا اور مسیح کی پیشین گوئی جلد پوری ہوگی۔
جب کلیسای مسیحی بخوبی قائم اور مرتب ہوچکا اوسوقت عیسائیون کے خیالات مین اتنی
وسعت اور ترقی ہوئی کہ اوس دائرہ سے آگے بڑھے جو یہود نے باندھ رکھا تھا اور اوس
"آسمانی سلطنت" کے خواب وخیال کو فراموش کر کے فلسفۂ روم ویونان کے معرکہ مین قدم
رکھا اور اپنے دین کو بے شمار وحشی قومون مین جاری کیا جو حضرت عیسیٰ اور اونکی والدہ کو
امثال واشباہ اپنے قدم معبودون اوڈن اور فریا کے سمجھنے لگی جنکی پرستش وہ جنگلون مین
کیا کرتے تھے۔ مگر اس "آسمانی سلطنت" کی امید اور نبی ناصری کی دوبارا آنے کی توقع
نے تلاطم وانتشار کے زمانہ مین عیسائیون کو بارہا سخت حیران وپریشان کیا ہے۔
بہ مرور دہور اور ترقی وتہذیب عقل کیوجہ سے "خدا کی سلطنت" کا اعتقاد یا تو روحانی محض
رہگیا ہی یا بالکل زائل ہوگیا ہے یا اگر یہ اعتقاد ابتک اپنی ہیئت اصلی پر باقی ہے تو چند
راسخ الاعتقاد عیسائیون مین اونکی حالات مخصوصہ کی وجہ سے باقی رہگیا ہے۔[1]
پس آنحضرتؐ کی بعثت کے پیشتر مختلف اہل مذاہب وادیان کے اعتقادات
آخرت کے باب مین ایسے تھے جیسے بیان کیے گئے۔
دین اسلام مین آخرت کا اعتقاد خاص کر اس یقین پر مبنی ہے کہ اس دنیای
فانی کے بعد جو ایک عالم جاودانی آئیگا اوسمین ہر مکلف کو خواہ مرد ہو خواہ عورت اون
اعمال کا حساب دینا پڑیگا جو اوسنے اس دنیا مین کیئے ہین اور ہر شخص کی سزا اور جزا اسپر
موقوف ہوگی کہ وہ اپنی خالق کے احکام کو کسطرح بجالایا ہی۔ مگر اوسکا فضل ورحمت بیحد ہے
اور سب بندون پر برابر ہوگا۔ اصل اعتقاد آخرت اسلام مین یہی باقی سب اسکی فرع
ہین اور صرف اتنی ہی بات کے قبول کرنے اور اسی پر ایمان لانے کا حکم بھی ہی۔ اور جتنے امور

[1] بشپ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۳۷۸ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] مجھکو فہمیدہ وسنجیدہ

... ان کے فروع ہین خواہ اونکا استخراج خود پیغمبر خدا نے
وحی و الہام سے کیا ہے خواہ اوس زمانہ کی قومون اور لوگون مین جو روایات مشہور
تھے اونمین توافق کرکے اونسے ان فروع کا استنباط کیا گیا ہے۔ اگر اس سے قطع نظر
کیجائے کہ جتنے اعتقادات عذاب و ثواب اُخروی کے نسبت ہین بلکہ یہ کہئے کہ جتنے
اقوال مطلق حیات بعد الموت کے باب مین ہین آیا وہ محض ذہنی ہین یا وجود خارجی بھی
رکھتے ہین تو بھی یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایسے ہی اعتقادات سے تمام مصلحان بنی آدم
اور مہذبان اخلاق کو نہایت قوی ذریعہ اشخاص اور اقوام کا حال چلن درست
کرنے کا بہم پہونچا ہے۔ لکن اگرچہ ہر مذہب مین حساب آخرت کا اعتقاد کم و بیش موجود
ہے تاہم اسکی حقیقت کو کوئی مذہب بخوبی نہین سمجھا ہے اور کسی ملت نے اسکو دائمی ذریعہ
عوام الناس کی تہذیب اخلاق کا نہین گردانا ہے۔ خیر محض یعنے نیکی کرنا صرف
اس خیال سے کہ نیکی فی نفسہ اچھی چیز ہے صرف چند اعلی درجہ کے نفوس کیہ اسکا
تعقل کر سکتے ہین۔ مگر اوسط درجہ کے عقول کے لیئے اور عوام کالانعام کے واسطے
کسی پیغمبر یا شارع کے احکام کا ہونا ہمیشہ ضرور ہو گا۔
اب ان احکام کی حقیقت ملاحظہ کیجئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ہرگز ممکن نہین ہے کہ
لذت روحانی یا الم روحانی کا تصور عوام الناس کو ہو سکے بے اسکے کہ وہ لذت اور وہ
الم جسمانیات اور مرئیات کے پیرایہ مین بیان کیا جائے یا اوسکے اظہار مین مرئیات
و مشاہدات کو دخل دیا جائے۔ فلاسفہ نے مفہومات ذہنی محض پر بہت کچھ بحث کی
ہے بے اسکے کہ اونکو کسی خارجی پیرایہ مین لاکر دکھا دیا ہو۔ ایسے مفہومات اور ایسے
خیالات کا بھی ایک زمانہ تھا اور ایک زمانہ مین یہ رائج بھی ہوئے اور زائل بھی ہو گئے
مگر اونکا اثر کسی پر کچھ نہ ہوا سوائے چند خواص خیال رکھنے والون کے جو انکی

اوہام فاسدہ اور تخیلات بیجا مین ہمیشہ مبتلا رہتے تھے۔

آمدم بر سر مطلب۔ آنحضرتؐ کا خطاب فقط اون چند حکمار کے عقول عالیہ سے نہ تھا جو اوس زمانہ مین موجود تھے بلکہ آپؐ کا خطاب اپنی گرد و نواح کے سب قومون سے تھا جو ہر قسم کے کفر و الحاد اور مادہ پرستی مین سرشار تھے۔ لہذا آپؐ کو سب کے عقول کے موافق کلام کرنا پڑا بمفاد تکلموا الناس علی قدر عقولهم قحط زدہ اعراب صحرائی کو اس سے زیادہ کیا چیز مرغوب و مطبوع ہوتی اور نعمات بہشت کی حقیقت وہ اس سے زیادہ اور کس بات سے سمجھ سکتے تھے کہ صاف اور شفاف پانی[1] کی نہرین یا شیر و شہد کے دریا جاری ہونگے اور بے حد میوے کھانے کو ملینگے اور بے انتہا سرسبزی و شادابی ابدالآباد تک رہیگی۔ اون وحشیون کے ذہن مین کوئی نعمت ان لذات جسمانی سے خالے نہ آسکتی تھی یہی حجت اون علماے اسلام نے کی ہے جو مثل حکیم سنائی اور امام غزالی کے اسکے قائل ہین کہ لذات جسمانی کو حور و قصور اور اشجار و انہار اور اشیاے خارجی کے پیرایہ مین بیان کیا ہے مگر اس سب کے معنی باطنی اور ہین یعنی باطناً اس سے یہ مراد ہے کہ جب وہ حجاب اوٹھ جایگا جو انسان اور اوسکے خالق کے درمیان حائل ہے اور جب روح اس لباس جسمانی سے سبکدوش اور اس دنیاے فانی کے قیدخانہ سے رہا ہو جایگی اوسوقت بہترین لذات اوسکو یہ لذت حاصل ہوگی کہ نور الہی و جلال کبریائی کو مشاہدہ کریگی۔ اور اس قول کی تائید مین اونھون نے بعض آیات[2] قرآنی اور چند احادیث معتبرہ نقل کیے ہین۔ چنانچہ ایک حدیث مین آنحضرتؐ نے فرمایا ہی کہ "وہ مقرب ترین

---

[1] ایک عجیب حکایت ایک اعرابی کی لکھی ہی کہ امون الرشید کی سخاوت کی کیفیت اوسنی سنی اور اتفاقاً ایک کنوان اوسنی دیکھا جسمین آب باران بھرا ہوا تھا اور اوسکے پانی کو چکھا تو اپنی جنگل کے آب شور کے مقابلہ مین بہت شیرین و خوشگوار پایا اور سمجھا کہ یہ پانی بہشت سی آیا ہے اور کسیقدر اوسمین سے خلیفہ کو لاکر نذر دیا ۱۲۔ مولف

[2] یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

بندگان خدا وہ بندہ ہی جو اپنے پروردگار کے منھ کو یعنے اوسکی عزت و جلال کو صبح و شام
دیکھیگا اور یہ لذت تمام لذات جسمانی پر اسطرح فائق ہوگی جسطرح ایک قطرۂ آب ایک بحر مواج
مین ہے" ایک روز آنحضرت نے ابوہریرہ سے فرمایا کہ "خدا نے اپنے نیک بندون کے
لیے وہ چیز بنائی ہے جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا ہی اور نہ کسیکے
ذہن مین خطور کرسکتی ہے" اور اسکے بعد یہ آیت پڑھی لہ۔ اما الذین امنوا وعملوا
الصالحات فلہم جنات الماوی نزلا بما کانوا یعملون دوسری حدیث مین آنحضرت
نے فرمایا ہے کہ "نیک آدمیون کو خدا کا دیدار نصیب ہوگا اور آیت ذیل مین اسکی طرف
اشارہ کیا ہی لہ۔ للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ ولا یرھق وجوھھم قتر ولا
ذلۃ اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون قرآن مجید مین دو قسم کی آیات ہین
محکمات اور متشابہات۔ متشابہات کی نسبت بعض متکلمین کے اقوال اس آیت پر مبنی ہین
ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات فاما
الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم
تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب
سورہ آل عمران آیت ۵۔ ایک فرقہ اہل اسلام کا یہ قول ہے کہ لذات و آلام اُخروی
محض ذہنی اور روحانی ہونگے کیونکہ الم شدید روحانی آذیت جسمانی کے بہ نسبت زیادہ موذی
و مولم ہوتا ہی اور اسیطرح سے لذت روحانی سرور جسمانی سے کہیں زیادہ مفرح و منشط ہوتی ہے
اور چونکہ موت جسمانی کے بعد انسان کی روح خدا کیطرف رجوع کرتی ہے جیسا قرآن مجید مین جا بجا
فرمایا ہی یا خالق ارواح سے جا کر ملجاتی ہی لہذا تمام لذات و آلام جنکو آنحضرت نے الہاماً بعبارت

لہ قرآن مجید سورہ سجدہ آیت ۱۷۔ لہ مشکات کتاب ۲۳۔ باب ۱۳۔ جز ۱۔ لہ قرآن مجید سورہ یونس آیت ۲۷۔ غلام

رنگین اس غرض سے بیان کیا ہے کہ عوام کالانعام ان اعتقادات حقہ کو بخوبی سمجھ سکین
ذہنی اور روحانی ہونگے - اس فرقہ مین بڑے بڑے صوفی داخل ہین -

مگر جمہور اہل اسلام قرآن کی عبارات رنگین کے معانی حقیقی لفظی کا اعتقاد رکھتے ہین
ہم ان مختلف اقوال و اعتقادات پر اپنی رائے کچھ نہین بیان کرتے - البتہ عذاب و
ثواب اخروی کا ذکر جو قرآن مجید مین ہے اوسکی نسبت اپنا اعتقاد عرض کرتے ہین -

قرآن مجید کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے نفس قدسی کو کمال
اوسیطرح تدریجاً حاصل ہوا جسطرح حضرت عیسیٰ کو عرفان تدریجاً حاصل ہوا تھا - تاریخ عالم
مین رسول اللہ صلعم اور حضرت عیسیٰ یہی دو پیغمبر سب سے بزرگ معلوم ہوتے ہین لہذا
ہم ان دونون بزرگوارون کو ایک نظر سے دیکھتے ہین - یہ کمال نفسانی حضرت عیسیٰ ع
کو تدریجاً کیونکر حاصل ہوا یہ اس امر سے ظاہر ہے کہ جب اس دنیائے فانی سے کوچ
کرنے کا زمانہ قریب آیا تو "آسمانی سلطنت" یعنے روز قیامت کی خبر اونھون نے ایسی دی
جس سے روحانیت ٹپکتی ہے اور اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اخیر زمانہ مین حضرت
عیسیٰ کا طرز کلام غیر بنی[1] اسرائیل کی نسبت بدل گیا تھا - ابتدا[2] مین تو حضرت مسیح ع کے
خیالات بالکل اپنی قوم یعنے بنی اسرائیل مین محدود تھے مگر جتنا ایمان و عرفان کا درجہ
بڑھا اوتنی ہی اونکے دل[3] مین زیادہ وسیع ہمدردیان پیدا ہوئین -

پس جو حال حضرت عیسیٰ ع کا ہوا وہی کیفیت بعینہ رسول اللہ صلعم کی ہوئی -
وہ مختلف سورے قرآن مجید کے جنمین بہشت کے کوائف و حالات بیان کئے ہین
خواہ اونکے معنی حقیقی لیے جائین خواہ مجاز و استعارہ سمجھا جائے گا یا جو آگے ہین
یعنے مکہ مین نازل ہوئے تھے - غالباً ابتدائے بعثت مین جب عرفان کا درجہ ابتدائی تھا

[1] یعنی وہ لوگ جو بنی اسرائیل سے نہ تھے ۱۲ ترجمہ [2] متی کی انجیل باب ۱ آیت ۵ - اور باب ۱۵ آیت ۲۳ - ۲۴ - ۱۲ مؤلف

[3] متی کی انجیل باب ۲۱ - آیت ۱۹ - وغیرہ - اور اسٹراس صاحب کا تذکرۂ حضرت مسیح جلد ۱ - صفحہ ۲۹۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

آنحضرت کو بعض اون روایات کا یقین تھا جو آپؐ کے قرب وجوار کی قومون مین مشہور تھین - مگر جب عرفان کا درجہ بڑھا اور خداوند عالم سے تقربؐ توسل زیادہ ہوا تو وہ خیالات جنسے پہلے مادیت اور جسمانیت ٹپکتی تھی اب محض روحانی ہوگئی - آپؐ کی نفس قدسی کو اوتنا ہی کمال حاصل ہوتا گیا جتنا زمانہ ترقی کرتا گیا اور جتنا عرفان کا درجہ بڑھتا گیا اور جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روحانیات کی فہم وادراک کی قابلیت آتی گئی - یہی وجہ ہے کہ جو سورے بعد نازل ہوے اون مین جسمانیات روحانیات کے ساتھ بالکل مخلوط وممزوج ہوگئی ہین - گلذار جنت مین انہار کا جاری ہونا اور سایہ کا ہمیشہ رہنا اور ہر نعمت کا بافراط ہونا اور سب اہل بہشت مین باہم اتفاق واتحاد ہونا - یہ سب باتین تشنہ وگرسنہ بے آب وگیاہ صحرا نشینان عرب کو کسقدر مرغوب ومطبوع تھین اور کیسی فصاحت وبلاغت سے انکو بیان کیا ہی - مگر صالحین سے جس نعمت اور جس لذت کا وعدہ فرمایا ہے وہ یہ ہی کہ ابدالآباد تک بامن عافیت اپنے خالق کے حضور مین حاضر رہین گے - چنانچہ آیات ذیل ملاحظہ ہون[1] ان المتقین فی جنات وعیون ادخلوھا بسلام اٰمنین ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علٰی سرر متقابلین لا یمسھم فیھا نصب وما ھم منھا بمخرجین آیات ذیل سے زیادہ عالی مضمون اور بلند پروازی کسکی کلام مین ہوسکتی ہے یا اور کس بات سے معلوم ہوسکتا ہی کہ آنحضرتؐ زندگانی دنیا اور حیات آخرت کی باب مین کیا اعتقاد رکھتے تھے[2] ھو الذی یسیرکم

فی البر والبحر حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ وفرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف
[3] مثل الجنۃ التی وعد المتقون تجری من تحتھا الانھار اکلھا دائم وظلھا تلک عقبی الذین اتقوا وعقبی الکافرین النار
سورہ رعد آیت ۳۴ - مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیھا انھار من ماء غیر اٰسن وانھار من لبن لم یتغیر طعمہ وانھار من خمر لذۃ للشاربین وانھار من عسل مصفی ولھم فیھا من کل الثمرات

وجاءهم الموج من كل مكان وظنوا انهم احيط بهم دعوا الله مخلصين له الدين لئن انجيتنا من هذه لنكونن من الشاكرين فلما انجاهم اذا هم يبغون في الارض بغير الحق یا ایها الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیاة الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون انما مثل الحیوة الدنیا کماء انزلناه من السماء فاختلط به نبات الارض مما یاکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض زخرفها وازینت وظن اهلها انهم قادرون علیها اتاها امرنا لیلاً او نهاراً فجعلناها حصیداً کان لم تغن بالامس کذلک نفصل الآیات لقوم یتفکرون والله یدعوا الی دار السلام ویهدی[1] من یشاء الی صراط مستقیم للذین احسنوا الحسنی وزیادة ولا یرهق وجوههم قتر ولا ذلة اولائک اصحاب الجنة هم فیها خالدون والذین کسبوا السیئات جزاء سیئة بمثلها وترهقهم ذلة ما لهم من الله من عاصم کانما اغشیت وجوههم قطعاً من اللیل مظلماً اولائک اصحاب النار هم فیها خالدون سورہ یونس آیت ۲۳-۲۸-

پھر آیات ذیل کو بغور ملاحظہ کیجیے کہ عظمت وجلال اور علو ورفعت اور لطافت ونظافت مین بلکہ حیثیت عملی کے اعتبار سے بھی انکا عدیل ونظیر تمام عالم کی تاریخ اخلاق مین نہین ہے الذین یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقناهم سراً وعلانیة ویدرؤن بالحسنة السیئة اولائک لهم عقبی الدار جنات عدن یدخلونها ومن صلح من آبائهم وازواجهم وذریاتهم والملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سورۃ الرعد آیت ۲۰-۲۴-

[1] سیل صاحب نے تفسیر بیضاوی کو سند گردانکر یهدی من یشاء کے معنی یہ لکھے ہین کہ وہ ہدایت کرتا ہے اون لوگون کو

جو تصویرین بہشت و دوزخ کی کھینچی ہین وہ شہوانی ہین - اس باب کو ہم آیت ذیل پر ختم کرتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہی کہ اسلام مین کسدرجہ روحانیت ہی اور وہ امیدین اور وہ حوصلے کتنے پاک و پاکیزہ ہین جو اسلام مین نبارِ زندگانی دنیا قرار دئے گئے ہین

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی قرآن مجید سورہ ۸۹ - آیت ۲۷ - ۳۰ - مولف

حاشیہ ا متعلقہ باب ۱۶

مجوس کو جو یہ اعتقاد تہا کہ اخیر زمانہ مین ایک نجات دہندہ آئیگا اور دنیا مین دین اور انتظام کو دوبارا قائم کریگا اس عقیدہ مین اور یہود کے اس اعتقاد مین کہ اخیر زمانہ مین ایک مسیح آئیگا عجیب و غریب مشابہت ہی - یہ امر یقینی ہی کہ یہود نے یہ اعتقاد پیروان زردشت سے اخذ کیا تھا اور جب یہود مصائب مین مبتلا ہوے تو اس اعتقاد کو اور زیادہ رونق اور جلا دی - مگر میری راے غالب یہی ہے کہ مسیح کے اخیر زمانہ مین خروج کرنے کا اعتقاد پارسیون مین اوس زمانہ مین پیدا ہوا تہا جبکہ وہ ایک غیر قوم کے محکوم تہے خواہ وہ اہل بابل ہون جو سام ابن نوح کے نسل سے تہے خواہ اہل مقدونیہ ہون جو یونانی تھے - جس ملک مین مجوس کا مسیح پیدا ہوگا وہ ڈی سیسی صاحب مورخ کے قول کے موافق خراسان مین ایک مقام گنگید نامی ہے اور ڈانجر صاحب مورخ کے اسناد کے موافق اوس ملک کا نام کنسویہ ہی - اس سے ثابت ہوتا ہی کہ جب پارسیون پر آفت آئے تو اونکو بھی امید ہوئی کہ ہمارا نجات دہندہ بلاد مشرق مین پیدا ہوگا - ۱۲ - مولف

حاشیہ ۲ - متعلقہ باب ۱۶

فورلنشپ ملمین صاحب اپنی تاریخ دین مسیحی جلد ا صفحہ ۱۲۶ مین اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ جن روایات مین حضرت عیسیٰ کے افعال و اقوال منقول ہین اور جو علیسائیون مین مشہور تھے اس ہیئت کذائی سے جواب اونکی ہی دوسری صدی عیسوی کے آخر تک نہ مرتب ہوئی تہی - اس سے خواہ مخواہ یہ لازم آتا ہے کہ جن لوگون نے اناجیل اربعہ کو جمع اور مرتب کیا تھا اور جنکو ملمین صاحب نے بے تمیز اور سادہ لوح مورخین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اونہون نے ان روایات کو قبول کرنے مین ضرور اپنے رای کو دخل دیا ہوگا اور ہر مسئلہ مین اجتہاد کیا ہوگا - جیسا ملمین صاحب نے فرمایا ہی کہ وے اگر کسی قصہ یا روایت کی عبارت یا مضمون اونکی متعصبانہ راے کے موافق ہوتا تھا تو بیرونی شہادت گو کیسی ہی ناقص ہوتی تہی اوسکو بہی وہ کامل اور قطعی سمجھتے تہے اور اگر کوئی قصہ یا روایت ظاہرًا یا باطنًا یعنے لفظًا یا معنًی اونکی راے کے خلاف ہوتی تہی تو گو کیسی ہی شہادت کافی اوسکی صحت و واقعیت پر موجود ہوتی تھی اوسکو بہی وہ غلط کہکر رد کر دیتے تھے " پس حضرت عیسیٰ کے افعال و اقوال مین بہت کچھ زیادہ کر دیا گیا ہی گو عمدًا نہین سہوًا سہی - اس باب مین سلسوس مورخ کی شہادت قطعی سمجھنی چاہیئے گو اوسنے کسیقدر مبالغہ بہی کیا ہو

یہ مورخ لکھتا ہی کہ عیسائی لوگ اپنی احادیث و روایات کو خود گڑھ لیا کرتے تھے اور جسطرح چاہتے تھے اونکو اپنی طور پر درست
کر لیتے تھی - (تاریخ سلسوس مورخ باب ۲ صفحہ ۲۷ ملاحظہ ہو -) اور یہی اصول سر ولیم میور صاحب نے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد اول صفحہ ۱۱ مین
مقرر کر دیا ہے - چونکہ یہ ایک تاریخی اصول ہے لہذا ہر ایک مضمون تاریخی سے اسکو متعلق کرنا چاہیئے - مگر
چونکہ مین مسلمان ہون اور حضرت عیسیٰ کو اولی العزم من الرسل مین داخل سمجھتا ہون لہذا سر ولیم میور صاحب کے اس
جواز تحریف کے اصول کو صرف عیسائیون سے متعلق کرونگا خود حضرت عیسیٰ پر اسکو نہ لگاؤن گا - ۱۲ - مؤلف

سترھوان باب

جبتک دین اسلام نہین جاری ہوا تھا اوسوقت تک عرب خاص یعنی ملک حجاز جزیرہ
نمائے عرب کے حدود کے اندر محدود تھا اور چند قطعات ارض شمال و شرقی اور شمال
و مغرب کی بھی اوسمین داخل تھے اوسوقت تک اس ملک مین عقلی ترقی کے آثار و علامات
مطلق نہین پائے جاتے ہین - اگر احیاناً کوئی شخص فلسفی یا عالم ہوتا تھا تو وہ فوراً
اون لوگون کے زمرہ مین داخل ہو جاتا تھا جو علوم و فنون کا شوق رکھتے تھے اور اونکی
قدر کرتے تھے اور اپنے تئین یونانی یا عجم مشہور کرکے اپنی قومیت کو بھلا دیتا تھا -
جزیرہ نمائے عرب کے باشندون کو فقط فن شعر اور فصاحت و بلاغت اور علم نجوم کا
شوق تھا - عقدہ کے سالانہ جلسون مین شعرائے عرب طبع آزمائی کی غرض سے مشاعرے
کرتے تھے - اور قبائل عرب مین علی الخصوص اون قبائل مین جو عرب مین سکونت پذیر
تھے اور خانہ بدوش نہ تھے طرز حکومت ایسا تھا کہ کسیقدر شخصی اور کسیقدر جمہوری تھا
اور اونکو اپنی آزادی اور خودسری پر ہمیشہ گھمنڈ رہتا تھا اور اسیوجہ سے علم فصاحت و
بلاغت مین اونھون نے بڑی ترقی کی تھی - الغرض ان وجوہ سے عرب کی زبان مین ایک
عجیب حسن و لطافت پیدا[1] ہو گئی تھی - شعر گوئی اونکی جان و روح تھی - یہانتک کہ لڑائیان

[1] ڈی سلین صاحب کا ترجمہ تاریخ ابن خلدون دیباچہ صفحہ ۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

[illegible] اپنی عورتون کی عزتخوانی کی برکت سے دشمن پر فتحیاب ہوتے تھے اور اوس سے انتقام لیتے تھے۔

جب قیصران روم نے غلبۂ نصرانیت سے فلاسفۂ یونان و روم کو مشرک و ملحد قرار دیکر اونپر ظلم و تعدی کرنے شروع کی تو وہ بیچارے خوف جان سے بھاگ کر فارس مین چلے گئے اور بعضے چند اونمین سے عرب مین بھی چلے آئے۔ مگر ان تازہ وارد حکما کی صحبت کا اثر عرب پر کچھ نہین ہوا۔ لکن حضرت خاتم الانبیاؐ کی تعلیم و تلقین کی برکت سے بیس ہی برس کے عرصہ مین اوس ملک کا رنگ ایسا بدل گیا کہ گویا معجزہ ہوا۔ اور قبائل عرب مین باہم جدال و قتال جو ہمیشہ رہتا تھا وہ سب موقوف ہوکر اتفاق و اتحاد کامل اونمین ہوگیا۔

جب وہ لوگ وحشت و جہالت کی تاریک خندق سے نکلکر نور اسلام کے میدان مین آئے اور آخرت کا اعتقاد کامل اونکے دل مین راسخ ہوگیا جس سے وہ دنیا کو مزرعۃ الآخرۃ سمجھنے لگے تب اونہون نے اوس رسول جلیلؐ کے بلا عذر اطاعت کی جسنے اونکی اصلاح حال مین ایسے معجز نمائی کی تھی۔ اوس بیس سال کی کیفیت اور احکام اسلام کی آزادی و فرزانگی جیسے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے ویسی کسی چیز سے نہین معلوم ہوتی۔ منقول ہے کہ رسول اللہ صلعم جب سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو سفیر مقرر کرکے کسی قبیلہ پاس بھیجنے لگے تو اونسے پوچھا کہ اگر وہ لوگ کسی مقدمہ کا فیصلہ تمسے کرائین گے تو تم کیونکر انصاف کروگے اور فصل خصومات کس قاعدہ کی رو سے کروگے۔ سعد نے عرض کیا ”یا رسول اللہ پہلے مین قرآن مجید مین دیکھونگا۔ پھر خدا کے حبیبؐ کے افعال پر نظر کرونگا بعد اوسکے اپنی عقل پر بھروسا کرونگا“۔

[illegible] جنسے مراد ساتوین صدی عیسوی کے فلاسفۂ یونان ہین خدا کی ماہیت اور انسان کی حقیقت پر بحث کرتے کرتے یہ نوبت پہونچا دی کہ نہ اونکو خدا ہی کا اعتقاد باقی رہا نہ انسان کی قائل ہوے[له]۔ (نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم + نہ ادھر کے ہوئے نہ اودھر کے ہوئے)

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین تمام عالم کے علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی رومیون مین جمع تھی اونہون نے حکمت عملی کو حکمت نظری سے بالکل علیحدہ کر دیا تھا۔ کیونکہ رومی یونانیون کے مقلد تھے اور یونانیون کا خاصّہ یہ تھا کہ علم کو عمل سے ہمیشہ علیحدہ رکھتے تھے۔ اونکے نزدیک حضرت مسیحؑ کی الوہیت اور بشریّت کا مسئلہ اون تمام اعمال نیک سے اہم و اعظم تھا جنکا حکم اونھون نے فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے ایک واقعی اور حقیقی خدا اون لوگون کو بتا دیا جو اوسکے کنہ حقیقت اور اوسکی صفات پر لڑے مرتے تھے چنانچہ پروفیسر مارس صاحب مرحوم کا قول ہے کہ "کوئی چیز عیسائیان روم کو اوس ضلالت و غوایت کے خندق سے نہ نکال سکتے تھے جسمین وہ گر پڑے تھے سوا اوس آواز کے جو سرزمین عرب مین غار حرا سے آئی۔ اوسی آواز نے اعلاء کلمۃ اللہ دنیا مین کیا جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ ایسی عملی پیرایہ مین کیا کہ اوس سے بہتر ممکن نہ تھا" اسوقت ہمکو آنحضرت صلعم کے جمال مبارک کا تصور ہے اور آپ صلعم کا حلیہ شریف جس سے عظمت و جلال رسالت اور رعب و سطوت شاہانہ نمایان ہے ہمارے پیش نظر ہے۔ آپ صلعم بادشاہ بھی تھے۔ امیر بھی تھے۔ حاکم بھی تھے اور ہادی و پیشواے خلق بھی تھے۔ آپ صلعم نے وحی و الہام کے زور سے بندگان خدا کے قلوب کو مسخر کر لیا تھا۔ تمام اطراف و اکناف عالم سے لوگ جوق جوق آکر آپ صلعم کے کلام معجز نظام کو سنتے تھے جسکی برکت سے انسان خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اوسکے دل مردہ مین جودت

[له] ارنس صاحب کی تاریخ تعلیم قرآن اور اسلام صفحہ ۲۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ المولف

اور قوت بلکہ حیات تازہ پیدا ہوئی۔ اللہ اللہ۔ وہ زمانہ بھی عجب ایمان وعرفان کا
زمانہ تھا جبکہ انسان کی روح ایک بے سود اور بے جان فلسفہ کے غلبہ و استیلاء کو دفع
کرنے کے لیے جہاد پر آمادہ ہوگئی تھی۔ اور اوسی زمانہ مین یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ حصول
عملی کے مقابلہ مین خالی بک بک زق زق نہین چل سکتی۔

وہ زمانہ حکمت عملی کا تھا۔ مگر اوسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حکمت نظری کا زمانہ
شروع ہوگیا جسکا تخم آنحضرت صلعم کے احکام مین موجود تھا اور آپ کے شاگرد رشید کہ
باب العلم تھے عمل کے ساتھ ہی علم وعرفان بھی حاصل کرتے جاتے تھے۔ خود آنحضرت صلعم نے
فرمایا تھا کہ جو شخص میرے احکام کے معانی کو سمجھنا چاہے وہ میرے اس شاگرد کی کلام
کو بگوش ہوش سنے۔ آپ کے کلام بلاغت فرجام و ہدایت انضمام کو حضرت علیؑ سے زیادہ
کون سن سکتا تھا جو آپ صلعم کے دوست صادق اور شاگرد رشید اور برادر جان نثار اور
صہر رسول و زوج بتول تھے جس محبت و شفقت سے خود رسول مقبول نے اپنے
شاگرد رشید کو سن طفولیت مین احکام و اسرار تعلیم کیے تھے اوسکا ثمرہ ظاہر ہوا۔

خلفاء راشدین مین سے خلیفہ اول رض اور خلیفہ ثانی رض کے عہد خلافت مین حکومت
اسلام کے تحفظ یا استحکام کی غرض سے خود دارالاسلام یعنے عرب مین اور بیرونجات
مین بھی سخت لڑائی جھگڑے ہوا کیے۔ خلیفہ ثالث کی حکومت ایسی ضعیف اور مذبذب
رہی اور اوس قلیل مدت خلافت مین ایسی بدعملی اور بدانتظامی رہی کہ وہ جوش و
خروش جو اسلام نے لوگون کے طبائع مین پیدا کیا تھا فرو نہوا۔ خلیفہ ثالث کی
عبرت انگیز وفات کے بعد اعلم الناس بعد رسول اللہ باجماع امت منصب خلافت پر مامور ہوئے

؎ خود قرآن مجید اور احادیث مین جابجا حکم ہے کہ اثبات وجود واجب الوجود مین اپنی عقل سے کام لو اور اپنی فہم ولا

اوس گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کے زمانہ مین حضرت علیؑ اپنی مالک[1] کے احکام کی تحقیق
و تنقیح دلائل عقلیہ سے کرتے رہے تھے - اگر حضرت علیؑ شہید نہو جاتے تو مسلمان کو اپنی
پیغمبرؐ کے احکام کی حقیقت واقعی اسطرح معلوم ہو جاتی کہ عقل[2] و نقل یعنے احکام عقلی
اور احکام شرع باہم آمیختہ ہو جاتی اور اصول اولیہ فلسفہ حقہ اور حکمت الٰہیہ اصول عملی
قرار پاتے - وہی ذوق و شوق علم و فضل کا جو آنحضرتؐ کو تھا اور جو تمام ناصحان امین اور
مہذبان اخلاق بر آپؐ کی شرف و فضیلت کا باعث ہی آپؐ کے شاگرد رشید کے کلام
کے ہر ہر لفظ سے پایا جاتا ہے اونسے زیادہ کریم النفس اوس زمانہ مین بھی کوئی نہ تھا اور
اوس کریم النفسی کے ساتھ ہی اعلیٰ مدارج ایمان اور اکمل مراتب عرفان پر فایز تھے
حضرت علیؑ کے اشعار خداوند عالم کی تعریف اور دنیا کی مذمت مین فصاحت و بلاغت
کے اعتبار سے بے مثل و نظیر ہین - ان اشعار آبدار سے انکے مصنف کا غایت درجہ
خضوع و خشوع اور کمال عجز و نیاز اپنے خالق کی درگاہ مین نمایاں[3] ہے -

افسوس صد افسوس ابن ملجم لعین کے دست نجس سے یہ سب امیدین خاک مین
مل گئین - جب بنی امیہ نے مکر و کید سے اور سازشین کر کر کے اوس تخت خلافت پر
قدم رکھا جسکو خلفاء راشدین نے اپنی قدوم سعادت لزوم سے شرف اور بزرگی بخشی
تھی بس اوسیوقت علوم اسلامیہ کو اور اسلام کی آزادی کو صدمہ عظیم پہونچا - اونکے
فتنہ انگیز عہد مین جنگ و جدل کا بازار ہمیشہ گرم رہا اور مسلمانون کو اتنی مہلت نملی
کہ ترقی علوم پر توجہ کرتے - اوسپر طرہ یہ ہوا کہ خلفاے بنی امیہ مین اپنے اسلاف کے

---

[1] یہ قول حضرت علیؑ کا کہ انا عبد من عبید محمد صلعم یعنے مین ایک غلام ہون غلامان محمد مین سے - ایسپر دال
کہ آنحضرتؐ کو حضرت علیؑ کا مالک کہنا جیسا جناب مصنف علامہ نے انگریزی مین ماسٹر کا لفظ لکھا ہی جائز ہی ۱۲ مترجم
[2] النس صاحب کی تاریخ صفحہ ۱۴۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [3] حاشیہ ۱ - متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [4] صاحب

... بنی امیہ کی خلافت تقریباً سو برس تک رہی - اس
عرصۂ دراز مین فقط ایک شخص ایسا ہوا جسنے کچھ سعی ترقی علم مین کی - وہ شخص ابو ہاشم
خالد ابن یزید تہا جسکو خاندان مردانیہ کا حکیم فلسفی کہتے ہین اور جو فقط اپنے علم و فضل
کی وجہ سے خلافت سے محروم رکھا گیا - [۱]

ہندۂ جگر خوارہ اور ابو سفیان [۲] کی اولاد کے رشک و حسد اور بغض و عناد سے مجبور
ہوکر اولاد رسول صلعم اور بنی فاطمہ علیہم السلام نے زوایہ نشینی اور عزلت گزینی اختیار کی تہی اور رنج
و مصیبت کی شب دیجور مین اپنے جد امجد صلعم کے احکام کو نیت خالص سے بجا لاتے تھے
اور تعلیم و تدریس کے شغل سے اور مراقبہ اور ذکر خدا سے جو اولیاء اللہ کا خاصہ ہے
اپنے دل حزین کو تسکین دیا کرتے تھے - وہ سب بزرگوار علم و عرفان کے عاشق زار تھے
اور بندگان خدا کی اصلاح حال اور تہذیب اخلاق کی فکر مین ہمیشہ سرگرم و سرشار
رہتے تھے اور اونکے نفوس قدسیہ ظواہر احکام شرع [۳] سے تجاوز کرکے اونکی مصالح و حکم
باطنی کی تحقیق و تفتیش مین مصروف رہتے تھے - الغرض - سچے عارف [۴] اور خدا شناس
تھے اور اونھین کی برکت سے اسلام کی روحانیت اور حقانیت کا شمس فی رابعۃ النہار
ہویدا و آشکار ہوے - اونکے متوسلین براہ بغض [۵] و عداوت اوس قوم سے جنسے اونکے

---

[۱] مخزن العلوم صفحہ ۲۸۸ و ۲۹۸ و ۲۹۹ اور تاریخ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۴۸۱ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۲] ابو سفیان معویہ کا
باپ اور ربانی خاندان بنی امیہ تھا - بنی امیہ کے بغض و عداوت کی کیفیت بنی فاطمہ سے تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ - و ۲۱۸ - مین
ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۳] تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۵ - مین ایک لطیف حکایت حضرت امام حسن عسکری کی لکھی ہے
۱۲ مؤلف [۴] تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ - ملاحظہ ہو - اور پہلا خطبہ نہج البلاغۃ کا اور وہ احادیث جو آخوند ملا محمد باقر
مجلسی علیہ الرحمۃ نے جلد ۱ بحار الانوار مین علم کے باب مین لکھے ہین ملاحظہ ہون - حضرت امام جعفر صادق ع نے علم کی تعریف بیان
فرمائی ہے کہ وہ کہ روشن ضمیری علم کا جوہر ہے اور تحقیق حق اوسکا مقصود اعظم ہے - اور وحی و الہام اوسکی ہادی و رہنما ہے - اور عقل

حق کو غصب کرلیا تھا خود لڑتے تھے اور اونکا نام لگاتے تھے - مگر خلفاء بنی امیہ مین کل نہ
عمر ابن عبد العزیز تھا وہ اون بزرگوارون کی قدر و منزلت خوب سمجھتا تھا یہانتک
اوسنے اپنا تاج اتار کر اونکے قدمون پر رکھدیا -

ان بزرگوارون کو اکثر وہ لوگ گھیرے رہتے تھے جنکو اہلبیتؑ کی محبت اور اون
مصائب و صعوبات کا خیال کھینچ لاتا تھا - پس مامومین کے مختلف خیالات کا اثر
بر کم و بیش خواہ و مخواہ ہوتا تھا تاہم اونکا فلسفہ اوس قسم کے لغو اور بیہودہ نزاع لفظی
سے مُبرا و معرا ہے جیسے حکمای یونان و مصر یا بعہد متاخرین خلفاے عباسیہ حکماے
کے فلسفہ میں پائی جاتی ہے - خلفاے عباسیہ کے عہد خلافت مین ایک قرن جدید
ہوا - اس خاندان کے لوگ اوسی چشمۂ فیض سے سیراب ہوے تھے جس سے بنی فاطمہؑ
ہوے تھے اور جو نصیحتین عالم مصیبت مین اونکو حاصل ہوئی تھین ونکا اثر خلافت
ہونے کے بعد بھی اونپر باقی رہا - ابو العبّاس سفّاح جیسا خونخوار و جنگ جو تھا و
شائق علوم بھی تھا - منصور دوالنقی اور ہادی اور مہدی نے صرف اون اہل علم کے
دست گیری اور مربی گیری نہین کی جو تمام اطراف و اکناف عالم سے اونکی دار الخلافت مین
آتے تھے بلکہ خود اونھون نے بھی بڑی مشقت سے ہر قسم کا علم حاصل کیا -

تاریخ عالم مین چند زمانے ہمیشہ ایسے دکھائی دیتے ہین جنمین ہر قوم کی زندگی کے بعض
تابان و درخشان ہوتے ہین - مثلاً تاریخ یونان مین پرکلس حکیم و مقنن کا زمانہ اور تاریخ
رومۃ الکبریٰ مین اغسطوس قیصر کا زمانہ ایسا ہی تھا - علیٰ ہذا القیاس تاریخ اسلام مین
بھی ایک ترقی علوم کا زمانہ تھا اور انصاف کی بات یہ ہی کہ ہارون الرشید اور مامون
کا عہد خلافت ترقی علوم کے اعتبار سے اگر یونان و روم سے اعلیٰ و افضل نہ تھا تو اونکی برابر

لہ سر ولیم میور صاحب نے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۱ - دیباچہ مین سب بنی فاطمہؑ پر عموماً سخت طعن کیا ہی اور بغاوت کا فتوی دیدیا ہی

سے خداوند عالم نے اونکو پیدا کیا تھا - عرب کی قوم اول تو خلقت ہی سے طباع تھی دوسرے
اوسکا ملک بلادِ علوم کے بیچون بیچ مین واقع تھا یعنے ایک طرف خزائن علوم روم و یونان
دوسری طرف معادن فنون فارس - (ہندوستان اور چین بڑی دور پڑے ہوے
صدہا برس سے خواب غفلت مین سرشار تھے) لہذا کل بنی آدم کا معلم بننے کی لیاقت
عرب سے زیادہ کس قوم کو تھی - حضرت خاتم الانبیاء صلعم کی تعلیم و تلقین کی برکت سے عرب بھی
ایک قوم ہو گئی اور ایسی شریعت سہلہ سمجھ اوسکو ملی - بعد اوسکے کچھ بادشاہان وقت
نے بھی اعانت کی - پھر اس قوم نے ممالک مشرقی اور بلاد مغربی سے مسائل حکمت اخذ
کر کے اپنے پیغمبر صلعم کے احکام کے ساتھ اونکو جمع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے نرے سپاہی تھے اب
عالم ہو گئے - خلفاے بنی امیہ کا عہد خلافت مسلمانون کی آزمایش و امتحان کا زمانہ تھا
یعنے یہ وہ زمانہ تھا جسمین اوس کار عظیم کے انجام دہی کی تیاریان وہ کر رہے تھے جس کام پر
وہ خدا کیجانب سے مامور ہوئی تھی - خلفاء عباسیہ کے عمال اور اہل کار خزائن علوم سلف
کی تلاش مین ساری دنیا کی خاک چھان رہے تھے - آخر الامر اون خزائن کو دار الخلافت
بغداد مین لاکر شائقان علم اور قدر دانان حکمت کے سامنے کھولا - ہر طرف مدارس [illegible]
کی افراط ہو گئی اور بڑے بڑے فلاسفۂ روم و یونان کی کتابین قرآن مجید کے ساتھ
پڑھائی گئین - جالینوس و قیانوس - طمسوس - ارسطاطالیس - اور افلاطون کا
بڑا اعزاز و احترام ہونے لگا اور ایسی تعظیم و تکریم ہوئی کہ خود اونکی قوم نے اتنی [illegible]
اونکی نہ کی تھی - مجالس و محافل علمی مین خود خلفاء شریک ہو کر مسائل فلسفہ پر بحث
کرتے تھے الغرض - تاریخ بنی آدم مین یہ پہلا زمانہ تھا کہ ایک دینی اور خود سر حکومت
نے فلسفہ کا ساتھ دیا تھا اور نتائج فلسفہ کے استخراج مین شریک ہوئی تھی -

تمام سلطنت اسلام مین ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ ترقی علوم مین دوسرے شہر پر
کوئی سبقت لیجاے - اور ہر ایک ناظم اور عامل خلیفۂ وقت کی ذوق و شوق علم پر غبطہ
کرتا تھا - تمام اطراف و اکناف عالم سے طلبہ اور شائقان علم جوق جوق شہر قرطبہ و
بغداد و قاہرہ مین آ آکر حکماے عرب کی درس مین شریک ہوتی تھے - یہانتک کہ وہ لوگ
جو چندے عرصہ کے بعد ائمۂ دین عیسوی اور پیشوایان کلیساے مسیحی[1] ہوگئے شارع اسلام
کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے تھے - جب خلفاے عباسیہ کا تسلط خلافت پر نہ باقی رہا
تو جو لوگ اونکے مقام پر بادشاہ ہوے وہ بھی یہی کوشش کرتے رہی کہ ترقی علوم و
فنون مین خلفاء عباسیہ پر کوئی سبقت لیجائین - چنانچہ سلاطین بہاضیہ و سمانیہ
وغزنویہ ممالک مشرقی مین اور بادشاہان فاطمیہ و ایوبیہ ممالک مغربی مین اور
سلاطین عرب اندلس مین - یہ سب بادشاہ یہی کوشش کرتے رہی کہ ترقی علوم و فنون
مین دوسرے کو اپنے اوپر سبقت نہ کرنے دین - الغرض مسلمانون ہی کی تعلیم و
تدریس[2] کی برکت سے فلسفہ اور علوم عقلی کی آواز سواحل بحر ظلمات سے بحر الہند
تک بلکہ اس سے بھی کہین دور بحر الکاہل تک تمام عالم مین گونج گئی - یہ زمانہ
اسلام کی عظمت و شوکت علمی کا پندرہوین صدی عیسوی کے آخر اور سولہوی صدی
عیسوی کی ابتدا تک باقی رہا - پھر جو اپنے پیغمبر کے احکام کو فراموش کرنے سے مسلمانون
کو تنزل ہوا تو اون وحشی قومون کے ہم پایہ ہوگئے جو ایشیا کے بلاد اسلامیہ پر لوٹ پڑی تھین
بلکہ ممالک مفتوحہ کی مشرکین کے ہم رتبہ ہوگئی اور وہ قساوت قلب اور ضعف ایمانی اور اوہام
و وساوس شیطان اونکی دل مین پیدا ہوے جو احکام خدا و رسول[صلعم] کے سراسر خلاف ہین

---

[1] جیسا جربرٹ تھا جو بعد ازان پوپ سلوسٹر ثانی کے لقب سے ملقب ہوکر خلیفۂ مسیح اور امام کلیسا ہوگیا ۱۲ - مؤلف [2] مسلمانون کی طبیعت کا خلاق ہونا ان ضخیم و دقیق کتابون سے بخوبی ثابت ہی - کتاب المعارف ابن قتیبہ دینوری - کتب رجال ابن خلکان و ذہبی - اور ریاض الانشات حاجی خلیفہ چلبی صاحب کشف الظنون ۱۲ - مؤلف

اول تو خود شارع اسلام نے فلسفہ اور علوم عقلیہ کو رتبہ عالی بخشا دوسرے اونکی اولاد امجاد نے
علوم عقلیہ کے ہر قسم اور ہر شعبہ کو رونق اور جلا دی - اسوجہ سے عقلی آزادی مسلمانون مین بہت جلد
درجہ کمال کو پہونچ گئی - قرآن مجید کے فضائل مین سے ایک فضیلت یہ ہی کہ مشیت ایزدی کے
اعتقاد کو انسان کے فاعل مختار ہونے اور اوسکی عقل کے آزاد ہونے کے مسئلہ کے ساتھ جمع
کیا ہی اور مشیت ایزدی وہ چیز ہے جو صرف سب باتون کا حکم ہی نہین کرتی ہے بلکہ انسان
پر صریحًا اور بلا واسطہ فعل کرتی ہے اور اوسکے خیالات کی اصل اور منشا سے واقف ہے
البتہ ان دونو مسئلون مین توافق کرنا کم بین ظاہر پرستون کے نزدیک اجتماع نقیضین کا
قائل ہو جانا ہے - بادی النظر مین یہ امر خلاف عقل معلوم ہوتا ہی - کہ انسان کے افعال
و اعمال کے باز پرس ہوگی (یہی مسئلہ اسلام مین اخلاق کے اصل و بنیاد ہے) اور
پھر اوسکے افعال و اعمال مشیت ایزدی کے تابع ہین[1] - یہ دقیق مسئلہ اسطرح حل
ہو سکتا ہے کہ یہ سمجھا جاوے کہ آنحضرت ایک علۃ العلل اور مسبب الاسباب کا اعتقاد
کامل رکھتے تھے اور اوسکو حی القیوم فعال لما یرید جانتے تھے - مگر ساتھ ہی اوسکے
انسان کی ترقی و عروج پر بھی بھروسا رکھتے تھے - آنحضرت کے نزدیک احکام الٰہی
کا لب لباب اور اصل اصول وہ قوانین قدرت اور احکام حق و باطل تھے جنکا
حس و ادراک کرنا انسان کے خواص طبیعی مین داخل ہے - لفظ قوانین کے
ٹھیک معنی لیجئے تو قوانین اخلاقی بھی اوسی قسم کے ہین جیسے وہ قوانین ہین جو
اجرام سماویہ کی حرکت کا باعث ہوتے ہین - مگر خداوند عالم کی مشیت خود سرانہ اور
جابرانہ نہین ہے بلکہ حکیمانہ اور رحیمانہ مشیت ہے جسکی اطاعت عالم کو اپنے
اشغال علمی مین بہی اوسیطرح واجب ہے جسطرح زاہد کو اپنی خلوت کدہ مین ہے

[1] کما قال علیہ السلام ارادۃ اللہ غالب علی ارادۃ الناس عرفت ربی بفسخ العزائم ولقولہ تعالیٰ یہدی من یشاء ویضل من یشاء

مخلوقات خدا مین لغفلہ[1] بہر غور و فکر کرنا اور عالم کون و فساد کی تغیرات کی اصول کو ایک ساعت نظر تامل سے دیکھنا خدا کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے زیادہ مقبول[2] ہے -

اسلام نے ہر مسلمان کو عقلی آزادی بخشی ہے اور بجائے خود احقاق حق کا حکم دیا ہے مگر یہ عقلی آزادی مختلف اشخاص مین یا اوقات مختلفہ مختلف پیرایون مین ظاہر ہوئی ہے -

دین اسلام مین جو اختلافات ہوئے اور اون اختلافات سے مختلف فرقے پیدا ہوے اونکا باعث یا ملکی اسباب ہوے یا قبائل عرب کا باہمی رشک و حسد ہوا کہ جسقدر عناد مذہبی بہی نفسانیت و جنبہ داری مین معین[3] ہوا -

علماء و فقہاے اسلام بہی اپنے مثل و مانند علماے یورپ کیطرح مسائل دینی مین اجتہاد کرنے کا بڑا شوق رکہتے ہین اور پرانی پرانی باتون کی سخت پابند ہین - پس اونہون نے بہی مسائل دینی کو قدیم الایام سے دو قسمون پر منقسم کیا ہے - اصول دین اور فروع دین - اصول دین مین وہ امور داخل ہین جنکا اعتقاد اور اقرار کرنا ہر مسلم پر واجب ہے مثلاً وجود باری تعالے کا اعتقاد اور یوم الحساب یعنی روز قیامت کا اعتقاد اور فروع دین سے مراد وہ فرائض ہین جو ان اعتقادات سے پیدا ہوے ہین قسم اول کو اصول دین شاید اسوجہ سے کہتے ہین کہ ہر ایک مذہب و مسلک مین اخلاق عامہ کی بناء خاص کر انہین امور پر ہے - علماے اسلام نے ابتداء ہی مین اصول دین کو فلسفۂ حقیقی سے علاحدہ کر کے علم کلام مین داخل کر دیا اور جب اصول دین معقولات کے دائرہ مین آگئے تو اونمین قیل و قال کی گنجایش ہو گئی اور صدہا اختلافات پیدا ہوے - ایک فرقہ کا قول یہ ہے کہ اصول دین اور فروع دین دونون عقل کے تابع و محکوم ہین - دوسرے فرقہ کی راے یہ قرار پائی کہ اصول دین کو عقل سے کچھ تعلق نہین ہے

[1] تاریخ الحکماء اور پہلا خطبہ نہج البلاغت ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] مختلف فرق اسلام کا تفصیل شہرستانی کے [3] ملل ونحل صفحہ ۱۰ - ۱۲ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

شبہ ترقی دین عقل پر موقوف ہین۔ اور اور فرقون کے اعتقادات اوسط مین رہے۔

جبر و اختیار کے مسئلہ مین تین شخصون نے روایات قدیم سے عدول کرکے انسان کو فاعل مختار قرار دیا ہے۔ یعنے معاذ الجہنی اور کیلان دمشقی اور یونس الانصاری[1]۔ شہرستانی نے اسکو بدعت لکھا ہے اور اسکا باعث یہ بیان کیا ہے کہ جہم ابن صفوان چونکہ جبر محض کا قائل تھا لہذا اوسکی تردید مین اختیار مطلق کا مسئلہ قائم ہوا۔ جہم ابن صفوان بہی انسان کے فاعل مختار ہونے کا ویسا ہی منکر تھا جیسا علمائے یورپ مین کیلون گذرا ہے اور اوسکے اعتقادات اون بدمزاج اور متعصب لوگون کو بہت پسند ہوئی جو مسند خلافت پر متمکن تھے۔ اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد واصل ابن عطا ہوا جو حسن بصری کا شاگرد تھا۔ خود حسن بصری نے اہل بیت[2] کے مذہب مین تعلیم پائی تھی جنکو صاحب مخزن العلوم نے ”فلاسفۂ خاندانِ رسالت“[3] کے لقب سے بہت خوب ملقب کیا ہی۔ اور حسن بصری کے خیالات اوتنے ہی وسیع و فرزانہ تھے جتنے اونکے معاصرین کے اعتقادات ضیق و متعصبانہ تھے۔ واصل[4] ابن عطا نے بہی اوسی ماخذ[5] سے علم اخذ کیا تھا مگر چند مدت کے بعد ایک مسئلہ دینی مین اوسنے حسن بصری سے اختلاف کیا اور ایک خاص مسلک اور فرقہ کا بانی ہوا۔ اوس فرقہ کا نام معتزلہ ہوگیا[6]۔ چند ہی مدت مین اوسنے اون اصول کو شایع کیا جنکی بنا پر اوسنے اور فرقون سے اختلاف کیا تھا۔ لیوتھر مصلح دین مسیحی اور بانی مذہب پراٹسٹنٹ

[1] شہرستانی کی ملل نحل۔ کل۔ علی الخصوص صفحہ ۲۸۔ ۲۹۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] ملل نحل صفحہ ۱۷۔ ۱۲۔ مؤلف [3] منک صاحب کی تاریخ فلسفۂ عرب صفحہ ۳۱۰۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [4] واصل ابن عطا سنہ ۸۰ ہجری مین پیدا ہوا تھا اور سنہ ۱۳۱ھ مین انتقال کیا۔ منک صاحب کی تاریخ فلسفۂ عرب صفحہ ۳۱۱۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [5] اہلبیت کا جو اعتقاد اس مسئلہ جبر و اختیار مین تھا اور غالباً خود آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کا بہی یہی اعتقاد تھا اوسکی کیفیت اوس حدیث مین جو بہ شرح و بتفصیل لکھی ہی جو بحار الانوار کتاب الجبر والاختیار مین یونس ابن یقطین سے نقل کی ہے ۱۲ مؤلف [6] ملل نحل صفحہ ۱۷ و ۳۱۔ ۱۲۔ مؤلف

کیطرح واصل ابن عطا بہی بڑا تیز آدمی تھا اور لوگون کی عقل پر جو اوس زمانہ مین ظلم عظیم ہو رہا تہا اوسکو دفع کرنے مین بعض امور خلاف عقل بہی کہدیتا تھا۔ مگر چونکہ اوسکا مسلک بہ نسبت اور مسالک کے عقل سلیم کے زیادہ تر موافق تہا لہذا سب سے زیادہ سلیم العقل اور آزاد خیال جو لوگ تھے وہ اوسکی طرف ہو گئے۔ اونہین کی وجہ سے اصول منطق و فلسفہ مسائل دینی مین جاری ہوے جس سے ایک خاص علم پیدا ہو گیا اوسیکو علم کلام کہتے ہین۔ شہرستانی نے ملل نحل مین لکھا ہی کہ "معتزلہ بالاتفاق اسکے قائل ہین کہ خداوند عالم قدیم ہے اور قدم ایسی صفت ہی جو اوسکی ذات سے مختص ہے اور صفات باری عین ذات باری ہین کیونکہ اونکا قول ہے کہ وہ عالم الغیب بالذات ہے یعنے علم اور قدرت اور حیات اوسکے عوارض ذاتیہ قدیمہ سے نہین ہین بلکہ کنہ ذات مین داخل ہین اسواسطے کہ اگر صفات قدیمہ ذات باری سے علاحدہ سمجھے جائین تو تعدد قدمار لازم آئیگا اور وہ عقلاً محال ہے"

"معتزلہ کا قول یہ بہی ہی کہ خدا کو پہچاننا بہی اوسیطرح عقل انسانی کے امکان مین ہے جسطرح اور اشیار کا ادراک کرتا ہے۔ مگر خدا کو اس جسمانی آنکھ سے نہین دیکھ سکتے۔

لہ ابو الحسن علی المسعودی مصنف مروج الذہب جسکو امام و عالم و مورخ لکھا ہی معتزلی تہا۔ اور مصنف حبیب السیر کو بہی معتزلی لکھا ہی ۱۲۔ مؤلف ۲ہ ملل نحل صفحہ ۱۸۔ اور تنک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۱۱۔ و ۳۱۲ و ۳۲۰ و ۳۲۲۔ اور رینن صاحب کا تذکرہ شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا صفحہ ۷۹۔ ۸۱۔ اور شمولڈر صاحب مورخ جرمنی کا رسالہ فلسفہ عرب صفحہ ۱۳۸ و ۱۳۹۔ اور تاریخ ابن خلدون جلد ۳۔ صفحہ ۴۸۔ ملاحظہ ہو۔ مین گبن صاحب مورخ سے بالکل اتفاق رائے کرتا ہون کہ علمائے اسلام مین متکلم فلسفی عنقا صفت معلوم الاسم مجہول الجسم ہے۔ تاہم میرے نزدیک ایسے فلسفہ کا ہونا ممکن ہی جسمین مسائل فلسفہ کے ساتھ اصول ضروریہ دین جمع کر دیے جائین اور دونو مین کچہہ تناقض اور منافات نہ باقی رہے ۱۲ مؤلف ۳ہ ملل نحل صفحہ ۳۰۔ ملاحظہ ہو۔ ذات باری اور صفات باری مین عینیت یا غیریت مسئلہ علم مابعد الطبیعہ سے متعلق ہے اور یہ علم عقل انسانی کے احاطہ سے باہر ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک اس مسئلہ مین ایسے ایسے نازک فرق نکالنا جیسے معتزلہ نے نکالے ہین محض مہمل و مزخرف ہی مگر یہ یاد رکہنا چاہیے کہ مسئلہ عینیت ذات و صفات کا خاص کر عیسائیون کے تردید مین جاری کیا گیا ہی کیونکہ جب عیسائیون نے حضرت مسیح کو خدا اور بشر دونو قرار دیا تو ذات واحد مین الوہیت اور بشریت کی اجتماع سے اجتماع نقیضین لازم آیا اور جب توافق

اور سوائے ذات واجب الوجود اور سب اشیا متغیر و حادث ہین - اور معتزلہ کا قول
یہ بھی ہے کہ عدل اصل اصول انسان کے افعال کا ہی اور عدل کے معنی اونکے نزدیک
یہ ہین کہ جس چیز کا حکم عقل کرے اور جو نتائج آخری انسان کے کردار سے پیدا ہون
وہ عقل کے نزدیک ممدوح و مستحسن ہون - پھر یہ بھی اونکا مقولہ ہے کہ انسان کے افعال کے
باب مین کوئی قانون ایسا نہین ہے جو ابد الآباد تک جاری رہسکے اور احکام الٰہی جو
انسان کے اعمال سے متعلق ہین وہ تکمیل نفس اور تہذیب اخلاق کے نتائج ہین
اور کل اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید جو خدا کیجانب سے ہوا ہے اسی شرع کے ذریعہ سے
ہوا ہے جو تدریجاً جاری ہوئی تہی - مگر ساتھ اسکے وہ اسکے بھی قائل ہین کہ جو شخص کوئی
عمل نیک کرتا ہے وہ لائق جزا ہوتا ہے اور جو شخص کسی فعل قبیح کا مرتکب ہوتا ہی وہ مستوجب
سزا ہوتا ہے - اور یہ امر اونکے نزدیک عقل کے موافق ہے - معتزلہ کا قول یہ بھی ہے
کہ مطلق علم عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہی اور فقط اوسیکے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہی
اور یہ بھی کہتے ہین کہ حق و باطل کا ادراک بھی عقل ہی سے متعلق ہے اور جبتک کسی چیز
کا حُسن یا قبح عقلاً نہ ثابت ہوجاے اوسوقت تک اوسی حسن یا قبیح نہین کہسکتے -
اور نعمات خدا کا شکر بجالانا اوس زمانہ مین بھی عقلاً فرض تہا جب اس باب مین
کوئی حکم شرع نہ جاری ہوا تہا[۱] کل معتزلہ کا اسپر اتفاق ہے کہ حُسن و قبح اشیاء کا
عقلی ہے اور انسان فاعل مختار ہے اور اعمال نیک و بد اوسکے اختیار سے صادر
ہوتے ہین اور اونہین کے موافق اوسکو عقبی مین جزا یا سزا[۲] ملیگی -

معتزلہ کا عکس نقیض فرقۂ صفاتیہ ہے - اس فرقہ کے اعتقادات بالکل قدما
کے رنگ پر ہین اور اوسی قدیم سانچہ مین ڈھلے ہوئے ہین - فرقۂ اشاعرہ فرقۂ صفاتیہ کا

---

[۱] ملل نحل ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۲] ملل نحل صفحہ ۲۹ - اور رنک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۲۱۱ و ۲۲۲

ایک شعبہ ہے۔ اس فرقہ کا بانی ابوالحسن اشعری ہوا۔ اور اسکے اعتقادات بھی صفاتیہ کم و غویات کے مشابہ ہین اور اسکا یہ قول ہے کہ صفات باری تعالےٰ قدیم ہین اور انسان وجود واجب الوجود کا علم عقل سے نہین حاصل کر سکتا اور نہ عقل سے حق و باطل مین تمیز کر سکتا ہے۔ اور احکام الٰہی قدیم ہین اور خدا کو دیکھ سکتے ہین۔ اور صرف قبائح کے صدور کا اختیار انسان کو کہتا اور کل حسنات منجانب اللہ ہین۔ مگر فرقہ جبریہ انسان کے فاعل مختار ہونے کا انکار قطعی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان کے کل افعال مشیت الٰہی سے سرزد ہوتے ہین۔

اس فرقہ کا نام معتزلہ نے جبریہ صحیح و درست رکھا ہے۔ اور اپنے تئین اصحاب العدل والتوحید بجا کہا ہے[1]۔ کیونکہ تمام فرق اسلامیہ مین عقلیہ یعنے معقول پسند فرقہ صرف معتزلہ ہے کہ اس فرقہ کے نزدیک ہر مسئلہ مین جو انسان کی ترقی و تہذیب سے متعلق ہے عقل مداخلت تامہ رکھتی ہے۔ اس فرقہ کو افادیہ بھی کہسکتے ہین کیونکہ اسنے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا ہے کہ خیر و شر اور حق و باطل کا معیار جمہور خلائق اور کافۂ انام کے نفع رسانی اور راحت افزائی ہے۔ اور اسکو استخراجیہ اسوجہ سے کہسکتے ہین کہ اسکے نزدیک ہر ایک قانون جو بندگان خدا کے باہمی تعلقات سے متعلق ہے مصالح وقت پر مبنی رہے اور واقعات سے استخراج کیا گیا ہے۔ اس فرقہ کے اعتقادات[2] جو انسان کی قدامت کے

[1] ملل نحل صفحہ ۲۶۔ اور منک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۲۲۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] تعجب یہ ہے کہ یہ سب فرقے اپنے اقوال پر قرآن مجید اور احادیث نبوی سے استدلال کرتے ہین مگر ظن غالب یہ ہے کہ فرقہ معتزلہ جو ان سب فرقون مین معتدل الرای ہے اون اعتقادات کا مظہر ہے جو حضرت علی اور ائمہ اطہار کے جو بنی فاطمہ کے اعتقادات تھے۔ معتزلہ کے اعتقادات سے اکثر امور مین مشابہت تامہ رکھتے ہین۔ پہلا خطبہ حضرت افصح العرب کا نہج البلاغت مین ملاحظہ ہو اور بحار الانوار مین جو احادیث جبر و اختیار کے مسئلہ مین وارد ہوے ہین وہ بھی ملاحظہ ہون۔ یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اعاظم علماے معتزلہ نے اہلبیت یعنی بنی فاطمہ سے تعلیم پائی تھی ۱۲۔ مؤلف [3] ملل نحل صفحہ ۲۹ و ۳۰۔ وغیرہ اور منک

...ب ین ہین وہ اس زمانہ کے فلاسفہ طبیعی کے اقوال پر ترجیح رکھتے ہین - معتزلہ کے اعتقادات اوس کتاب مین خوب جمع کیے ہین جسکا نام تحفۃ لاخوان الصفا ہی - یہ ایک بہت بڑی کتاب ہی جسمین نہایت پاک و پاکیزہ مضامین لکھے ہین اور تمام بنی آدم کے ساتھ خلوص و محبت قلبی ظاہر کیا ہے اور انسان کی ترقی و تہذیب پر اعتماد کلی کیا ہے بلکہ انسان کا کیا ذکر ہے حیوانات کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ترغیب دی ہے - پس ان اعتبارات سے یہ کتاب بے نظیر ہے -

معتزلہ کے اعتقادات کو مامون الرشید نے بھی قبول کر لیا جو سب سی زیادہ اولو العزم اور قدر دانِ علم و ہنر خلفاے عباسیہ اور بادشاہان عرب مین گذرا ہے بلکہ کسی عہد اور کسی زمانہ مین اوس سے زیادہ عاقل اور دور اندیش شاید چند ہی بادشاہ گذرے ہونگے اس خلیفہ کی عمر اور اسکے بعد معتصم باللہ اور واثق باللہ کی عمرین اسی کوشش مین گذر گئین کہ وہ معقولات کا مذاق جو اونکو اور اونکے بعض رعایا کو تھا سب مسلمانون کے دلمین پیدا کرین - مگر بقول ایک مورخ[1] فرانسیسی کے اسلام کی بد قسمتی سے فقہاے بغداد ان خلفاء سے بھی زبردست نکلے اور متوکل علی اللہ کے عہد خلافت مین اعتقادات قدیم غالب آگئے اور یہ بھی ایک سبب قوی زوال و انحطاط خلافت کا ہوا -

شیعہ کا فرقہ عموماً معتزلہ کے اقوال کیطرف مائل ہے - اور اہل سنت و جماعت عموماً صفاتیہ کے اعتقادات کی طرف راغب ہین - پھر شیعہ جو معتزلہ کیطرح معتدل الآراے ہین دو فرقون پر منقسم ہین - اصولی اور اخباری - اصولی وہ ہین جو اجتہاد کے قائل ہین یعنے متشابہات مین اصول عقلیہ کے موافق تاویل کرکے شرعیہ کا استخراج و استنباط کرتے ہین اور احادیث صحیح و موثق کے درجہ کو نہین پہونچے ہین اونپر عمل نہین کرتے - اور اخباری وہ ہین

...نک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۲۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [1] سیدلاٹ صاحب کی تاریخ عرب صفحہ ۱۸۷ - اور

جو اجتہاد کے قائل نہین ہین یعنے مسائل شرعیہ مین صرف قول معصوم کو حجت سمجھتے ہین ۔
اہل سنت کو شہرستانی نے دو فرقون پر منقسم کیا ہے - اہل الحدیث اور اہل الرائے شافعی
اور مالکی اور حنبلی اہل الحدیث مین اور حنفی اہل الرائے مین داخل ہین - یہ فرقے اہل سنت
کے ائمہ اربعہ کے اسم سے موسوم ہوئے ہین[۱] - شافعی اور مالکی اور حنبلی کٹے صفاتیہ ہین اور
اونکے اعتقادات صفات باری تعالےٰ کے باب مین اوسی قسم کے ہین جیسے صفاتیہ کے ہین
اور وہ ہر ایک اصول کہنہ اور روایت پارینہ کی سخت پابندی کرتے ہین - حنفیہ احادیث کو
تسلیم کرتے ہین مگر اونکے معانی کو ہر شخص کی عقل اور قیاس پر موقوف رکھتے ہین -
پس شیعون مین اخباری اور سنیون مین حنفی کے اصول باہم مشابہ ہین[۲] -

صوفیہ کا مسلک بھی عجیب و غریب مسلک ہے اس زمانہ کے فارسی اشعار وغیرہ کی روح
جان تصوف ہے - ایک عظیم الشان فرقہ اہل اسلام نے قرآن مجید کے بعض آیات کو غوامض
و اسرار پر متضمن سمجھکر ایسی تاویلین کی ہین جنسے یہ مسلک پیدا ہوا ہے - مسلمانون مین تصوف
کا ماخذ اور منشاء وہ احادیث ہین جنمین آنحضرت نے باری تعالےٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ
اوسکی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ از ثری تا ثریا سب اشیاء مین ساری و طاری ہے اور
جس خضوع و خشوع اور حضور قلب اور محویت اور وجد کے ساتھ آپ عبادت خدا فرماتے
تھے وہ بھی اس مسلک[۳] کا موئید ہے - جبتک آنحضرت زندہ رہے اوسوقت تک عبادت
واجب محض ذکر و مراقبہ پر مقدم سمجھے جاتے تھے اسوجہ سے متقشفو فانہ مراقبہ اور اسرار کی گنجائش

---

[۱] امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت ۹۹ھ سے ۱۵۰ھ تک رہے - امام محمد ابن ادریس شافعی ۱۵۰ھ سے ۲۰۴ھ تک رہے امام مالک
ابن انس ۹۵ھ سے ۱۷۹ھ تک رہے - امام احمد ابن حنبل ۱۶۴ھ سے ۲۴۱ھ تک رہے - ملل نحل صفحہ ۱۶۰ و ۱۶۱ - اور سید لائلٹ صاحب کی
عرب صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۴ - اور حاشیہ تاریخ ابن خلدون اور دیباچہ تاریخ ابن خلکان ملاحظہ ہو ۱۲ موئلف [۲] شاید اس مقام پر
مصنف [illegible]

نہین معلوم ہوتی ۱۱ مترجم [۳] مشکات اور صحیح بخاری مین چند احادیث ایسے ہین جنسے آنحضرت کی گریہ و زاری اور رقت کی کیفیت خوب معلوم ہوتی ہے علی الخصوص وہ حدیث جو ابو موسی اشعری سے منقول ہے - پہلا خطبہ نہج البلاغت کا بھی [illegible]

تصوف یعنی درویشی اور مراقبہ پسندی سب مذاہب اور سب قومون مین رہی ہے
جسقدر انسان کے علائق جسمانی اور افکار دنیوی کم ہوتے جاتے ہین اور تہذیب اخلاق
اور تزکیۂ نفس حاصل ہوتا جاتا ہی اوسیقدر وہ خلوت گزینی اور مراقبہ کو بہترین کمالات انسانی
سمجھکر اختیار کرتا جاتا ہی - مگر مدارج تصوف ہر شخص اور ہر قوم کے خصائص طبیعی کے اعتبار
سے مختلف ہوتے ہین یعنے جس قوم اور جس شخص کو جتنی استعداد ظاہر و باطن اور مجرد و مادے
مین تمیز کرنے کی ہوتی ہے اوتنا درجہ اوسکا تصوف مین ہوتا ہی - مثلاً ہندوون کا اعتقاد
یہ ہی کہ منتہای شرف وفضیلت انسان کا یہ ہی کہ عالم لاہوت وناسوت مین پہونچکر خدا سے ملجاوے اسی غرض
سے سنیاسی لوگ ایک ہی مقام پر جمے رہتے ہین اور جنبش نہین کرتے اور بالکل بے حس وحرکت
ہوجاتے ہین - جب ایک غیر متناہی اور غیر مرئی چیز کے تصور مین وہ منہمک ہوتے ہین تو پرمیشر
اور برہمن مین امتیاز نہین کرسکتے - آخر کو یہ نوبت پہونچتی ہے کہ مختلف مخلوقات کو مظہر کبریا
تصور کرکے اونمین اور اونکے خالق مین تمیز نہین کرسکتے - اور ہمہ اوست کا دم بھرنے لگتے
ہین اور پھر جو اس خیال مین ترقی ہوتی جاتی ہے اور مراقبہ کا زور ہوتا جاتا ہے تو
اونکو یقین کلی ہوجاتا ہی کہ خالق اور مخلوق ایک ہی چیز ہے - جیسا بھاگوت گیتا سے
ظاہر ہے - پس اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ہمہ اوست کا اعتقاد منتہی کو پہونچ جاتا ہی
تو شرک و بت پرستی کا باعث ہوتا ہی اور جتنے اعتقادات خدا کے باب مین ہین اون سب سے
پیشتر یہی اعتقاد بت پرستی کا ہوا تھا - اور اسکا باعث یہ ہوا تھا کہ ابتدای خلقت مین
انسان کے دل مین کوئی روحانی خیال نہ آتا تھا جسمین خوف اور ہیبت شریک نہ ہوتی
ہو - جب وہ بڑے بڑے جنگلون کو دیکھتا تھا جنپر انسان کا دست رس کبھی نہین ہوا
اور بڑے بڑے عظیم الشان پہاڑ دور سے اوسکو دکھائی دیتے تھے اور شب
تیرہ وتار مین مہیب صورتون کو اڑتے دیکھتا تھا اور جنگل بیابان مین ہوا کا سناٹا

سنتا تھا تو ان سب باتون سے اوسکے دل مین ایک عجب خوف اور ہیبت پیدا ہوتی تھی اور جس مادّی چیز کو اپنے سے زیادہ قوی پاتا تھا یا اوسکے قریب جو اور چیزین ہوتی تھین اونسے زبردست دیکھتا تھا اوسیکی پرستش کرنے لگتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان تمام مخلوقات خدا مین ایک روحانیت اوسنے قرار دی لی اور ان روحانیات کو سزاوار پرستش سمجھنے لگا پھر چند عرصہ کے بعد ان سب روحانیات کو باہم خلط ملط کر کے ایک روح قرار دے لی جو تمام عالم پر محیط اور حاوی اور سب کائنات مین ساری و طاری ہی۔ بت پرستی پیک مقدمہ توحید اور حلول کا ہی اور جب یہ تینون اعتقاد انتہا کو پہونچ جاتے ہین تو باہم خلط ملط ہو کر ایک اعتقاد ہو جاتا ہی۔ زمانۂ سلف مین مذہب زردشت مین حلول کا اعتقاد بہت کم تھا اور زیروانی مذہب اوسکے بعد پیدا ہوا تھا۔

مذہب افلاطونی خود مشرقی خیالات سے پیدا ہوا تھا اور اوسکی تاثیر دین مسیحی پر بہت کچھ ہوئی۔ غالباً عشاء ربانی کا اعتقاد عیسائیون نے اسی فلسفۂ افلاطونی یعنی حکمت اشراقیہ سے اخذ کیا ہے۔ قرنِ اوسط[له] مین جو صوفی یورپ مین ہوئی اونکے مسلک کا دار و مدار صرف اسی مسئلہ پر تہا۔ مشائخ یورپ مین سے فقط ایک شخص جوہانس اسکوٹس اس سے مستثنی تھا۔ جس مسلک کا نام تصوف ہی یعنی جذبۂ معرفت الٰہی اوسکو یورپ مین مسلمانون ہی نے جاری کیا تھا جیسا آیندہ عرض کیا جایگا۔

بعض نفوس ذکیّہ مین جو یہ اعتقاد پیدا ہوا کہ قرآن مجید کے آیات کی معانی باطنی اور محامل روحانی بھی ہین تو یہ اعتقاد اسوجہ سے نہین پیدا ہوا کہ وہ لوگ بعض ظواہر کتاب اللہ سے جو عقلی دقتین پیدا ہوتی تھین اور محالات عقلی لازم آتی تھے اونسے اپنی جان بچانا چاہتے تھے بلکہ یہ اعتقاد کمال عرفان سے پیدا ہوا تھا کہ اون لوگون کو اذعان کامل

له اسکو زمانہ جاہلیت بھی کہتے ہین اور یہ وہ زمانہ ہی جو مابین زوال سلطنت رومۃ الکبری اور ظہور امریکا و شیوع ... ہے

اس بات کا تھا کہ ان الفاظ کے معانی اون سے دقیق تر اور باریک تر ہین جو بعض
نے لکھے ہین - اول تو اون لوگون کو یہ خیال ہوا پھر اسکے ساتھ وہ اس بات کا بھی
اعتقاد کامل رکھتے تھے کہ حق سبحانہ تعالے کی قدرت اور حکمت کل اشیاء مین ساری اور
طاری ہے اور یہ اعتقاد احکام قرآنی سے پیدا ہوا تھا اور بالکل اون احکام کے موافق
تھا اور احادیث نبوی بھی اسکے معاضد موجود تھے - الغرض - ان وجوہ سے مسلمانون
مین وہ فلسفۂ اشراقیہ پیدا ہوا جسکا نام تصوف ہے اور بلاد مغربی کے مسلمانون مین فلسفۂ
اشراقیہ یعنے افلاطون کے اقوال کا جاری ہونا اس مسلک تصوف کا اور زیادہ معین
ہوا - ممالک ایشیا مین امام ابو حامد محمد غزالی صاحب احیاء العلوم اور ممالک یورپ
مین ابن طفیل بہت بڑے عالم اور پیشوا فلسفۂ اشراقیہ یعنے تصوف کے گذرے ہین
امام غزالی کو جب کسی فلسفہ سے اطمینان نہوا جسکی بناء مشاہدہ اور عقل پر تھی تو تصوف
کو بے خدشہ سمجھکر اس مسلک کو اختیار کر لیا - پس اوسیوقت سے اوںھون نے فلاسفہ
نہس نہس کرنا شروع کیا اور اونکے اقوال کی خوب چھاڑ کی - امام غزالی کے اعتراضات
اکثر شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا اور مشائین پر ہین - اور اونھین کے زور قلم سے یہ مسلک
ممالک مشرقی کے مسلمانون مین شایع ہوا - لہذا اونکو مسلمانون کا افلاطون کہنا بجا ہے

له اس اجمال کی تفصیل اوس تفسیر سے خوب ظاہر ہے جو خواجہ عبید اللہ نے تفسیر حسینی مین سورۃ الفاتحہ کے بیان کی
اهدنا الصراط المستقیم یعنے بتادی ہمکو وہ رستہ جس سے تجھ تک پہونچ جائین اور اپنی محبت ہمارے دلمین پیدا کر کہ خود
تیرا جوہر محبت ہی اور خلاص کر ہمکو ہر چیز سے جو ہمکو تجھسے دور رکھتی ہو اور ہمکو وہ راہ بتادی جسمین ہم تیرے سوا کسی کو نہ دیکھین اور
تیرے سوا کسیکو نہ سنین اور تیرے سوا کسی کا عشق نہ رکھین ۱۲ مؤلف ٢ منک صاحب کی تاریخ فلسفۂ عرب صفحہ ٣٦٦
اور رینن صاحب کا تذکرہ ابو الرشد و فلسفۂ ابو الرشد - اور شمولڈر صاحب کی تاریخ فلسفۂ عرب جسمین خاص کر امام غزالی کے اقوال
بیان کیے ہین ملاحظہ ہو ١٢ - مؤلف ٣ مشائین سے مراد وہ حکماء ہین جنکا مذہب ارسطو کی استدلالی طریقہ سے بہت مشابہ ہی

امام غزالی کے بعد بڑے بڑے علماء اور مشائخ صوفیہ گذرے - اور ممالک مشرقی کے مسلمانون مین جو سب سے زیادہ کامل العقل تھے اونہون نے فلسفۂ اشراقیہ یعنے تصوف اختیار کیا - مولانا جلال الدین رومی جنکے مثنوی کے شرف و فضیلت کی اظہار کو یہ شعر کافی ہے - مثنوی مولوی معنوی + ہست قران در زبان پہلوی + حکیم سنائی جنکو خود مولانا روم نے[1] اپنے اوپر ترجیح دی ہے - فرید الدین عطار - شمس الدین حافظ - خاقانی - معلّم الاخلاق شیخ سعدی شیرازی - ملک الشعراء نظامی - یہ سب صوفی تھے - بلکہ بعض صوفی فردوسی طوسی کو بھی اپنا ہم مشرب کہتے ہین جو فارس مین ہُومر ملک الشعرائے یونان کا ہمپایہ گذرا ہے[2] - مگر یہ قول اونکا کہ اجلّ شعرائے ایران جو دنیا کے بڑے جلیل القدر شاعرون مین سے ہے صوفی تھا بے اصل و بنیاد معلوم ہوتا ہے - فردوسی کی طبیعت سب سے زیادہ رسا تھی - یہی وجہ ہے کہ اوسکے کلام کا جو حکیمانہ رنگ ہی وہ صوفیون کے جاہلانہ مذاق سے جدا ہے - بعض عاشق تنون کے لیئے تصوف عجب نعمت عظمیٰ ہے - مگر جن لوگون کے نفوس عقل کے سانچے مین ڈھلے ہوے ہین وہ تصوف کو ایک خواب و خیال سمجھ کر کبھی اوسکا اعتقاد نہین کرتے - یہی وجہ ہے کہ ابو علی ابن سینا کہ رئیس الحکماء تھے اور خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کہ تیرھوین صدی عیسوی مین بہت بڑے منجم مسلمانون مین گذرے ہین تصوف سے نفرت کلی رکھتے ہین -

صوفیہ کے نزدیک اخلاق کا دار و مدار بالکل عشق خدا پر ہے اور اس اعتقاد کو وہ کفر جانتے ہین کہ احکام و عبادات شرعیہ کی اصل خوف جہنم ہے - ایک صوفی سے کسی نے پوچھا

---

[1] حکیم سنائی کے باب مین مولانا روم فرماتے ہین - نیم جوشے کردہ ام من نیم خام + از حکیم غزنوی بشنو تمام + پھر فرید الدین عطار کی نسبت فرماتے ہین - عطار روح بود و سنائی دو چشم او + ما از پئے سنائی و عطار آمدیم + تذکرہ مشائخ صوفیہ صفحہ ۴۹۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

[2] اس شعر سے صوفیون نے استدلال کیا ہی کہ فردوسی صوفی تھا جہان را بلندی و پستی توئی + ندانم چہ ای ہر چہ ہستی توئی + ۱۲ مؤلف

کہ برُے لوگ کون ہین تو اوسنے جواب دیا کہ "وہ لوگ جو خدا کی عبادت طمع ثواب یا خوف عذاب سے کرتے ہین" تب سائل نے پوچھا کہ "آپ کس نیت سے خدا کی عبادت کرتے ہین" اوس صوفی نے جواب دیا کہ "اوسکے عشق سے" اوس اس دعوی کی دلیل اوس حدیث کو گردانا جسمین آنحضرتؐ نے فرمایا ہی کہ خدا نے عشق کو سو حصون پر منقسم کیا اونمین سے ۹۹ حصے اپنی لیے مخصوص رکھے اور ایک حصہ بنی آدم کو عطا فرمایا - چنانچہ دنیا مین جسقدر عشق ہے وہ اوسی ایک جزو سے پیدا ہوا ہے اور اوسی جزو کی برکت سے بنی آدم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہین اور سب سے زیادہ تقرب بندہ کو اپنی معبود سے اوسوقت حاصل ہوتا ہے جسوقت اوسکا دل عشق خدا مین بالکل محو ہوتا ہے"

اس لطیف مسلک اشراقی کے صنف خالص اور نوع عالی یعنی تصوف حقیقی کے بنا احکام نبی پر ہے - اور اسمین جو عرفان و حقانیت ہی اوس سے شعراے اسلام کو نہایت لطیف اور عالی مضامین ہاتھ لگے ہین - مولانا روم اور حکیم سنائی اور فریدالدین عطار کے عارفانہ غزلون کو جنمین عشق خدا کیسے پیرایہ رنگین اور جذبہ انگیز الفاظ مین نظم کیا ہے کہ تمام کائنات و موجودات ادنے و اعلی اوسکے عشق کا دم بھرتے ہین صوفی لوگ قرآن مجید کے نظر احترام سے دیکھتے ہین بلکہ بعض اوقات کلام اللہ کے برابر اوس معرفت آمیز کلام کا احترام کرتے ہین -

تصوف اہل اسلام اور نصاری دونون مین موجود ہے - مگر اس مسلک سے نتائج عملی اکثر خراب پیدا ہوے ہین - نفوس کاملہ مین تصوف فلسفہ اشراقیہ کی لطیف و پاکیزہ پیرایہ مین ظاہر ہوتا ہی مگر عوام الناس تصوف کی جوش مین آکر غوامض و اسرار [illegible] تعلق انسان اوسکے ساتھ رکھتا ہے اوسمین غور و فکر

کرتے کرتے اپنی دماغ کو خراب و پریشان کر دیتے ہین - اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ ہر ایک

جاہل عامی کندہ ناتراش علم حقیقی کو حقیر سمجھکر سچے فلسفہ اور اوسکے مفید شعبون کو ترک

کر دیتا ہے اور گوشہ تصوف مین پناہ لیکر اپنے تئین خواہ مخواہ اہل معرفت[۵۱] بنا لیتا ہی

چنانچہ خود امام غزالی کے زمانہ مین یہی کیفیت تہی کیونکہ وہ شکایت کرتے ہین کہ اہل باطن

کی کساد بازاری اسقدر ہے کہ کسان لوگ اپنی کہیتی باڑی کو چہوڑ کر اہل اللہی اور

عرفان کے مدعی ہوے ہین - اہل اسلام اور نصاری دونون مین عوام الناس کے تصوف

پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ چونکہ تصوف فی نفسہ کوئی دین نہین ہی لہذا جہان

یہ مسلک جاری ہوتا ہے عوام الناس کے ایمان کو ضعیف کر دیتا ہے - اور

اخلاق کی اصل و بنیاد کو کمزور[۵۲] کر دیتا ہے بلکہ وہ کیفیت پیدا کرتا ہی جو ہندوستان مین

ہر روز ہندو بیراگیون اور جوگیون کے دکھائی دیتے ہین -

مگر اعلی درجہ کے فلسفۂ اشراقیہ سے جو فوائد عظیمہ حاصل ہوے ہین اونسے چشم پوشی

نہین ہو سکتی - شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا اور ابو الفلاسفہ ابو الرشد اندلسی کے

فلسفہ اشراقیہ کی برکت سے یورپ مین وجود باری تعالی کا اعتقاد اسقدر شایع ہوا ہی کہ

اونکے بعد جو حکماء گذرے ہین اونکے قیاسات و تخیلات سے کبہی نہین ہوا - یورپ کے

عیسائی سلطنتون مین جو تصوف کا جوش اور روحانیت کا غلبہ ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ

احکام کلیسا جنسے شدید و غلیظ مادہ پرستی ٹپکتی تہی اور وہ اعتقادات فاسد اور وساوس

شیطانی جنکے شکنجہ مین عیسائی لوگ جکڑے ہوے تہے سب دفع ہو گئے - یہ کسکا طفیل سے ہوا

یا اوس تاثیر کی برکت سی ہوا جو اہل اسلام کے تصوف اور حقانیت نے اہل یورپ[۵۳] کے

---

۵۱ دیباچہ تذکرہ مشائخ صوفیہ صفحہ ۱۸، ۱۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۲ مالکم صاحب کی تاریخ فارس جلد ۲ - باب ۲۲ صفحہ ۳۸۳ - اور

گوبنو صاحب کی تاریخ فلسفہ وسط ایشیا صفحہ ۷۰، ۷۱ - ملاحظہ ہو - صوفیون کے اعتقادات کی تفصیل تاریخ ابن خلدون جزو ۳ صفحہ ۹ مین

نفوس پر کر تے تھے - یورپ کی علیسائیون کے مذہب کو فلسفۂ افلاطونی سے قطع نظر کرکے
دیکھیئے جو حضرت علیسٰی کے بعد پانسو برس تک اوسمین خوب کوٹ کوٹ کر بہر دیا گیا تہا تو اوس
مذہب کو بالکل مادی پائیگا روحانیت اوسمین بطلق نہ دیکھیگا - اوس دین کی صفت یہ ہی
کہ اوسکی روسے باری تعالی کو اوصاف بشری سے معرا کرکے دیکھیئے تو کوئی چیز نہین باقی
رہتی - بلکہ اوس دین مین خدا بشریت مین بالکل ڈوبا ہوا ہی - چنانچہ لیکی صاحب مورخ نے
جو یورپ کے معقول پسند مذہب کی تاریخ لکھی ہے اوسکی جلد ا - صفحہ ۳۴۷ مین فرماتے
ہین کہ "وہ ابوالرشد اور پیروان ابوالرشد نے جو تصوف اور فلسفۂ اشراقیہ مین کتابین تصنیف
کی تہین اونہین کی برکت سے یورپ مین وہ پرانے اعتقادات جو حکماے یونان بار یعالی
کی نسبت رکھتے تھے دوبارا زندہ ہوگئے اور اونھین کیوجہ سے لوگون کو اسکی فکر پیدا ہوئی
کہ عالم مادیات اور عالم ارواح مین باہم کیا تعلق ہے - یعنی مادیات مجردات سے
کیا نسبت رکھتے ہین - یہ اعتقاد کہ ایک روح ہے جو تمام موجودات مین ساری ہی - جو پتہر مین سوتی
ہے - حیوان مین خواب دیکھتی ہے - انسان مین جاگتی ہے - اور یہ اعتقاد کہ وہ پوشیدہ مبداء
حیات جو مادہ سی مختلف صورتین پیدا کرتا ہی صرف ایک جلوہ ہی اوس خدا کا جو اون سب صورتون
مین موجود ہے"[1] علیسائیون مین دوبارا جاری ہوا تو کس صورت سی ہوا کہ ایک خفیف
سا سایہ اوس تصوف حقیقی کا باقی رہگیا جو اسلام کی رگ وپے مین ساری ہی -

[1] ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہی - شعر جان عالم گو بمیت گر ربط جان دانم بہ تن + در دل ہر ذرہ ہم پنہان
وہم پیدا استی + یہ شعر ابو القاسم خراسانی کا ہے اور آتش کدہ صفحہ ۲۰۸ - مین لکھا ہی - ۱۲ - مؤلف

حاشیہ ا - متعلقہ باب ۱۷

صدہا احادیث فضیلت علم اور علماء مین خود آنحضرت اور حضرت علیؑ سے وارد ہوے ہین جنسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ
حضرات علم اور اہل علم کے کسقدر قدر فرماتے تہے - یہ سب احادیث باسناد معتبرہ صحیح بخاری مین (جسکی شرح قسطلانی نے
جلد ا صفحہ ۱۹۶ - مین لکھی ہی) - اور جامع ترمذی صفحہ ۳۲۶ - مین - اور کتاب المستطرف باب ۴ مین (جو ایک نایاب کتاب

حکمت عملی مین ہے) اور مشکات وغیرہ مین لکھے ہین مستطرف باب ۴ مین فضائل علم سب سے زیادہ شرح وبسط کے
ساتھ بیان کیے ہین - تاریخ الحکماء مین جسکا مصنف شمس الدین محمد سہروردی ہے اور جسکا ترجمہ عربی سے
فارسی مین حضرت جلال الدین اکبر کے عہد مین ہوا تھا نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہو کہ خود آنحضرت صلعم نے
لفظ پیغمبر کے کیا معنی فرمائے ہین اور علم کا احترام آپ کسقدر فرماتے تھے - جب عمرو ابن العاص مصر سے پھر آیا
تو آنحضرت صلعم نے اوس سے پوچھا کہ کیا کیا عجائب وغرائب تو نے دیکھے - عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ جس بات کو
دیکھکر مجھے سخت تعجب ہوا وہ یہ ہو کہ مین نے دیکھا کہ صدہا آدمی ایک مقام پر چلے جاتے ہین جہان ایک شخص کی کتابین
پڑھی جاتی تھین جسکا نام اون لوگون نے ارسطاطالیس بیان کیا - آنحضرت نے فرمایا کہ مین نے سُنا ہے
کہ ارسطاطالیس ایک پیغمبر تھا پھر فرمایا کہ واللہ اعلم بالصواب ایک اور حدیث مین جو معاذ ابن جبل سے
منقول ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ تم علم سکھاؤ کیونکہ جو علم سکھاتا ہو وہ خدا سے ڈرتا ہو اور جو علم کا ذکر کرتا ہو
وہ حمد خدا بجالاتا ہو - جو علم پر بحث کرتا ہے وہ خدا کی راہ مین جہاد کرتا ہو - جو علم کو طلب کرتا ہے وہ خدا کی
عبادت کرتا ہو - جو اوسکو شایع کرتا ہے وہ جہلاء کو زکات دیتا ہے - اور جو علم رکھتا ہے سب اوسکا احترام کرتے
ہین اور اوس سے راضی رہتے ہین - علم سے آدمی حق و باطل اور حرام وحلال مین تمیز کر سکتا ہو - وہ آخرت
کے راہ کو روشن کر دیتا ہے - وہ جنگل بیابان مین ہمارا دوست اور گوشۂ تنہائی مین ہمارا انیس وغمخوار ہے -
سفر مین ہمارا رفیق ہے - راحت مین ہمارا رہنما اور مصیبت مین ہمارا غمگسار ہے - ہمچشمون مین ہماری پایہ
بلند کرتا ہے اور دشمنون سے ہمارا سینہ سپر ہوتا ہے - علم سے بندہ خدا اعلی درجہ کی نیکی کو پہونچ جاتا ہے
اور عالی مرتبہ ہو جاتا ہے - اور اس دنیاے فانی مین بادشاہون کا مصاحب بنجاتا ہو اور دار البقاء مین
راحت ابدی حاصل کرتا ہو - تعلیم وتدریس عبادت خدا کے برابر ہے" (یہ حدیث مستطرف باب ۴ مین
لکھی ہے اور صاحب کشف الظنون نے بہی کسیقدر اختلاف کے ساتھ اسکو نقل کیا ہو) اس حدیث
سے زیادہ کون تقریر علم کی تعریف مین فصیح وبلیغ ہو سکتی ہے - پس کچھ مقام تعجب نہین ہے کہ جبتک یہ
امت مرحومہ اپنے پیغمبر کی بواطن احکام کی مطیع رہے اوسوقت تک اقلیم عقل کی مالک رہے - مشکات
مین جو احادیث فضائل علم مین وہ بہی ملاحظہ ہون ۱۲ - مؤلف

اٹھارہوان باب

اسلام کی سیاستی یعنی ملکی حیثیت کو مخالفین نے بالکل غلط بیان کیا ہو - سیاست
مدن کے اعتبار سے دیکھیے تو اوس چند سال کے عرصہ مین یعنی جبتک شارع اسلام
مدینہ منورہ مین تشریف فرما رہے اسلام نے اوس سے زیادہ فوائد بنی آدم کو بخشے

سے پیروان اشراقیین و مشائین یونان اور خوشہ چینیان فقہا و متقنین روما الکبری نے صدہا برس علم بے عمل مین اوقات ضایع کرکے بخشی تہی - اسلام نے خلق اللہ کو ایک مجموعۂ قوانین بنادیا اور سلطنت کا ایک آئین اور ضابطہ مقرر کردیا اور احکام دین کے ذریعے سے اوسکو جاری اور نافذ کیا - اوسنے ٹیکس کو محدود کردیا - اور سب بندگان خدا کو قانون شرع کے نظر مین برابر کردیا اور سلف گورنمنٹ یعنی اپنے اوپر خود حکومت کرنے کے اصول کو مقدس بنادیا - اوسنے حکام اور عمال کو شرع کا پابند کرکے اونکی خودسری اور مطلق العنانی کو مٹادیا - اور شرع بہی ایسی جو احکام دینی اور فرائض اخلاقی پر مبنی ہے - چنانچہ ارکھارٹ صاحب مورخ فرماتے ہین کہ " اصول شرع اسلام مین سے ہر ایک اصل کو دیکہئے تو فی نفسہ ایسی عمدہ اور موثر ہے کہ شارع اسلام کی شرف و فضیلت کو قیامت تک کافی ہے اور اون سب اصول کے مجموع سے ایک ایسا نظام سیاست قایم ہوگیا ہے جسکی قوت و متانت کے سامنے اور سب انتظامات سیاست ہیچ ہین - ایک شخص کی حین حیات اور وہ بھی ایسا شخص جو ایک جاہل - وحشی - تنگ مایہ و کم ظرف قوم کے قابو مین تہا وہ شرع اون ممالک مین شایع ہوگئے جو سلطنت قاہرہ روما الکبری سے کہین عظیم و وسیع تہی - جبتک اس شرع مین اسکی اصلی کیفیت باقی رہی اوس وقت تک کوئی چیز اسکا مقابلہ نہ کرسکے " اللہ اللہ - جس ملک مین مسلمان پہونچے اوسکی صورت بدل گئی - اوسکا اور ہی رنگ ہوگیا - بڑے بڑے شہر بنگئے - جہان بدنظمی تہی وہان انتظام ہوگیا -

خلیفۂ اول رض کے قلیل عہد خلافت مین قبایل صحرائی کے سرکوبی اور گوشمالی کر اتنی جہلت نہ ملی کہ اون صوبون کا انتظام کیا جاتا جو رومیون کے لبغض و عناد سے مسلمانون کے ہاتھ لگے تھے - مگر خلیفہ ثانی کے عہد خلافت سے رعایا کی رفاہ و بہبود کا

ارکہارٹ صاحب کی تاریخ انگریزی زبان میں بعنوان اسپرٹ آف ایسٹ جلد اول صفحہ ۲۰ - ملاحظہ ہو - ۱۲ - مولف

... تمدنی اور بیدار مغزی سے ہونے لگا جو خلفائے راشدینؓ کی حکومت
مین یادگار ہے - جنگ قادسیہ جسمین مسلمانون نے فارس کو فتح کرلیا اسکے علاست تھی
کہ خسروان فارس کے مظلوم و مقہور و ستم رسیدہ رعایا نے ظلم و جور سے نجات پائی
یہود کو مجوس (یعنے پیروان زردشت) ہمیشہ قتل و قمع کرتے رہے تھے اور عیسائیون کو
جلا وطن کردیا تھا اور اور ملکون مین نکالدیا تھا - ان دونون قومون نے بھی بقول
گوٹیو صاحب مورخ فرانسیسی کے[51] اوس پیغمبرؐ کے ظل حمایت مین آکر امن و عافیت
پائی جو اونکو مومن جانتا تھا گو اونکے ایمان کو ناقص سمجھتا تھا اور جسنے خدمات جنگ
کے معافی کے معاوضہ مین کچھ خفیف سا جزیہ اونپر باندھ دیا تھا[52] یہانتک کہ
کسان اور چھوٹے چھوٹے زمیندار بھی جنکو حکام جائر نے پامال کردیا تھا اور ملاؤن
نے حقیر و ذلیل بنا دیا تھا مسلمانون کو اپنا نجات دہندہ سمجھکر اونکے آنے سے نہایت
خوش اور مسرور ہوے - سبحان اللہ - کیا برکت تھی رسول عربیؐ کی کہ وہ قومین جو صدہا
برس سے خواب غفلت مین پڑے ہوئی تھین چونک اوٹھین اور وہ قومین جو صدہا
سال کی ذلت و نکبت سے بے حس و ادراک ہو گئی تھین اونکے قالب مردہ مین
دوبارا جان آگئی - الغرض - جہان جہان مسلمان گئے جمہور خلائق اونکو اپنا نجات
دہندہ اور آزاد کنندہ سمجھکر بڑی تعظیم و تواضع سے پیش آئے - اور اگر کہین اونکا
مقابلہ کیا تو علمار اور امرا نے کیا -

مسلمانون کی حالت بعہد خلافت خلفاء راشدینؓ نظر غور سے دیکھی جاے تو صاف
معلوم ہوتا ہی کہ ایک حکومت جمہوری تھی جو ایک محدود و معین مجموعہ قوانین پر مبنی تھی
اور جسکا انتظام منتخب شدہ حکام سے متعلق تھا اور اون حکام کے اختیارات[53] محدود تھے -

---

[51] گوٹیو صاحب کی تاریخ صفحہ ۵۵ - ۱۲ مؤلف [52] السنر صاحب کی تاریخ صفحہ ۹۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

امرا اور اراکین سلطنت پر رائے جمہور حاکم تھی اور ذلیل ترین رعایا بھی اونکو زجر و توبیخ
کر سکتے تھی - چنانچہ خلیفہ ثالث رض کو ہر روز بیت المال کا حساب دینا پڑتا تھا - او خلیفہ رابع
کو معمولی عدالتون مین حاضر ہو کر ایک عیسائی چور کے مقابلہ مین روبکاری کرنی پڑی
قضات کے فیصلجات ناطق اور قطعی ہوتے تھے اور خلفاے راشدین رض یہ قدرت
نہ رکھتے تھے کہ جن لوگون کو حاکم عدالت نے مجرم قرار دیا ہو اونکے گناہ کو معاف کر دین
گو غاصبین خلافت ایسا کرتے تھے - امرا و غربا دونون کے لیے ایک ہی قانون تھا
اور اہل مقدرت اور عجز دونون کا انصاف برابر ہوتا تھا - رئیس المتکلمین امام
فخر الدین رازی کی مشہور و معروف کتاب تاریخ الدول مین جو آنحضرت کے زمانہ کے
سو ہی برس کے بعد تصنیف ہوئی تھی ملاحظہ کیجیے کہ اسلام مین سلاطین کے آداب
و فرائض رعایا و برایا کی نسبت کیا لکھے ہین اور رعایا کی آزادی اور برابری کو ترقی
دینے کی کسقدر تاکید لکھی ہے اور اوسکو حکام وقت کے ظلم و جور سے بچانے کی کیا تدبیر بیان کی ہے
قوانین اسلامیہ اصول عدل و انصاف پر مبنی ہین اور اونکی سادگی اور صحت
مشہور ہے اور شرع مین عسر و حرج اور تکلیف مالا یطاق بندگان الٰہی کے لیے جائز
نہین ہے - یعنی اوس بات کا حکم نہین ہے جو عسیر العمل یا خلاف عقل ہو - چنانچہ
الکنز صاحب مورخ فرماتے ہین کہ "اگر قانون وراثت خلائق کے امن و عافیت اور
رفاہ و بہبود کے لیے ضروری و لابدی ہے تو یہ شرف مسلمانون ہی کے لیے مخصوص ہے
کہ اونکے قوانین اس باب مین سب قوانین سلف سے اعلی و افضل ہین"

---

۱ جبلہ کی ملاقات کا حال خلیفہ ثانی سے تاریخ ابو الفدا جلد ا صفحہ ۲۳۹ مین ملاحظہ ہو - تاریخ کامل ذی پرسول
جلد ۲ صفحہ ۵۰۶ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۲ اس کتاب کا پورا نام یہ ہے کتاب الفخری فی آداب السلاطین
والدول الاسلامیۃ ۱۲ مؤلف ۳ لقولہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا
ما اکتسبت ۱۲ مؤلف ۴ [illegible] ۱۲ مؤلف

جن ملکون مین مسلمانون کا تسلط ہوا وہ فیوڈل سسٹم اور فیوڈل قوانین کے نتائج بد سے محفوظ رہے - قوانین اسلامیہ مین چونکہ مروت و رعایت کو کچھ دخل نہ تھا اور قومیت بھی کوئی چیز نہ تھی لہذا دو بہت بڑے نتیجے اوس سے پیدا ہوے - ایک یہ کہ اراضی اون سنگین محصولون سے سبکدوش ہو گئے جو وحشیانہ اور ظالمانہ قوانین کے بموجب مقرر کیے گئے تھے - دوسرے یہ کہ افراد قوم کے حقوق مین مساوات کلی ہو گئی - چنانچہ السنر صاحب مورخ فرماتے ہین کہ ''اگلے زمانہ کے مسلمانون مین عجب اوصاف حمیدہ جمع تھے کہ سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ قوت وجودت اور ایمانداری اور نیک نیتی کے ساتھ بے طمعی اور بے لوثی اور شرم وحیا کے ساتھ شجاعت وجوانمردی اور زہد وتقوی کے ساتھ حلم ومُروّت جمع تھی'' شرع شریف مین مسکرات مطلقاً حرام کر دیے گئے - جس سے یہ فائدہ ہوا کہ عوام اہل اسلام اون خرابیون اور بداعتدالیون سے محفوظ رہے اور اہل مذاہب کے طرز ومعاشرت مین داخل ہو گئی ہین - اور صدق مقال اور کسب حلال اور احکام شرع کے لحاظ وخیال کو فرض کر دینے سے اسلام نے بندگان خدا کو ظلم وجور سے محفوظ ومامون کر دیا - فقط -

اُنیسوان[19] باب

عبداللہ المامون کو عرب کا اغسطوس[2] قیصر کہنا بجا ہے - ابوالفرج نے اوسکی بابت مین لکھا ہے کہ ''مامون اس سے ناواقف نہ تھا کہ خاصان خدا اور برگزیدگان کبریا وہ لوگ ہین جو اپنے عمرون کو اپنی قوئ عقلی کی ترقی وتہذیب کی کوشش مین بسر کر دیتے ہین اور عقل ودانش کے سکھانے والے سچے ستارے اور حقیقی قانون بنانے والے دنیا کے ہین''

---

[1] یہ ایک خاص انتظام زمینداری زمانہ سلف مین انگلستان مین جاری تھا جسکے بموجب لگان اور مالگذاری اراضی کے عوض مین زمیندار اپنی رعایا سے اور بادشاہ وقت زمیندار سے فوجی خدمات لیتا تھا یعنے خراج دینے کے بدلے رعایا کو تعلقدار ان کیطرف سے اور تعلقدارون کو بادشاہ وقت کیطرف سے میدان جنگ مین لڑنا پڑتا تھا - ۱۲ - مترجم [2] یہ قیصر روم تھا الکری ۴۲

[illegible] بعد چند روز [illegible] پادشاہ ایسے ہوئے جنہون نے اون کارہا
عظیم کو جنکی ابتدا مامون نے کی تہی جاری رکہنا باعث اپنے فخر و مباہات کا سمجہا
مامون اور اوسکے جانشینون کے عہد سلطنت مین علماء بغداد کو خصوصًا بلکہ تمام اہل بغداد
کو عمومًا علوم عقلیہ کا ایسا ذوق و شوق پیدا ہوا کہ کبھی نہ ہوا تہا۔ طریقۂ استخراجیہ
یعنے وہ طریقہ جس سے معلومات سے استدلال اور استنباط مجہول کا کیا جاتا ہے
اور جسکو بڑے فخر و مباہات سے اس زمانہ کے اہل یورپ کا اختراع بلکہ اونکا ملک
شخصی قرار دیدیا ہے مسلمانون کو بہی خوب معلوم تہا۔ جیسا سیڈلاٹ صاحب مورخ
فرانسیسی اپنی تاریخ فلسفۂ عرب صفحہ ۴۴۳ مین فرماتے ہین کہ "معلوم سے مجہول کا
استنباط کرکے علماے بغداد نے ٹہیک ٹہیک اصلی کیفیت کائنات عالم کون و فساد
کی دریافت کرلی اور اثر سے موثر اور سبب سے مسبب اور معلول سے علت کو پہچان
لیا۔ اور صرف وہی امور تسلیم کیے جو تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوے مسلمان
استادون نے اہل یورپ کو ایسے اصول سکہلائے تہے" پہر یہی مورخ فرماتے ہین کہ
"نوین صدی عیسوی مین عرب ہی کے پاس وہ مثمر و موثر طریقہ استدلال اور استخراج
نتائج کا تہا جو مدتہاے مدید کے بعد اس زمانہ کے حکماء کے ہاتھ آیا ہے اور اوسی طریقہ
سے اونہون نے عمدہ عمدہ مسائل علمیہ کا استخراج کیا ہے"
قریب اس زمانہ کے جو علماء حکماے اسلام گذرے اور جنکے کمال علمی کی کوئی
کوئی علامت ترقی و تہذیب کی تاریخ مین ابتک موجود ہے اگر اونکا شمار کیا جاے
تو کئی جلدین تصنیف کرنی پڑین۔ اس مقام پر صرف مختصر کیفیت اون علوم
عقلیہ اور مسائل حکمیہ کے لکہے جاتی ہے جنکو مسلمانون نے اختراع کیا علم ہیئت مین
پسران موسی ابن شاکر نے ہارون الرشید اور مامون الرشید کے عہد مین آفتاب اور

سیارات کے حرکات سے متعلق وہ امور تحقیق کیئے جو صحت وواقعیت کی اعتبار سے اون
اختراعات سے کم نہین ہین جو اونکے بعد اس زمانہ کے حکماے یورپ نے کیے ہین جو
لات رصدی ان حضرات کو میسّر آئے اونکے لحاظ سے کہا جاتا ہی کہ اونھون نے دائرۂ
معدّل النہار کا منحنی ہونا اور ماہتاب کے ارتفعات کے اختلافات کس صحت
اور حذاقت کے ساتھ ثابت کیئے ہین کہ گویا اعجاز کیا ہے - یونانی کبھی اس مسئلہ کو
نہ سمجھے تھے کہ قواعد علم ریاضی مساحت سطوح مین کیونکر جاری ہو سکتے ہین معتضد
باللہ کے عہد مین پہلے مسلمانون ہی نے جبر ومقابلہ کے قواعد ہندسہ یعنے اشکال
اقلیدس مین جاری کیئے اونہین نے اعتدال ربیعی اور اعتدال خریفی کے تقدم و
تاخّر کو اور آفتاب کی منتہی بعد کو زمین سے (جو یونانیون کو بالکل نہ معلوم تھا -)
اور دائرہ معدّلُ النہار کے منحنی ہونے کو اور اسی قسم کے اور امور متعلقہ علم ہئیت
کو بڑی صحت کے ساتھ مشاہدہ اور مشخص کیا - جس زمانہ مین محمد ابن جابر البطنی ہوا
اوس زمانہ مین مسلمانون نے قدمار کے بے قاعدہ علم ہیئت سے ایک باقاعدہ اور
با اصول علم بنا لیا[2] - بیلی صاحب نے لکھا ہی کہ مسلمانون مین صرف البطنی ایک علم جلیل القدر
علم ہیئت کا گذرا ہے - مگر البطنی نے صرف اتنا کیا کہ اوسکے پیشتر کے محققین نے جو
مسائل ہیئت اختراع کیئے تھے اوسنے ایک حیثیت خاص سے اونکو مرتب کر دیا - تاہم
تاریخ علوم ریاضیہ مین اسلئے مشہور ہے کہ مسائل علم ہیئت اور علم مثلث کے استخراج کی نئی نئی قاعدے
اوسنے اختراع کیئے - علم وفضل کا ذوق وشوق جو خلفاے عباسیہ اور خلفاء فاطمیہ کو تھا
وہی اون بادشاہان اسلام کو بھی ہوا جو اونکے بعد گذرے - ماوراء النہر مین سلاطین
سامانیہ اور فارس مین بادشاہان صفویہ اور غزنی مین ملوک غزنویہ سبب ترقی علم اور سرپرستی

[1] ابو الحسن صباح ابن قرہ وہ شخص ہی جسنے پہلے اس علم کو اختراع کیا - اوسنے ۲۸۸ ہجری مین وفات کی مخزن العلوم صفحہ ۲۶

[2] ملاحظہ ہو مصنفہ مسٹر ڈریپر صاحب کی تاریخ ترقی علوم عقلیہ یورپ جلد ۲ صفحہ ۲۶ - ۱۵ - مین قدماء اہل اسلام کی ترقی علوم عقلیہ کی کیفیت ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

اہل علم مین رقیبانہ گوشہ نشین کر لے۔ سلاطین سلجوقیہ مین طغرل اور الپ ارسلان
اور سنجر اور ملک شاہ نہ صرف اسلیے مشہور ہین کہ عظمت و سطوت شاہانہ رکھتے تھے اور
اپنی رعایا کے رفاہ و بہبود کی باتون کو خوب سمجھتے تھے بلکہ اسواسطے بھی مشہور ہین کہ بڑے
عالی دماغ اور ذی شعور تھے اور علوم و فنون کا بے انتہا ذوق و شوق رکھتے تھے۔
جنگیز خان ہلاکو کے فوج ایشیا کی ممالک اسلامیہ کو سیلاب کی مانند بہالے گئے
اور جہان جہان وہ فوج گئی سبکو تہس نہس کر دیا۔ مگر جو مین اون وحشیون نے دین اسلام
اختیار کیا اونکا رنگ ہی بدل گیا۔ پہلے تو وہ مخربان علوم و دار العلوم تھے اب بانیان
مدارس اور سرپرستان اہل علم بنگئے۔ سلطان خدا بندہ جسکا ترکی نام الجیتو قاآن تھا
اور جو جنگیز خان کی چھٹی پشت سے تھا علم و فضل اور سرپرستی اہل کمال کے لیے مشہور
تھا۔ بلکہ ہلاکو قاآن نے جو جنگیز خان کا پوتا اور بغداد کا غارت کنندہ تھا زبدۃ الحکما
والمنجمین خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کی حفاظت و حمایت کی۔
سلاطین بیاضیہ کے عہد مین ابو الوفا گذرا جسنے علم مثلثہ مین خط قاطع اور
خط مماس کا استعمال جاری کیا مگر بقول سیڈلاٹ صاحب مورخ کے وہ اس حکیم نے
صرف اتنا ہی نہین کیا۔ بلکہ نظام قمری بطلیموسی کو ناقص سمجھکر اوسنے قدیم مشاہدات
رصدی کی تصدیق کی اور تیسرا اختلاف اوسنے ماہتاب مین پیدا کیا اور اوسی اختلاف
کو چھ سے برس کے بعد یورپ مین ٹائیگو براہی نے ظاہر کیا۔
فاتح ہند سلطان محمود غزنوی اور اوسکے جانشینون کے عہد دولت مین ابوریحان
بیرونی ایک بہت بڑا حکیم فلسفی اور ریاضی دان اور جغرافیہ دان گذرا۔ اور ملک الشعرا
فردوسی طوسی اور دقیقی اور عنصری اور سنائی یہ سب شاعر اونہین کے عہد مین گذرے
اس عرصہ مین جو راہ و رسم سلطنت اسلامیہ غزنی اور ممالک ہندوستان مین پیدا ہوا اوسکا

[illegible] ۲۵ ۔ ۱۴ ۔ [illegible]

باعث سے مسلمانون نے اپنی اختراعات علمی مین ہنود کے علوم بہی شریک کر لیے جو اوسوقت تک کسی دوسری قوم اور غیر ملک مین نہ جانے پائی تہی

سلاطین سلجوقیہ کے زمانہ مین علی الخصوص ملک شاہ اور سلطان سنجر کے عہد دولت مین بعض اعاظم حکماے اسلام گذرے۔ جو مشاہدات رصدی ملک شاہ کے عہد مین ہوے تہے اونہین کے روسے ۱۰۷۹ء مین تقویم مین اصلاح ہوئی اور اس سے چہ سَو برس کے بعد پوپ گرگری نے تقویم یورپ مین اصلاح[1] کی۔ شاعر و منجم عمر خیام جسکے دیوان کا ترجمہ اب زبان فرانسیسی اور زبان انگریزی مین ہوا ہے اور شاعر انوری سلطان سنجر کے عہد مین ہوے چنگیز خان کے بعد جو پادشاہان اسلام ہوے اونہین کے عہد دولت مین علم کی روشنی تمام ممالک مشرقی مین پہیل گئی بلکہ چین تک پہونچ گئی ابن یونس منجم کے زیج کا ترجمہ ۱۲۸۰ء مین چینیون نے کیا۔ پس علم نجوم جسکو اہل چین کی قدیم تہذیب و شائستگی کی طرف منسوب کیا ہے مسلمانون ہی سے اونہون نے اخذ کیا تھا۔

مسلمانون نے صرف علم ہیئت ہی مین ترقی اور اصلاح نہین کی بلکہ ہر ایک شعبہ علوم ریاضیہ مین اونکی ذہانت و طباعی کے آثار و علامات موجود ہین۔ یونانیون کو جبر و مقابلہ کا موجد کہا ہے مگر بقول اسمتہ[2] صاحب مورخ کے یونانیون مین جبر و مقابلہ صرف ایک کہیل کے طور پر جاری تہا مسلمانون نے اس علم سے مفید نتائج نکالے اور عمدہ عمدہ کامون مین اسکو صرف کر کے اسکی قدر و منزلت ایسی بڑہائی کہ یونانیون کو کبہی خواب مین بہی معلوم ہوئی تہی۔ مامون الرشید کے عہد مین حکماے اسلام نے دوسرے درجہ کی معادلہ البسیطہ کے حل کرنے کا طریقہ اختراع کیا اور اوسکی تہوڑے عرصہ کے بعد معادلات مرکبہ کا مسئلہ بہی اختراع کیا۔ علوم طبعیات کا بہی اسیقدر ذوق و شوق مسلمانون کو رہا۔ جلیل ترین حکماے اسلام نے

[1] کہتے ہین کہ اصلاح یافتہ تقویم فارسی کے بموجب دس ہزار برس مین صرف دو روز کا فرق پڑتا ہے مگر جو تقویم پوپ گرگری نے مقرر کی ہے اوسکی روسے تین روز کی غلطی پڑتی ہے ۱۲ – مؤلف

[2] اسمتہ صاحب کی تاریخ صفحہ ۲۰۵ – ملاحظہ ہو ۱۲ – مؤلف

اپنے قوی عقلیہ کو علم کیمیا - علم نباتات - علم الارض - علم دولت - علم فلاحت - اور علم حیوانات
مین صرف کیا - البتہ مسلمان اسی کے مستحق ہین کہ اس زمانہ کے لوگ اونکا شکریہ ادا کرین کہ
یونانیون کے علم محض کے بدلے تجربہ اور عمل اونہین نے علوم ریاضیہ مین جاری کیا -
اسمین کچھ قال و قیل کی جگہ نہین ہے کہ علم کیمیا مسلمانون ہی نے اختراع کیا تھا
ابو موسی جعفر کوفی (جسکو عیسائی مورخون نے گبر لکھا ہے) علم کیمیا کا موجد تھا - چنانچہ
ڈریپر صاحب مورخ اپنی تاریخ جلد ۱ - صفحہ ۲۹۸ - مین اس حکیم کے باب مین فرماتے ہین
کہ "اوسکا نام اسوجہ سے تاریخ علم کیمیا مین یادگار ہے کہ اوسنے اس علم مین وہ کارنمایان
کیا جو اس زمانہ مین ڈاکٹر پریسٹلی صاحب اور ڈاکٹر لوازیر صاحب نے کیا ہے"
علم تشریح اور فن دواسازی مین بھی مسلمان سب قدماء پر گوئی سبقت لیگئے - اور
ان شعبہاے علم کو باقاعدہ علوم بنا دیا - علم نباتات کو اونہون نے اوس سے بہت زیادہ
ترقی دی جس حالت مین دسقوریوس حکیم یونانی اس علم کو چھوڑ گیا تھا - اور یونانیون
کے جو قرابادین ادویہ نباتیہ کی بنائی تھے اوسمین دو ہزار جدید نباتات شامل کیے
قرطبہ - بغداد - قاہرہ - اور فیض مین عمدہ عمدہ باغات تعلیم کے لیے بنائے جنمین بڑے
علماء و حکماء درس دیا کرتے تھے -

مسلمانون مین الدمیری نے ایسی عمدہ تاریخ حیوانات تصنیف کی کہ سات سو برس کے
بڑے محقق اس علم کے لنن صاحب ہوے اونکو بھی ایسی تاریخ لکھنی نہین نصیب ہوئی -
جیالوجی جسکے اختراع کے مدعی اہل یورپ ہین مسلمانون مین علم تشریح الارض کے
نام سے جاری تھا - مگر علم فلاحت کو مسلمانون نے سب علوم سے زیادہ ترقی دی -
یورپ کے ایک مورخ کا قول ہے کہ وہ مسلمانون کے زمانہ مین کسی مہذب و شائستہ قوم

پاس ایسی عمدہ اور ایسی مکمل قواعد علم فلاحت نہ تھی جیسے اونکے پاس تھی [۱] علم معدنیات مین بہی کوئی قوم مسلمانون پر کوئی سبقت نہین لیگئی - اس زمانہ کے عمدہ ترین صنائع بہی طولیدو اور دمشق اور غرناطہ کی تلوارون کے سامنے ہیچ ہین [۲] - سکون کا علم بہی سوا مسلمانون کے کسیکو نہ معلوم تہا اور اس علم مین مقرظی کی کتاب ہر زمانہ کے محققین کے لیے ایک ہدایت نامہ رہی ہی [۳] - فن عمارت مین مسلمانون کی فضیلت بیان کرنا فضول ہی اور علم دولت مین جو ترقیان اونہون نے کین وہ بہی اسقدر مشہور ہین کہ اونکو بیان کرنا تحصیل حاصل ہے - فنون لطیفہ [۴] مین سے صرف فن سنگ تراشی اور فن نقاشی مین مسلمان خام رہگئے لہذا عیسائی مورخون کو اونکے طعن مین اپنی طلاقت لسان اور فصاحت بیان کے اظہار کا موقع ملا ہی - ان فنون مین اونکی خام رہجانے کیوجہ یہ لکھی ہے کہ تصویرات حجری و عکسی وغیرہ بنانا احکام قرآنی کے بموجب حرام ہے حالانکہ احکام قرآنی کی روسے بہی یہ فعل حرام ہے - یہ الزام عیسائیون نے اہل اسلام کو اسوجہ سے دیا ہی کہ تحریم تصویر سازی کے حکم شرعی کی حقیقت سے وہ محض ناواقف ہین اور نہ یہ جانتے ہین کہ کن وجوہ سے یہ فعل حرام کردیا گیا - غالباً قدمائے اہل اسلام جو بت شکنی مین مشہور تھے تصاویر حجری وغیرہ بنانے کو شرک و بت پرستی کا باعث سمجھکر اس فعل کو قبیح جانتے تھے یہ راے ہماری صحیح ہے اور اسکی صحت پر تاریخ گواہ ہے - البتہ مسلمانون کی اس حکمت نے اونکو دیگر اہل مذاہب و ادیان کے انجام بد سے بچالیا جو جام شرک و بت پرستی کا دُرد تک پی گئے اور دنیا مین اونکو موحدین کے لقب سے نیکنام کیا - مگرچہ

---

[۱] کرٹس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ - اور کتاب الزراعت ابوزکریا کشف الظنون مین ملاحظہ ہو ۱۲

[۲] طلیدو ایک مشہور شہر اسپین یعنی اندلس مین ہے - دمشق شامات کا دارالخلافت ہی - اور غرناطہ ایک نامی دارالسلطنت

سلاطین اندلس ہی تہا ۱۲ - [۳] ڈی سیسی صاحب نے مقرظی کی دو کتابین فرانسیسی زبان مین ترجمہ کی ہین - ایک کتاب [illegible]

مسلمانون کو دشمنان پر دغانی حملون سے امان ملی اور جو ہین اونہون نے علوم وفنون کی ترقی مین اپنی ہمت صرف کی اوسیوقت اونکو اس فعل کی ممانعت شرعی کی مصلحت معلوم ہوگئی- یعنے وہ خوب سمجھہ گئے کہ یہ ممانعت خاص اسوجہ سے کی گئی تہی کہ پرستش کیلئے مورتین اور تصویرین نہ بنائی جائین- یہی وجہ ہوئی کہ علوم وفنون کی ترقی کے ساتھہ تمام ممالک اسلامیہ مین تصویرسازی اور نقاشی کا شوق بہی پیدا ہوا- اور ایشیا اور یورپ دونو مین خلفاء اور سلاطین اور امراکے مکانات عالی شان ہمیشہ تصویرات حجری وقلمی سے مزین وآراستہ کیے جاتے تھے- چنانچہ الف لیلہ مین مسلمانون کا طرز معاشرت اور اونکے آداب واخلاق بعہد خلفاے عباسیہ سچ بے کم وکاست لکہدیے ہین اور اوسی کتاب مین یہ بہی لکہا ہے کہ ہارون الرشید نے اپنے خاص محلسراکے کمرون کو انواع واقسام کی تصویرون سے سجا تہا- علی ہذا القیاس مامون الرشید اور اوسکے بعد کے خلفاء اور سلاطین بویہ وصفویہ کا ذوق وشوق نقاشی وتصویرسازی سے مشہور ومعروف ہی- الغرض- اسلام فنون لطیفہ کی ترقی کا مانع نہین ہے- البتہ مساجد کو جاندار چیزون کی تصویرون سے سجنا حرام ہے-

علم ادب مین بہی مسلمانون نے ایسی ہی کارنمایان کیے جیسے اور علوم مین کیے تھے- علم معانی وبیان مین- علم الالسنہ مین- فن شعر مین- علم تاریخ مین- فن افسانہ نویسی مین اکثر کتابین اہل اسلام کی زبانون مین علی الخصوص زبان عربی مین ایسے موجود ہین جنسے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اعلی مدارج کمال عقلی پر فائز تھے-

فصاحت وبلاغت مین تو یونانی بہی عرب پر گوی سبقت نہین لیگئے- اور علم معانی[1] وبیان کے قواعد کو اونہون نے ایسا مرتب ومنضبط کر دیا کہ کسی قوم نے نہین کیا-

[1] اس علم مین دو بہت بڑی کتابین زبان عربی مین موجود ہین- (۱) تلخیص المفتاح قزوینی اور اوسکی شرح علامہ تفتازانی نے لکھی ہی (۲) مدارج البلاغت مولانا شمس الدین ۱۲ مرتب

قبائل عرب کے باہمی نفاق اور حسد کیوجہ سے اونکے محاورات مین اختلاف تو باقی رہا
مگر ایک وسیع قومی زبان اونکی پیدا ہوگئی جو حجاز مین بولی جاتی ہے- اور ہر سال مقام عقدہ
مین تمام قبائل عرب کے جمع ہونے سے اور شعرای عرب کی باہمی مباحثون اور مشاعرون سے
زبان عربی ایک باقاعدہ اور لطیف و سلیس زبان ہوگئی- مگر بقول ایک مورخ جرمنی کے کہ
"عربی زبان کو جس چیز نے ایک باقاعدہ اور مضبوط بنیاد پر قائم کردیا اور باقی رکھا وہ قرآن مجید
ہے- اور یہ وہ کتاب ہے جسکی برکت سے عرب نے اتنے ملک کو فتح کرلیا جو اسکندر اعظم کی مملکت
سے عظیم تر اور سلطنت قاہرۂ رومتہ الکبریٰ سے وسیع تر تھا- اور جن ممالک کو اسکندر اعظم
اور رومیون نے صدہا برس مین فتح کیا تھا اونکو عرب نے دس بارہ برس مین مُسخّر کرلیا-
اور یہ وہ کتاب ہے جسکی برکت سے تمام اولاد سام ابن نوح مین سے صرف عرب نے یورپ مین آکر
سلطنت کی جہان اہل فنیسیہ سوداگر بنکر اور یہود سفر ور اور مسافر بنکر رہے تھے اور یورپ مین
سلطنت کی تو کیونکر کی کہ علم کا چراغ روشن کرکے تمام دنیا کو دکھا دیا- اور جس زمانہ مین ظلمت جہالت
تمام یورپ پر چھائی ہوئی تھی اوس زمانہ مین عرب ہی نے یونان کی علم و حکمت کو دوبارہ زندہ
کیا اور فلسفہ و طب و ہیئت اور شعر و سخن ایشیا و یورپ دونو اقلیمون کو سکھایا اور اندلس کو گہوارۂ
علوم جدیدہ بناکر غرناطہ دار العلوم کے زوال و بربادی پر آیندہ کی نسلون کو خون کے آنسو رولایا۔
وہ قرآن کی حقیقت کیا بیان کیجائے کہ وہ کیسی کتاب ہے- اور اوسمین سادگی کے ساتھ کسقدر بلند پروازی
کی ہے اور اوسکی عبارت کیسی فصیح و بلیغ ہے اور مضامین کیسے عالی و لطیف و پاکیزہ ہین اور کیسے عمدہ
استعارات سے مملو ہے اور کیسے کیسے مضامین آبدار صاعقہ دار چمک رہے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ ایک
ناصح امین نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی اسرار و غوامض حکمت الٰہی بیان کر رہا ہے اور
ایک ستم رسیدہ محبت وطن کس جوش و خروش اور ولولہ و طنطنہ سے اپنی قوم کی بداعمالی اور ذلت

لہ واضح ہو کہ یہ کلام کسی مسلمان کا نہین ہے- بلکہ یہ ایک نہایت جلیل القدر عالم یورپ دوش صاحب کی تقریر ہے اور ماخبار
کنٹمپریری ریویو نمبر ۲۵۲ - صفحہ ۳۲۳ - جلد ۱۲ - نومبر

وخواری پر زجر و توبیخ کر رہا ہے اور ان سب امور کے ساتھ خداوند عالم و عالمیان ایک عبد صالح
کے ذریعہ سے اون اصول حقہ کو جنپر کل عالم اخلاق کا دارومدار ہے کیونکر ظاہر کر رہا ہی -
اور جو رعب و ہیبت احکام قرآنی کو سنکر اوس زمانہ کے بڑے بڑے شعرائے عظام کے
دل پر طاری ہوتا تھا اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ اس کلام پاک کی کیسی قوی تاثیر اوس
قوم پر ہوئی تہی - گو قرآن مجید کی آیات اسوجہ سے متفرق اور پریشان معلوم ہوتی ہین
کہ مختلف اوقات مین نازل ہوئی اور اون ساعات مین نازل ہوئی جبکہ کفار طرح طرح
کی ایذائین اور صدمے آنحضرتؐ کو پہونچا رہے تھے یا جب آپؐ میدان کارزار مین مصروف
جہاد تھے یا صرف مقاصد علمی کے لیے نازل ہوئی تھی تاہم قرآن مجید مین ایک قوت اور متانت
اور ایک جوش و ولولہ ایسا پایا جاتا ہی جس سے صاف اس آیہ وافی ہدایہ کی تصدیق ہوتی
ہے - وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ یا جیسا کہ ایک فارسی شاعر کیا خوب
کہا ہی کہ شعر - در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند + ہرچہ استاد ازل گفت ہمان میگویم +
اس زمانہ مین اہل یورپ کو یہ عادت پڑ گئی ہے کہ قرآن مجید کا استخفاف و استہجان کرتے
ہین اور فصاحت بیان اور عالی مضمونی کے اعتبار سے اوسکو ادنی یونانی اور لاطینی
کتابون سے بہی کم سمجھتے ہین - اس مقام پر ہم دوش صاحب مورخ کا کلام بجنسہ نقل کرتے
ہین تاکہ ہمارے یہ رای تعصب مذہبی پر نہ محمول کیجاے - وہ فرماتے ہین کہ "وہ کلمات
رنج و راحت اور عشق و محبت اور ہمت و شجاعت اور غیظ و غضب جنکی کچھ حقیقت اصلی اینی
اب ہمارے کان مین آتی ہین پیغمبر اسلام کے زمانہ مین بہت پر معنی اور پر تاثیر کلمات تہے - اور اونہین کو
افصح الفصحاء اور ابلغ البلغاء سے صرف برابری نہین کرنی پڑی بلکہ اونپر فوق لیجانا پڑا - اور

لہ لبید جو اون شعرائے عظام مین سے تہا جنکی سبعہ معلقہ محراب کعبہ مین آویزان تہی صرف قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا
قائل ہو کر ایمان لایا - اوسکا قصہ یہ ہی کہ لبید نے ایک بہت عمدہ قصیدہ کہکے کعبہ مین لٹکا دیا تہا - دوسرے روز صبح کو اوسنے
دیکھا کہ چند آیات سورہ بقر کی اوس قصیدہ کے برابر لٹکے ہوئے ہین - جو ہین ان آیات کو اوسنے پڑھا بے ساختہ چلا اٹھا کہ خدا اور
اوس شخص کے سوائے جسپر وحی نازل ہوتی ہو ایسا کلام بشر نہین کر سکتا - اور فوراً آنحضرتؐ کی خدمت باسعادت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا ۱۲ - مؤلف

جو کچھ آپ فرماتے تھے اوسکی فصاحت وبلاغت کو اپنی دعوی رسالت کی دلیل گردانا پڑا —
آپ کے پیشتر کے شعرائے عاشقانہ اشعار بہت کہے تھے۔ چنانچہ انتر نے جسکے عشق کا حال
ایک بہت مشہور داستان مین لکھا ہی اور امراء القیس نے جسکو آنحضرت نے پیشوائے شعرائے
عرب مگر رہنمائے اہل جہنم فرمایا ہے نہایت عالی اور آبدار مضامین عشقیہ نظم کیے اور شراب
کباب اور معشوقان ماہ وش وسیمین تن کے تعریف مین فصاحت وبلاغت کے در بہا دیے —
مگر آنحضرت نے عاشقانہ مضامین نہین نظم کیے۔ نہ کوئی عاشقانہ غزل کہی۔ نہ اس دنیائے
فانی کے رنج وراحت۔ نہ عرب کی شمشیر آبدار وشتر بے مہار۔ نہ عرب کے رشک وحسد اور
خواہش انتقام۔ نہ کسی قوم وقبیلہ کے آباء واجداد کی شجاعت وجوانمردی۔ نظم کی۔ نہ کوئی
ایسا مضمون فرمایا جس سے معلوم ہو کہ آپ کے نزدیک وجود بشر کی کوئی حقیقت ہی نہین ہی
اور انسان کے لیے فنائے محض ومطلق ہے۔ الغرض آپ نے لوگون کو شعر وسخن نہین سکہایا
بلکہ اسلام سکہایا۔ اور کیونکر سکہایا کہ زمین وآسمان کو شق کر کے جنت ونار کو مجسم کر کے
دکہا دیا۔[۵۲]"

شعر وسخن اور اخلاقی مضامین مین بھی کوئی قوم مسلمانون پر گوئی سبقت نہین لیگئی
ہر قسم کے شعر مین۔ عاشقانہ۔ نصیحت آمیز۔ مرثیہ۔ نوحہ۔ قصیدہ۔ مثنوی وغیرہ مین
شعرائے اسلام کی تعداد کوئی نہین بیان کر سکتا کہ کتنے گذرے۔

اب رہا یہ الزام جو مسلمانون کو دیا گیا ہے کہ اونہون نے ڈراما یعنے ناٹک کی کچھ
قدر نہین کی سو اسکا سبب ظاہر ہے اور بعض مورخین یورپ نے وہ سبب لکھدیا ہی۔
عرب وعجم جو قصص وحکایات کہتے تھے اونکے نزدیک یہ کچھ ضرور نہ تھا کہ سارا قصہ

---

[۵۱] وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ
[۵۲] لقولہ تعالی وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ... مَجْنُوْنٍ ورش صاحب کی تقریر اخبار کوارٹرلی ریویو صفحہ ۲۶ ۔ ۲۷ ۔ من[۵]

یا حکایت نظم ہی کردی جاے یعنی اشعار[1] ہی مین بیان کیجاے جب اونکو کسی چیز کی کیفیت بیان کرنا یا کوئی تشبیہ دینا یا کوئی تقریر لکہنا منظور ہوتا تھا تو اوسکو نظم کرتے تھے مگر جب وقایع نگاری منظور ہوتی تھی تو واقعات کو ٹھیک ٹھیک لکہنے کے خیال سے نثر مین بیان کرتے تھے - چنانچہ الف لیلہ مین اکثر قصّے اسی طور سے بیان کیئے ہین کہ نظم و نثر ملی ہوئی ہے -

تاریخ نویسی مین بہی مسلمانون نے اپنی ذہانت وطباعی تمام دنیا پر خوب ثابت کردی ہے - حاجی خلیفہ کے کشف الظنون اہل اسلام کی جودت و ذکاوت کی دلیل قاطع و برہان ساطع ہے - بلکہ علم تواریخ کے ایک شعبہ مین تو مسلمانون کو علی الخصوص عرب کو اختراع کا دعوی کرنا جائز ہے - شہادت تاریخی کا فن جو اوسط صدی گذشتہ تک یورپ مین کوئی نہ جانتا تھا یا کوئی قدر نہ کرتا تھا مسلمانون کو خوب معلوم تھا جب اونکو اکثر متضاد احادیث اپنے پیغمبر صلعم کے آداب و اخلاق اور واقعات تاریخی کے باب مین ملے تو اس سے علم الرجال پیدا ہوا یعنے وہ علم[2] جسمین روات کے ثقہ یا غیر ثقہ ممدوح یا مطرود ہونے سے بحث کیجاتی ہے -

پس مسلمانون نے ایسی ایسے کارنمایان عقل کے وسیع میدان مین کیے - اور یہ سب اختراعات علمی صرف ایک ظلم دیدہ و ستم رسیدہ شخص صلعم کے مواعظ و نصائح کی برکت سے ہوئی جسنے ناخدا ترس دشمنون کے ظلم و بیداد سے ہجرت[3] اختیار کی تھی اور جسکی آواز اونکو وحشت و جہالت کی خندق سے نکالکر جسمین وہ صدہا برس سے

---

[1] اس سے ہماری مراد وہ مرثیئے اور نوحے نہین ہین جنمین معرکہ کربلا کے حالات نظم کیے جاتے ہین ۱۲ مؤلف

[2] سب سے بڑا عالم علم الرجال ابو علی حسین قرابیسی بغدادی المکنی با بن خلکان تھا - علم الرجال کو عربی مین علم الجرح والتعدیل بھی کہتے ہین ۱۲ مؤلف [3] ڈی سلین صاحب کا دیباچہ ترجمہ تاریخ ابن خلکان صفحہ ۶ - ملاحظہ ہو ۱۲

پڑے ہوئے تھے اور دنیا و آخرت کی امید وبیم کچھ نہ رکھتے تھے دنیا مین لے آئے
اور جب وہ دنیا مین آئے تو بنی اسرائیل کیطرح ہزارہا بندگان خدا کو تہ تیغ بیدریغ
نہین کیا بلکہ بنی آدم کو محاسن اخلاق اور محامد آداب اور تہذیب و شائستگی
سکھا کر آدمی بنا دیا- اور مظلوم و مقہور اور معصیت زدہ بندگان خدا کو حیات تازہ
بخشی- جب یورپ کے جاہل اور وحشی قومین ایک سلطنت[1] کہنہ و پارینہ کو تخت و
تاراج کر کے ظلمت جہالت اور تیرہ ضلالت مین آوارہ و سرگردان پھر رہی تھین
اوسوقت مسلمان ہی دنیا مین تہذیب و شائستگی پھیلا رہے[2] تھے- اور جب یورپ
کے ممالک عیسائی مین صدہا برس سے اخلاق اور عقل پر اوس پڑ گئی تھی اوسوقت
مسلمان ہی ترقی علوم عقلیہ مین مقدمۃ الجیش بنے تھے- فسانۂ عجائب مین ایک
سرزمین کی حکایت لکھی ہے کہ اوسپر تاریکی چارطرف سے چھائی ہوئی تھی اور
شیاطین واجنہ کسیکو جانے نہ دیتے تھے- یہ سرزمین محض خیالی نہین ہے
بلکہ ایک زمانہ مین یورپ کا بعینہ یہی حال تھا- دین مسیحی قیصران روم کی تخت
سلطنت پر جمگیا تھا مگر بنی آدم کو مہذب و شائستہ بنانے کے کام مین بالکل ناشاد
و نامراد رہا تھا- چوتھی صدی عیسوی سے بارھوین صدی عیسوی تک یورپ مین
ظلمت جہالت روز بروز بڑھتی ہی گئی- اور اس عرصۂ دراز مین اہل کلیسا نے تمام
مجاری و منافذ کو جنہین سے نور علم مسلمانون کی تہذیب و شائستگی کی برکت سے
پہونچ جاتا بند کر دیا تھا- گو متعصبین و حساد نے اسلام کے زور کو بہت روکا مگر
وہ کب رک سکتا تھا- اسلام کی دم جان بخش سے یورپ کے قالب مردہ مین دوبارہ
جان آگئی- جہان دیکھو وہان اسلام ہی اسلام تھا- اسلام کی آواز ساری یورپ مین

[1] یعنی سلطنت رومۃ الکبری ۱۲- [2] ترجمہ ڈریپر صاحب کی تاریخ ترقی علوم عقلیہ یورپ جلد ۲ صفحہ ۲۶- ملاحظہ ہو

کوچ کئی اور جزیرہ صقلاب کے بادشاہان نارمن کے دربار سے شہنشاہ فریڈرک ثانی کے دربار سے۔ صوبۂ اندلس سے۔ قیصران[1] قسطنطنیہ کی تاریک محلسراؤن سے۔ غرض۔ ہر مقام سے اسلام نے یورپ کے سرگشتگان وادی جہالت سے کلام کر رہا تھا۔ جو لڑائیان پادشاہان خاندان گولفِ و خاندان گیلائن مین ہوئین اور جو جہاد و مطارحہ قسطنطنیہ کے فرقۂ بت شکن اور پیشوایان کلیسائی مسیحی سے ہوا ادسنے قدرے قلیل کیفیت اوس جنگ عظیم کی ظاہر ہوگئی جو مذہب معقول پسند اور دین آبائی مین اور اسلام کی تہذیب و شائستگی اور یورپ کی جہالت و ضلالت مین اور موحدین اسلام اور مثلثین نصاریٰ مین ہو رہی تھی۔ سکرنیو۔ بغداد دمشق۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ ملاغہ۔ ایسے ایسے نامی وگرامی دار العلم اسلام کے تھے۔ جہان مسلمانون نے کلیات فلسفہ نظری اور مسائل حکمت عملی جہال یورپ کو سکھائے۔ یہانتک کہ خود پاپایان روم کہ خلفاء حضرت مسیح ؑ اور قسیم جنت و نار سمجھے جاتے تھے دار العلوم اسلامیہ مین حاضر ہو کر علماے اسلام کے درس مین سماعت کرتے تھے۔

سب سے پہلے جو مذہب معقول پسند یورپ مین پیدا ہوا تو اوس صوبہ مین پیدا ہوا جس پر اسلام کی تہذیب و شائستگی کا اثر کماحقہ ہو چکا تھا۔ مگر افسوس ہی اسلام کے اس گل سرسبد کو اہل کلیسا نے آگ سے جلا کر اور تلوار سے کاٹ کر دنیا کی ترقی کو سکڑون برس پیچھے ہٹا دیا اور بنی آدم مین ترقی معکوس یا رجعت قہقری کی کیفیت پیدا کر دی لکن عقلی آزادی کے اصول جو مسلمانون کے دلپذیر نقش تھے یورپ کے عیسائیون کے دل پر بھی اثر

---

[1] انسے خاندان اساربن کے قیصران روم مراد ہین جو اسلام کی طرف میلان و رجحان رکھتے تھے ڈریپر صاحب کی تاریخ ترقی علوم عقلیہ یورپ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف۔

کرچلے تھے - ابو العاص جو ایک عورت حلوسہ نامی پر دل وجان سے عاشق تھا
ابو الرشد اندلسی کا لوہا مان گیا تھا اور ابو الرشد وہ حکیم فلسفی تھا جس سے نور علم
ساطع ہو کر تمام اطراف واکناف یورپ مین پہونچ گیا - ابو العاص اوسیکا شاگرد
تھا جسنے یورپ مین عقلی آزادی کے لیے کوشش بلیغ کی اور اوسکے بعد جو حکیم
ہوے اونہون نے بہی اس کار خیر مین بہت بذل جہد کیا - ابو العاص اور
ابو الرشد وہ فلاسفہ سلف تھے جو ائمہ حکماے خلف یعنے دیکارٹ طوس
اور ہابس اور لاک کے مقتدیٰ الجلیش[۱] تھے -

ابو العاص اور اوسکے فلسفہ کی تاثیر اہل انگلستان پر بہت جلد ہوے -
جان وکلف[۲] کی پختہ مغزی اور آزاد منشی محققین سلف کی مردانہ خیالات سے پیدا
ہوے تھے - اوسکے بعد جو مصلحان دین مسیحی جرمنی مین گذرے اونکے اعتقادات
کی اصل و ماخذ ایک طرف قسطنطنیہ کے مجاہدین بت شکن تھے اور دوسری طرف
فرقہ انجیلیہ اور پیروان وکلف اور تابعان گولف تھے - لہذا اون مصلحان
جرمنی مین بہی اسلام کے خیالات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوے تھے گو اونکا اظہار
ایشیاے پیرایہ مین نہین ہوا یورپ کے پیرایہ مین ہوا - لیوتھر بانی مذہب پراٹسٹنٹ
نے جسکو ہالم[۳] صاحب مورخ نے بجا فرمایا ہے کہ اس شخص کو ایک قسم کا جنون تھا اسلام
کے احسانات کا انکار قطعی کیا ہے اور اپنے ترجمہ قرآن مجید مین شارع اسلام کی نسبت
سخت کلمات لکھے ہین - مگر اسمین کون شک کرسکتا ہے کہ لیوتھر کے دل پر قرآن نے
تاثیر کی تہی - علیٰ ہذا القیاس ملانکٹن اور اور مصلحان جرمنی آنحضرت کے احکام کو

[۱] جن صاحبون کو میرے اس قول مین شک ہو وہ گونبو صاحب کی تاریخ صفحہ ۲۶ - ملاحظہ کرین ۱۲ مؤلف [۲] یہ ایک بہت بڑا مصلح دین مسیحی انگلستان مین گذرا ہی ۱۲ - مؤلف [۳] ہالم صاحب کی تاریخ آئین سلطنت انگلستان باب ۲ - صفحہ ۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

اب ہم پھر اوسی بحث کو شروع کرتے ہین جو پہلے چھیڑے تھے اور عرض کرتے ہین کہ ایک زمانہ یورپ مین یقیناً ایسا گذرا ہے جبکہ اوس ملک کے عیسائی قومین علم کو بالکل ناچیز جانتے تھین اور اہل علم کی ایذا رسانی کرتی تھین جبکہ خود خلیفہ[1] حضرت مسیح ؑ عقلی آزادی کا ابتدا ہی مین گلا گھونٹ کر اس مصرع کا مصداق بنگیا تھا - ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی * جبکہ خود علماے دین یعنے قسیسین جہال پر تقدیم کرکے ہزارہا بیگناہون کو صرف اسوجہ سے زندہ جلا دیے تھے کہ شاید اونکی عقل نے خطا کی تھی یا وہ اس مہمل و مزخرف مسئلہ کا اعتقاد نہ رکھتے تھے کہ پادری کی دعا کی برکت سے نان و شراب مقلوب الماہیت ہوکر حضرت مسیح ؑ کا گوشت اور خون حقیقۃً ہو جاتا ہے لا مجازاً او استعارۃً - جبکہ یورپ کے عیسائی قومین دیو اور پری کا آسیب جہاڑ رہی تھین اور اولیاء مسیحی کے لباس کہنہ اور استخوان خاک آلودہ کو اوصاف الٰہی سے متصف کرکے اونکی پرستش کر رہی تھین اوس زمانہ مین علم و ہنر سلاطین اسلام کے زیر حمایت جاری تہا اور اوسکی عظمت اور قدر و منزلت اسقدر کیجاتی تہی کہ سلف مین کبھی نہ ہوئی تھی - خلفاء اسلام خود تہذیب و شائستگی کی ترقی مین مصروف ہوئی اور عقلی آزادی اور عقلی تحقیق و تفتیش جسکو خود شارع اسلام نے اپنی امت پر واجب کر دیا تھا اوسکے شایع کرنے مین خود مدد دیتے تھے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اس آیہ وافی ہدایہ پر پورا پورا عمل کیا جاتا تھا - یعنے دین مین کسی پر ظلم و جبر نہ کیا جاتا تھا - ان بادشاہان اسلام کا

---

[1] یعنے پوپ ۱۲ - مترجم -

ملکی کردار جو رہا ہو سو رہا ہو مگر اوس سے زیادہ دنیا مین کسی بادشاہ نے عدل و انصاف نہین کیا نہ اوس سے زیادہ کسی بادشاہ نے تمام مذاہب والون کو پوری مذہبی آزادی بخشی۔ مسلمانون نے اپنی ساری عمرین علم طبیعیات کو ترقی دینے مین بسر کردین اور یہی علم ہر قوم کی عقلی آزادی کا جزو اعظم ہے۔

بنی آدم پر تین بلائین بڑی عظیم نازل ہوئی ہین جو اونکی ترقی عقلی مین سخت حارج ہوئی ہین بلکہ ترقی معکوس کا باعث ہوئی ہین۔ پہلی بلا تو اونپر یہ نازل ہوئی کہ عجم یونان مین ناکام ہوے یعنی شیر شاہ نے یونانیون سے شکست فاحش کھائی۔ دوسری بلا یہ تھی کہ آٹھوین صدی عیسوی مین مسلمانون نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہ ہوے۔ اور تیسری بلا یہ نازل ہوئی کہ مسلمانون سے جنکا سپہ سالار عبد الرحمن فہری تھا اور عیسائیون سے جنکا سردار چارلس مارٹل میراکوٹیش تھا مقام ٹورس مین جنگ عظیم ہوئی اور مسلمان ناکام رہے۔

انمین سے ہر ایک واقعہ تہذیب و شائستگی نشو و نما مین حارج اور ترقی کا مانع ہوا۔ اسواسطے کہ اگر اہل عجم یونان کو اپنی سلطنت مین ملا لینے مین کامیاب ہوتے تو یونانیون کی ذہانت و طباعی کا اثر بہت زیادہ ہوتا اور بڑی بڑی دور پہونچ جاتا نہ یہ کہ یونان کے چھوٹے چھوٹے ریاستون مین محدود و محصور رہتا جو

سلہ گو نبو صاحب کی تاریخ صفحہ ۲۶ ملاحظہ ہو۔ اس باب مین دو حدیثین بہت مشہور ہین اور آب زر سے لکھ لینے کے قابل ہین اور معقول پسند لوگون مین ضرب المثل ہین۔ ایک حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "روشنائی قلم عالم کی بہتر اور پاکیزہ تر ہے خون شہید سے" اور دوسری حدیث مین فضائل عقل مین فرمایا ہے کہ "خداوند عالم نے عقل کو پیدا کیا اور وہ سب مخلوقات سے بہتر تھی۔ اور خدا نے اوس سے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز تجھسے بہتر اور کامل تر اور حسین تر نہین پیدا کی ہے۔ تیری ہی برکت سے میرے بندے میری نعمتون کے مستحق ہونگے اور جیسا وہ تجھپر عمل کرینگے ویسی ہی پاداش اوس کے اونسے کیجاویگی" کتاب المستطرف باب ۲ مین یہ حدیث لکھی ہے اور مشکاۃ کتاب ۲ باب ۱ فصل ۲ مین بھی ابو ہریرہ سے منقول ہے۔ تعریف ۱۲

ہمیشہ باہم برسر پرخاش رہتی تھین اور جنمین سے اکثر ریاستین ہندوستان اور انگلستان کی ذرا ذراسی ریاستون سے بھی چھوٹی تھین - کیانیون کے عہد سلطنت مین فارسیون اور رومیون سے جو لڑائیان ہوئین اونمین فارسیون نے بڑی دور اندیشی ظاہر کی کہ جن ممالک کو فتح کیا اونکو ایک نوع کی آزادی اور خودسری بخشی - جس اصول پر وہ لڑتے تھے وہ مال غنیمت کے طمع اور تسخیر بلاد کی ہوس سے نہین پیدا ہوا تھا بلکہ وہ ایک عمدہ اور معقول حکمت عملی پر مبنی تھا جسکا مآل و منشا دیہ تھا کہ ممالک مفتوحہ کو تاج بخشی کرکے اپنا شریک و رفیق بنالین[۵۱] - اگر فارس یونان کو اپنے ساتھ ہلا لینے مین کامیاب ہوتا تو جو نتیجہ اوس ترقی و عروج سے حاصل ہوا تھا جو یونانیون نے اسکندر ابن فیلقوس بادشاہ مقدونیہ کے عہد مین کیا تھا صدہا برس پیشتر حاصل ہوچکا ہوتا[۵۲] -

الغرض - مسلمان دو معرکون مین ناکام رہے - ایک محاصرۂ قسطنطنیہ مین دوسرے اوس لڑائی مین جو مقام ٹورس واقع فرانسیس مین ہوئی تھی - اور اونکی اس ناکامی کے باعث سے دنیا کی ترقی صدہا برس تک رک گئی - اگر ٹورس کی لڑائی مین عرب ایسی غفلت و سہلنکاری نہ کرتے اور اون وحشی فوجون کو بھگا دیتے جنکو ایک وحشی امیر[۵۳] نے جمع کرلیا تھا جسکی تکفیر بعد ازان خود پادریون نے

[۵۱] ڈریپر صاحب کی تاریخ ترقی علوم عقلیہ یورپ جلد ۱ - صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۷ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۵۲] یونانیون کے ساتھ بمقتضی انصاف یہی ہو کہ یہ تسلیم کرلیا جاے کہ اونمین جو لوگ سب سے زیادہ لائق و فائق تھے وہ اس امر کو دل سے چاہتے تھے - اور تھسطا قلیس کو لوگون نے ناحق مکار اور دغاباز بنا دیا ہے کیونکہ فی الواقع وہ یونان کے دوست صادق تھے - اگر وہ یونان کو فارس سے ملحق کردینے مین کامیاب ہوتے تو آج یورپ اور ایشیا مین ایسا فرق عظیم ہرگز نہوتا - گروٹ صاحب کی تاریخ یونان جلد ۶ - صفحہ ۱۳۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۵۳] یعنی چارلس امیر فرانس جسکی شجاعت و جوانمردی پر ناز کرکے عیسائیون نے اوسکو مارٹل یعنی ہتوڑہ خطاب دیا ہی ۱۲ - مترجم -

کی اور کہا کہ یہ ظالم ہمیشہ عذاب الیم مین مبتلا رہیگا تو سب سے بدتر اور تاریک تر زمانہ جاہلیت کے واقعات غم انگیز و عبرت خیز سے صفحۂ تاریخ سیاہ نہ کیا جاتا۔ اور تہذیب و شائستگی اور عقلی آزادی سات سو برس پیشتر ہی وقوع مین آچکی ہوتی اور آج اوس خونریزی اور قتل و قمع کا حال دیکھکر ہمارے بدن مین رعشہ نہ پڑجاتا جو خود خلیفۂ حضرت مسیح یعنے پاپاے روم کے اغوا سے فرقۂ البجنشیر پرانسیس مین ہوا تھا نہ فرقہ ہیوجناٹ کی خونریزی کا حال دیکھکر ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے جسکی تہنیت اور شکریہ خود پاپائے روم نے ادا کیا تھا اور ہمکو برونو اور سروٹس کے حال عبرت مآل پر بھی حسرت و افسوس نہ کرنا پڑتا جنکو اون لوگون نے ناحق قتل کرڈالا تھا جو کلیساے اصلی سے منحرف دماغی ہوگئے تھے۔ بلکہ اگر جنگ ٹورس مین عرب ناکام نہ ہوتے تو علاوہ ان سب ظلمون کے اور بہت سے ظلم جو انسے بھی شدید و غلیظ تھے عیسائیون کے ہاتھ سے نہ ہونے پاتے۔ یعنے اسپین مین وہ دار القصاص نہ قائم ہوتا جسمین علمائے دین مسیحی نے ہزارہا بیگناہون کو صرف مخالفت دین کے جرم مین جلتا ہوا سیسہ پلوا پلوا کر اور سولی دے دیکر اور اور عقوبات کرکے مروا ڈالا۔ اور بیچارے غریب و مظلوم ارٹیک اور انکاس کیون ناحق قتل کیے جاتے۔ اور محاربۂ سی سالہ مین بندگان خدا پر صدہا آفتین اور مصیبتین کیون نازل ہوتین اور ان سب باتون سے بڑھکر یہ ہے کہ اسپین یعنے اندلس جو کسی زمانہ مین معدن علوم و فنون تھا صدہا برس کے جمع کی ہوئی دولت علم سے خالی ہوکر ایسا وحشت خیز اور بے رونق ملک کیون ہوجاتا۔ دنیا مین ایسا کون ہے جو اس نامور اور برگزیدہ قوم کے غم انگیز و عبرت خیز انجام پر خون کے آنسو نہین رویا

اوسکے وطن مالوف سے نکالدیا اور اوس ملک سے دور کردیا جسکو اونہی خاک سے

پاک کرکے دنیا مین الیسا سرخرو اور نیکنام کردیا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہاہی کہ "

وہ بھی کیا بری گھڑی تھی جب غرناطہ کی عالی شان برجون پر اسلام کے علم ہلالی

کو اکھاڑکر اوسکی جگہہ نشان صلیبی نصب کیا گیا"۔ بڑے حسرت و افسوس کا مقام

ہے کہ کیسے کیسے نامی و گرامی لوگ اوس ملک مین گذرے جنکا اب کوئی نام لینے والا

بھی نہین باقی ہے۔ ابوالرشد و ابوالعاص اندلسی جنکو آبار فلسفہ یورپ بجا کہنا

ہے اور ولیدہ خاتون و عائشہ خاتون جو قرطبہ کے پادشاہان بنی امیہ کے خاندان

کی شاہزادیان تھین اور جنکا حسن و جمال اور ہنر و کمال شہرۂ آفاق ہے۔

اب ان بزرگوارون کی روحین قصر الحمراء اور دیگر قصور سلطانی کے خرابون مین

بیٹھی رو رہی ہین کہ اب کوئی شاعر ہماری مدح سرائی نہین کرتا نہ کوئی عاشق

ہمارے عشق کا دم بھرتا ہے نہ کوئی عالم ہمارے علم و ہنر کو ظاہر کرتا ہے۔ اب

ان مقامات سے بعض اوقات تو مذاہب پر جھگڑا کرنے والون کے مہیب آوازین

آتی ہین اور بعض اوقات امور سیاست پر لڑنے والون کی ہولناک صدائین

سنائی دیتی ہین۔ عیسائیون نے اندلس کے مسلمانون کی اولاد و احفاد کو جنگل

بیابان مین نکالدیا اور اوس سرسبز و شاداب ملک کے مادہ حیات کو بالکل

چوس لیا اور علوم عقلیہ اور فن اخلاق کا نام و نشان بھی اوسمین نہین

باقی رکھا۔ شعر بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند + کز ہستیش

نشان نماند در بسیط خاک +۔

اگر سیلمہ قسطنطنیہ کو فتح کرلیتا جو ملکہ ایرین کا دار السلطنت تھا اور یہ ملکہ

بڑے بڑے لئیق نصرانیہ اور بڑے بڑے پکے حامیۂ دین مسیحیؑ اور بڑے بڑے بے رحم قاتلہ اپنے
فرزند کے تھے تو غالباً وہ اعمال بد کبھی نہ وقوع مین آتے جنکا دھبہ عیسائی قیصران
روم کے نام پر قیامت تک رہیگا - نہ وہ ہولناک نتائج پیدا ہوتے جو اس
واقعہ سے پیدا ہوے کہ رومیون نے قسطنطنیہ کو تسخیر کرلیا - اور اس سب سے
بڑھکر یہ ہے کہ وہ ناپاک لڑائیان نہ ہونے پاتین جنکو عیسائیون نے غزوات
صلیبی کی لقب سے ملقب کرکے پاک بنایا ہی اور جنمین اونھون نے ایشیائی
قومون کا گلا گھونٹ ڈالنا چاہا تھا - خیر یہ تو جو ہوا سو ہوا - ایک امر یقینی ہے -
وہ یہ ہی کہ اگر قسطنطنیہ مسلمانون کے ہاتھ لگ جاتا تو بت شکنی اور شرک کنی کی کوشش
جو اونھون نے شروع کی تہی وہ بالکل رائگان نہو جاتے اور کلیسای مسیحیؑ یعنے
دین مسیحی مین اصلاح لیوتھر سے صدہا برس پیشتر ہو چکے ہوتے - مگر مشیّت
ایزدی اور حکمت الٰہی مین کسکو دخل ہے بقول شخصیکہ جفّ القلم بما ہو کائن
خدا ہی کو یہ منظور نہ ہوا - عقلی آزادی کی موج جو ممالک اسلامیہ سے چلے تو
قیصران اساریہ تک پہونچ گئے مگر جہل مرکب اور عقائد فاسدہ اور تعصب مذہبی
کے پہاڑ سے ٹکرا کر وہین رہ گئے اور آگے نہ بڑھ سکے اور اوسکی تاثیر اوسوقت تک
محسوس نہ ہوئی جبتک کہ سلیر نُو اور قرطبہ کے حکماء اسلام کے مساعی جمیلہ سے
اور ابوالرشد اندلسی کے فیض تعلیم سے اور شاید چند یونانیون کی حسن سعی سے
بھی جو اوسی اسلام کے چشمۂ علم سے سیراب ہوے تھے کلیسا اور اہل کلیسا کا
زور لوٹ نہین گیا اور اونکا عظمت و جبروت زائل نہین ہو گیا -

پس ظاہر ہے کہ اس زمانہ کی ساری تہذیب و شائستگی حکمت و فلسفہ
اور علوم و فنون کا ماخذ اسلام ہے - بلکہ ہر چیز جو انسان کے دل و دماغ کو درست

اور عالی کر دیتے ہے اسلام ہی سے پیدا ہوئی ہے - اور اسلام ہی نے عقلی آزادی دنیا مین شایع کی ہے -

یہ قول بالکل صحیح ہے کہ جبتک اسلام اپنی اصلی کیفیت اور ابتدائی حالت پر باقی رہا اوسوقت تک اوسنے دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ بڑا سرگرم حافظ و حامی علوم و فنون کا اور ترقی دینے والا تہذیب و شائستگی کا اور رونق دینے والا عقلی آزادی کا عالم مین ہے - مگر جو ہین خارجی اسباب اسلام مین مل گئے پس اوسیوقت سے اوسکی ترقی کا باب مسدود ہوگیا -

اس کتاب کے آخر مین ہم یہ امید ظاہر کرتے ہین کہ اب وہ زمانہ قریب آگیا ہے جب اسلام علوم قدیمہ اور بزرگان سلف کے عامیانہ پرستش کو بقاد کر انا وجدنا اباءنا وانا علی آثارھم لمقتدون ترک کر کے اپنی ہیئت اصلی اور کیفیت واقعی پر عود کریگا اور نبی ناصری کے دین سے اتفاق و اتحاد پیدا کر کے دونون بالاشتراک بنی آدم کی تہذیب و شائستگی کی فکر و کوشش کرین گے کیونکہ دین اسلام اور دین مسیحی دونون کا مقصد ایک ہی ہے یعنی بنی آدم کو ترقی و عروج بخشنا - پس ایک کا فائدہ بعینہ دوسرے کا فائدہ ہے - پھر ان دونون کو باہم نفاق رکھنے کی کیا وجہ ہے - دونون مین موافقت و موالفت کیون نہو جاوے - نہ اسلام نے دنیا مین کوئی برائی کی ہے نہ دین مسیح نے کوئی نقصان پہونچایا ہے - بلکہ دونون نے فوائد عظیمہ و منافع جلیلہ بنی آدم کو پہونچائے ہین - پھر یہ دونون اوس آب حیات سے جو انکے دلمین مخزن ہے ایک چمکتا دمکتا لہراتا ہوا دریا کیون نہ بنالین جو بنی آدم کو اعلی درجہ کے فضائل و کمالات انسانی تک پہونچادے - اسواسطے کہ جو چیز انسان کے دل کو پاک

اور دماغ کو عالی کردے وہ سچی ہے اور جو بات انسان کے اعتقادات اور
افعال کو نیک اور خالص کردے وہ حق ہے - پھر آج سے رسول عربی کے
اس کلام پاک کو بنی آدم اپنا ورد زبان اور تکیہ کلام کیون نہ بنا لین کہ - وو
نیک کامون مین کوشش کرکے ایک دوسرے پر سبقت لیجاوٴ - جب خدا
کی طرف بازگشت کروگے تو وہ تمسے کہدیگا وہ باتین جنمین تمنے اختلاف کیا تھا

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ
علے سیدنا محمدؐ والہ الغرّ المیامین
وصحبہ الراشدین

تمّت

×

کتب موجودہ مطبع جعفری

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
اکمال فی اسماء الرجال۔	۱ر	حد تحقیق بمشرب سنی۔ مطبوعہ مطبع جعفری	عہ ر
تاریخ کشمیر۔ مطبوعہ لاہور۔	۱۴ر	مفید العوام در مسح رجلین۔	۸ر
رسال اثنا عشر سیوطی۔ طبع لاہور۔	۱۴ر	سیف ناسخ در مسح رجلین۔	۴ر
حصن حصین مترجم۔ طبع لاہور۔	عہ	مثنوی صادح و باغم۔	۱۴ر
ما ثبت بالسنۃ۔ طبع لاہور۔	۶ر	مقامات بدیعی۔	۶ر
من لا یحضرہ الطبیب رازی	۸ر	دیوان رطب العرب۔	۸ر
تخریج الآیات	۸ر	کشکول شیخ بہائی طبع مصر۔	حصہ
فوز الکبیر فی اصول التفسیر مع سفر السعادۃ	عکا	بدیع الانشا در ادب۔	۶ر
هادی الانام الی دار السلام۔	۱۲ر	موجۂ کوثری سید قصیدہ حمیری۔	۶ر
غرر الحکم و درر الکلم۔	عہ	اطواق الذہب زمخشری۔	۱۴ر
خصائص نسائی مترجم چھاپہ کلکتہ۔	عہ	کلیات قاآنی مجلد۔	سے
مطالب السئول محمد بن طلحہ شافعی۔	عکا	دیوان مشتاق علی شاہ کرمانی۔	عہ ر
اخلاق احمدی اردو در تہذیب اخلاق۔	عہ	دیوان فتح علی شاہ	۸ر
کتاب الطہارۃ علی بن مسکویہ در اخلاق	۱۲ر	خمسہ نظامی خط ولایت بالتصویر۔	۵عہ
منتہی الکلام در مناظرہ طبع دہلی۔	عکا	مثنوی مولوی روم با جدول طلا محشی۔	۵عہ
خطاب فاصل جواب مثنوی صہبائی۔	۱۴ر	کلیات نظیری نیشاپوری۔	حصہ
ضربت حیدریہ جلد دوم۔	عہ	کلیات مرزا جلال اسیر محشی۔	عہ
نزہہ اثنا عشریہ جلد اول۔	عکا	کلیات میر تقی میر۔	عکا
دفع المغالطہ مولوی عمار علی مرحوم۔	عہ	انشائے طاہر وحید چھاپہ شاہی۔	عہ
نزہہ جلد چہارم در رجال۔	للعہ	مرآۃ العروض در تہذیب لنواق۔	۶ر
عبقات الانوار حدیث تشبیہ۔	للعہ	شاہنشاہ نامہ فتح علی خان صبا بالتصویر۔	عکا
سفینۃ النجاۃ در امامت۔	۸ر	گنج شایگان مطبوعہ طہران۔	۵عہ

کتاب	قیمت
تاریخ دکن - مطبوعہ مطبع جعفری -	۴ر
مجالس المومنین از قاضی نور اللہ شوشتری -	عہ
تاریخ وصاف جلد اول دوم سوم -	عہ
نامۂ دانشوران - طبع طہران	عہ
نجوم السماء در احوال علما -	عکا
قصص العلماء طبع عمدہ -	سے
رسائل اخوان الصفا فارسی -	عکا
شرح گلشن راز -	عہ
وصایائے خواجہ نظام الملک -	۵ر
اخلاق محسنی -	۴ر
ترجمہ رسالہ محقق طوسی در اداب تعلیم -	۳ر
اردو ترجمہ حیات القلوب ہر سہ جلد -	مہ
ترجمہ جلد دہم بحار اردو در مصائب -	سے
استقصاء الافحام -	مہ
بحور الغمہ ہر دو جلد -	للعہ
حدیقۃ الشیعہ فارسی -	للعہ
عین الحیات فارسی -	عکا
رسالہ رجعت -	۳ر
ہفت رسالہ اخوند مجلسی -	۴ر
برق خاطف در مناظرہ -	۱۲ر
رسالہ غیبت از غفرانماب -	۱۲ر
عبقات حدیث منزلت -	سے
جامع الاحکام در فقہ فریقین ہر دو جلد -	للعہ
منافع الابرار اردو -	۱۲ر
مکارم الاخلاق طبرسی چھاپہ مصر -	سے
ترجمہ فارسی مکارم الاخلاق -	مہ
صراط النجاۃ مشتمل بر چہار ہزار مسئلہ -	۴ر
نہج الیقین شرح وصیت امام جعفر صادق علیہ السلام	عکا
فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ -	للعہ
استبصار شیخ طوسی در دو جلد -	صہ
من لا یحضرہ الفقیہ در دو جلد -	للعہ
خصال ابن بابویہ قمی -	صہ
اکمال الدین - چھاپہ طہران -	صہ
احتجاج طبرسی قلمی -	صہ
خرائج الجرائح -	عہ
جواہر سنیہ در احادیث قدسیہ	عہ
نفحات الاسرار در علم رمل -	عہ
نفائس الفنون در رمل -	۸ر
حرز الامان من فتن الزمان -	عکا
خلاصۃ الکشف در رمل کمیاب قلمی -	عہ
بحر الغرائب و برحاشیہ منتخب النجوم -	[illegible]

اعلان

جملہ اہل مطابع کیخدمت مین التماس ہی
کہ حسب قانون بستم ۱۸۴۷ء عیسوی
کوئی صاحب اِس کتاب کے
چھاپنے کا قصد نفرمائین ورنہ عوض
نفع نقصان اوٹھائین گے اطلاعاً
تحریر ہوا۔ فقط

العبد
محمد علی مالک مطبع جعفری ساکن نخاس جدید لکھنو